https://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ القرآن

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ الحديث

ہزار ہا فقہی مسائل اور اسلامی و دینی معلومات کا خزینہ

مجموعۃ الفتاویٰ

المعروف بہ

انوارِ شریعت

حصہ اول تا ہشتم

جلد اول

از افادات

مجددِ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ

حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ

صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ

مناظرِ اسلام حضرت مولانا نظام الدین ملتانی صاحب قدس سرہ

مرتبہ

مولانا مفتی محمد اسلم قادری رضوی علوی

سُنّی دار الاشاعت علویہ رضویہ

ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد

for more books click on the link

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں فری
حاصل کرنے کے لیئے
ٹیلیگرام چینل لنک
https://t.me/tehqiqat
آرکاریو لنک
https://archive.org/details
/@zohaibhasanattari
بلوگسپوٹ لنک
https://ataunnabi.blogspot
.com/?m=1

طالب دعا۔ زوہیب حسن عطاری

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ القرآن

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ الحديث

ہزاروں فقہی مسائل اور اسلامی و دینی معلومات کا خزینہ

انوار شریعت

المعروف بہ

جامع الفتاویٰ

حصہ اول تا ہشتم

جلد اول

ازافادات

مجددِ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ

حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ

صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ

مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین ملتانی صاحب قدس سرہ

مرتبہ

مولانا محمد اسلم علوی قادری رضوی

سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ

ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اشاعتی ضابطہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب: انوار شریعت المعروف بہ جامع الفتاویٰ

ترتیب وتدوین: مولانا محمد اسلم علوی قادری رضوی

نظر ثانی: مولانا محمد اسحاق ظفر

کمپوزنگ: ضیاء العلوم کمپوزنگ سنٹر، سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

کمپیوٹر گرافکس: قاضی محمد یعقوب چشتی، اظہر اقبال اعوان

پروف ریڈنگ: مولانا محمد عظیم، خواجہ وقار احمد چشتی

قیمت ....

ناشر سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد

ملنے کے پتے

☆ ضیاء العلوم پبلی کیشنز یو 128 بازار تلواڑاں راولپنڈی
Fax-4580404 0333-5166587
Emil:ziauloom@isb.paknet.com.pk

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ غوثیہ محلہ فرقان آباد سبزی منڈی کراچی

☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

عرضِ ناشر

انسانی زندگی کو کامیابی وکامرانی سے گزارنے کیلئے اسلامی تعلیمات اور احکامات کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔ دین اسلام اپنی ہمہ گیر آفاقی اور جامع احکامات کے باعث اتنا وسیع حلقہ رکھتا ہے کہ اس کی گہرائی و گیرائی تک پہنچنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔ ائمہ دین اور مجتہدین کرام نے اپنے اپنے ادوار میں پیش آمدہ مسائل کا حل نکالا اور انہیں کتابی شکل میں ترتیب دیا۔ اسلاف کرام کے انہی علمی جواہر پاروں کے مجموعے کا نام فقہ اسلامی ہے۔

سلف صالحین نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے استدلال کرتے ہوئے دنیا کو پیش آمدہ مسائل کا نہ صرف حل بتایا بلکہ ایسے جامع اصول مرتب فرمادیئے کہ آنے والی نسلوں کیلئے مسائل کا استخراج واستنباط آسان ہوگیا۔ قدیم ذخائر میں مسائل اعتقادیہ وفقہیہ کا وافر حصہ عربی وفارسی زبان میں موجود ہے۔ مگر اردو زبان کا دامن معرفت اس خزینہ سے بڑی حد تک خالی تھا۔ اور جو درآبدار تھے وہ بھی یکجا نہ تھے۔ اس عظیم خدمت کو انجام دینے کی ذمہ داری محترم جناب مولانا محمد اسلم علوی نے پوری فرمادی ہے۔

زیرِ نظر کتاب " انوارِ شریعت " (جامع الفتاویٰ) مولانا محمد اسلم علوی کی مرتبہ ہے۔ آپ نے مسلکِ حقہ اہل سنت وجماعت کی کئی نایاب اور انتہائی قیمتی کتب کو دورافتادہ اور عدم توجہی کا شکار ذخائرِ علم سے انتھک کاوشِ روز وشب کے بعد ہم تک پہنچایا ہے۔ آپ کے کئی علمی شاہکار آپ کے علمی تبحر پر دلالت کرتے ہیں۔ بہت سے مشائخ عظام کی بیش بہا تصانیف کے تراجم آپ نے کیے ہیں۔ جامع الفتاویٰ کی ترتیب وتدوین اہل سنت وجماعت پر آپ کا احسانِ عظیم ہے کیونکہ اس میں دیوبندیوں اور وہابیوں کے ساتھ اہلسنت وجماعت کے اختلافی مسائل پر سیر حاصل اور مدلل بحث کے علاوہ مرزائیوں کے رد میں بھی مدلل فتاویٰ شامل ہیں۔ اگر کوئی بھی ذی شعور باہوش وحواس اس فتاویٰ کا غیر جانبداری سے مطالعہ کرے تو وہ اپنی ہدایت کے لیے مکمل رہنمائی پائے گا۔

جامع الفتاویٰ میں علامہ موصوف نے مجددِ اسلام اعلیٰ حضرت امام شاہ احمد رضا خان بریلوی، حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان بریلوی، صدرالافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی اور مناظرِ اسلام حضرت مولانا نظام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے فتاویٰ کو جمع کیا ہے۔ اس کتاب میں گرانقدر مسائلِ فقہ کو نہایت مدلل طریقے سے بیان کرنے کے علاوہ مذہب حق اہلسنت وجماعت کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ پہلا ایڈیشن کتابت کے ساتھ منظرِ عام پر آیا جس میں بے شمار لفظی اغلاط کے علاوہ عربی عبارات کے نقل کرنے میں بہت زیادہ بے توجہی اختیار کی گئی تھی۔ اب یہ کتاب جدید انداز میں کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ شائع کی جارہی ہے اور حتی الامکان غلطیوں کو درست کردیا گیا ہے۔

یہ کتاب امت مسلمہ کے لیے نہایت قیمتی تحفہ ہے۔ قارئین اس کے مطالعہ سے یقیناً فائدہ اٹھائیں گے اور اپنے عقائد اور ایمان کو مضبوط کریں گے۔ اس کتاب کو اصلاحِ عقائد میں اہم مقام حاصل ہے۔

تحریر کو اس کے معنوی وصوری حسن کے ساتھ صفحہ قرطاس پر لانا بھی ایک فن ہے۔ عبارات کی پیرابندی اور اقتباسات کو ان کے خدوخال کے ساتھ لکھنا علم و ہنر کے بغیر بہت مشکل ہے۔ اس نئی اشاعت کو کتابت و کیلی گرافی کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ''ضیاء العلوم کمپوزنگ سنٹر'' کے احباب عزیزم محمد یعقوب چشتی، اظہر اقبال اعوان خصوصاً مولانا حافظ محمد اسحاق ظفر زید مجدہ' کی خدمات حاصل کی گئیں۔ حافظ صاحب نے بڑی دلجمعی اور جانفشانی کے ساتھ ان ساتھیوں کے ہمراہ اس کتاب کو فنی خوبصورتیوں سے مزین کیا ہے۔ ان کی شبانہ روز محنت، لگن اور قلبی خلوص نے اس کتاب کی دلکشی اور جاذبیت میں بے انتہاء اضافہ کردیا ہے۔ صاحب ذوق اور فن کی باریکیوں میں نظر رکھنے والے حضرات یقیناً اس سے محظوظ ہوں گے۔

''ادارہ'' کی شروع سے یہی کوشش رہی ہے کہ ایسی کتب شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے جن سے اعلیٰ اسلامی واخلاقی اقدار کا تحفظ ہو اور مسلک اہل سنت کی صحیح تصویر کشی اور ترجمانی ہو۔

الحمد للہ! ہم تحدیثِ نعمت کے طور پر فخر سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم بہت حد تک اس کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔ عوام کا بے پناہ اعتماد اس بات کا گواہ ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ مستقبل میں ہم اپنی ان کوششوں اور خدمات کو مزید آگے بڑھانے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں۔

اللہ رب العزت سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

مارچ 2004ء

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

فہرست عنوانات و مضامین

نمبر	مضامین	صفحہ
۱	حرف آغاز	۱۷
	حصہ اول : ازفتاویٰ شیخ الاسلام شاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ	
۲	مردمرزائی ہوجائے تو منکوحہ اس کی زوجیت سے علیحدہ ہوجائے گی اور اولاد صغار اس کی ولایت سے نکل جائے گی	۲۰
۳	خلاصہ جواباتِ امرتسر	۲۰
۴	جواب ابومحمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی صاحب	۲۰
۵	جواب عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی صاحب	۲۰
۶	جواب ابوالحسن غلام مصطفیٰ صاحب	۲۰
۷	جواب ابومحمد یوسف غلام محی الدین صاحب	۲۱
۸	جواب احقر عباداللہ العلی واعظ عبدالغنی صاحب	۲۱
۹	تصدیق احقر العباد خدا بخش خیرالدین صاحب	۲۱
۱۰	جواب ابوالوفاء ثناءاللہ مصنف تفسیر ثنائی امرتسری	۲۱
۱۱	جواب ابوتراب محمد عبدالحق امرتسری بازار صالونیاں	۲۱
۱۲	جواب صاحبزادہ صاحب ظہورالحسن قادری فاضلی	۲۱
۱۳	جواب نوراحمد صاحب	۲۱
۱۴	مراسلت حامی سنت جناب مولانا مولوی محمد عبدالغنی صاحب امرتسری باسم سامی حضرت عالم اہل سنت دام ظلہ العالی	۲۲
۱۵	فتوائے حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ	۲۳
۱۶	مرزا قادیانی کے دس کفر	۲۳
۱۷	۱: ''میں احمد ہوں'' جو آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مراد ہے۔	۲۳
۱۸	۲: ''میں محدث ہوں'' اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔	۲۴
۱۹	۳: سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔	۲۴
۲۰	۴: خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔	۲۴

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نمبر	مضامین	صفحہ
۲۱	۵: دافع البلاء صفحہ نمبر ۱۰ پر عیسیٰ علیہ السلام پر برتری کا اظہار	۳۰
۲۲	۶: ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔	۳۰
۲۳	۷: میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں۔	۳۰
۲۴	۸: اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا۔	۳۰
۲۵	۹: عیسیٰ علیہ السلام کو مسمریزم کا عمل کرنے والا کہا۔	۳۲
۲۶	۱۰: ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیش گوئی غلط ثابت ہوئی۔	۳۳
۲۷	مسئلہ مہر	۳۵
۲۸	اولاد صغار کا حکم	۳۵
	حصہ دوم: از فتاویٰ حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	
۲۹	عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کی نہایت نایاب اور محققانہ بحث اور امام مہدی کا آنا اور دجال کا ظہور و ہلاکت وغیرہ	۳۸
۳۰	جاہلوں پر علماء کی تقلید اور علماء پر رسول پاک کی اور رسول پاک پر قرآن پاک کی تقلید واجب ہے۔	۳۸
۳۱	دلائل چار قسم کے ہوتے ہیں ایک جن کا منکر کافر، بعض کا منکر گمراہ، بعض کا منکر آثم، بعض کا منکر خاطی	۴۳
۳۲	مدعی پر اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے ثبوت کا ہونا ضروری ہے۔	۴۴
۳۳	جو جس بات کا مدعی ہوا اس سے اس دعویٰ کے متعلق بحث کرنی چاہئے اس کا دعویٰ کے علاوہ بحث کرنا مکاری ہے۔	۴۵
۳۴	کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا میں اس کی تشریف کو محال نہیں کرسکتا۔	۴۶
۳۵	مسئلہ اول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے نہ ان کو سولی دی گئی۔	۴۶
۳۶	سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا اور اس کے دلائل تینتالیس حدیثیں اور قرآن پاک کے دلائل	۴۷
۳۷	سیدنا روح اللہ کی حیات پر دلائل	۶۳
۳۸	رسول پاک ﷺ پر افتراء، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر افتراء، امام بخاری پر افتراء	۶۸
۳۹	سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا امتی بن کر آنا مرتبہ نبوت سے معزولی نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نبی الانبیاء ہیں۔	۷۳
۴۰	انسان میں تین صفات ہیں: ملکی، بہیمی، شیطانی	۷۵
۴۱	سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے تشریف لانا اور دجال کو قتل کرنا	۷۸
۴۲	واقعات عہد مبارک	۷۹

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نمبر	مضامین	صفحہ
	حصہ سوم: ازفتاویٰ صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ	

نمبر	مضامین	صفحہ
۴۳	جواب سوال اخیر	۸۰
۴۴	مستورات اور پردہ	۸۲
۴۵	احادیث	۸۵
۴۶	آپ کا تمام انبیاء کے لئے بھی نبی ہونا	۹۰
۴۷	درود ابراہیمی کا مفہوم، نبی ورسول میں فرق اور تعریف، آپ کی امت کو دیگر امتوں پر فضیلت	۹۲
۴۸	مسجد میں جوتا پہن کر جانے اور نماز پڑھنے کا حکم	۹۳
۴۹	مسلمانوں میں تفرقہ اندازی	۹۴
۵۰	مسجد خیر بقاع ہے۔	۹۵
۵۱	وہابیہ کے مقتداء ابن تیمیہ کا حال	۱۰۳
۵۲	''المعجزة العظمیٰ المحمدیه''	۱۰۶
۵۳	توہین علماء کا حکم	۱۱۱
۵۴	تعظیم وعبادت میں فرق	۱۱۳
۵۵	مسئلہ علم غیب	۱۱۷
۵۶	قرآن عظیم میں قسمیں یاد فرمانے میں حکمت اور ''ما اهل به لغير الله'' کے متعلق فتویٰ	۱۲۰
۵۷	سنیوں کی مساجد میں غیر مقلد وہابی وغیرہ کے نماز پڑھنے کے متعلق فتویٰ	۱۲۴
۵۸	قادیانیوں اور بہائی کے ساتھ سنیہ کے نکاح کا حکم	۱۲۸
۵۹	فتویٰ ایصال ثواب وحکم زوجہ مفقود وخطبہ میں اردو خلاف سنت	۱۳۱
۶۰	فتویٰ گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟	۱۳۳
۶۱	تثویب	۱۳۴
۶۲	مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے کا حکم	۱۳۶
۶۳	وہابیہ کی عیاریاں اور'' التلبیسات '' کا افشاء راز	۱۳۹
۶۴	علماء حرمین کی تصدیق کا حال	۱۴۵

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نمبر	مضامین	صفحہ
٦٥	ایک اور بڑا مکر	١٤٦
٦٦	علماء مدینہ کی تصدیقات کا حال	١٤٧
٦٧	مولانا شیخ احمد بن خیر شنقیطی کی تحری	١٤٧
٦٨	فتویٰ متعلق فاتحہ، سوئم وچہلم وغیرہ	١٤٨
٦٩	نماز صبح کے بعد قضاء عمری پڑھنے کا حکم	١٥١
٧٠	فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ یا درود شریف بلند آواز سے پڑھنے کا حکم	١٥٢
٧١	علم غیب نبی ﷺ پر وہابیہ کا شبہ اور اس کا جواب	١٥٤
٧٢	دہریہ کا سوال اور اس کا جواب	١٥٧
٧٣	وہابی کس کو کہتے ہیں اور سنی کس کو کہتے ہیں؟	١٦٠
٧٤	فتویٰ دربارے گلیم حضور انور ﷺ	١٦٢
٧٥	وہابی کی امامت	١٦٤
٧٦	امام کا حد شرع سے ڈاڑھی کم رکھنا، سود خور کے گھر کا کھانا کھانا اور مسجد میں نماز جنازہ کیسی ہے؟	١٦٥
٧٧	تجوید کا سیکھنا ضروری ہے یا نہیں؟	١٦٧
٧٨	نماز جمعہ	١٦٨
٧٩	نماز جمعہ جامع مسجد کے علاوہ کیسی ہے؟	١٧٤
٨٠	جنت میں چند جانور بھی جائیں گے	١٧٨
٨١	مجموعہ مسائل متعلقات ختم قرآن ورمضان وعید	١٧٩
٨٢	ختم قرآن پاک اور خوشی اور اس کے لئے احباب کا اجتماع	١٨١
٨٣	تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر	١٨٤
٨٤	سورہ اخلاص تین بار پڑھنا	١٨٤
٨٥	بعد ختم سورۂ بقرہ تا "مفلحون" پڑھنا	١٨٥
٨٦	دعا بعد ختم قرآن	١٨٥
٨٧	پنج آیت پڑھنا اور دم کرانا	١٨٦

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نمبر	مضامین	صفحہ
۸۸	تقسیم شیرینی	۱۸۹
۸۹	خطبۃ الوداع	۱۹۰
۹۰	عید کی سویاں	۱۹۱
۹۱	مصافحہ ومعانقہ	۱۹۳
۹۲	عرس کا حکم	۱۹۹
	حصہ چہارم: از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ	
۹۳	سبب تالیف کتاب وتعریف موحد	۲۰۳
۹۴	بحث لفظ حنفی	۲۰۴
۹۵	وجہ تسمیہ ابو حنیفہ	۲۰۵
۹۶	معنی بدعت واقسام بدعت	۲۰۵
۹۷	شرک	۲۰۷
۹۸	اہل قبلہ کون سا گروہ ہے واقسام مبتدع اور وہ کام جن کے کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔	۲۰۷
۹۹	ناجی فرقہ کون ہے؟	۲۱۱
۱۰۰	تقلید شخصی صحابہ کرام سے چلتی آئی ہے۔	۲۱۲
۱۰۱	عقائد غیر مقلدین ومرزائی وشیعہ ونیچری	۲۱۳
۱۰۲	ثبوت اسقاط از قرآن وحدیث	۲۱۵
۱۰۳	اسقاط میت دفن کرنے سے پہلے کی جائے یا بعد میں	۲۱۸
۱۰۴	وجہ تسمیہ اسقاط	۲۲۰
۱۰۵	طریقہ اسقاط و مستحق مال ثبوت از کتب غیر مقلداں	۲۲۲
۱۰۶	''قدم میت نہلاتے وقت کس طرف ہوں'' اور دعا بعد نماز جنازہ وتحریر کفنی وغیرہ	۲۲۴
۱۰۷	نذر اور اس کا طریق	۲۳۴
۱۰۸	''یا رسول اللہ'' کہنا اور اس کا وسیلہ پکڑنا	۲۳۴
۱۰۹	استمداد غیر اللہ	۲۴۱
۱۱۰	تحقیق ''وما اھل بہ لغیر اللہ''	۲۴۴

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نمبر	مضامین	صفحہ
۱۱۱	ثبوت میلاد شریف	۲۴۵
۱۱۲	ثبوت گیارہویں شریف	۲۴۸
۱۱۳	بوقت اذان ناخن چوم کر آنکھوں پر رکھنا	۲۴۸
۱۱۴	اشارات انگشت تشہد میں	۲۴۸
۱۱۵	ثبوت علم باطن	۲۵۰
۱۱۶	ثبوت بیس رکعت تراویح	۲۵۱
۱۱۷	تصور شیخ	۲۵۳
۱۱۸	ستھرائے صبح	۲۵۴
۱۱۹	وتر تین رکعت ہیں	۲۵۴
۱۲۰	شرائط جمعہ	۲۵۵
۱۲۱	ولایت کفار میں جمعہ کا حکم	۲۵۸
۱۲۲	ثبوت احتیاط الظہر	۲۵۹
۱۲۳	" بسم اللہ " نماز میں اونچی نہ پڑھی جائے	۲۶۲
۱۲۴	عدم جواز فاتحہ خلف الامام	۲۶۲
۱۲۵	عدم جواز " رفع یدین فی القرآۃ "	۲۶۴
۱۲۶	آمین بالجہر خلف الامام	۲۶۵
۱۲۷	نجس وپاک پانی	۲۶۶
۱۲۸	ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت	۲۶۶
۱۲۹	غیر مقلدین کے خیالات کی تردید	۲۷۳
۱۳۰	مولوی ثناء اللہ امرتسری کا اعتقاد	۲۷۷
۱۳۱	غیر مقلدوں سے خیر خواہی	۲۷۷
	حصہ پنجم: از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ	
۱۳۲	فیصلے واحکام کتاب اللہ میں کتنے ہیں اور اجتہادیہ کتنے ظاہر الروایت ونادر واقعات کس کو کہتے ہیں، فقہ وقرآن وحدیث میں کچھ تفاوت ہے یا نہیں؟	۲۷۸
۱۳۳	اصول اسلام کتنے ہیں؟ ثبوت قیاس اور مذمت منکر قیاس۔	۲۷۹
۱۳۴	امام اعظم کے رتبہ سے امام بخاری کے رتبہ کی کمی کی وجوہات	۲۸۱
۱۳۵	ردِّ طعن فرقہ وہابیہ کہ امام صاحب کم علم مرجیہ اور ضعیف تھے۔	۲۸۳
۱۳۶	بخاری ومسلم میں بہت حدیثیں ضعیف اور مخالف کتاب اللہ ہیں، وجہ تسمیہ صحاح ستہ۔	۲۸۶

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نمبر	مضامین	صفحہ
۱۳۷	چار مذہب کس لئے ہوئے؟ اور اس کا ثبوت حدیثوں سے	۲۸۸
۱۳۸	محدث کس کو کہتے ہیں، اس کو کس قدر علم ہونا چاہئے اور کیا ہمارے زمانہ میں کوئی محدث ہے؟	۲۸۹
۱۳۹	مناظرہ کرنا اور مناظرہ کے شرائط	۲۹۰
۱۴۰	" اترکوا قرنی " کے کیا معنی ہیں اور امام صاحب نے یہ کس کو کہا؟ معہ جواب ردوہابیہ	۲۹۱
۱۴۱	مفتی اور واعظ اور مفسر کو کس قدر علم ہونا چاہئے؟	۲۹۳
۱۴۲	قرآن مجید اور علم حدیث کے سمجھنے کے لئے کس قدر علم ہو؟	۲۹۴
۱۴۳	ثبوت علم فقہ	۲۹۵
۱۴۴	بحث مفقود الخبر	۲۹۶
۱۴۵	جواب فرقہ وہابیہ اور حضرت عمر کا رجوع حضرت علی کی طرف	۲۹۸
۱۴۶	مسئلہ طلاق ثلاثہ مع تردید غیر مقلدین، احکام مبتدع	۲۹۹
۱۴۷	مسئلہ خلع وعدت خلع مع جواب فرقہ وہابیہ	۳۰۲
۱۴۸	بحث جنازہ غائب	۳۰۲
۱۴۹	چار تکبیر جنازہ	۳۰۵
۱۵۰	ترکیب جنازہ اور جنازہ کا کئی بار پڑھنا، سینہ پر ہاتھ باندھنا	۳۰۵
۱۵۱	مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟	۳۰۶
۱۵۲	بحث علم غیب رسول وزیارت روضہ اقدس وطلب حاجات از قبور بزرگان	۳۰۷
۱۵۳	اپنے آپ کو محمدی مذہب کہلانا کیسا ہے؟	۳۱۰
۱۵۴	مصافحہ ومعانقہ بعد ہر نماز و ملاقات کیسا ہے؟	۳۱۱
۱۵۵	بحث "ضالین وظالین" مع جواب فرقہ وہابیہ	۳۱۳
۱۵۶	تردید مسئلہ مسح برجراب	۳۱۴
۱۵۷	اجرت نکاح ومسئلہ "رسول واہی" وقدم مبارک و والدین جو کفر پر مرے ہوں، ان کے لئے طلب مغفرت کا کیا حکم ہے؟	۳۱۵
۱۵۸	ثبوت عذاب قبر از قرآن وحدیث،	۳۱۸

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نمبر	مضامین	صفحہ
۱۵۹	بیس سوالوں کے جواب مثلاً حکم اشیاء ہنود ونوکری کفاراں ومنکر کتب فقہ ووطی باعورت قبل از غسل وجبراً بالغہ کے نکاح کا حکم بیع فاسد ومذمت رشوت خور وسود خور وریش تراشی وثبوت بیعت وممانعت محبت بامرزائیاں ومسئلہ صاحب سلسل بول وغیرہ	۳۲۰
۱۶۰	غیر مقلدین کے پیچھے نماز حنفی کی ناجائز اگر پڑھے تو کیا تعزیر ہے، اس پر علمائے بریلوی اور انجمن نعمانیہ وغیرہ کے فتوے اور حقہ پینے کی ممانعت	۳۲۶
۱۶۱	بخاری کے امام صاحب کا شاگرد ہونے کا ثبوت	۳۳۰
۱۶۲	کتے کی کھال پر نماز کا نہ ہونا	۳۳۱
۱۶۳	وظیفہ برائے انقضائے جمیع حاجات	۳۳۲
۱۶۴	فرقہ مرزائیہ کے دس سوالوں کے جواب بادلائل	۳۳۴
۱۶۵	بحث شیعہ یعنی اصحاب ثلاثہ کا جنازہ پڑھنا قبل از دفن حضور ثبوت از کتب شیعہ	۳۴۰
۱۶۶	وضو میں پاؤں کا دھونا	۳۴۲
۱۶۷	مذمت تعزیہ ومرثیہ خوانی از کتب شیعہ	۳۴۳
	حصہ ششم: از فتاوی مناظر اسلام مولانا علامہ حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ	
۱۶۸	وضو کے فرائض، سنن اور مستحب مع جواب شیعہ ثبوت قرآن مجید واحادیث صحیحہ	۳۴۶
۱۶۹	بحث آیت وضو مجمل میں مفصل مع رد خیال چکڑالوی ومفسدات وضو اور موزہ پر مسح کرنے کا حکم اور مدت	۳۴۹
۱۷۰	مس ذکر یا فرج سے وضو فاسد ہوتا ہے یا نہیں؟	۳۵۰
۱۷۱	غسل کا سبب وطریقہ	۳۵۲
۱۷۲	جمعہ وعرفہ اور عیدین پر غسل کا حکم	۳۵۳
۱۷۳	نماز کی شرائط وغیرہ ثبوت از قرآن واحادیث	۳۵۴
۱۷۴	بیان عدم ثبوت آمین بالجہر ورفع یدین ثبوت از قرآن مجید واحادیث صحیحہ	۳۵۵
۱۷۵	امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کا ثبوت مع رد اعتراضات وہابی	۳۶۱
۱۷۶	چکڑالوی مذہب کی نماز کا بیان	۳۶۷
۱۷۷	نماز حنفی کا ثبوت قرآن مجید سے	۳۶۸
۱۷۸	کرم الٰہی ناگی کے رسالہ کا رد اور عورتوں کی بیعت کا حکم اور طریقہ قرآن مجید واحادیث سے	۳۶۹

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نمبر	مضامین	صفحہ
۱۷۹	احادیث سے صبح وعصر اور مغرب کی نماز پڑھ چکنے کے بعد جماعت سے شریک نہ ہونے کا حکم	۳۷۰
۱۸۰	اندھے کی امامت	۳۷۱
۱۸۱	عاق استاد و مرشد کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کا بیان	۳۷۲
۱۸۲	قرآن کا بیان کہ کس قدر بلند آواز سے پڑھنا چاہئے اور قرأت میں خوش الحانی جائز ہے یا نہیں؟	۳۷۳
۱۸۳	امام کو اجتماع اہل مسجد کے بعد کسی امیر کا انتظار نہ کرنے کا حکم	۳۷۵
۱۸۴	حکم نابالغ کی اقتداء کا تراویح میں اور وتر یا تراویح میں جماعت سے ملنے کا مسئلہ فرضوں کی نماز کے بعد	۳۷۵
۱۸۵	مسجد کی دیوار سے تیمم کرنے کا عدم جواز	۳۷۶
۱۸۶	فرقہ دیوبندیہ اور وہابیہ کے عقائد کا بیان	۳۷۶
۱۸۷	ثناء اللہ امرتسری کے قول کا رد اور عبدالوہاب نجدی اور وہابیوں کی یکسانیت اور نقل فتویٰ کفر	۳۷۷
۱۸۸	تمام محدثین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، ان کا نقشہ اور رد وہابی	۳۸۰
۱۸۹	حقہ نوشی کی حرمت کی بحث	۳۸۲
۱۹۰	مرزائی قادیانی کی لاعلمی اور مجدد نہ ہونے کا ثبوت اور عقائد کفریہ اور مرزا کا افتراء اور عوام الناس کو دھوکہ میں ڈالنا اور عیسیٰ علیہ السلام کے "نزول من السمآء" اور رجوع کا طلب کرنا اور پھر اس کا بیس ہزار روپے دینے کا وعدہ کرنا مع مفصل جواب رد قادیانی	۳۸۴
۱۹۱	بحث شیعہ بیان معنی آل و آیت تطہیر میں ازواج کا داخل ہونا، بیان فضائل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	۳۹۰
۱۹۲	حرمت متعہ از کتب شیعہ	۳۹۳
۱۹۳	ایک احمدی کے پندرہ اعتراضوں کے جواب	۳۹۴
	حصہ ہفتم: از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ	
۱۹۴	وتر کتنی رکعت ہیں اور اس میں کتنے سلام ہیں؟	۴۰۰
۱۹۵	نماز فجر میں دعا قنوت پڑھنا کیسا ہے؟	۴۰۱
۱۹۶	نماز قصر کا بیان	۴۰۱
۱۹۷	وقت نماز ظہر اور فجر کی نماز کا افضل وقت	۴۰۳
۱۹۸	پانچ نمازوں کے اوقات کا قرآن پاک سے ثبوت	۴۰۵

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نمبر	مضامین	صفحہ
۱۹۹	نماز کی اذان کس طرح شروع ہوئی ؟	۴۰۶
۲۰۰	''تقلید'' کا بیان	۴۰۸
۲۰۱	''بیع سلم'' کا بیان اور مرتہن کے منافع کا بیان	۴۱۲
۲۰۲	محرمات سے نکاح جائز سمجھنے میں ''تعزیر القتل''	۴۱۳
۲۰۳	صبح کی نماز کے درمیان سورج نکل آئے تو نماز نہ ہوگی۔	۴۱۸
۲۰۴	عورت دعویٰ نکاح گواہوں کے ساتھ کرے تو مرد کے لئے جائز ہے کہ اس سے صحبت کرے۔	۴۱۹
۲۰۵	وہابیہ کا عقیدہ در تعظیم نبی	۴۲۳
۲۰۶	بحث شیعہ حضرت علی سے خلافت کا جبراً چھیننا، باغ فدک اور اہل بیت سے منافقانہ برتاؤ	۴۲۴
۲۰۷	مزیدار مناظرہ شیعہ بانسی ۱۹۱۷ء	۴۳۰
۲۰۸	شیعہ کا اعتراض کہ قرآن پاک چالیس پارے تھا۔	۴۳۵
۲۰۹	مذہب شیعہ کا بانی کون؟	۴۳۸
۲۱۰	امام حسین کو خط لکھنے والے کون؟	۴۴۰
۲۱۱	زینب ورقیہ وام کلثوم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں ہیں۔	۴۴۱
۲۱۲	شیعہ کا اعتراض مثلاً حضرت عمر فاروق کا لکڑیاں جمع کر کے آگ لگانا، حضرت ابوبکر صدیق کا خاتون جنت کو جلا دینے کا حکم اور حضرت عمر فاروق کا خاتون جنت کے سر پر تازیانہ مار کر حمل گرا دینا۔	۴۴۱
۲۱۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شیعہ کے کتنے گروہ تھے ؟	۴۴۲
۲۱۴	مولا مشکلکشاءؓ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں خطبہ	۴۴۳
۲۱۵	باغ فدک اور ناراضگی خاتون جنت	۴۴۴
۲۱۶	بحث مذہب نصاریٰ	۴۴۸
۲۱۷	بحث فرقہ مرزائی، حیات عیسیٰ علیہ السلام	۴۵۱
۲۱۸	حضور کا خاتم النبیین ہونا، مرزائیوں کا رد	۴۵۵

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نمبر	مضامین	صفحہ
	حصہ ہشتم: از فتاویٰ مناظر اسلام علامہ مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ	
۲۱۹	بحث آنجناب کا جسم مبارک نوری ہونا اور معنی حدیث "لولاک لما خلقت الافلاک" اور کیفیت نور اور پیدائش تمام کائنات	۴۵۷
۲۲۰	بحث خداوند کریم سے آنجناب کے ناموں کی شرکت ومساوات از قرآن وحدیث	۴۶۳
۲۲۱	بحث آنجناب کو علم کلی وجزی وعلم غیب وعلم "بای ارض تموت" وعلم "ما فی الارحام" وغیرہ پر بحث	۴۶۵
۲۲۲	فرق درمیان علم خدا اور رسول ﷺ کے کیا ہے؟	۴۶۵
۲۲۳	مشرک کا بیان	۴۶۹
۲۲۴	بحث ثبوت آنجناب کو حاضر وناظر سمجھنا اور بوقت ذکر اذکار آنجناب کی خاطر تعظیما کھڑے ہونا	۴۷۱
۲۲۵	بحث عدم جواز وعظ سننا فرقہ وہابیہ وشیعہ وغیرہ	۴۷۵
۲۲۶	فرقہ ضالہ اور اہل سنت کے درمیان فرق	۴۷۸
۲۲۷	بحث مسئلہ سماع ثبوت از قرآن وحدیث وکتب فقہ و اقوال صحابہ مع ردو اعتراض فرقہ وہابیہ	۴۷۹
۲۲۸	بحث سجدہ تعظیمی وبوسہ وجھکنا بزرگوں کے آگے	۴۸۴
۲۲۹	بحث نام نہادن پیراندتہ وعبدالنبی وغلام محی الدین وغیرہ	۴۸۵
۲۳۰	بحث عدم جواز سنت صبح قبل از طلوع آفتاب مع رد فرقہ وہابیہ	۴۸۶
۲۳۱	بحث مرتد شخص کی میراث مسلمان کو مل سکتی ہے یا نہیں؟	۴۸۸
۲۳۲	مرزائی وشیعہ وہابی کی میراث سنی کو مل سکتی ہے یا نہیں؟	۴۹۰
۲۳۳	بیان ناجائز نکاح جٹی کا ساتھ دھوبی کے	۴۹۱
۲۳۴	جواز نکاح عالم کا اعلیٰ خاندان کی عورت سے	۴۹۲
۲۳۵	ناجائز نکاح سیدہ علویہ کا بعالم ومسلمان وغیرہ	۴۹۲
۲۳۶	بیان نکاح دختر بالغہ کا کفو اپنے میں بلا اجازت ولی ومسئلہ عدت حاملہ ومطلقہ و بیوہ از ثبوت قرآن مجید	۴۹۴
۲۳۷	بیان جس عورت سے پسر نے زنا کیا ہو پھر اس کا باپ نکاح اس سے کرسکتا ہے یا نہیں؟	۴۹۶
۲۳۸	بیان حرمت مصاحرت کا سوتیلی والدہ یا ساس سے زنا وہاتھ شہوت کا لگانے پر ظاہر ہونا و "مسئلہ"	۴۹۶

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نمبر	مضامین	صفحہ
۲۳۹	بیوہ عورت یا کنواری کا جبراً نکاح	۴۹۷
۲۴۰	بیان باپ دادا دختر نابالغہ کا نکاح کر دیں تو وہ نکاح فسخ نہیں ہو سکتا	۴۹۸
۲۴۱	مسئلہ عدم جواز قربانی در قریہ قبل از نماز عید و عدم جواز نفل قبل و بعد عید	۴۹۹
۲۴۲	بیان عورت بوقت درد زہ کس طرح نماز پڑھے؟	۵۰۰
۲۴۳	حکم جنازہ طفل کیا ہے؟	۵۰۱
۲۴۴	بیان سبب متعصب ہونے امام بخاری کے "فرقہ وہابیہ" و توہین نبی علیہ السلام کی کتاب بخاری میں و کہانی بندر کی حدیثیں بخاری میں اور کہانی گھوڑے کی وغیرہ	۵۰۱
۲۴۵	بیان اعتقاد مولوی عبدالجبار	۵۰۶
۲۴۶	ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری و محمد بن عبدالوہاب وغیرہ کے اعتقادات	۵۰۸
۲۴۷	بیان معجزہ شق قمر	۵۰۸
۲۴۸	بحث شیعہ درباره سورۂ براءت طعن درحق خلیفہ اول	۵۰۹
۲۴۹	آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کا ناجی اور موحد اور مسلمان ہونا ثبوت از قرآن مجید و احادیث	۵۱۰
۲۵۰	وجہ تسمیہ ہاشم و عبدالمناف وغیرہ	۵۱۴
۲۵۱	جواز نکاح قریشی با علویہ	۵۱۵
۲۵۲	عدم جواز نکاح شیعہ باسنیہ مع مواہیر علمائے دین	۵۱۷
۲۵۳	معنی تقلید و ثبوت تقلید از کتب اصول مع رد اعتراض ثناء اللہ امرتسری	۵۲۰

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

﴿حرفِ آغاز﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ☆
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْاَمِيْنِ ☆
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ☆

اما بعد:

یہ کتاب مستطاب " جامع الفتاوٰی " جیسا کہ نام ہی سے واضح ہے چند کتب فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ جس میں گرانقدر مسائل فقہ کو نہایت مدلل طریق سے بیان کرنے کے علاوہ مذہب برحق اہل سنت و جماعت کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔"جامع الفتاویٰ" کا انتخاب اہل سنت و جماعت کے جن نامی گرامی علمائے کرام کی کتبِ افتاء سے کیا گیا ہے ان میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدّد دین و ملت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ کا اسم مبارک سرِ فہرست ہے۔آپ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔عرب و عجم کے اہل علم کو آپ کے علمی تبحر کا نہ صرف اعتراف ہے بلکہ اکثر مقتدر ہستیوں نے آپ کو اس صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا ہے۔نبی اکرم سرور انبیاء علیہ السلام کی محبت میں سرشار ہو کر لکھنا آپ کا واحد نصب العین ہے اور آپ تمام اہل اسلام کا رشتہ عشق رسول سے وابستہ کرنا چاہتے ہیں وہ تقاضات حبِ رسول کو کیفیات جذب و شوق اور عالم فریفتگی و وارفتگی سے ہم آغوش دیکھنا چاہتے ہیں، اسی لئے کسی بزرگ نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق فرمایا ہے:

؎"گم رضائش در رضائے مصطفیٰ ۔۔۔ زاں سبب شد نام او احمد رضا"

ایک ہزار کے قریب ضخیم کتابیں اور رسائل آپ کی درخشاں تصنیفات ہیں جو کہ تقریباً پچاس قسم کے علوم و فنون پر حاوی ہیں جن میں فتاویٰ رضویہ بھی ایک قابل قدر شاہکار ہے۔آپ چودہ برس کی عمر میں مسند افتاء پر رونق افروز ہوئے اور تقریباً چون سال تک فتویٰ نویسی کی قابل قدر خدمات انجام دیتے رہے اور آپ کا مقام فقہ اسقدر بلند ہے جس کا اندازہ مندرجہ ذیل سطور کو پڑھنے کے بعد بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو کہ حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی رضوی نے اپنے مقالہ "رضا کا مقام فقہ" میں رقم فرمائیں ہیں۔چنانچہ فرماتے ہیں کہ اعلحضرت کے امام معاصر صاحبِ فتاویٰ سے پوچھا گیا"مسجد کی دیوار

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سے تیمم جائز ہے یا نہیں۔" انہوں نے غیر مدلل وغیر مفصل جواب تحریر کیا کہ "تیمم دیوار مسجد سے کرنے کو بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے" فقط۔

یہی سوال حضرت فقیہ اعظم بریلوی سے ہوا اور مجیب اول کا جواب بھی سامنے آیا۔ یہ جواب اس کے فتاوی میں چھپ چکا تھا۔ جواب کے لئے قلم اٹھا اور بطور تمہید ارشاد فرمایا:

"تحریر مذکور صواب سے بیگانہ ...... مذہب حنفی میں اس کی کچھ اصل نہیں۔ نہ کسی کتاب معتمد سے اس کی کراہت متبین۔ نہ ایسی نقل مجہول۔ کسی طرح قابل قبول .... بلکہ کتب معتمدہ سے اسکا بطلان روشن جن سے گرنہ بیند بہ روز پردہ برافگن۔"

اس مختصر تمہید کے بعد جواب تحریر فرمایا .... تیرہ معتمد کتب وفتاویٰ سے مسئلہ کو واضح فرماتے ہوئے مجیب کے لفظ "بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے۔" اس کے متعلق تحریر فرمایا کہ:

"مجیب کو شاید یہ شبہ ہوا کہ دیوار مسجد وقف ہے اور وقف پر تصرف ناجائز کہ مسجد کی دیوار جس غرض کے لئے بنائی گئی اس میں تیمم داخل نہیں لہذا دیوار مسجد سے تیمم مکروہ .... ارشاد فرمایا .... یہ دیوار میں کوئی تصرف نہ کہلائے گا ورنہ مکروہ نہیں حرام ہوتا، صرف دیوار مسجد بلکہ دیوار ہر وقف بلکہ دیوار تیمم بلکہ ہر نابالغ بلکہ بے اذن مالک۔ ہر دیوار مملوک سے تیمم کرنا بلکہ اس پر ہاتھ لگانا یا انگلی سے چھونا یا دیوار مسجد سے پیٹھ لگانا سب حرام ہوتا اور اس کا قائل نہ ہوگا مگر سخت جاہل۔"

اعلٰحضرت قدس سرہٗ کی سند حدیث گیارہ واسطوں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک اور سند فقہ تیئس واسطوں سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے۔

جامع الفتاویٰ میں حضرت حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ بھی شامل ہیں۔ یہ بزرگ ہستی اعلٰحضرت کے جگر گوشہ ہیں جنہوں نے آپ کی علمی آغوش میں پرورش پائی ہے۔ جامع الفتاویٰ میں آپ کے فتاوی شامل ہونا علمی سعادت ہے۔

خلیفہ مجاز صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا فتاویٰ بھی اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ جامع الفتاویٰ کی زینت ہے۔ آپ اعلٰحضرت قدس سرہٗ کے معروف تلامذہ میں دُرِّ یکتا اور خلیفہ مجاز ہیں۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کی بنیاد بھی آپ ہی نے رکھی تھی۔ آپ نے قرآن پاک کی نہایت جامع اور مختصر تفسیر بھی تحریر فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی کئی دوسری کتابیں اور چھوٹے چھوٹے رسالے مثلاً "الکلمۃ العلیاء" "اطیب البیان" "سوانح کربلا" اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

''کتاب العقائد'' وغیرہ کئی بار شائع ہو چکے ہیں۔

جامع الفتاویٰ کی نمایاں خوبی یہ بھی ہوگی کہ اس میں نائب اعلحضرت قبلہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ بھی اپنی علمی جولانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوں گے۔ آپ کی ذات گرامی اور نام نامی سے پاک و ہند، عرب وافریقہ کا ہر ذی علم واقف ہے۔ خالق و مالک نے آپ کو ظاہری حسن و کمال کے ساتھ ساتھ باطنی وروحانی مدارج میں وہ بلند مقام عطا فرمایا کہ اہل اسلام اس سے تا ابد فیض پاتے رہیں گے۔ آپ نے جامعہ رضویہ مظہر الاسلام لائل پور (فیصل آباد) کی بنیاد رکھی جو آج بھی اپنی علمی ضیاء پاشیوں میں مصروف ہے۔

حضرت مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں ان کے فتاویٰ جو کہ اس دور میں تقریباً نایاب ہیں کو بھی جامع الفتاویٰ میں شائع کیا گیا ہے تاکہ یہ قیمتی فقہی سرمایہ بھی قدر دانوں کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔ اہل علم اس گم گشتہ گنج علم وعرفان کو پاکر یقیناروحانی طور پر مسرور و بہرہ مند ہوں گے۔

اس صد تحسین دینی خدمت کا سہرا مجاہد اہل سنت حضرت مولانا محمد اسلم صاحب علوی کے سر ہے جنہوں نے ہمارے مسلک کی بہت سی نایاب کتب کو دور افتادہ ذخائر علوم سے حاصل کر کے ہم تک پہنچایا ہے۔ آپ کسی نہ کسی علمی شہکار کو منظر عام پر لاتے ہی رہتے ہیں بہت سے مشائخ کرام کی تصانیف کے تراجم شائع فرماتے ہیں۔ اب جامع الفتاویٰ کی اشاعت کا اہم کام سرانجام دے رہے ہیں جس میں دیوبندیوں اور وھابیوں کے ساتھ اہل سنت و جماعت کے اختلافی مسائل پر سیر حاصل بحث و مدلل جوابات کے علاوہ مرزائیوں اور رافضیوں کے رد میں بھی مدلل فتوے شامل ہیں۔ اگر کوئی مرزائی یا اہل تشیع تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان کا مطالعہ کرے تو وہ یقیناً تائب ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتا ہے۔ حضرت مولانا محمد اسلم صاحب علوی جامع الفتاویٰ کے مکمل تیس حصے شائع فرمانے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ آٹھ حصے اشاعت پذیر ہو کر آپ تک پہنچ چکے ہیں باقی بائیس جلدیں بھی ان شاء اللہ تکمیل اشاعت سے ہمکنار ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ استفادہ وعمل کی توفیق دے آمین۔

خادم اہل سنت
حکیم محمد سلیم چشتی
(بی۔اے)

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حصہ اوّل:

از فتاویٰ شیخ الاسلام شاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ

﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾

مسئلہ:

از امرتسر کڑہ گر باسگہ کوچہ ٹنڈا شاہ مرسلہ جناب مولانا مولوی عبد الغنی صاحب واعظ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

باسمہ سبحانہٗ مستفتی نے ظاہر کیا کہ ایک شخص نے درانحالیکہ مسلمان تھا ایک مسلمہ سے نکاح کیا زوجین عرصہ تک باہم معاشرت کرتے رہے اولاد بھی ہوئی اب کسی قدر عرصہ سے شخص مذکور مرزا قادیانی کے مریدوں میں منسلک ہوکر صبغ عقائد کفریہ مرزائیہ سے مصطبغ ہوکر علیٰ رؤس الاشہاد ضروریات دین سے انکار کرتا رہتا ہے سو مطلوب عن الاظہار یہ ہے کہ شخص مذکور شرعاً مرتد ہو چکا اور اس کی منکوحہ اس کی زوجیت سے علیحدہ ہو چکی اور منکوحہ مذکورہ کا کل مہر معجل و مؤجل مرتد مذکور کے ذمہ ہے۔ اولاد صغار اپنے والد مرتد کی ولایت سے نکل چکی یا نہ؟ بینوا توجروا۔

خلاصہ جوابات امرتسر:

۱۔ شخص مذکور بباعث آنکہ ہم عقیدہ مرزا کا ہے جو باتفاق علمائے دین کافر ہے۔ مرتد ہو چکا۔ منکوحہ زوجیت سے علیحدہ ہو چکی کل مہر بذمہ مرتد واجب الاداء ہو چکا اور مرتد کو اپنی اولاد صغار پر ولایت نہیں۔

ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ

۲۔ شک نہیں کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو رسول اللہ نبی اللہ کہتا ہے اور اس کے مرید اس کو نبی مرسل جانتے ہیں اور دعویٰ نبوت کا بعد رسول اللہ ﷺ کے بالاجماع کفر ہے جب اس طائفے کا ارتداد ثابت ہوا پس مسلمہ ایسے شخص کے نکاح سے خارج ہوتی ہے۔ عورت کو مہر ملنا ضروری ہے اور اولاد کی ولایت بھی ماں کا حق ہے۔

عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی

۳۔ لایشک فی ارتداد من نسب المسمریزم الذی ھو من اقسام السحر الی الانبیاء علیھم السلام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

واهان روح الله عيسى ابن مريم عليهما السلام وادعى النبوة وغيرها من الكفريات كالمرزا فنكاح المسلمة لاشک في فسخه لكن لها المهر والاولاد الصغار.

ابو الحسن غلام مصطفى عفى عنه

شک نہیں کہ مرزا کے معتقدات کا معتقد مرتد ہے۔ نکاح منفسخ ہوا، اولا د عورت کو دی جائے گی۔ عورت کامل مہر لے سکتی ہے۔

ابو محمد یوسف غلام محی الدين عفى عنه

۵ آنچہ علمائے کرام از عرب و ہند و پنجاب در تکفیر مرزا قادیانی و معتقدان وے فتوے دادہ اند ثابت و صحیح ست قادیانی خود را نبی و رسول یزدانی قرار مید ہد و توہین و تحقیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و انکار معجزات شیوۂ اوست کہ از تحریراتش پر ظاہر ست (نقل عبارات ازالہ کہ از رسالہ مرزا ست)۔

احقر عباد الله العلي واعظ محمد عبد الغني

۶ احقر العباد خدا بخش امام مسجد شیخ خیران الدین۔

۷ شک نہیں کہ مرزا قادیانی مدعی نبوت و رسالت ہے۔ (نقل عبارات کثیرۂ ازالہ وغیرہا تحریرات مرزا) پس ایسا شخص کافر تو کیا میرا وجدان تو یہی کہتا ہے کہ اس کو خدا پر بھی ایمان نہیں۔

ابو الوفا ثناء الله مصنف تفسير ثنائی امر تسری

۸ قادیانی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ضروریات دین سے انکار ہے نیز دعوی رسالت کا بھی چنانچہ (ایک غلطی کا ازالہ) میں اس نے صراحۃً لکھا ہے کہ میں رسول ہوں لہذا غلام احمد اور اس کے معتقدین بھی کافر بلکہ اکفر ہوئے۔ مرتد کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے اولا د صغار والد کے حق سے نکل جاتی ہے پس مرزائی مرتد سے اولاد لے لینی چاہئے اور مہر معجّل و موجل لے کر عورت کو اس سے علیحدہ کرنا چاہئے۔

ابو تراب محمد عبدالحق امر تسری بازار صالونیان

۹ مرزائی مرتد ہیں اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے منکر۔ معجزات کو مسمریزم تحریر کیا ہے۔ مرزا کافر ہے مرزا سے جو دوست ہو یا اس کے دوست سے دوست وہ بھی کافر و مرتد ہے۔

صاحبزاده صاحب سید ظهور الحسن قادری فاضلی سجادہ نشین حضرات سادات جیلانی بٹالہ شریف

۱۰ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت و رسالت کا دعویٰ اور ضروریات دین کا انکار بیشک موجب کفر وارتداد ہے ایسے شخص پر قادیانی ہو یا غیر مرتدوں کے احکام جاری ہونگے۔

نور احمد عفی عنه

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مراسلت حامی سنت جناب مولانا:

مولوی محمد عبد الغنی صاحب امرتسری باسم سامی حضرت عالم اہل سنت دام ظلہم العالی

بخدمت شریف جناب فیض مآب قامع فسادہ بدعات دافع جہالت وضلالت مفخر العلماء الحنفیہ قانع اصول الفرقۃ الضالۃ النجدیہ مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب متعنا اللہ بعلمہ۔

تحفہ تحیات وتسلیمات مسنونہ رسانیدہ مکشوف ضمیر مہر انجلا آں کہ چوں دریں بلاد از مدت مدید بہ ظہور دجال کذاب قادیانی فتور وفساد برخاست است بموجب حکم آزادکی بے صورتے در چنگ علماء آں دہری راہزن دین اسلام نمی آید اکنوں ایں واقعہ درخانہ یک شخص حنفی شد کہ زنے مسلمہ درعقد شخصے بودہ آں مرد مرزائی گردید زن مذکورہ از وے ایں کفریات شنیدہ گریز نمودہ بخانہء پدر رسید لہذا ابرائے آں و برائے سد آئندہ وتنبیہ مرزائیاں فتوی ہذا طبع کردہ آید امید کہ آنحضرت ہم ظہرو دستخط شریف خود مزین فرمانید کہ باعث افتخار باشد سفیر از ندوہ کدام مولوی غلام محمد ہوشیار پوری وارد امرتسری از مدت دو ماہ شدہ است فتوے لہذا از دوے فرستادم مشار الیہ دستخط نمودو گفت اگر دریں فتوئے دستخط کنم ندوہ از من بیزار شود خاکش بدہن ازیں جہت مردماں ایں بلدہ را بسیار بدظنی درحق ندوہ میشود زیادہ چہ نوشتہ آید۔

جزاکم اللہ عن الاسلام والمسلمین

الملتمس بندہ کثیر المعاصي واعظ محمد عبد الغني

از امرتسر کڑہ گرباسگہ کوچہ ٹنڈا شاہ

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

فتوائے حضرت مجدّد المائۃ الحاضرہ عالم اہل سنت و جماعت مدظلہ العالی

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہ وصحبہ المکرمین عندہ رب انی اعوذبک من همزات الشیطین واعوذبک رب ان یحضرون ☆

اللہ عزّ وجل دینِ حق پر استقامت عطا فرمائے اور ہر ضلال و وبال ونکال سے بچائے۔ قادیانی مرزا کا اپنے آپ کو مسیح و مثل مسیح کہنا تو شہرہ آفاق ہے۔ اور بحکم آنکہ۔

غیب ے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

فقیر کو بھی اس دعویٰ سے اتفاق ہے مرزا کے مسیح و مثل مسیح ہونے میں اصلاً شک نہیں مگر لا واللہ نہ مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ ، بلکہ مسیح دجال علیہ اللعن والنکال۔ پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارنپور سے سوال آیا تھا جس کا ایک مبسوط جواب ولد اعز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خان محمد حفظہ اللہ تعالیٰ نے لکھا اور بنام تاریخی الصارم الربانی علی اسراف القادیانی مسمّٰی کیا یہ رسالہ حامی سنن ماحی فتن ندوہ شکن ندوی فگن مکرمنا قاضی عبدالوحید صاحب حنفی فردوسی صین عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفہ حنفیہ میں کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے طبع فرمادیا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہ آیا اور اللہ عزوجل قادر ہے کہ کبھی نہ لائے۔ اس کی تحریرات یہاں نہیں ملتیں مجیب ہفتم جو اقوال ملعونہ اس کی کتابوں سے بہ نشان صفحات نقل کئے مثیل مسیح ہونے کے ادعا کو شناعت ونجاست میں ان سے کچھ نسبت نہیں ان میں صاف صاف انکار ضروریات دین اور بوجوہ کثیرہ کفر وارتداد مبین ہے۔ فقیر ان میں سے بعض کی اجمالی تفصیل کرے گا۔

کفر اوّل:

مرزا کا ایک رسالہ ہے جس کا نام ایک غلطی کا ازالہ ہے اس کے صفحہ ۶۷۳ پر لکھتا ہے۔ میں احمد ہوں جو آیت:
﴿مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ﴾ میں مراد ہے۔ آیۂ کریمہ کا مطلب یہ ہے:
کہ سیدنا مسیح ربانی عیسیٰ بن مریم روح اللہ علیہما السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عزوجل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تورایت کی تصدیق کرتا اور اس رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے جس کا نام پاک احمد ہے (ﷺ) ازالہ کے قول ملعون مذکور میں صراحتاً ادعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی جلوہ افروی کا مژدہ حضرت مسیح لائے ، معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کفرِ دوم : توضیح مرام طبع ثانی ص ۹ پر لکھتا ہے کہ میں محدث (۱) ہوں اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔

کفرِ سوم : دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر لکھا ہے سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

کفرِ چہارم : مجیب پنجم نے نقل کیا: و نیز میگوید کہ خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔

ان اقوال خبیثہ میں اولاً کلام الٰہی کے معنی میں صریح تحریف کی کہ، معاذ اللہ آیہ کریمہ میں یہ شخص مراد ہے نہ حضور سید عالم ﷺ ثانیاً نبی اللہ ورسول اللہ وکلمۃ اللہ عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افتراء کیا کہ وہ اس کی بشارت دینے کو اپنا تشریف لانا بیان فرماتے تھے ثالثاً اللہ عزوجل پر افترا کیا کہ اس نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس شخص کی بشارت دینے کے لئے بھیجا اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴾

بے شک جو لوگ اللہ عزوجل پر جھوٹ بہتان اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے۔

اور فرماتا ہے:

﴿ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴾

ایسے افتراء وہی باندھتے ہیں جو بے ایمان کافر ہیں۔

رابعاً : اپنی گھڑی ہوئی کتاب براہین غلامیاں کو اللہ عزوجل کا کلام ٹھہرایا کہ خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں یوں فرمایا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْھِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ لِیَشْتَرُوْا بِہٖ ثَمَنًا

(۱) ۔"لا الہ الااللہ لقد کذب عدو اللہ ایھا المسلمون" سید المحدثین امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ انہیں کے واسطے حدیث محدثین آئی انہیں کے صدقے میں ہم نے اس پر اطلاع پائی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" قد کان فیما مضی قبلکم من الامم اناس محدثون فان یکن فی امتی منھم احد فانہ عمر بن الخطاب " اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے یعنی فراست صادقہ والہام حق والے اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (رواہ احمد والبخاری عن ابی ھریرۃ والترمذی والنسائی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھما) فاروق اعظم نے نبوت کے کوئی معنی نہ پائے صرف ارشاد آیا" لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب " اگر میرے بعد کوئی نبی ہوسکتا تو عمر ہوتا (رواہ احمد والترمذی والحاکم عن عقبۃ بن عامر والطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنھما) مگر پنجاب کا محدث حادث کہ حقیقۃً نہ محدَث ہے نہ محدِّث یہ ضرور ایک معنی پر نبی ہوگیا۔" الا لعنۃ اللہ علی الکذبین والعیاذ باللہ رب العلیمین "۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴾
خرابی ہے ان کے لئے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھیں پھر کہہ دیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تا کہ اس کے بدلے کچھ ذلیل قیمت حاصل کریں ،سو خرابی ہے ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے، اور خرابی ہے ان کے لئے اس کمائی سے۔

ان سب سے قطع نظر ان کلمات ملعونہ میں صراحتاً اپنے لئے نبوت و رسالت کا ادعائے قبیح ہے اور وہ بالاجماع قطعی کفر صریح ہے فقیر نے رسالہ ''جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ '' خاص اسی مسئلے میں لکھا اور اس میں آیت قرآن عظیم ایک سو دس حدیثوں اور تیس نصوص کو جلوہ دیا۔ اور ثابت کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبین ماننا اور ان کے زمانہ میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرض اجل و جز و ایقان ہے

﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ﴾ نص قطعی قرآن ہے۔ اس کا منکر، نہ منکر بلکہ شک کرنے والا، نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجمالاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے۔ نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدۂ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک و تردد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکفر جلی الکفران ہے۔

قول دوم و سوم میں شاید وہ یا اس کے اذناب آج کل کے بعض شیاطین سے سیکھ کر تاویل کی آڑ لیں کہ یہاں نبی و رسول سے معنی لغوی مراد ہیں یعنی خبردار یا خبر دہندہ اور فرستادہ۔ مگر یہ محض ہوس ہے۔ اولاً صریح لفظ میں تاویل نہیں سنی جاتی۔ فتاویٰ خلاصہ و اصول عمادیہ و جامع الفصولین و فتاویٰ ہندیہ وغیرہا میں ہے:

"واللفظ للعمادی قال قال انا رسول اللہ اوقال بالفارسیۃ من پیغمبر یریدیہ من پیغام می برم یکفر"

یعنی اگر کوئی اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے یا کہے میں پیغمبر ہوں اور مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا ایلچی ہوں کافر ہو جائے گا۔

امام قاضی عیاض کتاب الشفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ میں فرماتے ہیں:

" قال احمد بن ابی سلیمٰن صاحب سحنون رحمہما اللہ تعالیٰ فی رجل قیل لہ لاوحق رسول اللہ ﷺ قال فعل اللہ برسول کذا و کذا و ذکر کلاماً قبیحا فقیل لہ ما تقول یاعدواللہ فی حق رسول اللہ فقال اشد من کلامہ الاثم ، ثم قال انما اردت برسول اللہ العقرب ۔ فقال ابن ابی سلیمن للذی سألہ اشھد علیہ وانا شریکک یرید فی قتلہ وثواب ذلک قال حبیب بن الربیع لان ادعائہ التاویل فی لفظ صراح لا یقبل "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی امام احمد بن ابی سلیمان تلمیذ و رفیق امام سحنون رحمہما اللہ تعالیٰ سے ایک مردک کی نسبت کسی نے پوچھا کہ اس سے کہا گیا تھا رسول اللہ کے حق کی قسم اس نے کہا اللہ رسول اللہ کے ساتھ ایسا ایسا کرے اور ایک بدکلام کا ذکر کیا۔ کہا گیا اے دشمن خدا تو رسول اللہ کے بارے میں کیا بکتا ہے تو اس سے بھی سخت تر لفظ بکا، پھر بولا میں نے تو رسول اللہ سے بچھو مراد لیا تھا۔

امام ابن ابی سلیمان نے مستفتی سے فرمایا تم اس پر گواہ ہو جاؤ اور اسے سزائے موت دلانے اور اس پر جو ثواب ملے گا اس میں تمہارا شریک ہوں یعنی تم حاکم شرع کے حضور اس پر شہادت دو اور میں بھی سعی کروں گا کہ ہم تم دونوں بحکم حاکم اسے سزائے موت دلانے کا اجر عظیم پائیں۔ امام حبیب بن ربیع نے فرمایا یہ اس لئے کہ کھلے لفظ میں تاویل کا دعویٰ مسموع نہیں ہوتا۔ ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں:

" ثم قال انما اردت برسول الله العقرب ، فانه ارسل من عند الحق وسلط على الخلق تاويلا للرسالة العرفية بالارادة اللغوية وهي مردود عند القواعد الشرعية "

یعنی وہ جو اس مردک نے کہا کہ میں نے بچھو مراد لیا اس میں اس نے رسالت عرفی کو معنی لغوی کی طرف ڈھالا کہ بچھو کو بھی خدا ہی نے بھیجا اور خلق پر مسلط کیا ہے اور ایسی تاویل قواعد شرع کے نزدیک مردود ہے۔

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔

" هذا لحقيقة معنى الارسال وهذا مما لا شک فى معناه وانكاره مكابرة لكنه لا يقبل من قائله ادعاؤه انه مراده لبعده غاية البعد وصرف اللفظ عن ظاهره لا يقبل كما لو قال " انت طالق " و قال اردت محلولة غير مربوطة لا يلتفت لمثله ويعد هذيانا اهـ " ملتقطا

یعنی یہ لغوی معنی جن کی طرف اس نے ڈھالا ضرور بلاشک حقیقی معنی ہیں اس کا انکار ہٹ دھرمی ہے بایں ہمہ قائل کا یہ ادعا مقبول نہیں کہ اس نے یہ معنی لغوی مراد لئے تھے اس لئے کہ یہ تاویل نہایت دور از کار ہے اور لفظ کا اس کے معنی ظاہر سے پھیرنا مسموع نہیں ہوتا جیسے کوئی اپنی عورت کو کہے تو طالق ہے اور کہے میں نے تو یہ مراد لیا تھا کہ تو کھلی ہوئی ہے بندھی نہیں (کہ لغت میں طالق کشادہ کو کہتے ہیں) تو ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور اسے ہذیان سمجھا جائے گا۔ ثانیاً وہ بالیقین ان الفاظ کو اپنے لئے مدح و فضل جانتا ہے نہ ایک ایسی عام بات کہ:

دندان تو جملہ در دہانند ۔ چشمان تو زیر ابروانند

کوئی عاقل بلکہ نیم پاگل بھی ایسی بات کو جو ہر انسان ہر بھنگی چمار بلکہ ہر جانور بلکہ ہر کافر و مرتد میں موجود ہو محل مدح میں ذکر نہ کرے گا نہ اس میں اپنے لئے فضل و شرف جانے گا بھلا، کہیں براہین غلامیہ میں یہ بھی لکھا کہ سچا خدا وہی ہے جس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نے مرزا کی ناک میں دو نتھنے رکھے، مرزا کے کان دو گھونگے بنائے، یا خدا نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ اس عاجز کی ناک ہونٹوں سے اوپر اور بھوؤں کے نیچے ہے۔ کیا ایسی بات لکھنے والا پورا مجنون پکا پاگل نہ کہلایا جائے گا؟ اور شک نہیں کہ وہ معنی لغوی یعنی کسی چیز کی خبر رکھنا یا دینا یا بھیجا ہوا ہونا ان مثالوں سے بھی زیادہ عام ہیں۔ بہت جانوروں کے ناک کان بھویں اصلاً نہیں ہوتیں مگر خدا کے بھیجے ہوئے وہ بھی ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں عدم سے وجود، نر کی پیٹھ سے مادہ کے پیٹ سے دنیا کے میدان میں بھیجا، جس طرح اس مردک خبیث نے بچھو کو رسول بمعنے لغوی بنایا۔

مولوی معنوی قدس سرہ القوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

حق عزوجل فرماتا ہے:

کل یوم ہو فی شان بخواں ۔ مرد را بیکار و بے فعلے مداں!
کمتریں کارش کہ آں رب احد ۔ روز سہ لشکر روانہ میکند
لشکرے ز اصلاب سوئے امہات ۔ تا بروید در رحمھا شان نبات
لشکرے ز ارحام سوئے خاک دان ۔ تا ز نر مادہ پر گردد جہان
لشکرے از خاک داں سوئے اجل ۔ تا بہ بیند ہر کسے حسن عمل!

﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ﴾

"ہم نے فرعونیوں پر بھیجے طوفان اور ٹیڈیاں اور جوئیں اور مینڈکیں اور خون"

کیا مرزا ایسی ہی رسالت پر فخر رکھتا ہے جیسے ٹیڈی اور مینڈک اور جوں اور کتے اور سؤر سب کو شامل مانے گا۔ ہر جانور بلکہ ہر حجر و شجر بہت علوم سے خبردار ہے اور ایک دوسرے کو خبر دینا بھی صحاح احادیث سے ثابت ہے۔

حضرت مولوی قدس المعنوی ان کی طرف سے فرماتے ہیں:

ھمیعیم و بصیریم و خوشیم ۔ باشمانا محرماں ما خامشیم

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ﴾

کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر ان کی تسبیح تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"ما من شئ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے اللہ کا رسول نہ جانتی ہو سوا کافر جن اور آدمیوں کے

(رواہ الطبرانی فی الکبیر عن یعلی بن مرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصححہ خاتم الحفاظ)

حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴾

کچھ دیر ٹھہر کر ہدہد بارگاہ سلیمانی میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے ایک وہ بات معلوم ہوئی ہے جس پر حضور کو اطلاع نہیں اور میں خدمت عالی میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"ما من صباح ولا رواح الا وبقاع الارض ینادی بعضها بعضا یا جارة هل مر بک الیوم عبد صالح صلی علیک او ذکر اللہ فان قالت نعم رأت ان لها بذلک فضلا"

کوئی صبح اور کوئی شام ایسی نہیں ہوتی کہ زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کو پکار کر نہ کہتے ہوں کہ اے ہمسائے آپ تیری طرف کوئی نیک بندہ ہو کر نکلا۔ جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکر الٰہی کیا اگر وہ ٹکڑا جواب دیتا ہے کہ ہاں تو وہ پوچھنے والا ٹکڑا اعتقاد کرتا ہے کہ اسے مجھ پر فضیلت ہے۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط وابونعیم فی الحلیۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

تو خبر رکھنا، خبر دینا، سب کچھ ثابت ہے، کیا مرزا ہر اینٹ پتھر ہر بت پرست کافر ہر ریچھ بندر کتے سؤر کو بھی اپنی طرح نبی ورسول کہے گا؟ ہرگز نہیں۔ تو صاف روشن ہوا کہ معنی لغوی ہرگز مراد نہیں بلکہ یقیناً وہی شرعی وعرفی رسالت ونبوت مقصود اور کفر وارتداد یقینی قطعی موجود وبعبارۂ اخری معنی چار ہی قسم ہیں:

(۱) لغوی (۲) شرعی (۳) عرفی (۴) عام یا خاص

یہاں عرف عام تو بعینہٖ وہی معنی شرعی ہے جس پر کفر قطعاً حاصل اور ارادۂ لغوی کا ادعا یقیناً باطل۔ اب یہی رہا کہ فریب دہی عوام کو یوں کہہ دے کہ میں نے اپنی خاص اصطلاح میں نبی ورسول کے معنی اور رکھے ہیں جن میں مجھے سگ و خوک سے امتیاز بھی ہے اور حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وصف نبوت میں اشتراک بھی نہیں مگر حاش للہ ایسا باطل ادعا اصلاً، شرعاً، عقلاً کسی طرح باد شتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ایسی جگہ لغت وشرع وعرف عام سب سے الگ اپنی نئی اصطلاح کا مدعی ہونا قابل قبول ہو تو کبھی کسی کافر کی کسی سخت سے سخت بات پر گرفت نہ ہو سکے، کوئی مجرم کسی معظم کی کیسی ہی شدید سے شدید توہین کر کے مجرم نہ ٹھہر سکے، کہ ایک کو تو اختیار ہے اپنی کسی اصطلاح خاص کا دعویٰ کر دے جس میں کفر و توہین کچھ نہ ہو۔ کیا زید کہہ سکتا ہے خدا دو ہیں جب اس پر اعتراض ہو کہ دے میری اصطلاح میں ایک کو دو کہتے ہیں۔ کیا عمرو جنگل میں سؤر کو بھاگتا دیکھ کر کہہ سکتا ہے وہ قادیانی بھاگا جاتا ہے جب کوئی مرزائی گرفت چاہے تو کہہ دے: میری مراد وہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نہیں جو آپ سمجھے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے یا جنگلی کو قادیانی کہتے ہیں۔

اگر کہے کوئی مناسبت بھی ہو تو جواب دے کہ اصطلاح میں مناسبت شرط نہیں'' لا مشاحة فی الاصطلاح'' آخر سب جگہ منقول ہی ہونا کیا ضرور، لفظ مرتجل بھی ہوتا ہے جس میں معنی اول سے مناسبت اصلاً منظور نہیں۔ مع ہذا قادی بمعنی جلدی کنندہ ہے یا جنگل سے آنے والا۔ قاموس میں ہے:

" قدت قادية جاء قوم قد اقحموا من البادية و الفرس قد يانا اسرع "

قادیان اس کی جمع اور قادیانی اس کی طرف منسوب یعنی جلدی کرنے والوں یا جنگل سے آنیوالوں کا ایک۔

اس مناسبت سے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے جنگلی کا نام قادیانی ہوا۔ کیا زید کی وہ تقریر کسی مسلمان یا عمرو کی یہ توجیہ کسی مرزائی کو مقبول ہو سکتی ہے؟ حاشا وکلا! کوئی عاقل ایسی بناوٹوں کو نہ مانے گا۔ بلکہ اسی پر کیا موقوف یوں اصطلاح خاص کا ادعا مسموع ہو جائے تو دین ودنیا کے تمام کارخانے درہم وبرہم ہوں۔ عورتیں شوہروں کے پاس سے نکل کر جس سے چاہیں نکاح کر لیں کہ ہم نے تو ایجاب وقبول نہ کیا تھا اجازت لیتے وقت ہاں کہا تھا۔ ہماری اصطلاح میں (ہاں) بمعنی (ہوں) یعنی کلمہ زجر وانکار ہے۔ لوگ بیعنامے لکھ کر رجسٹری کرا کر جائدادیں چھین لیں کہ ہم نے تو بیع نہ کی تھی۔ بیچنا لکھا تھا، ہماری اصطلاح میں عاریت یا اجارے کو بیچنا کہتے ہیں...... الی غیر ذلک من فسادات لا تخصیٰ.

تو ایسی جھوٹی تاویل والا خود اپنے معاملات میں اسے شانے گا کیا مسلمانوں کو زن ومال اللہ (۱) و رسول سے زیادہ پیاری ہیں؟ جورو اور جائداد کے باب میں تاویل نہ سنیں اور اللہ ورسول کے معاملے میں ایسی ناپاک بناوٹیں قبول کر لیں؟ لا اله الا الله مسلمان ہرگز ایسے مردود بہانوں پر التفات بھی نہ کریں گے۔ انہیں اللہ ورسول اپنی جان اور تمام جہان سے زیادہ عزیز ہیں۔

وللہ الحمد جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ان کا رب جل وعلیٰ قرآن عظیم میں ان بیہودہ عذروں کا رو با جلا چکا ہے فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾

''ان سے کہہ دو بہانے نہ بناؤ بے شک تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد'' والعیاذ باللہ رب العلمین۔

ثالثاً کفر چہارم میں امتی ونبی کا مقابلہ صاف اسی معنی شرعی وعرفی کا تعین کر رہا ہے۔

رابعاً کفر اول میں تو کسی جھوٹے ادعائے تاویل کی بھی گنجائش نہیں۔ آیت میں قطعاً معنی شرعی ہی مراد ہیں نہ

ا: جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم۔۱۲منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

لغوی۔ نہ اس شخص کی کوئی اصطلاح خاص اور اسی کو اس نے اپنے نفس کے لئے مانا تو قطعاً یقیناً بمعنی شرعی ہی اپنے نبی اللہ و رسول اللہ ہونے کا مدعی اور ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کا منکر اور باجماع قطعی جمیع امت مرحومہ مرتد و کافر ہوا۔ سچ فرمایا سچے خدا کے سچے رسول سچے خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ نے کہ عنقریب میرے بعد آئیں گے:

"ثلاثون دجالون کذابون کلھم یزعم انه نبی" تیس دجال کذاب کہ ہر ایک اپنے کو نبی کہے گا۔ "وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی" حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اٰمنت اٰمنت اٰمنت صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم اسی لئے فقیر نے عرض کیا تھا کہ مرزا ضرور مثیل مسیح ہے مگر نہ مسیح صدق بلکہ مسیح دجال کا، کہ ایسے مدعیوں کو یہ لقب خود بارگاہ رسالت سے عطا ہوا۔

والعیاذ باللہ رب العالمین۔

کفر پنجم: دافع البلا صفحہ ۱۰ پر حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام سے اپنی برتری کا اظہار کیا ہے۔

کفر ششم: اسی رسالہ کے صفحہ ۱۷ پر لکھا ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

کفر ہفتم: اشتہار معیار الاخیار میں لکھا ہے میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں۔ یہ ادعاء بھی باجماع قطعی کفر و ارتداد یقینی ہیں۔ فقیر نے اپنے فتویٰ مسمی بہ رد الرفضة میں شفاء شریف امام قاضی عیاض و روضہ امام نووی و ارشاد الساری امام قسطلانی و شرح عقاید نسفی و شرح مقاصد امام تفتازانی ۱۳۲۰ھ و اعلام ابن حجر مکی و منح الروض علامہ قاری و طریقہ محمدیہ علامہ برکوی و حدیقہ ندیہ مولانا نابلسی وغیرہا کتب کثیرہ کے نصوص سے ثابت کیا ہے کہ باجماع مسلمین کوئی ولی، کوئی غوث، کوئی صدیق بھی کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا۔ جو ایسا کہے قطعاً اجمالاً کافر، ملحد ہے۔ ازانجملہ شرح صحیح بخاری شریف میں ہے:

"النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع به والقائل بخلافه کافر لانه معلوم من الشرع بالضرورة"

یعنی ہر نبی ہر ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ ضروریات دین سے ہے۔

کفر ہفتم میں اسے ایک لطیف تاویل کی گنجائش تھی کہ یہ لفظ (نبیوں) بتقدیم نون نہیں بلکہ (بنیوں) بتقدیم باء ہے۔ یعنی بھنگی در کنار کہ خود ان کے تو لال گرو کا بھائی ہوں۔ ان سے افضل تو ہوا ہی چاہوں۔ میں تو بعض بنیوں سے بھی افضل ہوں کہ انہوں نے صرف آٹے دال میں ڈنڈی ماری اور یہاں وہ ہتھ پھیری کی کہ بیسیوں کا دین ہی اڑ گیا۔ مگر افسوس کہ دیگر تصریحات نے اس تاویل کی گنجائش نہ رکھی۔

کفر ہشتم: ازالہ صفحہ ۳۰۹ پر حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کے معجزات...... جن کا ذکر خداوند تعالیٰ بطور احسان فرماتا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہے.....کو مسمریزم لکھ کر کہتا ہے۔ ''اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا'' یہ کفر متعدد کفروں کا خمیرہ ہے۔ معجزات کو مسمریزم کہنا ایک کفر کہ اس تقدیر پر وہ معجزہ نہ ہوئے بلکہ معاذ اللہ ایک کسبی کرشمے ٹھہرے۔ اگلے کافروں نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔ حق عزوجل فرماتا ہے:

﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰی وَالِدَتِكَ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْئَةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴾

جب فرمایا اللہ سبحانہ نے اے مریم کے بیٹے یاد کر میری نعمتیں اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تجھے قوت بخشی لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر کا ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھایا لکھنا اور علم کی تحقیق باتیں اور توراۃ وانجیل اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی سی شکل میری پروانگی سے پھر تو اس میں پھونکتا تو وہ پرند ہو جاتی میرے حکم سے اور تو چنگا کرتا مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری اجازت سے اور جب تو قبروں سے جیتا نکالتا مردوں کو میرے اذن سے اور جب میں نے یہود کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس یہ روشن معجزے لے کر آیا ان میں کافر بولے یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

''مسمریزم'' بتایا یا ''جادو'' کہا۔ بات ایک ہی ہوئی۔ یعنی الٰہی معجزے نہیں کسبی ڈھکوسلے ہیں۔ ایسے ہی منکروں کے خیال ضلال کو حضرت مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ علی سیدہ وعلیہ وسلم نے بار بار بتاکید رد فرمادیا تھا۔ اپنے معجزات مذکورہ ارشاد کرنے سے پہلے فرمایا:

﴿ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْئَةِ الطَّیْرِ ...... الآیۃ ﴾

میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے معجزے لایا کہ میں مٹی سے پرندہ بناتا اور پھونک مار کر اسے جلاتا اور اندھے اور بدن بگڑے کو شفا دیتا اور خدا کے حکم سے مردے جلاتا اور جو کچھ گھر سے کھا کر آؤ اور جو کچھ گھر میں اٹھا رکھو وہ سب تمہیں بتاتا ہوں۔

اور اس کے بعد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴾

بے شک ان میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لاؤ۔

پھر مکرر فرمایا: ﴿ وَجِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴾

میں تمہارے رب کے پاس سے معجزہ لایا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مگر جو عیسیٰ کے رب کی نہ مانے وہ عیسیٰ کی کیوں ماننے لگا یہاں تو اسے صاف گنجائش ہے کہ اپنی بڑائی بھی کرتے ہیں۔

کس نہ گوید کہ دوغ من ترش است

پھر ان معجزات کو مکروہ جاننا دوسرا کفر یہ کراہت اگر اس بناء پر ہے کہ وہ فی نفسہ مذموم کام تھے جب تو کفر ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔

اور اسی فضیلت کے بیان میں ارشاد ہوا:

﴿وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾

اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزے دیے ور جبریل سے اس کی تائید فرمائی۔ اور اگر اس بناء پر ہے کہ وہ کام اگرچہ فضیلت کے تھے مگر میرے منصب اعلیٰ کے لائق نہیں تو یہ وہی نبی پر اپنی تفضیل ہے ہر طرح کے کفر وارتداد قطعی سے مفر نہیں۔

پھر ان کلمات شیطانیہ میں مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدہ وعلیہ وسلم کی تحقیر تیسرا کفر ہے اور ایسی ہی تحقیر اس کلام ملعون کفر شتم میں تھی اور سب سے بڑھ کر اس:

کفر نہم:

" انا للہ وانا الیہ راجعون ، الا لعنة اللہ علیٰ اعداء انبیاء اللہ وصلی اللہ تعالیٰ علی انبیائه وبارک وسلم"۔

ہر نبی کی تحقیر مطلقا کفر قطعی ہے جس کی تفصیل شفاء شریف وشرح شفا و سیف مسلول امام تقی الملۃ والدین سبکی وروضہ امام نووی و وجیز امام کردری، واعلام امام ابن حجر مکی وغیر ہا تصانیف ائمہ کرام کے دفتر گونج رہے ہیں۔ نہ کہ نبی بھی کون نبی مرسل نہ کہ مرسل بھی کیسا مرسل اولوالعزم، نہ کہ تحقیر بھی کتنی کہ مسمریزم کے سبب نور باطن، نہ نور باطن بلکہ دینی استقامت، نہ دینی استقامت بلکہ نفس توحید میں، نہ کم درجہ بلکہ قریب ناکام رہے۔ اس ملعون قول "لعن اللہ قائلہ و قابلہ" نے اولوالعزمی ورسالت ونبوت در کنار اس عبداللہ، و کلمة اللہ، و روح اللہ علیہ صلوات اللہ وسلام اللہ وتحیات اللہ کے نفس ایمان میں کلام کر دیا اس کا جواب ہمارے ہاتھ میں کیا ہے سوا اس کے کہ:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾

بے شک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ نے لعنت کی دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کفر دہم : ازالہ صفحہ ۶۲۹ پر لکھتا ہے: ''ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیشن گوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے''۔ یہ صراحۃً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب ہے۔ عام اقوام کفار لعنہم اللہ کا کفر عزت عز جلالہ نے یوں ہی تو بیان فرمایا:

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحِ نِ الْمُرْسَلِيْنَ ☆ كَذَّبَتْ عَادُ نِ الْمُرْسَلِيْنَ ☆ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ☆ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلِيْنَ ☆ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ☆﴾

ائمہ کرام فرماتے ہیں جو نبی پر اس کی لائی ہوئی بات میں کذب جائز ہی مانے اگرچہ وقوع نہ جانے باجماع کافر نہ کہ معاذ اللہ چار سو انبیاء کا اپنے اخبار بالغیب میں کہ وہ ضرور اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے واقع میں جھوٹا ہو جانا۔

شفا شریف میں ہے:

”من دان بالوحدانية وصحة النبوة ونبوة نبينا ﷺ ولكن يجوز على الانبياء الكذب فيما أتو به ادعى فى ذلك المصلحة بزعمه اولم يدعها فهو كافر باجماع“

یعنی جو اللہ تعالیٰ کی واحدنیت، نبوت کی حقانیت ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو بایں ہمہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ان کی باتوں میں کذب جائز مانے خواہ بزعم خود میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے۔

ظالم نے چار سو کہہ کر گمان کیا کہ اس نے باقی انبیاء کو تکذیب سے بچا لیا حالانکہ یہی آیتیں جو ابھی تلاوت کی گئی ہیں شہادت دے رہی ہیں کہ اس نے آدم نبی اللہ سے محمد رسول اللہ تک تمام انبیائے کرام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کو کاذب کہہ دیا کہ ایک رسول کی تکذیب تمام مرسلین کی تکذیب ہے۔ دیکھو قوم نوح و ہود و صالح و لوط و شعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک ہی نبی کی تکذیب کی تھی مگر قرآن نے فرمایا: قوم نوح نے سب رسولوں کی تکذیب کی، عاد نے کل پیغمبروں کو جھٹلایا، ثمود نے جمیع انبیاء کو کاذب کہا، قوم لوط نے تمام رسل کو جھوٹا بتایا ایکہ والوں نے سارے نبیوں کو دروغ گو کہا یونہی واللہ اس قائل نے نہ صرف چار سو بلکہ جملہ انبیاء و مرسلین کو کذاب مانا:

” فلعن الله من كذب احدا من انبيائه وصلى الله تعالىٰ على انبيائه ورسله والمومنين بهم اجمعين وجعلنا منهم وحشرنا فيهم وادخلنا معهم دارالنعيم بجاههم عنده وبرحمة بهم ورحمتهم بنا إنه ارحم الراحمين والحمد لله رب العالمين “

طبرانی معجم کبیر میں وبر حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

انى اشهد عدد تراب الدنيا ان مسيلمة كذاب ''بے شک میں ذرہ ہائے خاک تمام دنیا کے برابر گواہیاں دیتا ہوں کہ مسیلمہ (جس نے زمانہ اقدس میں ادعائے نبوت کیا تھا) کذاب ہے:

” وانا اشهد معك يا رسول الله “ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ عالم پناہ کا یہ ادنیٰ کتا بعدد ذرہائے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ریگ وستارہائے آسماں گواہی دیتا ہے اور میرے ساتھ تمام ملٰئکہ سموات وارض وحاملان عرش گواہ ہیں اور خود عرش عظیم کا مالک گواہ ہے۔ و کفیٰ باللہ شھیدا کہ ان اقوال مذکورہ کا قائل بیباک کافر، مرتد، کذاب ناپاک ہے۔

اگر یہ اقوال (۱) مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ واللہ وہ یقیناً کافر اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر، ندوۂ مخذولہ اور اس کے اراکین کہ صرف طوطے کی طرح کلمہ گوئی پر مدار اسلام رکھتے اور تمام بددینوں گمراہوں کو حق پر جانتے، خدا کو سب سے یکساں راضی مانتے، سب مسلمانوں پر مذہب سے لادعویٰ دینا لازم کرتے جیسا کہ ندوہ کی روداد اول و دوم و رسالہ اتفاق وغیرہا میں مصرح ہے ان اقوال پر بھی اپنا وہی قاعدہ ملعونہ مجرد کلمہ گوئی نیچریت کا اعلیٰ نمونہ جاری رکھیں اس کی تکفیر میں چون و چرا کریں تو وہ بھی کافر وہ اراکین بھی کفار، مرزا کے پیرو اگرچہ خود ان اقوال انجس الابوال کے معتقد نہ بھی ہوں مگر جب کہ وہ صریح کفر وہ کھلے ارتداد دیکھتے سنتے پھر مرزا کو امام و پیشوا و مقبول خدا کہتے قطعاً یقیناً سب مرتد ہیں سب مستحق نار۔

شفا شریف میں ہے۔

" نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة المسلمین من الملل او وقف فیھم اوشک"

یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے یا اس کی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے۔ (شفا شریف)

نیز فتاویٰ بزازیہ و درر و غرر و فتاویٰ خیریہ و در مختار و مجمع الانہر وغیرہا میں ہے: من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے یقیناً وہ خود کافر ہے اور جو شخص باوصف کلمہ گوئی و ادعائے اسلام کفر کرے کافروں کی سب سے بدتر قسم "مرتد" کے حکم میں ہے:

ہدایہ و در مختار عالمگیری و غرر و ملتقی الابحر و مجمع الانہر وغیرہا میں ہے:

صاحب الھوی ان کان یکفر فھو بمنزلة المرتد.

فتاویٰ ظہیریہ و طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ و برجندی شرح نقایہ و فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

" ھولاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامھم احکام المرتدین "

یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں۔

اور شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے۔ اب اگر بے اسلام لائے اپنے اس قول و مذہب سے

(۱) یہ اقوال دوسرے کے منقول تھے اس فتویٰ کے بعد مرزا کی بعض نئی تحریر خود نظر سے گزریں جن میں قطعاً کفر بھرے ہیں۔ بلاشبہ وہ یقیناً کافر و مرتد ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بغیر توبہ کئے یا بعد اسلام وتوبہ عورت سے بغیر نکاح جدید کئے اس سے قربت کرے زنائے محض ہو، جو اولاد ہو یقیناً ولد الزنا ہو۔ یہ احکام سب ظاہر اور تمام کتب میں دائر وسائر ہیں:

" فی الدر المختار عن غنیه ذوی الاحکام ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولاده اولاد زنا "

مسئلہ مہر :

اور عورت کا کل مہر اس کے ذمے عائد ہونے میں بھی شک نہیں جب کہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہو کہ ارتداد کسی دَین کو ساقط نہیں کرتا۔ فی التنویر وارث کسب اسلامه وارثه المسلم بعد قضاء دین اسلامه وکسب ردته فیٔ بعد قضاء دین ردته اور معجل تو فی الحال آپ ہی واجب الادا ہے۔ رہا مؤجل وہ ہنوز اپنی اجل پر رہے گا۔ مگر یہ کہ مرتد بحال ارتداد ہی مرجائے گا یا دارالحرب کو چلا جائے اور حاکم شرع حکم فرمادے کہ وہ دارالحرب سے ملتحق ہوگیا، اس وقت مؤجل بھی فی الحال واجب الادا ہو جائے گا۔ اگرچہ اجل موعود میں دس بیس برس باقی ہوں۔

" فی الدر ان حکم القاضی بلحاقه حل دینه وفی رد المحتار لانه باللحاق صار من اهل الحرب وهم اموات فی حق احکام الاسلام فصار کالموت الا انه لا یستقر لحاقه الا بالقضاء لاحتمال العود واذا تقرر موته' تثبت الاحکام المتعلقة به کما ذکرنهر "

اولادِ صغار کا حکم :

اولاد صغار (چھوٹی اولاد) ضرور اس کے قبضے سے نکال لی جائے گی۔

" حذرا علی دینهم الا تری انهم صرحوا بنزع الولد من الام الشفیقة المسلمة ان کانت فاسقة والولد یعقل یخشی علیه التخلق بسیرها الذمیمة فما ظنک بالاب المرتد والعیاذ باللّٰه تعالیٰ قال فی رد المحتار الفاجرة بمنزلة الکتابیة فان الولد یبقی عندها الی ان یعقل الادیان کما سیأتی خوفا علیه من تعلمه منها ما تفعله فکذا الفاجرة ...... الخ۔ وانت تعلم ان الولد لا یخضنه الاب الا بعد ما بلغ سبعا او تسعا وذلک عمر العقل قطعا فیحرم الدفع الیه ویجب النزع منه وانما اخرجنا الی هذا ان الملک لیس بید الاسلام والا فالسلطان (ا) این یبقی المرتد حتی یبحث عن خضانة الا تری الی قولهم لاخضانة المرتدة لانها تضرب

(ا) فان سلطان الاسلام مامور بقتله لا یجوز له ابقاؤه بعد ثلاثة ایام: ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

وتحبس كل يوم فانى تتفرغ للخضانة فاذا كان هذا فى المحبوس فما ظنك بالمقتول ولكن انا لله وانا اليه راجعون ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم "۔

مگران کے نفس یا مال میں بدعویٰ ولایت اس کے تصرفات موقوف رہیں گے اگر پھر اسلام لے آیا اور اس مذہب ملعون سے توبہ کی تو وہ تصرف سب صحیح ہو جائیں گے اور اگر مرتد ہی مرگیا یا دارالحرب کو چلا گیا اور حکم لحوق ہو گیا تو باطل ہو جائیں گے۔

" فى الدر المختار يبطل منه اتفاقا ما يعتمد الملة وهى خمس النكاح والذبيحة والصيد والشهادة والارث ويتوقف منه اتفاقا ما يعتمد المساواة وهوالمفاوضة او ولاية متعدية وهو التصرف على ولده الصغيران اسلم نفذ وان هلك اولحق بدار الحرب وحكم بلحاقه بطل اهـ مختصرا نسأل الله الثبات على الايمان وحسبنا الله و نعم الوكيل وعليه التكلان ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم وصلى الله تعالىٰ على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين آمين والله تعالىٰ اعلم ."

کتبہ

عبده المذنب احمد رضا البریلوی

وصی احمد محمد ناصر دین	عفی عنه بمحمده المصطفى النبی الامی ﷺ	محمدی سنی حنفی قادری عبد المصطفی احمد رضا خان

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴾

اما بعد:

الحمد لاهله والصلوة على اهلها لعمرى لقد اجاد فيما جاب ، واطاب و اصاب ، فاوضح الصواب وميز القشر عن اللباب ، وازاح الارتياب ، فدمدم على المسيح الكذاب ، وصب عليه سوط عذاب ، فبهت الذى كفروارتاب ، فانهزم الاحزاب ، وفرت الاذناب ، وخفت عليهم كلمة العقاب ، خالدين فى النار و بئس الماٰب الامن تاب و اب ، ورجع واناب ، فان المولى الوهاب تواب على من تاب ، فعل هذا او يداه تحت الثياب ، وسيفه فى الجراب ، فما كان عاقبة الذين ظلموا الا فى تباب ، فلله در المجيب رزقه الله زيادة وجميل الثواب والزلفى عنده و حسن ماب ، وها ذاک حبر الشامخ فى الدين بحر بازخ ، مجدد المائة الحاضره ذوالحجة القاهرة ، صاحب القوة القدسية ، عالم اهل السنة السنية ، والجماعة السنية ، السميدع العريف الغطمطم الغطريف ، والدى واستاذى و ملجائى و ملاذى مولانا و مولى الكل حضرة احمدرضاخان البريلوى مدظلهم العالى ، مدى الأيام والليالى وانا عبد الضعيف الاواه محمدؐالمعروف بحامد رضا كان له الله بجاه حبيبه الحامد المططفىٰ عليه افضل التحية والثنا۔

محمد حامد رضا خان سنی حنفی قادری	سلطان محمد خان احمد	نصیر الدین حسن خان

محمد رضا خان قادری عرف محمد عبدالرحمن

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حصہ دوم:

از فتاویٰ حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ:

از سرساوہ ضلع سہارنپور مرسلہ یعقوب علی خان کلارک پولیس ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ قبلہ وکعبہ ام مدظلہ، بعد آداب فدویانہ کے معروض خدمت۔ کہ اس قصبہ سرساوہ میں ایک شخص جو اپنے آپ کو نائب مسیح یعنی مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود کا خلیفہ بتلاتا رہتا ہے پرسوں اس نے ایک عبارت پیش کی جس کا مضمون ذیل میں تحریر کرتا ہوں ایک دوسرے صاحب نے وہی عبارت مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھیجی ہے۔ مگر میں خدمت والا میں پیش کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ بہت جلد جواب سے مشرف ہوں گا اور درصورت تاخیر کے کئی مسلمانوں کا ایمان جاتا رہے گا۔ اور وہ اپنی راہ پر لے آوے گا، زیادہ ادب، تحریر یہ ہے۔

ایک مدت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات وحیات میں ہر جگہ گفتگو ہوتی ہے اور اس میں دو گروہ ہیں ایک وہ گروہ ہے جو مدعی حیات ہے اور ایک وہ گروہ ہے جو منکر حیات ہے اور ان دونوں فریق کی طرف سے کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اب میں آپ کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ ان دونوں فریق میں سے کون حق پر ہے۔ بس اس بارے میں ایک آیت قطعیۃ الدلالۃ اور صریحۃ الدلالۃ یا کوئی حدیث مرفوع متصل اس مضمون کی عنایت فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری وبحیات جسمانی آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور کسی وقت میں بعد حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ آسمان سے رجوع کریں گے اور اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نہ رہیں گے اور وہ نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا ان کو خدا تعالیٰ اس عہدۂ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بنا دے گا تو پہلے تو کوئی آیت بشروط متذکرۂ بالا ہونی چاہئے اور بعد اس کے کوئی حدیث تاکہ ہم اس حالت تذبذب سے بچیں اور جو آیت ہو اس میں لفظ حیات ہو خواہ کسی صیغے سے ہو۔ یہاں کئی صاحب ایسے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر گفتگو کرتے ہیں اور متوفیک و فلما توفیتنی دو آیت پیش کرتے ہیں اور ان دونوں آیتوں کا ترجمہ حضرت رسول خدا ﷺ و ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پیش کرتے ہیں اور سند میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

صحیح بخاری اور اجتہاد بخاری موجود کرتے ہیں۔اب آپ ان آیتوں کے ترجمے جو کسی صحابی یا رسول اللہ ﷺ سے منقول ہوں اور صحیح بخاری میں موجود ہوں عنایت فرمایئے اور دونوں طرف روایتیں ہر قسم کی موجود ہیں ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہئے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے۔اور دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں۔اگر ہے تو اس کی آیت اور نہیں ہے تو وجہ فقط بینوا توجروا۔

فتویٰ:

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

" ان الذین کذبوا باٰیتنا واستکبروا عنها لا تفتح لهم ابواب السماء الحمد لله الذی خلق عبده وابن امته عیسیٰ بن مریم رسول الله بکلمة منه وجعله فی البدء مبشرا برسول یاتی من بعده اسمه احمد وفی الختم ناصراً لملته اماما من امته نائبا عنه ﷺ وعلی سائر انبیاء ه وکل محبوب لدیه وعلینا بهم الی یوم الدین اٰمین اٰمین یارب العٰلمین ، قال الفقیر محمد ن المدعوا بحامد رضا القادری البریلوی غفرالله تعالیٰ له واورده من مناهل المنی کل مورد روی "

الجواب : اللهم هداية الحق والصواب

برادران مسلمین حفظکم اللہ تعالیٰ عن شرور المفسدین حفظ ناموس وحفظ جان وحفظ جسم وحفظ مال من سب مومن وکافر ہمیشہ ساعی وسرگرم رہتے ہیں۔اللہ عزوجل کو یاد کر کے اپنے وقت عزیز کا ایک حصہ اپنے حفظ دین میں بھی صرف کیجئے کہ یہ سب سے اہم ہے یعنی بگوش ہوش یہ چند کلمے سن لیجئے اور انہیں میزان عقل وانصاف میں تول کر حق وناحق کی تمیز کیجئے۔فضلِ الٰہی عزوجل سے امید واثق ہے کہ دم کے دم میں صبح حق تجلی فرمائے گی اور شب ضلالت کی ظلمت دھواں ہو کر اڑ جائے گی مخالفین اگر بر سر انصاف آئے فہو المراد ورنہ آپ تو بعنایت الٰہی راہ حق پر ثابت قدم ہو جائیں گے۔وباللہ التوفیق، میں پیش از جواب چند مقدمات نافعہ ذکر کرتا ہوں جن سے بعونہٖ تعالیٰ حق واضح ہو اور صواب لائح واللہ المعین وبہ نستعین

مقدمہ اولیٰ:

مسلمانو! میں پہلے تمہیں ایک سہل پہچان گمراہوں کی بتاتا ہوں جو خود قرآن مجید وحدیث حمید میں ارشاد ہوئی۔اللہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

عزوجل نے قرآن عظیم اتارا:

﴿تِبْیَاناً لِکُلِّ شَيءٍ﴾ جس میں ہر چیز کا روشن بیان تو کوئی ایسی بات نہیں جو قرآن میں نہ ہو مگر ساتھ ہی فرمادیا:

﴿مَا یَعْقِلُهَا اِلاَّ العٰلِمُوْنَ﴾ اس کی سمجھ میں نہیں مگر عالموں کو۔ اسی لئے فرماتا ہے:

﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔ اور پھر یہی نہیں کہ علم والے آپ سے آپ کتاب اللہ کے سمجھ لینے پر قادر ہوں نہیں بلکہ اس کے متصل ہی فرمادیا:

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾ اے نبی ہم نے یہ قرآن تیری طرف اس لئے اتارا کہ تو لوگوں سے شرح بیان فرمادے اس چیز کی جو ان کی طرف اتاری گئی۔ اللہ اللہ قرآن عظیم کے لطائف ونکات منتہی نہ ہونگے ان دو آیتوں کے اتصال سے رب العالمین نے ترتیب وار سلسلہ فہم کلام الٰہی کا منتظم فرمادیا کہ اے جاہلو تم کلام علماء کی طرف رجوع کرو اور اے عالمو تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو تو ہمارا کلام سمجھ میں آئے۔ غرض ہم پر تقلید ائمہ۔ واجب فرمائی اور ائمہ پر تقلید رسول اور رسول پر تقلید قرآن "وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

امام عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے کتاب مستطاب میزان الشریعۃ الکبریٰ میں اس معنی کو جابجا بتفصیل تام بیان فرمایا از انجملہ فرماتے ہیں۔

" لو لا ان رسول اللہ ﷺ فصل بشریعتہ ما اجمل فی القراٰن بقی القراٰن علی اجمالہ کما ان الائمۃ المجتھدین و لم یفصلوا ما اجمل فی السنۃ لبقیت السنۃ علی اجمالھا وھکذا الی عصرنا ھذا "

پس اگر رسول اللہ ﷺ اپنی شریعت سے مجملات قرآن عظیم کی تفصیل نہ فرماتے تو قرآن یونہی مجمل رہتا اور اگر مجتہدین مجملات حدیث کی تفصیل نہ کرتے تو حدیث یونہی مجمل رہتی اور اسی طرح ہمارے اس زمانے تک کہ اگر کلام ائمہ کی علمائے مابعد شرح نہ فرماتے تو ہم اسے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتے۔ تو یہ سلسلہ ہدایت رب العزۃ کا قائم فرمایا ہوا ہے۔ جو اسے توڑنا چاہے وہ ہدایت نہیں چاہتا بلکہ صریح ضلالت کی راہ پر چل رہا ہے اس لئے قرآن عظیم کی نسبت ارشاد ہوا:

"یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْراً وَ یَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْراً" اللہ تعالیٰ اسی قرآن سے بہتیروں کو گمراہ کرتا اور بہتیروں کو سیدھی راہ عطا فرماتا ہے جو سلسلے سے چلتے ہیں بفضلہ تعالیٰ ہدایت پاتے ہیں اور جو سلسلہ توڑ کر اپنی ناقص اوندھی سمجھ کے بھروسے قرآن عظیم سے بذات خود مطلب نکالنا چاہتے ہیں چاہ ضلالت میں گرتے ہیں اسی لئے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

فرماتے ہیں:

" سیأتی ناس یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ "

قریب ہے کہ کچھ لوگ آئیں گے جو تم سے قرآن عظیم کے مشتبہ کلمات سے جھگڑیں گے تم انہیں حدیثوں سے پکڑو کہ حدیث والے قرآن کو خوب جانتے ہیں۔

رواہ الدارمی و نصر المقدسی فی الحجۃ واللالکائی فی السنۃ وابن عبد البرفی العلم وابن ابی زمنین فی اصول السنۃ والدار قطنی والاصبہانی فی الحجۃ وابن النجار

اسی لئے امام سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

" الحدیث مضلۃ الا للفقہاء " حدیث گمراہ کر دینے والی ہے مگر ائمہ مجتہدین کو، توجہ وہی ہے کہ قرآن مجمل ہے جس کی توضیح حدیث نے فرمائی اور حدیث مجمل ہے جس کی تشریح ائمہ مجتہدین نے کر دکھائی تو جو ائمہ کا دامن چھوڑ کر خود قرآن وحدیث سے اخذ کرنا چاہے گا گرے گا اور جو حدیث کو چھوڑ کر قرآن مجید سے لینا چاہے وادی ضلالت میں پیاسا مرے گا تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن وحدیث چاہئے جان لو یہ گمراہ ہے اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے سمجھ لو کہ یہ بددین دین خدا کا بدخواہ ہے۔ پہلا فرقہ قرآن عظیم کی پہلی آیت ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ﴾ کا مخالف مستکبر ہے اور دوسرا طائفہ قرآن عظیم کی پہلی آیت ﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ کا منکر ہے رسول اللہ ﷺ نے پہلے فرقہ مخذولہ کا رداس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں:

"الا سألوا اذا لم یعلموا فانما شفا العی السؤال" کیوں نہ پوچھا جب نہ جانتے تھے کہ تھکنے کی دوا تو پوچھنا ہے۔

رواہ ابو داود عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اور دوسرے طائفہ معلونہ کا رداس حدیث میں فرمایا کہ ارشاد فرماتے ہیں:

" الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ الا یوشک رجلا شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ (ﷺ) کما حرم اللہ "

سن لو مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل، خبردار نزدیک ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لئے رہو اس میں حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام مانو حالانکہ جو چیز رسول اللہ ﷺ نے حرام کی وہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اسی کے مثل ہے جو اللہ تعالیٰ حرام فرمائے۔

رواہ الائمۃ احمد والدارمی وابوداود والترمذی و ابن ماجۃ

" عن المقدام بن معدیکرب ونحوہ عندھم ما خلا الدارمی وعند البیھقی فی الدلائل عن ابی رافع و عند ابی داؤد عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم "

رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق اس زمانہء فساد میں ایک تو پیٹ بھرے بے فکرے نیچری حضرات تھے جنہوں نے حدیثوں کو یکسر ردی کر دیا اور بزور زبان صرف قرآن عظیم پر دارو مدار رکھا حالانکہ واللہ وہ قرآن کے دشمن اور قرآن ان کا دشمن۔ وہ قرآن کو بدلنا چاہتے ہیں اور مراد الٰہی کے خلاف اپنی ہوائے نفس کے موافق اس کے معنی گھڑنا۔ اب دوسرے یہ حضرات نئے فیشن کے مسیحی اس انوکھی آن والے پیدا ہوئے کہ ہم کو صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہئے جس کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے تو بات کیا ہے، کہ یہ دونوں گمراہ طائفے دل میں خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں ان کا ٹھکانا نہیں۔ حضور کی روشن حدیثیں ان کے مردود خیالات کے صاف پرزے پارچے بکھیر رہی ہیں اسی لئے اپنی بگڑتی بنانے کو پہلے ہی دروازہ بند کرتے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن شریف سے ثبوت چاہئے جس میں عوام بیچاروں کے سامنے اپنے سے لگتے لگانے کی گنجائش ہو۔

مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو اگر اس میں این وآں نکالیں تم ائمہ کا دامن پکڑو اس تیسرے درجے پر آکر حق وباطل صاف کھل جائیگا اور ان گمراہیوں کا اوڑایا ہوا سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے دھل جائے گا اس وقت یہ ضال مضل طائفے بھاگتے نظر آئیں گے۔

" کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ " اول تو حدیثوں ہی کے آگے انہیں کچھ نہ بنے گی صاف منکر ہو بیٹھیں گے اور وہاں کچھ چون وچرا کی تو ارشادات ائمہ معانی حدیث کو ایسا روشن کر دیں گے کہ پھر انہیں یہی کہتے بن آئیگی کہ ہم حدیث کو نہیں جانتے یا ہم اماموں کو نہیں مانتے اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ ان کا امام ابلیس لعین ہے جو انہیں لئے پھرتا ہے اور قرآن وحدیث وائمہ کے ارشادات پر نہیں جمنے دیتا " ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم " یہ نفیس وجلیل فائدہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھو کہ ہر جگہ کام آئے گا اور باذن اللہ تعالیٰ ہزاروں گمراہیوں سے بچائیگا۔

" کیف لا وانہ من زواھر جواھر افادات سیدنا الوالد العلام مقدام المحققین الاعلام مدظلہ العالی الی یوم القیام فی کتابہ المستطاب البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ الشارقۃ والحمد للہ رب العلمین "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مقدمہ ثانیہ:

مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں۔

اول :- ضروریات دین جن کا منکر کافر۔ ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات واضح الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہے کو گنجائش نہ تاویل کو راہ۔

دوم :- ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت جن کا منکر گمراہ بد مذہب ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اگرچہ باحتمال تاویل باب تکفیر مسدود ہو۔

سوم :- ثابتات محکمہ جن کا منکر بعد وضوح امر خاطی و آثم قرار پاتا ہے ان کے ثبوت دلیل ظنی کافی جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح و مضمحل کردے یہاں حدیث آحاد صحیح یا حسن کافی اور قول سواد اعظم و جمہور علماء سند **وافی فان ید الله علی الجماعة۔**"

چہارم :- ظنیات محتملہ جن کے منکر کو صرف مخطی کہا جائے۔ ان کے لئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی جس نے جانب خلاف کے لئے بھی گنجائش رکھی ہو۔ ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے جاہل بےوقوف ہے یا مکار فیلسوف۔

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد　　　　گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اور بالخصوص قرآن عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونے کی تو اصلا ضرورت نہیں حتی کہ مرتبہ اعلیٰ اعنی ضروریات دین میں بھی بہت باتیں ضروریات دین سے ہیں جن کا منکر یقیناً کافر مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات واحادیث میں نہیں۔ مثلاً باری عزوجل کا جہل محال ہونا۔ قرآن وحدیث میں اللہ عزوجل کے علم واحاطہ علم کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امکان و امتناع کی بحث کہیں نہیں۔ پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے **عالم الغیب والشهادہ** ہے کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں۔ حاش للہ ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح قرآن و حدیث میں ضرور نہیں تو ان سے اتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مڑ چڑا پن کہ ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے، نری جہالت ہے یا صریح ضلالت۔ اس کی نظریوں سمجھا چاہئے کہ کوئی کہے کہ فلاں بیگ کا باپ قوم کا مرزا تھا زید کہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اس کا ثبوت کیا ہے ہمیں قرآن میں لکھا دکھا دو کہ مرزا تھا ورنہ ہم نہ مانیں گے کہ قرآن کے تواتر کے برابر کوئی تواتر نہیں ہے ایسے سفیہ کو مجنون سے بہتر اور کیا لقب دیا جاسکتا ہے شرع میں نسب شہرت وتسامع سے ثابت ہو جاتا ہے۔

بالخصوص قرآن مجید ہی میں تصریح کیا ضرور یا کہا جائے کہ حضرت سیّدنا یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا زید کہے میں نہیں مانتا ہمیں خاص قرآن میں دکھا دو کہ ان کی رحلت ہو چکی سلام علیه یوم ولد ویوم یموت فرمایا ہے مات یحیٰ کہیں نہیں آیا تو اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ قرآن مجید میں بالتصریح کتنے انبیاء علیہما الصلوٰۃ والسلام کی موت؛ حیات کا ذکر فرمایا ہے جو خاص یحییٰ وعیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے انتقال وزندگی کا ذکر ضرور ہوتا بلکہ قرآن مجید نے تو انبیاء کی گنتی کے گنائے اور باقی کو فرمادیا:

﴿ وَمِنۡهُمۡ مَنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ ﴾

بہت انبیاء وہ ہیں جن کا ذکر ہی ہم نے تمہارے سامنے نہ کیا تو عاقل کے نزدیک جس طرح ہزاروں انبیاء کا صلا تذکرہ نہ ہونے سے ان کی نبوت معاذ اللہ باطل نہیں ٹھہر سکتی یونہی موت یحییٰ یا حیات عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہ فرمانے سے ان کی موت اور ان کی حیات بے ثبوت نہیں ہو سکتی۔ عقل وانصاف ہو تو بات اتنے ہی فقرے میں تمام ہو گئی اور جنون و تعصب کا علاج میرے پاس نہیں۔

مقدمہ ثالثہ:

جو شخص کسی بات کا مدعی ہوا اس کا بار ثبوت اسی کے ذمے ہوتا ہے آپ اپنے دعوے کا ثبوت نہ دے اور دوسروں سے الٹا ثبوت مانگتا پھرے وہ پاگل مجنون کہلاتا ہے یا مکار پرفنون۔ وهذا ظاهر جدا .

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مقدمہ رابعہ:

جو جس بات کا مدعی ہو اس سے اس دعوے کے متعلق بحث کی جائے گی خارج از مبحث بات کہ ثابت ہو تو اسے مفید نہیں نہ ثابت ہو تو اس کے خصم کو مضر نہیں ایسی بات میں اس کا بحث چھیڑنا وہی جان بچانا اور مکر کی چال کھیلنا اور عوام ناواقفوں کے آگے اپنے فریب کا ٹھیلنا ہوتا ہے۔ مثلاً زید مدعی ہو کہ میں قطب وقت ہوں اپنی قطبیت کا تو کچھ ثبوت نہ دے اور بحث اس میں چھیڑ دے کہ اس زمانے کے جو قطب تھے ان انتقال ہو گیا اس عیار سے یہی کہا جائے گا کہ اگر ان کا انتقال ثابت بھی ہو جائے تو تیرے دعویٰ کا کیا ثبوت اور تجھے کیا نافع تیرے خصم کو کیا مضر ہوا کیا ان کے انتقال سے یہ ضرور ہے کہ تو ہی قطب ہو جائے تو اپنے دعوے کا ثبوت دے ورنہ گریبان ذلت میں منہ ڈال کر الگ بیٹھ۔

مقدمہ خامسہ:

کسی نبی کا انتقال دوبارہ دنیا میں اس کی تشریف آوری کو محال نہیں کر سکتا۔

اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

﴿اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ، فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَه٭ قَالَ کَمْ لَبِثْتَ ٭ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ٭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ٭ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ ٭ وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَکْسُوْهَا لَحْمًا٭ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَه، قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ گری ہوئی تھی اپنی چھتوں پر بولا کہا جلائے گا اسے اللہ بعد اس کی موت کے سو اسے موت دی اللہ نے سو برس پھر اسے زندہ کیا اور فرمایا یہاں کتنا ٹھہرا؟ بولا میں ٹھہرا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ فرمایا بلکہ تو یہاں ٹھہرا سو برس، اب دیکھ اپنے کھانے اور پینے کو (جو دو روز میں بگڑ جانے کی چیز تھے وہ اب تک) نہ بگڑے اور دیکھ اپنے گدھے کو (جس کی ہڈیاں تک گل گئیں) اور تا کہ ہم تجھے نشانی بنائیں لوگوں کے لئے (کہ اللہ تعالیٰ یوں مردوں کو جلاتا ہے) اور دیکھ ان ہڈیوں کو کہ ہم کیونکر انہیں اٹھاتے پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں۔ جب یہ سب اس کے لئے ظاہر ہو گیا۔ (اور اس کی آنکھوں کے سامنے ہم نے اس کے گدھے کی گلی ہوئی ہڈیوں کو درست فرما کر گوشت پہنا کر زندہ کر دیا) بولا میں جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس کے بعد رب جل وعلا نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا قصہ ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے رب سے عرض کی مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے جلائے گا۔ حکم ہوا چار پرندے اپنے اوپر ہلا لے پھر انہیں ذبح

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کر کے متفرق پہاڑوں پر ان کے اجزاء رکھ دے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایسا ہی کیا ان کے پر اور خون اور گوشت قیمہ کر کے سب خلط ملط کئے اور اس مجموع مخلوط کے حصے کر کے متفرق پہاڑوں پر رکھے۔ حکم ہوا اب انہیں بلا تیرے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بیچ میں کھڑے ہو کر آواز دی۔ ملاحظہ فرمایا کہ ہر جانور کے گوشت پوست پر وں کا ریزہ ریزہ ہر پہاڑ سے اڑ کر ہوا میں باہم ملتا اور پورا پرندہ بن کر زندہ ہو کر ان کے پاس دوڑتا آ رہا ہے۔ تو جب پرند چرند مر کر دنیا میں پھر پلٹے اور عزیر یا ارمیا علیہما الصلوٰۃ والسلام سو برس موت کے بعد دنیا میں پھر تشریف لا کر ہادی خلق ہوئے تو اگر سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالفرض انتقال بھی فرمایا ہو تو یہ ان کے دوبارہ تشریف لانے اور ہدایت فرمانے کا کیا مانع ہو سکتا ہے یہاں مسلمانوں سے کلام ہے جو اپنے رب کو قادر مطلق مانتے اور اس کے کلام کو حق یقینی جانتے ہیں نیچری ملحدوں کا ذکر نہیں جن کا معبود ان کے زعم نیچر کی زنجیروں میں جکڑا ہے کہ ان کے ساختہ نیچر کے خلاف دم نہیں مار سکتا جو بات ان کے ناقص عقل معمولی قیاس سے باہر ہے کیا مجال کہ ان کا خدا کر سکے ان کے نزدیک قرآن مجید کے ایسے ارشادات معاذ اللہ سب بناوٹ کی کہانیاں ہیں کہ گڑھ گڑھ من سمجھوتے کو بنائی گئی ہیں۔

﴿ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ☆ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ☆ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ☆ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴾

اب فقیر غفرلہ المولی القدیر ان مقدمات خمس سے منکرین شمس کے حواس خمسہ درست کر کے بتوفیق اللہ تعالیٰ جانب جواب عطف عنان اور چند تنبیہوں میں حق واضح کو ظاہر و بیان کرتا ہے۔

تنبیہ اول: سیّدنا عیسیٰ بن مریم رسول اللہ وکلمۃ اللہ وروح اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نبینا الکریم وعلیہ وعلیٰ سائر الانبیاء وبارک وسلم کے بارے میں یہاں تین مسئلے ہیں۔

مسئلہ اولیٰ: یہ کہ نہ وہ قتل کئے گئے نہ سولی دیے گئے بلکہ ان کے رب جل وعلیٰ نے انہیں مکر یہود عنود سے صاف سلامت بچا کر آسمان پر اٹھا لیا اور ان کی صورت دوسرے پر ڈال دی کہ یہود ملاعنہ نے ان کے دھوکے میں اسے سولی دی یہ ہم مسلمانوں کا عقیدۂ قطعیہ یقینیہ ایمانیہ پہلی قسم کے مسائل یعنی ضروریات دین سے ہے جس کا منکر یقیناً کافر اس کی دلیل قطعی رب العزۃ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ☆ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ☆ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ☆ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ☆ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۢ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ☆ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور ہم نے یہود پر لعنت کی بسبب ان کے کفر کرنے اور مریم پر بہتان اٹھانے اور ان کے اس کہنے کے کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ بن مریم خدا کے رسول کو اور انہوں نے نہ اسے قتل کیا نہ اسے سولی دی بلکہ اس کی صورت کا دوسرا بنا دیا گیا ان کے لئے اور بے شک وہ جو اس کے بارے میں مختلف ہوئے (کہ کسی نے کہا اس کا چہرہ تو عیسیٰ کا سا ہے مگر بدن عیسیٰ کا سا نہیں یہ وہ نہیں کسی نے کہا نہیں بلکہ وہی ہیں) البتہ اس سے شک میں ہیں انہیں خود بھی اس کے قتل کا یقین نہیں مگر یہی گمان کے پیچھے ہولینا اور بالیقین انہوں نے اسے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اور نہیں اہل کتاب سے کوئی مگر یہ کہ ضرور ایمان لانے والا ہے عیسیٰ پر اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہی دے گا۔ اس مسئلے میں مخالف یہود و نصاریٰ ہیں اور مذہب نیچری کا قیاس ہوتا ہے کہ وہ بھی مخالف ہوں یہود تو خلاف کیا ہی چاہیں اور یہ ساختہ نیچر کی سمجھ سے دور ہے کہ آدمی سلامت آسمان پر اٹھالیا جائے اور اس کی صورت کا دوسرا بن جائے اس کے دھوکے میں سولی پائے مگر ختم الٰہی کا ثمرہ نصاریٰ بھی اس عبد اللہ و رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ معاذ اللہ وہ ابن اللہ مان کر پھر باتباع یہود اسی کے قائل ہوئے کہ دشمنوں نے انہیں سولی دے دی۔ قتل کیا نہ ان کی خدائی چلی نہ بیٹے ہونے نے کام دیا طرفہ خدا جسے آدمی سولی دیں۔

﴿ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ﴾

مسئلہ ثانیہ: اس جناب رفعت قباب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب قیامت آسمان سے اترنا دنیا میں دوبارہ تشریف فرما ہو کر اس عہد کے مطابق جو اللہ عزوجل نے تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیا دین محمد رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنا یہ مسئلہ قسم ثانی یعنی ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت سے ہے جس کا منکر گمراہ خاسر بدمذہب فاجر اس کی دلیل احادیث متواترہ و اجماع اہل حق ہے۔ ہم یہاں بعض احادیث ذکر کرتے ہیں۔

حدیث اول: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم"

کیسا حال ہوگا تمہارا جب تم میں ابن مریم نزول کریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔

یعنی اس وقت کی تمہاری خوشی اور تمہارا فخر بیان سے باہر کہ روح اللہ تم میں اتریں تم میں رہیں تمہارے معین و یاور بنیں اور تمہارے امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں۔

حدیث دوم: نیز صحیحین و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں انہیں سے ہے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی یکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابوھریرۃ فاقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ "

قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک ضرور نزدیک آتا ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں پس صلیب کو توڑ دیں اور خنزیر کو قتل کریں اور جزیہ کو موقوف کردیں گے (یعنی کافر سے سوا اسلام کے کچھ قبول نہ فرمائیں گے) اور مال کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا یہاں تک کہ ایک سجدہ تمام دنیا اور اس کی سب چیزوں سے بہتر ہوگا۔ یہ حدیث بیان کر کے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تم چاہو تو اس کی تصدیق قرآن مجید میں دیکھ لو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عیسیٰ کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔

حدیث سوم: صحیح مسلم میں انہیں سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ رومی نصاریٰ اعماق یا وابق میں اتریں (کہ ملک شام کے دو موضع ہیں) ان کی طرف مدینہ طیبہ سے ایک لشکر جائیگا جو اس دن بہترین اہل زمین سے ہونگے۔ جب دونوں لشکر مقابل ہوں گے رومی کہیں گے ہمیں ہمارے ہم قوموں سے لڑ لینے دو جو ہم میں سے قید ہو کر تمہاری طرف گئے (اور مسلمان ہو گئے) ہیں مسلمان کہیں گے نہیں واللہ نہیں ہم اپنے بھائیوں کو تمہارے مقابلے میں تنہا نہ چھوڑیں گے پھر ان سے لڑائی ہوگی لشکر اسلام سے ایک تہائی بھاگ جائیں گے اللہ تعالیٰ انہیں توبہ نصیب نہ کرے گا اور ایک تہائی مارے جائیں گے وہ اللہ کے نزدیک شہداء ہونگے اور ایک تہائی کو فتح ملے گی یہ کبھی فتنے میں نہ پڑیں گے پھر یہ مسلمان قسطنطنیہ کو (کہ اس سے پہلے نصاریٰ کے قبضے میں آچکی ہوگی) فتح کریں گے وہ غنیمتیں تقسیم ہی کرتے ہوں گے اپنی تلواریں درختان زیتون پر لٹکا دی ہوں گی کہ ناگاہ شیطان پکارے گا کہ تمہارے گھروں میں دجال آ گیا مسلمان پلٹیں گے اور یہ خبر جھوٹی ہوگی جب شام میں آئیں گے دجال نکل آئے گا۔

" فبینما ھم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذ اقیمت الصلوۃ فینزل عیسیٰ بن مریم فامھم فاذا راہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لا نذاب حتی یھلک ولکن یقتلہ اللہ بیدہ فیریھم دمہ فی حربتہ "

اسی اثنا میں کہ مسلمان دجال سے قتال کی تیاریاں کرتے صفیں سنوارتے ہونگے کہ نماز کی تکبیر ہوگی عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں گے ان کی امامت کریں گے۔ وہ خدا کا دشمن دجال جب انہیں دیکھے گا ایسا گلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گل جاتا ہے اگر عیسیٰ رسول اللہ اسے نہ ماریں جب بھی گل گل کر ہلاک ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ سے اسے قتل کرے گا مسیح مسلمانوں کو اس کا خون اپنے نیزے میں دکھائیں گے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حدیث چہارم : نیز صحیح مسلم وسنن ابی داود جامع ترمذی وسنن نسائی ابن ماجہ میں حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" انها لن تقوم حتى تروا قبلها عشر ايات فذكر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسىٰ بن مريم و ياجوج و ماجوج " (الحديث)

بے شک قیامت نہ آئے گی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو ازانجملہ ایک دھواں اور دجال اور دابۃ الارض اور آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا اور عیسیٰ بن مریم کا اترنا اور یاجوج وماجوج کا نکلنا؛

حدیث پنجم : مسند امام احمد وصحیح مسلم میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے رسول اللہ ﷺ نے دجال کے ذکر میں فرمایا؛

" يأتى بالشام مدينة بفلسطين بباب لد فينزل عيسىٰ عليه الصلوٰة والسلام فيقتله ويمكث عيسىٰ في الارض اربعين سنة اماما عدلا و حكما مقسطاً "

وہ ملک شام میں شہر فلسطین دروازۂ شہر لد کو جائیگا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اترکر اسے قتل کریں گے۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین میں چالیس برس رہیں گے امام عادل حاکم منصف ہوکر۔

حدیث ششم : نیز مسند وصحیح مذکورین میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" لاتزال طائفة من امتى يقاتلون على الحق ظاهرين الىٰ يوم القيامة فينزل عيسىٰ بن مريم فيقول اميرهم تعالىٰ صل لنا فيقول لا ان بعضكم على بعض امير تكرمة الله لهذه الامة "

ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ حق پر قتال کرتا قیامت تک غالب رہے گا پس عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام اتریں گے امیر المومنین ان سے کہے گا آیئے ہمیں نماز پڑھایئے وہ فرمائیں گے نہ، تم میں بعض بعض پر سردار ہیں بسبب اس امت کی بزرگی کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

حدیث ہفتم : نیز مسند احمد وصحیح مسلم وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ مطولا اور سنن ابی داؤد میں مختصراً حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے دجال لعین کا ذکر فرمایا کہ وہ شام وعراق کے درمیان سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نکلے گا چالیس دن رہے گا پہلا دن ایک سال کا ہوگا اور دوسرا ایک مہینے کا تیسرا ایک ہفتہ کا باقی دن جیسے دن ہوتے ہیں اس قدر جلد ایک شہر سے دوسرے میں پہنچ گا جیسے (۱) بادل کو ہوا اڑائے لئے جاتی ہو جو اسے مانیں گے ان کے لئے بادل کو حکم دے گا برسنے لگے گا زمین کو حکم دے گا کھیتی جم اٹھے گی جو نہ مانیں گے ان کے پاس سے چلا جائیگا ان پر قحط ہو جائے گا تہی دست رہ جائیں گے۔ ویرانے پر کھڑا ہو کر کہے گا اپنے خزانے نکل کر شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے ہولیں گے پھر ایک جوان گٹھے ہوئے جسم کو بلا کر تلوار سے دو ٹکڑے کرے گا دونوں ٹکڑے ایک نشانہ ءِ تیر کے فاصلے سے رکھ کر مقتول کو آواز دے گا وہ زندہ ہو کر چلا آئے گا دجال لعین اس پر بہت خوش ہوگا ہنسے گا۔

" فبینما ھو کذلک اذا بعث اللہ المسیح عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مھر و ذتین واضعا کفیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طأطأ راسہ قطر واذا رفعہ تحدر منہ جمان کاللؤلؤ فلا یحل الکافر یجد ریح نفسہ الا مات و نفسہ ینتھی حیث ینتھی طرفہ فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ "

دجال لعین اسی حال میں ہوگا کہ اللہ عزوجل مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا وہ دمشق کی شرقی جانب منارۂ سپید کے پاس نزول فرمائیں گے دو کپڑے ورس و زعفران سے رنگے ہوئے پہنے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے جب اپنا سر جھکائیں گے بالوں سے پانی ٹپکنے لگے گا اور جب سر اٹھائیں گے موتی سے جھڑنے لگیں گے کسی کافر کو حلال نہیں کہ ان کی سانس کی خوشبو پائے اور مر نہ جائے اور ان کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی وہ دجال لعین کو تلاش کر کے بیت المقدس کے قریب جو شہر لُدّ ہے اس کے دروازے کے پاس اسے قتل فرمائیں گے۔ اس کے بعد سید عالم ﷺ نے ان کے زمانے میں یاجوج و ماجوج کا نکلنا پھر اس کا ہلاک ہونا بیان فرمایا پھر ان کے زمانے برکت کی افراط یہاں تک کہ انار اتنے بڑے پیدا ہوں گے کہ ایک انار سے ایک جماعت کا پیٹ بھرے گا۔ چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت آجائے گی ایک اونٹنی کا دودھ آدمیوں کے گروہوں کے لئے کافی ہوگا ایک گائے کے دودھ سے ایک قبیلے ایک بکری کے

(۱) فائدہ: یہ ہوائی جہاز اس رسالہ طبع ثانی کے زمانہ میں ایجاد ہوئے اسی کا پیش خیمہ ہیں صادق مصدوق ﷺ کے ارشادات سب یقیناً حق ہیں ظاہری اسباب پر سر منڈانے والے اپنے وقت تک کے خلاف اسباب بات سن کر بدکتے ہیں پھر اسباب ہی بتا دیتے ہیں کہ ان کا بدکنا محض جہل و حماقت تھا اللہ عزوجل کی قدرت پر اعتقاد نہ تھا اسی قبیل سے ہے وہ حدیث کہ آدمی سے اس کا کوڑا بات کرے گا بازار کو جائے گا کوڑا مکان میں لٹکا جائیگا اس کے پیچھے گھر میں جو باتیں ہوئیں کوڑا اسے بتا دیگا یہ احمقوں کے نزدیک کتنا خلاف نیچر تھا اب فوٹو گراف سے اس کا سامان پڑ چلا۔ ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

دودھ سے ایک قبیلے کی شاخ کا پیٹ بھر جائے گا۔

حدیث ہشتم : نیز مسند احمد وصحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"یخرج الدجال فی امتی فیمکث اربعین سنة فیبعث اللہ عیسیٰ بن مریم فیطلبه فیهلکه : الحدیث"

دجال میری امت میں نکلے گا ایک چلہ ٹھہرے گا پھر اللہ عزوجل عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا وہ اسے ڈھونڈ کر قتل کریں گے۔

حدیث نہم : سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"لیس بینی و بینه نبی یعنی عیسیٰ علیه السلام وانه نازل فاذا رایتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبیاض بین ممصرتین کأن راسه یقطرون لم یصبه بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویهلک اللہ فی زمانه الملل کلها الا الاسلام و یهلک المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفی فیصلی علیه المسلمون"

میرے اور عیسیٰ کے بیچ میں کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ اترنے والے ہیں جب تم انہیں دیکھنا پہچان لینا وہ میانہ قد ہیں رنگ سرخ وسپید دو کپڑے ہلکے زرد رنگ کے پہنے ہوئے گویا ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے اگرچہ انہیں تری نہ پہنچی ہو وہ اسلام پر کافروں سے جہاد فرمائیں گے صلیب توڑیں گے خنزیر قتل کریں گے جزیہ اٹھا دیں گے ان کے زمانہ میں اللہ عزوجل اسلام کے سوا سب مذہبوں کو فنا کر دے گا وہ مسیح دجال کو ہلاک کریں گے دنیا میں چالیس برس رہ کر وفات پائیں گے مسلمان ان کے جنازے کی نماز پڑھیں گے۔

حدیث دہم : جامع ترمذی میں حضرت مُجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"یقتل ابن مریم الدجال بباب لُدّ"

عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام دجال کو دروازہ شہر لد پر قتل فرمائیں گے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اس باب میں حدیثیں وارد ہیں حضرت عمران بن حصین ونافع بن عتبہ وابو برزہ وحذیفہ وکیسان وعثمان بن ابی العاص وجابر وابو امامہ وابن مسعود وعبداللہ بن عمرو وسمرہ بن جندب ونواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذیفہ بن الیمان سے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حدیث یازدہم : سنن ابن ماجہ وصحیح ابن حزیمہ ومستدرک حاکم وصحیح مختارہ میں ہے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

تعالیٰ عنہ سے حدیث طویل جلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بالتفصیل عجائب احوال اعور دجال اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ بیان فرمائے پھر فرمایا اہل عرب سے زمانے میں سب کے سب بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کا امام ایک مرد صالح ہوگا (یعنی حضرت امام مہدی)

" فبینما امامهم قد تقدم یصلی بهم الصبح اذ نزل علیهم عیسی بن مریم الصبح "

اس اثنا میں کہ ان کا امام نماز صبح پڑھانے کو بڑھے گا ناگاہ عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام وقت صبح نزول فرمائیں گے مسلمانوں کا امام الٹے قدموں پھرے گا کہ عیسیٰ امامت کریں عیسیٰ اپنا ہاتھ اس کی پشت پر رکھ کر کہیں گے آگے بڑھو نماز پڑھاؤ کہ تکبیر تمہارے ہی لئے ہوئی تھی ان کا امام نماز پڑھائے گا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سلام پھیر کر دروازہ کھلوائیں گے اس طرف دجال ہوگا جس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہتھیار بند ہوں گے جب دجال کی نظر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑے گی پانی میں نمک کی طرح گلنے لگے گا بھاگے گا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے میرے پاس تجھ پر ایک وار ہے جس سے تو بچ کر نہیں جا سکتا پھر شہر لد کے شرقی دروازے پر اسے قتل فرمائیں گے اس کے بعد قتل کے احوال ارشاد ہوئے۔

حدیث دوازدہم : نیز سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے شب اسراء رسول اللہ ﷺ ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملے باہم قیامت کا چرچا ہوا انبیاء نے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا حال پوچھا انہیں خبر نہ تھی موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا انہیں بھی معلوم نہ تھا انہوں نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رکھا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قیامت جس وقت آکر گرے گی اسے تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہاں اس کے گرنے سے پہلے کے باب میں مجھے رب العزۃ نے ایک اطلاع دی ہے پھر خروج دجال ذکر کر کے فرمایا " فانزل فاقتله " میں اتر کر اسے قتل کروں گا پھر یاجوج و ماجوج نکلیں گے میری دعا سے ہلاک ہوں گے۔

" فعهد إلی امتی کان ذلک کانت الساعة من الناس کالحامل التی لا یدری اهلها متی تفجؤهم بولادة "

یعنی مجھے رب العزۃ نے اطلاع دی ہے کہ جب یہ سب ہولے گا تو اس وقت قیامت کا حال لوگوں پر ایسا ہوگا جیسے کوئی عورت پورے دنوں پیٹ سے ہو گھر والے نہیں جانتے کہ کس وقت اس کے بچہ ہو پڑے۔

حدیث سیزدہم : امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور رویانی مسند اور ضیا صحیح مختارہ میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ نے ذکر دجال بیان کر کے فرمایا:

" ثم یجئ عیسیٰ بن مریم من قبل المغرب مصدقا بمحمد ﷺ وعلی ملته فیقتل الدجال ثم انما هو قیام الساعة "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اس کے بعد عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام جانب مغرب سے آئیں گے محمد ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے اور انہیں کی ملت پر۔ پس دجال کو قتل کریں گے پھر آ گے قیامت ہی قائم ہونا ہے۔

حدیث چہاردہم : معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے بعد ذکر دجال فرمایا:

" یلبث فیکم ما شاء اللہ ثم ینزل عیسیٰ بن مریم مصدقا بمحمد علی ملتہ اماما مھدیا وحکما عدلا فیقتل الدجال "

وہ تم میں رہے گا جب تک اللہ چاہے پھر عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام اتریں گے محمد ﷺ کی تصدیق کرتے حضور کی ملت پر امام راہ پائے ہوئے اور حاکم عدل کرنے والے وہ دجال کو قتل کریں گے۔

حدیث پانزدھم : مسند احمد و صحیح ابن خزیمہ و مسند ابی یعلی و مستدرک حاکم و مختارہ مقدسی میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے رسول اللہ ﷺ نے حدیث طویل ذکر دجال میں فرمایا مسلمان ملک شام میں ایک پہاڑ کی طرف بھاگ جائیں گے وہ وہاں جا کر ان کا حصار کرے گا اور سخت مشقت و بلائیں ڈالے گا۔

" ثم ینزل عیسیٰ فینادی من السحر فیقول یا ایھا الناس ما یمنعکم ان تخرجوا ! الی الکذاب الخبیث فیقولون ھذا رجل حی فینطقون (ا) فاذا ھم بعیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام "

اس کے بعد عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتریں گے پچھلی رات مسلمانوں کو پکاریں گے لوگو اس کذاب خبیث کے مقابلے کو کیوں نہیں نکلتے مسلمان کہیں گے یہ کوئی مرد زندہ ہے (یعنی گمان میں یہ ہو گا کہ جتنے مسلمان یہاں محصور ہیں ان کے سوا کوئی باقی نہ بچا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سن کر کہیں گے یہ مرد زندہ ہے) جواب دیں گے دیکھیں تو وہ عیسیٰ ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے بعد نماز صبح میں امام مسلمین کی امامت پھر دجال کے قتل کا ذکر فرمایا:

حدیث شانزدھم : نعیم بن حماد کتاب الفتن میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

" قلت یا رسول اللہ الدجال قبل او عیسیٰ بن مریم قال الدجال ثم عیسیٰ بن مریم : " الحدیث"

میں نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) پہلے دجال نکلے گا یا عیسیٰ بن مریم فرمایا عیسیٰ بن مریم۔

حدیث ہفدھم : طبرانی کبیر میں اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ا : " ھکذا فی نسختی التی رایت ولعلی توابہ فیتطلقون "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" ینزل عیسی بن مریم عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق "

عیسیٰ بن مریم دمشق کی شرقی جانب منارۂ سپید کے پاس نزول فرمائیں گے۔

حدیث ھیجدھم: مستدرک حاکم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" لیھبطن عیسیٰ بن مریم حکما واماما مقسطاً فجاء، فجا حا ،جا او معتمر او لیأتین تبری حتی یسلم علی ولا ردون علیه "

خدا کی قسم ضرور عیسیٰ بن مریم حاکم وامام عادل ہوکر اتریں گے اور ضرور شارع عام کے رستے حج یا عمرے کو جائیں گے اور ضرور میرے سلام کے لئے میرے مزار اقدس پر حاضر آئیں گے اور ضرور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا صلی اللہ تعالیٰ علیک و علیه وعلی جمیع اخوانکما من النبیاء والمرسلین والک [illegible]الھم وبارک وسلم .

حدیث نوزدھم: صحیح ابن خزیمہ ومستدرک حاکم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" سیدرک رجلان من امتی عیسیٰ بن مریم ویشھد ان قتال الدجال "

عنقریب میری امت سے دو مرد عیسیٰ بن مریم کا زمانہ پائیں گے اور دجال سے قتال میں حاضر ہوں گے۔

اقول: ظاہر امت سے مراد امت موجودہ زمانہ رسالت ہے علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ ورنہ امت حضور سے تو لاکھوں زمانہ کلمۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پائیں گے اور قتال لعین دجال میں حاضر ہوں گے اس تقدیر سے وہ دونوں مرد سیدنا الیاس وسیدنا خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں کہ اب تک زندہ ہیں اور اس وقت تک زندہ رہیں گے۔

" کما ورد فی حدیث افادہ سیدنا الوالد المحقق دام ظلہ علی ھامش التیسیر شرح جامع الصغیر "

حدیث بستم: امام حکیم ترمذی نوادر الاصول اور حاکم مستدرک میں حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" لن یجزی اللہ تعالیٰ امۃ انا اولھا وعیسی بن مریم آخرھا "

اللہ عزوجل ہرگز رسوانہ فرمائے گا اس امت کو جس کا اولی میں ہوں اور آخر عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

حدیث بست ویکم: ابو داؤد وطیالسی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" لم یسلط علی الدجال الا عیسی بن مریم "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

دجال لعین کے قتل پر کسی کو قدرت نہ دی گئی سوا عیسیٰ بن مریم کے علیہما الصلوٰۃ والسلام کے۔

حدیث بست و دوم: مسند احمد و سنن نسائی و صحیح مختارہ میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"عصابتان من امتی اضررھما اللہ تعالیٰ من النا رعصابة تغزو الھند وعصابة تکون مع عیسیٰ بن مریم"

میری امت کے دو گروہوں کو اللہ عزوجل نے نار سے محفوظ رکھا ہے ایک گروہ وہ جو کفار ہند پر جہاد کرے گا اور دوسرا وہ جو عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوگا۔

حدیث بست و سوم: ابونعیم حلیہ اور ابوسعید نقاش فوائد العراقیین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"طوبی لعیش بعد المسیح یوذن للسماء فی القطر و یؤذن للارض فی النبات حتی لوبذرت حبک علی الصفا لنبت وحتی یمر الرجل علی الاسد فلا یضرہ ویطأ علی الحیة فلا تضرہ ولا تشاحح ولا تحاسد ولا تباغض"

خوشی اور شادمانی ہے اس عیش کے لئے جو بعد نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوگا آسمان کو اذن ہوگا کہ برسے اور زمین کو حکم ہوگا کہ اگائے یہاں تک کہ اگر تو اپنا دانہ پتھر کی چٹان پر ڈال دے تو وہ بھی جم اٹھے گا اور یہاں تک کہ آدمی شیر پر گذرے گا اور وہ اسے نقصان نہ پہنچائے گا اور سانپ پر پاؤں رکھ دے گا اور وہ اسے مضرت نہ دے گا نہ آپس میں مال کا لالچ رہے گا نہ کینہ۔

"فی التیسر شرح الجامع الصغیر طوبی لعیش بعد المسیح ای بعد نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام الی الارض فی آخر زمان"۔

حدیث بست و چہارم:

مسند الفردوس میں اُنہیں سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"ینزل عیسی بن مریم علی ثمانمائة رجل واربع مائة امرأة اخیراء من علی الارض" الحدیث

عیسیٰ بن مریم ایسے آٹھ سو مردوں اور چار سو عورتوں پر آسمان سے نزول فرمائیں گے جو تمام روئے زمین پر سب سے بہتر ہوں گے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حدیث بست وپنجم :

امام رازی وابن عساکر بطریق عبدالرحمٰن بن ایوب بن نافع بن کیسان عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" ینزل عیسیٰ بن مریم عند باب دمشق عند المنارة البیضاء لست ساعات من النهار ثوبین ممشوقین کانما ینحدر من راسه اللؤلؤ "

عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام دروازۂ دمشق کے نزدیک سپید منارے کے پاس چھ گھڑی دن چڑھے دو رنگین کپڑے پہنے اتریں گے گویا ان کے بالوں سے موتی جھڑتے ہیں۔

حدیث بست وششم :

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" انی لا رجو ان طال بی عمران القی عیسی بن مریم فان عجل بی موت فمن لقیه منکم فلیقرأه منی السلام "

میں امید کرتا ہوں کہ اگر میری عمر دراز ہوئی تو عیسیٰ بن مریم سے ملوں اور اگر میرا دنیا سے تشریف لے جانا جلد ہو جائے تو تم میں جو انہیں پائے ان کو میرا اسلام پہنچائے۔

حدیث بست وہفتم :

ابن الجوزی کتاب الوفا میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتنزوج یولد له و یمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی بن مریم من قبر واحد بین ابی بکر و عمر "

عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام زمین پر اتریں گے یہاں شادی کریں گے ان کے اولاد ہوگی۔ پینتالیس برس رہیں گے اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔ میرے ساتھ مقبرۂ پاک میں دفن ہوں گے روز قیامت میں اور وہ ایک ہی مقبرے سے اس طرح اٹھیں گے کہ ابوبکر وعمر ہم دونوں کے داہنے بائیں ہوں گے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حدیث بست وہشتم:

بغوی شرح السنہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث طویل ابن صیاد میں راوی (جس پر دجال ہونے شبہ کیا جاتا تھا) امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ (ﷺ) مجھے اجازت دیجئے کہ اسے قتل کردوں فرمایا:

"ان یکن ھو فلست صاحبہ انما صاحبہ عیسیٰ بن مریم والا یکن ھو فلیس لک ان تقتل رجلا من اھل العھد"

اگر یہ دجال ہے تو اس کے قاتل تم نہیں دجال کے قاتل تو عیسیٰ بن مریم ہوں گے اور اگر یہ وہ نہیں تو تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ کسی ذمی کو قتل کرو۔

حدیث بست ونہم:

ابن جریر حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"اول الأیات الدجال و نزول عیسیٰ و یاجوج و ماجوج یسیرون الی خراب الدنیا حتی یأتوابیت المقدس و عیسیٰ والمسلمون بجُبل طور سینین فیوحی اللہ الی عیسی ان احرزعبادی بالطور وما یلی ایلۃ ھم ان عیسیٰ یرفع یدیہ الی السماء ویؤمن المسلمون فیبعث اللہ علیھم دابہ یقال لھا النغف تدخل فی مناخرھم فیصبحون موتی ھذا مختصر"

قیامت کی بڑی نشانیوں میں پہلی نشانی دجال کا نکلنا اور عیسیٰ بن مریم کا اترنا اور یاجوج کا پھیلنا وہ گروہ کے گروہ ہیں ہر گروہ میں چار لاکھ گروہ ان میں کوئی مرد نہیں مرتا دجال کا جب تک خاص اپنے نطفے سے ہزار شخص نہ دیکھ لے بنی آدم سے۔ وہ دنیا ویران کرنے چلیں گے (دجلہ وفرات وبحیرۂ طبریہ کو پی جائیں گے) یہاں تک کہ بیت المقدس تک پہنچیں گے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام و اہل اسلام اس دن کوہ طور سینا میں ہوں گے اللہ عزوجل عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجے گا کہ میرے بندوں کو طور اور ایلہ کے قریب محفوظ جگہ میں رکھ۔ پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہاتھ اٹھا کر دعا کریں گے اور مسلمان آمین کہیں گے۔ اللہ عزوجل یاجوج وماجوج پر ایک کیڑا بھیجے گا نغف نام۔ وہ ان کے نتھنوں میں گھس جائے گا صبح سب مرے پڑے ہوں گے۔

حدیث سیم:

حاکم وابن عساکر تاریخ اور ابونعیم کتاب اخبار المہدی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" کیف تھلک امۃ انا فی اولھا وعیسی بن مریم فی اخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا "

کیونکر ہلاک ہو وہ امت جس کی ابتداء میں مَیں ہوں اور انتہاء میں عیسٰی بن مریم اور بیچ میں میرے اہل بیت سے مہدی۔

حدیث سی ویکم:

نیز اسی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" منا الذی یصلی عیسیٰ بن مریم خلفہ "

میرے اہل بیت میں سے وہ شخص ہے جس کے پیچھے عیسٰی بن مریم نماز پڑھیں گے۔

حدیث سی ودوم:

ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

" یاعم النبی (ﷺ) ان اللہ ابتدأ الاسلام بی وسیختمہ بغلام من ولدک وھو الذی یتقدم "

اے نبی کے چچا بے شک اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ابتداء مجھ سے کی اور قریب ہے کہ اسے ختم تیری اولاد سے ایک لڑکے پر کرے گا وہی جس کے پیچھے عیسٰی بن مریم نماز پڑھیں گے۔ حضرت امام مہدی کی نسبت متعدد احادیث سے ثابت کردہ عترت رسالت وبنی فاطمہ سے ہیں اور متعدد احادیث میں ان کا علاقہ ءنسب حضرت عباس عم مکرم سید عالم ﷺ سے بھی بتایا گیا اور اس میں کچھ بُعد نہیں وہ نسباً سید حسنی ہوں گے اور مادری رشتوں میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اتصال رکھیں گے جیسے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رافضیوں کے رد میں فرمایا کہ کوئی شخص اپنے باپ کو بھی برا کہتا ہے ابوبکر صدیق دوبار میرے باپ ہوئے یعنی دو طرح سے میرا نسب مادری حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

حدیث سی وسوم:

اسحاق بن بشر وابن عساکر حدیث طویل ذکر دجال میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اللہ ﷺ نے فرمایا:

"فعند ذلک ینزل اخی عیسیٰ بن مریم من السماء علی جبل افیق اماما هادیا وحکما عادلا علیه برنس له مربوع الخلق اصلت سبط الشعر بیده حربة یقتل الدجال تضع الحرب اوزارها وکان السلم فیلقی الرجل الاسد فلا یهیجه ویاخذ الحیة فلا تضره وتنبت الارض کنباتها علی عهد ادم و یومن به اهل الارض ویکون الناس اهل ملة واحدة"

یعنی جب دجال نکلے گا اور سب سے پہلے ستر ہزار یہودی طیلسان پوش اس کے ساتھ ہولیں گے اور لوگ اس کے سبب بلائے عظیم میں ہوں گے مسلمان سمٹ کر بیت المقدس میں جمع ہوں گے اس وقت میرے بھائی عیسیٰ بن مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام آسمان سے کوہ افیق پر اتریں گے۔ امام راہ نما د حاکم عادل ہو کر ایک اونچی ٹوپی پہنے میانہ قد کشادہ پیشانی مُوئے سر سیدھے ہاتھ میں نیزہ جس سے دجال کو قتل کریں گے اس وقت لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے گی اور سب جہان میں امن وامان ہو جائے گا آدمی شیر سے ملے تو وہ جوش میں نہ آئے گا اور سانپ کو پکڑے تو وہ نقصان نہ پہنچائے گا کھیتیاں اس رنگ پر اگیں گی جیسے زمانہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اگا کرتی تھیں۔ تمام اہل زمین ان پر ایمان لے آئیں گے اور سارے جہان میں صرف ایک دین اسلام ہوگا۔

حدیث سی و چہارم:

ابن النجار انہیں سے راوی رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

"اذا سکن بنوک السواد ولبسوا السواد وکان شیعتهم اهل خراسان لم یزل هذا الامر فیهم حتی یدفعوه الی عیسی بن مریم"

جب تمہاری اولاد دیہات میں بسے اور سیاہ لباس پہنے اور ان کے گروہ اہل خراسان ہوں جب سے خلافت ہمیشہ ان میں رہے گی یہاں تک کہ وہ اسے عیسیٰ بن مریم کے سپرد کردیں گے۔

حدیث سی و پنجم:

ابن عساکر ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں حضور کے پہلو میں دفن کی جاؤں فرمایا:

"انی لی بذلک الموضع ما فیه الاموضع قبری و قبر ابی بکر و عمر وعیسیٰ بن مریم"

بھلا اس کی اجازت میں کیونکر دوں وہاں تو صرف میری قبر کی جگہ ہے اور ابوبکر وعمر و عیسیٰ بن مریم کی علیہ السلام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حدیث سی و ششم:

ابونعیم کتاب الفتن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" المحاصرون ببیت المقدس اذ ذاک مائة الف امرأة والنان و عشرون الفاً مقاتلون اذ غشیتهم ضبابة من غمام اذ تنکشف عنهم مع الصبح فاذا عیسیٰ بین ظهرانیهم "

اس وقت بیت المقدس میں ایک لاکھ عورتیں اور بائیس ہزار مرد جنگی محصور ہوں گے ناگاہ ایک ابر کی گھٹا ان پر چھائے گی صبح ہوتے کھلے گی تو دیکھیں گے کہ عیسیٰ ان میں تشریف فرما ہیں۔

حدیث سی و ہفتم:

مسند ابی یعلی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" والذی نفسی بیده لینزلن عیسی بن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لا جیبنه"

قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک عیسیٰ بن مریم اتریں گے پھر اگر میری قبر پر کھڑے ہوکر مجھے پکاریں تو ضرور انہیں جواب دوں گا۔

حدیث سی و ہشتم:

ابونعیم حلیہ میں عروہ بن رویم سے مرسلاً راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" خیر هذه الامة اولها واخرها اولها فیهم رسول الله ﷺ واخرها فیهم عیسی بن مریم : الحدیث"

اس امت کے بہتر اولی و آخر کے لوگ ہیں اول کے لوگوں میں رسول اللہ ﷺ رونق افروز ہیں اور آخر کے لوگوں میں عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہوں گے۔

حدیث سی و نہم:

جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

" مکتوب فی التورٰة صفة محمد ﷺ وعیسیٰ یدفن معه' "

رب العزۃ تبارک وتعالیٰ نے تورات مقدس میں حضور سید عالم ﷺ کی صفت میں ارشاد فرمایا ہے کہ عیسیٰ ان کے پاس دفن کئے جائیں گے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

" علیه الصلوٰة والسلام فی المرقاة ای و مکتوب فیها ایضا ان عیسیٰ یدفن معه قال الطیبی هذا هو المکتوب فی التوراة "

حدیث چہلم:

ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

" یهبط عیسیٰ بن مریم فیصلی الصلوٰة ویجمع الجمع ویزید فی الحلال کانی به تجدبه رواحله ببطن الروحاء حاجاً او معتمراً "

عیسیٰ بن مریم اتریں گے نمازیں پڑھیں گے جمع قائم کریں گے مال حلال کی افراط کردیں گے گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی سواریاں انہیں تیز لئے جاتی ہیں بطن وادی روحا میں حج یا عمرے کے لئے۔

حدیث چہل ویکم:

وہی حضرت ترجمان القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

" لا تقوم الساعة حتی ینزل عیسیٰ بن مریم علی ذورة افیق بیده حربة یقتل الدجال "

قیامت قائم یہاں تک کہ عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کوہ افیق کی چوٹی پر نزول فرمائیں گے ہاتھ میں نیزہ لئے جس سے دجال کو قتل کریں گے۔

حدیث چہل ودوم:

وہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

" ان المسیح بن مریم خارج قبل یوم القیمة ولیستغن به الناس عمن سواه "

بے شک مسیح بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام قیامت سے پہلے ظہور فرمائیں گے آدمیوں کو ان کے سبب اور سب سے بے نیازی چاہئے یہ امر بمعنی اخبار ہے زمانہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نہ کوئی قاضی ہوگا نہ کوئی مفتی نہ کوئی بادشاہ انہیں کی طرف سب باتوں میں رجوع ہوگی۔

حدیث چہل وسوم:

وہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث طویل ذکر مغیبات آئندہ میں راوی کہ چنیں وچناں

https://ataunnabi.blogspot.in
for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

وہوگا پھر مسلمان قسطنطینیہ ورومیہ کو فتح کریں گے پھر دجال نکلے گا اس کے زمانہ میں قحط شدید ہوگا۔

" فبینما هم كذالك اذ سمعوا صوتا من السماء ابشروا فقد اتاكم الغوث فيقولون نزل عيسى بن مريم فيستبشرون و يستبشر بهم ويقولون سل روح الله فيقول ان الله اكرم هذه الامة فلا ينبغى لاحد ان يؤمهم الا منهم فيصلى امير المومنين بالناس ويصلى عيسىٰ خلفه "

لوگ اسی ضیق و پریشانی میں ہوں گے ناگاہ آسمان سے ایک آواز سنیں گے خوش ہو کہ فریادرس تمہارے پاس آیا مسلمان کہیں گے کہ عیسیٰ بن مریم اترے خوشیاں کریں گے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں دیکھ کر خوش ہونگے مسلمان عرض کریں گے یا روح اللہ نماز پڑھایئے فرمائیں گے اللہ عزوجل نے اس امت کو عزت دی ہے اس کا امام اسی میں سے چاہئے امیر المؤمنین نماز پڑھائیں گے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ سلام پھیر کر اپنا نیزہ لے کر دجال کے پاس جا کر فرمائیں گے ٹھہر اے دجال اے کذاب! جب وہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھے گا اور ان کی آواز پہچانے گا ایسا گلنے لگے جیسے آگ میں رانگ یا دھوپ میں چربی۔ اگر روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹھہر نہ فرمایا ہوتا تو گل کر فنا ہو جاتا پس عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی چھاتی میں نیزہ مار کر واصل جہنم کریں گے۔ پھر اس کے لشکر یہود و منافقین ہونگے قتل فرمائیں گے۔ صلیب توڑیں گے۔ خنزیر کو نیست و نابود کریں گے اب لڑائی موقوف اور امن وچین کے دن آئیں گے یہاں تک کہ بھیڑیے کے پہلو میں بکری بیٹھے گی اور وہ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے گا۔ بچے سانپ سے کھیلیں گے وہ نہ کاٹے گا۔ ساری دنیا عدل سے بھر جائے گی پھر خروج یاجوج و ماجوج اور ان کے فنا وغیرہ کا حال بیان کر کے فرمایا۔

" ويقبض عيسىٰ بن مريم ووليه المسلمون وغسلوه و حنطوه و كفنوه وصلوا عليه وحفروا له ودفنوه : الحديث "

ان سب وقائع کے بعد عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام وفات پائیں گے مسلمان ان کی تجہیز کریں گے نہلائیں گے خوشبو لگائیں گے، کفن دیں گے، نماز پڑھیں گے، قبر کھود کر دفن کریں گے ﷺ یہ سر دست بے قصد استیعاب تینتالیس حدیثیں ہیں جن میں ایک **چہل حدیث** پوری حضور پر نور سید المرسلین ﷺ سے ہے۔ "ثمانية و ثلثون نصا واثنتان او ثلثة حكما اما عبد الله بن عمرو فكثيرا ما ياخذ عن الاوائل " اور ایک حدیث میں تو کلام اللہ توریت مقدس کا ارشاد ہے اور خود **قرآن عظیم** میں بھی اس کا اشعار موجود قال اللہ عزوجل

﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلاً ...... اِلیٰ قَوْلِهٖ تَعَالیٰ...... وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾

بے شک مریم کا بیٹا علم ہے قیامت کا یعنی ان کے نزول سے معلوم ہو جائے گا کہ قیامت اب آئی۔ حضرت ابو ہریرہ و حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قرأت ہے۔ "وانه لعلم الساعة" بے شک ابن مریم نشانی ہیں قیامت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کے لئے۔ معالم التنزیل میں ہے:

"وانه یعنی عیسیٰ لعلم للساعة یعنی نزوله من اشراط الساعة یعلم به قربها وقرأ ابن عباس وابوهریرة وقتادة وانه لعلم للساعة بفتح اللام والعین ای امارة وعلامه" مدارک التنزیل میں ہے: وانه لعلم للساعة وان عیسیٰ علیه الصلوٰة والسلام مما یعلم به مجئ الساعة وقرأ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما العلم وهو العلامة ای وان نزوله علم الساعة"

امام جلال الدین محلی تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں:

"وانه ای عیسیٰ لعلم للساعة تعلم بنزوله"

بالجملہ یہ مسئلہ قطعیہ یقینیہ عقائد اہل سنت و جماعت سے ہے جس طرح اس کا راساً منکر گمراہ بالیقین یونہی اس کا بدلنے والا اور نزول عیسیٰ بن مریم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی زید و عمر کے خروج پر ڈھالنے والا بھی ضال مضل بددین کہ ارشادات حضور سید عالم ﷺ کی دونوں نے تکذیب کی:

" وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ " .

مسئلہ ثالثہ:

سیدنا روح اللہ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کی حیات **اقول** اس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ وہ اب زندہ ہیں یہ بھی مسائل قسم ثانی سے ہے جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ کہ اہل سنت کے نزدیک تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بحیات حقیقی زندہ ہیں۔ ان کی موت صرف تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے ایک آن کو ہوتی ہے پھر ہمیشہ حیات حقیقی ابدی ہے آئمہ کرام نے اس مسئلہ کو محقق فرمادیا ہے:

"وقد فصلها سیدنا الوالد المحقق دام ظله فی کتابه سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ"

دوسرے یہ کہ اب تک ان پر موت طاری نہ ہوئی زندہ ہیں آسمان پر اٹھائے گئے اور بعد نزول دنیا میں سالہا سال تشریف رکھ کر بعد اتمام نصرت اسلام وفات پائیں گے یہ مسائل قسمین اخیرین سے ہیں ان کے ثبوت کو **اولاً** اسی قدر کافی و وافی کہ رب العزت جل وعلانے فرمایا:

﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾

جس کی تفسیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضور سید عالم ﷺ سے گزری مخالف نے اپنی جہالت سے صرف صحیح بخاری کی تخصیص کی تھی یہ تفسیر نہ صرف اس میں بلکہ صحیح بخاری و مسلم دونوں میں موجود شرح مشکوٰۃ شریف للعلامۃ الطیبی میں ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" استدل بالاٰیة علی نزول عیسیٰ علیه الصلوٰة والسلام فی اٰخر الزمان مصدقا للحدیث وتحریره ان الضمیرین فی به وقبل موته لعیسیٰ والمعنی وان من اهل الکتٰب الا لیومنن بعیسیٰ قبل موت عیسیٰ وهم اهل الکتب الذین یکونون فی زمان نزوله فتکون الملة واحدة وهی ملة الاسلام "

خلاصہ یہ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت سے تصدیق حدیث کے لئے نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر استدلال فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر کتابی عیسیٰ کی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لانے والا ہے اور وہ یہود و نصاریٰ ہیں جو بعد نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے زمانے میں ہوں گے تو تمام روئے زمین پر صرف ایک دین ہوگا دین اسلام و بس

" نقله عنه الملا علی القاری فی المرقاة "

ثانیاً یہی تفسیر بسند صحیح دوسرے صحابی جلیل الشان ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی جن سے صحیح بخاری میں قول موت منقول ہونے کا مخالف نے ادعا کیا تھا صحیح بخاری و ارشاد الساری میں ہے:

" ثم یقول ابوهریرة بالاسناد السابق مستدلا علی نزول عیسیٰ فی اٰخر الزمان تصدیقا للحدیث (واقرؤا ان شئتم وان من اهل الکتب الذین تکونون فی زمانه فتکون الملة واحدة و هی ملة الاسلام ولهذا جزم ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما فیما رواه ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنه باسناد صحیح "

یعنی صحیح اس حدیث کو روایت کر کے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر دلیل لانے حدیث کی تصدیق قرآن مجید سے بتانے کے لئے فرماتے تم چاہو تو یہ آیت پڑھو۔

﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ...... آلایۃ﴾

اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہر کتابی ضرور ایمان لانے والا ہے عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے اور وہ کتابی ہیں جو اس وقت ان کے زمانے میں ہوں گے تو سارے جہان میں صرف ایک دن اسلام ہوگا اور اسی پر جزم کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس حدیث میں جو ان سے ابن جریر نے ان کے شاگرد رشید سعید بن جبیر کے واسطے سے بسند صحیح روایت کی انتہی۔ اور یہی تفسیر امام حسن بصری سے مروی ہوئی کما سیأتی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ثالثاً: تصریحات کثیرہ ائمہ کرام و مفسرین عظام و علمائے اعلام امام جلال الملۃ والدین سیوطی تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں:

" انی متوفیک قابضک رافعک الی من الدنیا من غیر موت "

یعنی اللہ عزوجل نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا میں تجھے اپنے پاس لے لوں گا اور دنیا سے بغیر موت دیئے اٹھا لوں گا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

تفسیر امام ابوالبقاعکبری میں ہے:

" انه رفع الی السماء ثم یتوفی من ذلک "

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں اور اس کے بعد وفات دیے جائیں گے۔ تفسیر سمین وتفسیر فتوحات الہیہ میں ہے:

" رفع الی السماء ثم یتوفی بعد ذلک بعد نزوله الی الارض وحکمه بشریعة محمد ﷺ "

وہ آسمان پر اٹھالئے گئے اور اس کے بعد زمین پر اتر کر شریعت محمدیہ ﷺ پر حکم کر کے وفات پائیں گے۔ امام بغوی تفسیر معالم التنزیل میں فرماتے ہیں:

" قال الحسن والکلبی وابن جریح انی قابضک ورافعک من الدنیا الی من غیر موت بذلک "

یعنی امام حسن بصری نے اجلہ ائمہ تابعین وتلامذہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہیں اور محمد بن السائب کلبی اور امام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے اجلہ واکابر ائمہ تبع تابعین سے اور حسب روایت ائمہ تابعین سے ہیں آیہ کریمہ کی تفسیر کی کہ اے عیسیٰ میں تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا بغیر اس کے کہ تیرے جسم کو موت لاحق ہو۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

" قد ثبت الدلیل انه حی وورد الخبر عن النبی ﷺ انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالی یتوفاه بعد ذلک "

دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اللہ عزوجل انہیں وفات دے گا اسی میں ہے:

" التوفی اخذ الشئ وافیا ولما علم الله تعالیٰ ان من الناس من یحظر بباله ان الذی رفعه الله هو روحه لا جسده ذکر هذا الکلام لیدل انه علیه الصلوٰة والسلام رفع بتمامه الی السماء بروحه وجسده "

توفی کہتے ہیں کسی چیز کے پورا لے لینے کو جب کہ اللہ عزوجل کے علم میں تھا کہ کچھ لوگوں کو یہ وہم گزرے گا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح آسمان پر گئی نہ بدن لہٰذا یہ کلام فرمایا جس سے معلوم ہو کہ وہ تمام وکمال مع روح وبدن آسمان پر اٹھالئے گئے۔ تفسیر عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی للعلامۃ شہاب الدین الخفاجی میں ہے:

" سبق انه علیه الصلوٰة لم یصلب ولم یمت "

اوپر گذرا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ سولی دیے گئے نہ انتقال فرمایا۔ امام بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

" کذا روی من طریق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسیٰ والله انه لحی ولکن اذا نزل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

امنوا به اجمعون و ذهب الیه اکثر اهل العلم"

یعنی آیہ کریمہ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ......الآیۃ﴾ کی تفسیر جو حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا امام حسن بصری سے بطریق ابی رجاء مروی ہوا کہ انہوں نے فرمایا معنی آیت یہ ہیں کہ تمام کتابی موت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ان پر ایمان لانے والے ہیں اور فرمایا خدا کی قسم عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اور اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد ذہبی نے تجرید الصحابہ اور امام تاج الدین سبکی نے کتاب القواعد اور امام ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے نبی اکرم سید عالم ﷺ کے صحابیوں میں شمار کیا کہ وہ شب معراج حضور اقدس ﷺ کے دیدار سے بہرہ اندوز ہوئے۔ ظاہر ہے کہ ان کی تخصیص اسی بناء پر ہے کہ انہیں یہ دولت قبل طریاں موت نصیب ہوئی ورنہ شب معراج حضور کی زیارت کس نبی نے نہ کی۔ امام سبکی نے اس مضمون کو ایک چیستان میں ادا فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی امت سے وہ کونسا جوان ہے جو باتفاق تمام جہان کے حضرت افضل الصحابہ صدیق اکبر و فاروق اعظم و عثمان غنی و علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سب سے افضل ہے یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اصابہ فی تمیز الصحابہ میں ہے:

" عیسیٰ المسیح بن مریم الصدیقة رسول اللہ و کلمته القاها الیٰ مریم ذکره الذهبی فی التجرید مستدرکا علی من قبله فقال عیسیٰ بن مریم رسول اللہ رأی النبی ﷺ لیلة الاسراء فهو نبی وصحابی وهو اخر من یموت من الصحابة والغره القاضی تاج الدین السبکی فی قصیدة التی فی اواخر القواعد له فقال

من باتفاق جمیع الخلق افضل من	خیر الصحاب ابی بکر ومن عمر
ومن علی و من عثمان وهو فتی	من امة المصطفیٰ المختار من مضر

امام ذہبی کی اس عبارت میں یہ بھی تصریح ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے صحابی ہیں جن کا انتقال سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد ہوگا۔ یہاں کلمات ائمہ دین و علمائے معتمدین کی کثرت اُس حد پر نہیں کہ ان کے احاطہ واستیعاب کی طمع ہو سکے اور اہل حق کے لئے اس قدر بھی کافی اور مخالف متعسف کہ اپنی ناقص عقل کے آگے ائمہ کو کچھ نہیں گنتے ان کے لئے ہزار دفتر نادانی لہٰذا اسی قدر پر بس کریں۔

رابعاً: یہی قول جمہور ہے اور قول جمہور ہی معتمد و منصور ابھی شرح صحیح بخاری سے گذرا:

" ذهب الیه اکثر اهل العلم"

خامساً: یہی قول مصحح و مرجح ہے اور قول صحیح کا مقابل ساقط و نامعتبر۔ امام قرطبی صاحب مفہم شرح صحیح مسلم پھر علامۃ الوجود امام ابو السعود تفسیر ارشاد العقل السلیم میں فرماتے ہیں:

" الصحیح ان اللہ رفعه من غیر وفاة ولا نوم کما قال الحسن وابن زید وهو اختیار الطبری

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

وهو الصحيح عن ابن عباس رضی الله تعالى عنهما "

صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ بیدار اٹھالیا نہ ان کا انتقال ہوا نہ اس وقت سوتے تھے جیسا کہ امام حسن بصری وابن زید نے تصریح فرمائی اور اسی کو طبرانی نے اختیار کیا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے بھی صحیح روایت یہی ہے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے: "القول الصحيح انه رفع وهو حی" صحیح روایت یہ ہے کہ وہ زندہ اٹھا لئے گئے۔ **اقول** یہ تو بالیقین ثابت کہ وہ دنیا میں عنقریب نزول فرمانے والے ہیں اور اس کے بعد وفات پانا قطعاً ضرور تو اگر آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے بھی وفات ہوئی ہوتی تو دوبار ان کی موت لازم آئے گی۔ کیونکر امید کی جائے کہ اللہ عزوجل اپنے ایسے محبوب جمیل ایسے رسول عظیم وجلیل پر (کہ ان پانچ مرسلین اولوالعزم صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم سے ہیں جو باقی تمام انبیاء ومرسلین وخلق اللہ اجمعین سے افضل اور زیادہ محبوب رب عزوجل ہیں) دوبار مصیبت مرگ بھیجے گا۔ جب حضور پرنور سید یوم النشور ﷺ کا وصال شریف ہوا اور امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سخت صدمے کی دہشت میں تلوار کھینچ کر کہنے لگے خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے انتقال نہ فرمایا اور انتقال نہ فرمائیں گے یہاں تک کہ منافقوں کی زبانیں اور ہاتھ پاؤں کاٹیں اور ان کے قتل کا حکم دیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعش اقدس پر حاضر ہوئے جھک کر روئے انور پر بوسہ دیا پھر روئے اور عرض کی:

" با بی انت وامی والله لا يجمع الله عليك موتتين اما الموتة كتبت عليك فقدمتها "

میرے ماں باپ حضور پر قربان خدا کی قسم اللہ تعالیٰ حضور پر دو موتیں جمع نہ فرمائے گا وہ جو مقدر تھی ہو چکی۔

"بابی وانت امی طبت حياً و ميتاً والذی نفسی بيده لا يذيقك الله الموتين ابدا "

میرے ماں باپ حضور پر قربان حضور زندگی میں بھی پاکیزہ اور بعد انتقال بھی پاکیزہ۔ قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ کبھی حضور کو دو موتیں نہ چکھائے گا۔

رواه البخاری والنسائی وابن ماجة عن ام المؤمنين الصديقة رضی الله تعالىٰ عنها

تو ایسی بات جب تک نص صریح سے ثابت نہ ہو انبیاء اللہ خصوصاً ایسے رسول جلیل کے حق مین ہرگز نہ مانی جائے گی خصوصاً روح اللہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کی دعا یہ تھی کہ الٰہی اگر تو یہ پیالہ یعنی جام مرگ کسی سے پھیرنے والا ہے تو مجھ سے پھیر دے۔ بارگاہِ ربُّ العزت میں رسول اللہ کی جو عزت ہے۔ اس پر ایمان لانے والا بے دلیل صریح واضح التصریح کے کیونکر مان سکتا ہے کہ وہ یہ دعا کریں اور رب عزوجل اس کے بدلے ان پر موت پر موت نازل فرمائے۔ یہ ہرگز قابل قبول نہیں۔ انصاف کیجئے۔ تو ایک ہی دلیل ان کے زندہ اٹھالئے جانے پر کافی ووافی ہے۔

وبالله التوفيق

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

تنبیہ دوم:

اقول: قرآن مجید سے اتنا ثابت اور مسلمانوں کا ایمان کہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہود عنود کے مکروکید سے بچ کر آسمان پر تشریف لے گئے۔ رہا یہ کہ تشریف لے جانے سے پہلے زمین پر ان کی روح قبض کی گئی اور جسم یہیں چھوڑ کر صرف روح آسمان پر اٹھائی گئی اس کا آیت میں کہیں ذکر نہیں۔ یہ دعویٰ زائد ہے جو مدعی ہو ثبوت پیش کرے ورنہ قول بے ثبوت محض مردود ہے۔

مخالف نے جو کچھ ثبوت میں پیش کیا سب بیہودہ ہے وہ یا تو نرا افتراء اس کے اپنے دل کا اختراع ہے یا مطلب سے محض بیگانہ جس میں مقصود کی بو بھی نہیں یا مراد میں غیر نص جو مدعی کے لئے ہرگز بکار آمد کافی نہیں، سب کا بیان سنیئے:

ایک افتراء تو اسکا وہ کہنا ہے کہ سید عالم ﷺ نے ان آیات کی تفسیر میں ثابت فرما دیا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد قبض روح آسمان پر اٹھا لئے گئے۔

دوسرا افتراء حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر کہ انہوں نے ایسا فرمایا حالانکہ ہم ابھی ثابت کر آئے کہ ان سے بسند صحیح اس کا خلاف ثابت ہے وہ اسی کے قائل ہیں کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابھی وفات نہ پائی ان کی موت سے پہلے یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے۔ امام قرطبی سے گزرا کہ یہی روایت ابن عباس سے صحیح ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

تیسرا افتراء صحیح بخاری شریف پر کہ اس میں یہ تفسیر سید عالم ﷺ وابن عباس سے مروی ہے حالانکہ اس میں بروایت حضرت ابن عباس صرف اس قدر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" انکم محشورون وان ناسا یؤخذ بھم ذات الشمال فاقول کما قال العبد الصالح و کنت علیھم شھیدا مادمت فیھم الیٰ قولہ العزیز الحکیم "

یعنی تمہارا حشر ہوگا اور کچھ لوگ بائیں طرف یعنی معاذ اللہ جانب جہنم لے جائے جائیں گے۔ میں وہ عرض کروں گا جو بندۂ صالح عیسیٰ بن مریم نے عرض کیا کہ میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں موجود رہا جب تو نے مجھے وفات دی تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

اس حدیث میں مدعی کے اس دعوے کا کہاں پتا ہے کہ آسمان پر جانے سے پہلے وفات ہوئی اور صرف روح اٹھائی گئی۔ اور **بیگانہ و بیعلاقہ** اس آیہ کریمہ "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ" کا ذکر ہے یہاں اگر وفات بمعنی موت ہو بھی تو یہ تو روز قیامت کا مکالمہ ہے۔ رب العزۃ جل جلالہ فرماتا ہے:

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ☆ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ☆ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ ﴾ الیٰ قولہ تعالیٰ .... ﴿ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ☆ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ☆ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ☆ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ☆ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ☆ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ☆ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ☆ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ☆ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ☆ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ☆ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ☆ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ﴾

جس دن جمع فرمائے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا۔ بولے ہمیں کچھ خبر نہیں بے شک تو ہی خوب جانتا ہے سب چھپی باتیں جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرے احسان اپنے اوپر (پھر احسانات گنا کر فرمایا) اور جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہہ دیا تھا لوگوں سے کہ بنالو مجھے اور میری ماں کو دو خدا اللہ کے سوا۔ بولا پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ کہوں جو مجھے نہیں پہنچتا اگر میں نے کہا تو تجھے خوب معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے بے شک تو ہی خوب جانتا ہے سب چھپی باتیں۔ میں نے نہ کہا ان سے مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ پوجو اللہ کو جو مالک ہے میرا اور تمہارا اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں تھا جب تو نے مجھے وفات دی تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ فرمایا اللہ نے یہ دن ہے جس میں نفع دے گا سچوں کو ان کا سچ۔

اوّل سے آخر تک یہ ساری گفتگو روز قیامت کی ہے کس نے کہا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی وفات پائیں گے ہی نہیں کہ روزِ قیامت بھی اپنی وفات کا ذکر نہ کر سکیں شاید۔ جاہل یہاں قال اللہ اور قال سبحنک میں ماضی کے صیغے دیکھ کر سمجھا کہ یہ تو گذری ہوئی باتیں ہیں اور قیامت کا دن ابھی نہ گذرا حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ کلام فصیح میں آئندہ بات کو جو یقینی ہونے والی ہے ہزار جگہ ماضی کے صیغے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی وہ ایسی یقین الوقوع ہے کہ گویا واقع ہوئی۔ قرآن مجید میں بکثرت ایسے محاورات ہیں۔ سورۂ اعراف میں دیکھئے:

﴿ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ ﴾

جنتیوں نے دوزخیوں کو پکارا کہ ہم نے تو پالیا جو وعدہ دیا ہمیں ہمارے رب نے سچا۔ کیا تم نے بھی پایا جو تمہیں وعدہ دیا تھا سچا ﴿ قَالُوْا نَعَمْ ﴾ وہ بولے ہاں ﴿ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ ﴾ تو ندا کی ان میں ایک ندا دینے والے نے کہ خدا کی پھٹکار ستمگاروں پر ﴿ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ﴾ اعراف والے پکارے جنت والوں کو کہ سلام تم پر ﴿ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ﴾ اور اعراف والے پکارے دوزخیوں کو ان کے چہرے کی علامت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سے پہچان کر ﴿وَنَادٰیٓ اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ﴾ اور دوزخی پکارے جنتیوں کو کہ ہمیں اپنے پانی وغیرہ سے کچھ دو ﴿قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ بولے اللہ نے یہ نعمتیں کافروں پر حرام کی ہیں۔ اسی طرح سورۂ صافات میں: ﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ...... الآیات﴾ اور سورۂ ص میں:

﴿قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ـ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ﴾

تک دوزخ میں دوزخیوں کا باہم جھگڑا اور سورۂ زمر میں:

﴿نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ـ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا ...... الآیة﴾

تک تمام وقائع روز قیامت صیغہ ہائے ماضی میں ارشاد ہوئے ہیں اور خود اسی آت میں دیکھئے جس دن جمع کرے گا اللہ رسولوں کو پھر فرمائے گا تم نے کیا جواب پایا بولے ہمیں کچھ علم نہیں۔ یہاں بھی ان کا جواب بصیغہ ماضی ارشاد فرمایا اور نا کافی و نا مثبت آیہ کریمہ:

﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾

سے استدلال جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا اور کافروں سے دور کرنے والا ہوں۔

اولاً: حرف واؤ ترتیب کے لئے نہیں کہ اس میں جو پہلے مذکور ہو اس کا پہلے ہی واقع ہونا ضرور ہو تو آیت سے صرف اتنا سمجھا گیا کہ وفات و رفع و تطہیر سب کچھ ہونے والے ہیں اور یہ بلا شبہ حق ہے یہ کہاں سے مفہوم ہوا کہ رفع سے پہلے وفات ہو لے گی۔ تفسیر امام عکبری میں ہے:

" متوفیک ورافعک الی کلاھما للمستقبل والتقدیر رافعک الی و متوفیک لانه رفع الی السماء ثم یتوفی بعد ذلک "

تفسیر سمیں و تفسیر جمل و تفسیر مدارک و تفسیر کشاف تفسیر بیضاوی و تفسیر ارشاد العقل میں ہے:

" واللفظ للنسفی او ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الآن اذا الی اولا یوجب الترتیب "

تفسیر کبیر میں ہے:

" الآیة تدل علیٰ انه تعالیٰ یفعل به هذه الافعال فاما کیف لفعل ومتیٰ یفعل فالامر فیه موقوف علی الدلیل انه حیٌّ "

ثانیاً: توفی خواہ مخواہ معنی موت میں نص نہیں۔ توفی تسلم و قبض اور پورا لے لینے کو کہتے ہیں۔ کبیر کی عبارت اوپر گذری

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کہ معنی یہ ہیں کہ مع جسم وروح تمام وکمال اٹھالوں گا۔تفسیر جلالین سے گزرا:

" متوفیک قابضک و رافعک من غیر موت"

معالم التنزیل سے گزرا کہ حسن وکلبی وابن جریج نے کہا:

" انی قابضک و رافعک من غیر موت بدنک "

اسی میں ہے:

" علی ھذا فی التوفی تاویلان احدھما انی رافعک الیٰ وافیا لم ینالوا منک شیئا من قولھم توفیت منه کذا و کذا واستوفیته اذ اخذته تاماً والآخر انی متسلمک من قولھم توفیت منه کذا ای تسلمته "

کشاف وانوار التنزیل وتفسیر ابی السعود وتفسیر نسفی میں ہے:

"او قابضک من الارض من توفیت مالی " خفاجی علی البیضاوی میں ہے " ولذا فسر التوفی بدفعه واخذه من الارض کما یقال توفیت المال اذا قبضته "

ثالثاً:توفی بمعنی استیفائے اجل ہے یعنی تمہیں تمہاری عمر کامل تک پہنچاؤں گا اوران کافروں کے قتل سے بچاؤں گا ان کا ارادہ پورا نہ ہوگا تم اپنی عمر مقرر تک پہنچ کر اپنی موت انتقال کرو گے۔تفسیر سمین وتفسیر جمل وتفسیر مدارک وتفسیر کشاف وتفسیر بیضاوی وتفسیر ارشاد میں ہے:

" انی مستوفی اجلک ومؤخرک وعاصمک من ان یقتلک الکفار الیٰ ان تموت حتف انفک "

تفسیر کبیر میں ہے:

" ای متم عمرک فحینئذ اتوفاک فلا اترکھم حتی یقتلوک وھذا تاویل حسن "

رابعاً:وفات بمعنی خواب خود قرآن عظیم میں موجود قال اللہ تعالیٰ ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِاللَّيْلِ﴾ اللہ ہے جو تمہیں وفات دیتا ہے رات میں یعنی سلاتا ہے۔

" اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا "

اللہ تعالیٰ وفات دیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جو نہ مرے انہیں ان کے سوتے میں۔تو معنی یہ ہوئے کہ تمہیں سلاؤں گا اور سوتے میں آسمان پر اٹھالوں گا کہ اٹھائے جانے میں دہشت نہ لاحق ہو یہی قول امام ربیع بن انس کا ہے۔معالم التنزیل میں ہے:

" قال الربیع بن انس المراد بالتوفی النوم وکان عیسیٰ قد نام فرفعه اللہ تعالیٰ الی السماء ومعناه انی منیمک ورافعک الی"

مدارک میں ہے:

" او متوفی نفسک بالنوم ورافعک وانت نائمٌ حتی لا یلحقک خوف و تستیقظ وانت فی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

السماء اٰمن مقرب"

کشاف وانوار وارشاد میں ہے:

"او متوفیک نائما اذ روی انه رفع نائما"

اوران کے سوا آیت میں اور بھی بعض وجوہ کلمات علماء میں مذکور۔ تو وفات کو بمعنی موت لینا اور اسے قبل از رفع ٹھہرا دینا محض بے دلیل ہے جس کا آیت میں اصلاً پتہ نہیں۔ اقول بلکہ اگر خدا انصاف دے تو آیت تو اس مزعوم مخالف کا رد فرما رہی ہے ان کلمات کریمہ میں اپنے بندے عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تین بشارتیں تھیں:

متوفیک رافعک مطهرک

اگر معنی آیت یہی ہوں کہ میں تمہیں موت دوں گا اور بعد موت تمہاری روح کو آسمان پر اٹھالوں گا تو اس میں سوا اس کے کہ انہیں موت کا پیغام دیا گیا اور کونسی بشارت تازہ ہے۔ مرنے کے بعد ہر مسلمان کی روح آسمان پر بلند ہوتی اور کافروں سے نجات پاتی ہے قال اللہ تعالیٰ:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ﴾

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اوران سے تکبر کیا ان کے لئے نہ کھولے جائیں گے دروازے آسمان کے۔

ہر کافر کی روح آسمان پر نہیں جاتی ملئکہ عذاب جب لے کر جاتے ہیں درہائے آسمان بند کر لئے جاتے ہیں کہ یہاں اس ناپاک روح کی جگہ نہیں بخلاف مومن کہ اس کی روح بلند ہوتی اور زیر عرش اپنے رب جل وعلا کو سجدہ کرتی ہے۔ تو دو پچھلی باتیں ہر مسلمان کی روح کو حاصل۔ آیت میں صرف خبر موت رہ گئی اور ہمارے طور پر ہر ایک بشارت عظیمہء مستقلہ ہے کہ میں تمہیں عمر کامل تک پہنچاؤں گا یہ کافر قتل نہ کر سکیں گے اور جیتے جی آسمان پر اٹھالوں گا اور کافروں سے ایسا دور و پاک کر دوں گا کہ عمر بھر کسی کافر کو تم پر اصلاً دسترس نہ ہوگی جب دوبارہ دنیا پر آؤ گے یہ جو تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں تم خود انہیں قتل کرو گے اور انہیں کو نہیں بلکہ تمام کافروں سے سارے جہان کو پاک کرو گے کہ ایک دین حق تمہارے نبی محمد ﷺ کا ہوگا اور تم تمام عالم میں اس کے مرجع وماوی مع ھذا شروع کلام میں فرمایا:

"وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ☆ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ ...... الآیة"

یہاں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ کافروں نے حضرت عیسیٰ کے ساتھ مکر کیا انہیں قتل کرنا چاہا اور اللہ عزوجل نے انہیں ان کے مکر کا بدلہ دیا کہ ان کا مکر الٹا انہیں پر پڑا۔ جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ میں تیرے ساتھ یہ یہ باتیں کرنے والا ہوں۔

انصاف کیجئے اگر کچھ دشمن کسی بادشاہ ذوالاقتدار کے محبوب کو قتل کرنا چاہتے ہوں اور وہ اسے بچائے تو معنی یہ ہونگے کہ اسے سلامت نکال لے جائے اور ان کا چاہا نہ ہونے پائے یا یہ کہ ان کے قتل سے یوں محفوظ رکھے کہ خود موت دے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

دے۔ ان کی مراد تو یوں بھی بر آئی آخر جو کسی کا قتل چاہے اس کی غرض یہی ہوتی ہے کہ یہ جان سے جائے وہ حاصل ہو گیا ان کے ہاتھوں سے نہ سہی اللہ کے ہاتھ سے سہی بخلاف اس کے کہ انہیں ان کے مالک قادر ذوالجلال والاکرام نے زندہ اپنے پاس اٹھالیا کہ انہیں پھر بھیج کر ان خبیثوں کی شرارتیں انہیں کے دست مبارک سے نیست و نابود کرائے تو یہ سچا بدلہ ان ملعونوں کے مکر کا ہے۔

" وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ☆ ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق"

مسلمانو! ان منکروں کا ظلم قابل غور ہے ہم سے تو محض بے ضابطہ وہ جبروتی تقاضے تھے کہ ثبوت حیات صرف قرآن سے دو، آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہو، حدیث ہو بھی تو خاص صحیح بخاری کی ہو حالانکہ از روئے قواعد علمیہ ہمارے ذمے ثبوت دینا ہی نہ تھا۔ ہماری تقریرات سے روشن ہو چکا کہ مسئلے میں مخالفین مدعی ہیں اور بار ثبوت ذمہ مدعی ہوتا ہے تو ایک تو الٹا مطالبہ اور وہ بھی ایسی تنگ قیدوں سے جو عقلاً و نقلاً کسی طرح لازم نہیں اور جب خود ان مدعی صاحبوں کو ثبوت دینے کی نوبت آئی تو وہ گل کترت کہ رسول اللہ ﷺ پر افتراء، حضرت عبداللہ بن عباس پر افتراء، صحیح بخاری شریف پر افتراء۔ محض بیگانہ و اجنبی سے استناد نہ قرآن پر بس نہ قطعیت کی ہوس اور کیا ناانصافی کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔

" لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ."

تنبیہ سوم:

ان نئے فیشن کے مسیحوں کا سچے مسیحوں رسول اللہ و کلمۃ اللہ علیہ السلام کی نسبت سوال کہ اس دوبارہ رجوع میں وہ نبی نہ رہیں گے اور وہ نبوت یا رسالت سے خود مستعفی ہوں گے یا ان کو اللہ تعالیٰ اس عہدۂ جلیلہ سے معزول کر کے امتی بنا دے گا اگر از راہ نادانی ہے تو محض سفاہت و جہالت ورنہ صریح شرارت و ضلالت۔ حاش للہ نہ وہ خود مستعفی ہوں گے نہ کوئی نبی معزول کیا جاتا ہے وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ہمیشہ نبی رہیں گے اور ضرور محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں اور ہمیشہ امتی رہیں گے۔ یہ سفیہ اپنی حماقت سے نبی ہونے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہونے میں باہم منافات سمجھا۔ یہ اس کی جہالت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی قدر رفیع سے غفلت ہے وہ نہیں جانتا کہ ایک عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر موقوف نہیں ابراہیم خلیل اللہ و موسیٰ کلیم اللہ و نوح نجی اللہ و آدم صفی اللہ تمام انبیاء صلی اللہ علیہم وسلم سب کے سب ہمارے نبی اکرم سید عالم ﷺ کے امتی ہیں حضور کا نام پاک نبی الانبیاء ہے۔

حدیث میں ہے حضور نبی الانبیاء ﷺ فرماتے ہیں:

"لو کان موسیٰ حیًا ما وسعہ الا اتباعی"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اگر موسیٰ زندہ ہوتے انہیں میری پیروی کے سوا کچھ گنجائش نہ ہوتی۔

رواہ احمد والبیھقی فی الشعب عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

اور فرماتے ہیں ﷺ:

" والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی "

قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان پاک ہے اگر موسیٰ تمہارے لئے ظاہر ہوں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو تو سیدھے راہ سے بہک جاؤ گے اور اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو ضرور میری اتباع کرتے۔ اس وقت تورات شریف کا ذکر تھا لہذا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لیا ورنہ انہیں کی تخصیص نہیں سب انبیاء کے لئے یہی حکم ہے۔ یہ سفہا قرآن مجید کا تو نام لیتے اور حدیثوں سے منکر ہو کر فریب دہی عوام کے لئے صرف اسی سے استناد کا پیام دیتے ہیں مگر استغفر اللہ قرآن کی انہیں ہوا بھی نہ لگی یہ منہ اور قرآن کا نام۔ اگر قرآن عظیم کبھی سنا بھی ہوتا تو ایسے بیہودہ سوال کا مونہ پڑتا۔ اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

﴿ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ☆ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾

اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا سب پیغمبروں سے جب میں تمہیں کتاب و حکمت عطا کروں پھر آئے تمہارے پاس ایک رسول تصدیق فرماتا ہوا اس کتاب کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیغمبرو کیا تم نے اس بات کا اقرار کیا اور اس عہد پر میرا ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ عہد کا گواہ ہوں تو جو اس کے بعد پھر جائے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔

کیوں قرآن کا نام لینے والو کیا یہ آیتیں قرآن میں نہ تھیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اس سخت تاکید شدید کے ساتھ سب انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا عہد نہ لیا۔ کیا اس عہد سے ان سب کو محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی نہ بنا دیا۔ کیا اس عہد لیتے وقت انہوں نے نبوت سے استعفا کیا یا اللہ عزوجل نے انہیں معزول کر کے امتی کر دیا۔ اے سفیہو نے اس عہد عظیم پر حضرت روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتریں گے اور باوصف نبوت و رسالت محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی و ناصر دین ہو کر رہیں گے۔

آسمان نسبت بعرش آمد فرود　　　گرچہ بس عالیست پیش خاک تود

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اس آیت کریمہ کا نفیس جانفزا بیان اگر دیکھنا چاہو تو سیدنا الوالد المحقق دام ظلہٗ کی کتاب مستطاب **تجلی الیقین بان نبینا سید نا المرسلین** کا مطالعہ کرو۔

اور ہمارے نبی اکرم سید عالم ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے پر ایمان لاؤ۔

گرچہ شیریں دہنان بادشہانند و لے　　　　او سلیمانِ جہان ست کہ خاتم باوست (ﷺ)

رہا اس کا سوال کہ کس وقت آسمان سے رجوع کریں گے اس کا جواب وہی ہے کہ:

" ما المسئول عنها باعلم من السائل "

اتنا یقینی ہے کہ وہ مبارک وقت بہت قریب آ پہنچا ہے کہ وہ آفتاب ہدایت وکمال افق رحمت و جمال وقہر وجلال سے طلوع فرما کر اس زمین تیرہ و تار پر تجلی فرمائے اور ایک جھلک میں تمام کفر و بدعت، نصرانیت، یہودیت، شرک، مجوسیت، نیچریت، قادیانیت، رفض وخروج وغیرہا اقسام ضلالت سب کا سویرا کر دے۔ تمام جہان میں ایک دین اسلام ہو اور دین اسلام میں صرف ایک مذہب اہل سنت باقی سب تہ تیغ و للہ الحجۃ السامیہ مگر تعیین وقت کہ آج سے کئے سال کئے ماہ باقی ہیں نہ ہمیں بتائی گئی نہ ہم جان سکتے ہیں، جس طرح قیامت کے آنے پر ہمارا ایمان ہے اور اس کا وقت معلوم نہیں۔

تنبیہ چہارم:

مسلمانو! اللہ عزوجل نے انسان کو جامع صفات ملکی و بہیمی و شیطانی بنایا ہے جسے وہ ہدایت فرمائے۔ صفات ملکی ظہور کرتے ہیں اور اسے بعض یا کل ملئکہ سے افضل کر دیتے ہیں کہ:

" عبدی المؤمن احب الی من بعض ملئکتی"

شریعت ان کی شعار ہوتی ہے اور تقویٰ ان کا آثار کہ:

" لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون "

تواضع وفروتنی ان کی شان جبلی اور تکبر و جبلی سے تنفر کلی کہ:

ان الملئکۃ لتضع اجنحتھا لطالب العلم"

اور جس نے صفات بہیمی کی طرف رجوع کی بہائم وار ذلیل و نہا و بطن وفرج کا خادم خوار اور فکر شہوات کا اسیر و گرفتار کہ:

﴿ اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ﴾

اور جس پر صفات شیطانیہ غالب آئیں تکبر و ترفع اس کا دین و آئین کہ:

﴿ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یہ ہر وقت طلب جاہ وشہرت میں مبتلا رہتے ہیں کہ کسی طرح وہ بات نکالیے جس سے آسمان تعالیٰ پر ٹوپی اچھالیے دور دور نام مشہور ہو خاص وعام میں ذکر مذکور ہو اپنا گروہ الگ بنائیں وہ ہمارا غلام ہم اس کے امام کہلائیں ان میں جن کی ہمت پوری ترقی کرتے ہیں، وہ انا ربکم الاعلی بولتے اور دعوٰی خدائی کی دکان کھولتے ہیں جیسے گزرے ہوؤں میں فرعون و نمرود وغیرہما مردود اور آنے والوں مین مسیح قادیانی کے سوا ایک اور مسیح عزنشین یعنی دجال لعین اور جوان سے کم درجہ ہمت رکھتے ہیں کذاب یمامہ و کذاب ثقیف وغیرہما خبیثوں کی طرح ادعائے رسالت ونبوت پر تھکتے ہیں اور گھٹ کی ہمت والے کوئی مہدی موعود بنتا ہے کوئی غوث زماں کوئی مجتہد وقت کوئی چنیں وچناں۔ ہندوستان جس میں مدتوں سے اسلام بے سردار ہے اور دین بے یاور دیار نفس امارہ کی آزادیاں کھلے بندوں رہنے کی شادیاں یہاں زنگ نہ لائیں تو کہاں۔ ہزاروں مجتہد سینکڑوں ریفارمر مقتان تہذیب مشرعان نیچر کتنے ہی مہدی کتنے مذہب گرحشرات الاض کی طرح نکل پڑے اور خدا کی شان

﴿يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءَ وَيُضِلُّ مَنْ يَّشَآءَ﴾

جو کوئی کیسے ہی کھلے باطل صریح جھوٹ کا نشان باندھ کر آگے بڑھا کچھ عقل کے اندھے قسمت کے اوندھے اس کے پیچھے ہولیے آخر یہی آدمی تھے جو فرعون کو سجدہ کرتے یہی آدمی ہونگے جو دجال کا ساتھ دیں گے۔ ان صدیوں کی دوری میں مہدی تو کتنے ہی نکلے اور زمیں کا پیوند ہوئے سنا جاتا ہے ایک صاحب کو پانچ پانیوں کے زور میں نئی اونچ کی سوجھی کہ مدی بننا پرانا ہو گیا اور نرا امتی بننے میں لطف ہی کیا لاؤ عیسیٰ موعود بنیں اور ادعائے الہام کی بنیاد پر نبوت کی دیوار چنیں اور ادھر عیسائیوں کا زمانہ بنا ہوا ہے اگر کہیں صلیب کے صدقے مین نصیب جاگا اور ان کی سمجھ میں آ گیا جب تو جنگل میں منگل ہے۔

ا: ہاں ہاں برے کی شادی تو ہوئی اور ہوئی بھی کس زور سے کہ آسمان ابالنہ پر ہوئی اور ہوئی بھی گھر کی گھر میں یعنی خود مرزا اموں جی کی ان کی بھانجی محمدی سے ہوئی۔ اور اس کی ابلیسی وحی بھی مرزا جی پر اتری کہ زوجنا کھا مگر افسوس کہ راس نہ آئی آسمانی جورو پاس نہ آئی۔ مرزا جی کی بہن نے مرزا جی کی ایک نہ سنی اور ان کی منکوحہ جورو سلطان محمد خان کو بیاح دی مرزا جی چیخے چلائے وحیوں کا آسمان مرزا جی پر پھٹ پڑا کہ وہ ان کا رقیب تین برس کے اندر مر جائے گا اور اس کی نیم جھوٹن پھر مرزا جی کو پہنچے گی مگر وہ پٹھان ایسا کرّا کہ آج تک قادیانی جی کی آسمانی جورو کو بغل میں لیے بیٹھا ہے اس کا بال بھی بیکا نہ ہوا خود قادیانی ہائے جورو ہائے جورو کرتا چل بسا اور پھر ان کے مرید ہیں کہ اب تک ان کی پیشگوئیوں پر سر منڈائے بیٹھے اور ان کی نبوت ملعونہ پر ایمان لا رہے ہیں۔ بھنگی کو بھی ایسی ذلت پہنچتی تو ڈوب مرتا مگر مرزا جی کی حیا کہ اتنے برسوں اپنی جائز جورو خانم کو پٹھان کی بغل میں دیکھ کے زندہ بھی رہے اور ان کی نبوت کے شیشہ کو بھی ٹھیس نہ لگی اگر چہ خون خرابا ہو گیا جس پر ایک ظریف نے کہا ہے۔

وحی ویوش بود زوج ناکھا واقعہ نیمود زوج ناکھا ۱۲ منہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سولی کے دن گئے برے کی شادی کا(۱) دنگل ہے۔یورپ وامریکہ و برہما وانڈیا سب تخت اپنے ہی ہیں اپنے ہی بندے خداوند تاج وشہی ہیں پاؤں میں چاند تارے کا جوتا سر پر سورج کا تاج ہوگا۔باپ کو جیتے جی معزول کر کے بیٹے کا راج ہوگا اور ایسا نہ بھی ہوا تو چند گانٹھ کے پورے ہیں کہ اندھے تو کہیں گئے ہی نہیں یوں بھی اپنا ایک گروہ الگ طیار شہرت حاصل سرداری برقرار اس خیال کے جمانے کو جہاں ہزاروں گل کھلائے صدہا جل کھیلے وہاں ایک ہلکا سا پیچ یہ بھی چلے کہ سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم تو مر بھی گئے اب وہ کیا خاک اتریں گے اور کیا کریں دھریں گے جو کچھ ہمیں ہیں ذات شریف ہیں۔ہمیں آخری امیدگاہ دین حنیف ہیں۔ہمیں قاتل خنزیر ہمیں قاطع یہود ہمیں کاسر صلیب ہمیں مسیح موعود گویا انہیں کی ماں کو کنواری انہیں کا باپ معدوم۔احادیث متواترہ میں انہیں کے آنے کی دھوم مگر یہ ان کی نری خام ہوس ہے اور حیات وموت عیسوی میں ان کی گفتگو عبث ہم پوچھتے ہیں موت عیسوی منافی نزول ہے یا نہیں اگر نہیں اور بے شک نہیں جیسا کہ ہم مقدمہء خامسہ میں روشن کرآئے جب تو اس دعوے سے تمہیں کیا نفع ملا اور احادیث نزول کو اپنے اوپر ڈھالنے سے کیا کام چلا اور بالفرض منافی جانیے تو یقیناً لازم کہ موت سے انکار کیجئے حیات ثابت مانیئے کہ اگر موت ہوتی تو نزول نہ ہوتا مگر نزول یقینی کہ مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات متواترہ اس کی دلیل قطعی۔

مسلمان ہرگز کسی فریب دہندہ کی بناوٹ مان کر اپنے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشادات کو معاذ اللہ غلط و باطل جاننے والے نہیں جو کوئی ان کے خلاف کہے اگر چہ زمین سے آسمان تک اُڑطرف سے ناامید ہر طرح سے باطل تو عوام کو چھلنے اور پینترے بدلنے اور ترچھے نکلنے اور الٹے اچھلنے سے کیا حاصل۔ے مسلمان اس کا ناپاک قول بدتر از بول اسی کے منہ پر مار کر الگ ہو جائیں گے اور مصطفیٰ ﷺ کے دامن پاک سے لپٹ جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کا دامن نہ چھڑائے دنیا نہ آخرت میں آمین آمین آمین بجاہہ عندک یا ارحم الراحمین اور بفرض باطل یہ سب کچھ سہی پھر آخر تمہاری مسیحیت کیونکر ثابت ہوئی ثبوت دو اور اپنے دعوے کی غیرت کہنے کی آن ہے تو صرف قرآن سے دو وہ دیکھو قرآن کی بارگاہ سے محروم پھرتے ہو، اچھا وہاں نہ ملا حدیث سے دو......وہ دیکھو حدیث کی درگاہ سے خائب خاسر پلٹے ہو۔خیر یہاں بھی ٹھکانا نہ لگا تو کسی صحابی ہی کا ارشاد کسی تابعی ہی کا اثر کسی امام ہی کا قول کچھ تو پیش کرو کہ احادیث متواترہ میں مصطفیٰ ﷺ نے جو نزول عیسیٰ کی بشارت دی ہے اس سے مراد کوئی ہندی پنجابی ہے جہاں جہاں ابن مریم ارشاد ہے وہاں کسی پنجابن کا بچہ مغل زادہ مراد ہے۔اور جب ایسے بدیہی البطلان دعوؤں کا کہیں سے ثبوت نہ دے سکو ہر حضرت مسیح مع جسم وروح یا صرف روح سے بعد انتقال گئے یا جیتے جاگتے تمہیں کیا نفع اور تم پر سے ذلّت بے ثبوتی کیونکر دفع۔تمہارا مطلب ہر طرح مفقود تمہارا ادعا ہر طرح مفقود پھر اس بے معنی بحث کو چھیڑ کر کیا سنبھالو گے اور عیسیٰ کی وفات سے مغل کو مرسل، پنجابن کو مریم نطفے کو کلمہ اذل کو اکرم، بیاہی کو کنواری، اذخال کو دم کیونکر بنالو گے۔بالجملہ وہی دو حرف کہ مقدمہ ثالثہ ورابعہ میں گذرے ان تمام جہالات فاحشہ کے رد میں کافی ووافی ہیں وللہ الحمد۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

تنبیہ پنجم:

بفرض باطل یہ بھی سہی کہ نزول عیسیٰ سے مراد کسی مماثل عیسیٰ کا ظہور ہے مگر مصطفیٰ ﷺ نے صرف اتنا ہی تو ارشاد نہ فرمایا کہ نزول عیسیٰ ہوگا بلکہ اس سے پہلے بہت وقائع ارشاد ہوئے ہیں کہ یہ واقع ہولیں گے اس کے بعد نزول ہوگا۔ اس کے مقارن بہت احوال واوصاف بتائے گئے ہیں کہ اس طور پر اتریں گے یہ کیفیت ہوگی اس کے لاحق بہت حوادث وکوائن فرمائے گئے کہ ان کے زمانے میں یہ یہ ہوگا آخر ان سب کا صادق آنا تو ضرور ہے مثلاً **سابقات** میں روم وشام وتمام بلاد اسلام باستثنائے حرمین شریفین سب مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا سلطان اسلام کا شہادت پانا تمام زمین کا فتنہ فساد سے بھر جانے کے باعث اولیائے عالم کا مکہ معظمہ کو ہجرت کر جانا وہاں حضرت امام آخر الزمان کا طواف کعبہ کرتے ہوئے ظہور فرمانا اولیائے کرام وسائر اہل اسلام کا ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا نصاریٰ کا دابق یا اعماق ملک شام میں لام باندھنا ان کی طرف مدینہ طیبہ سے لشکر اسلام کا نہضت فرمانا نصاریٰ کا اپنے ہم قوم نومسلموں سے لڑائی مانگنا مسلمانوں کا انہیں اپنی پناہ میں لینا لشکر مسلمین کا تین حصے ہوجانا نصاریٰ پر فتح عظیم پانا فتحیاب حصے کا قسطنطنیہ کو نصاریٰ سے چھیننا ملحمہ کبریٰ کا واقع ہونا ہزارہا مسلمانوں کا تین روز اپنے خیموں سے قسم کھا کر نکلنا کہ فتح کرلیں گے یا شہید ہوجائیں گے اور شام تک سب کا شہید ہوجانا آخر میں نصرت الٰہی کا نزول فرمانا۔

مسلمانوں کا فتح اجل واعظم پانا اتنے کافروں کا کھیت ہونا کہ پرندہ اگر ان کی لاشوں کے ایک کنارے سے اڑے۔ تو دوسرے کنارے تک پہنچنے سے پہلے مر کر گر جائے۔ مسلمانوں کا اموال غنیمت تقسیم کرتے میں ابلیس لعین کی زبان سے خروج دجال کی غلط خبر سن کر پلٹنا وہاں اس کا نشان نہ پانا پھر اس خبیث اعاذنا اللہ منہ کا ظہور کرنا۔ بے شمار عجائب دکھانا مینہ برسانا کھیتی اگانا زمین کو حکم دے کر خزانے نکلوانا خزانوں کا اس کے پیچھے ہولینا سب سے پہلے ستر ہزار یہود طیلسان پوش کا اس کافر پر ایمان لانا اس کا لشکر بننا دجال کا ایک جوان مسلمان کو تلوار سے دو ٹکڑے کر کے پھر زندہ کرنا اس مسلمان کا اس پر فرمانا کہ اب مجھے اور بھی یقین ہوگیا کہ تو وہی کانا کذاب ملعون ہے جس کے خروج کی ہمیں نبی ﷺ نے خبر دی تھی اگر کچھ کرسکتا ہے تو اب تو مجھے کچھ ضرور پہنچا پھر اس کا ان پر قدرت نہ پانا خائب خاسر ہوکر رہ جانا چالیس روز میں اس ملعون کا حرمین طیبین کے سوا تمام جہان میں گشت لگانا اہل عرب کا سمٹ کر ملک شام میں جمع ہونا۔ اس خبیث کا انہیں محاصرہ کرنا بائیس ہزار مرد جنگی اور ایک لاکھ عورتوں کا محصور ہونا۔

کیا تمہارے نکلنے سے پیشتر یہ سب وقائع واقع ہولئے؟ واللہ کہ صریح جھوٹے ہو۔

اب چلیے **مقارنات** ناگاہ اسی حالت میں قلعہ بند مسلمانوں کو آواز آنا کہ گھبراؤ نہیں فریاد رس آپہنچا عیسیٰ موعود

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باب دمشق کے پاس دمشق الشام کے شرقی جانب منارۂ سپید کے نزدیک دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے آسمان سے نزول فرمانا بے نہائے بالوں سے پانی ٹپکنا۔ جب سر جھکائیں یا اٹھائیں موئے مبارک سے موتیوں کا جھڑنا، یہاں تکبیر ہو چکی نماز قائم ہے حضرت امام مہدی کا بامر عیسوی امامت فرمانا حضرت کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا سلام پھیر کر دروازہ کھلوانا، اس طرف ستر ہزار یہود مسلح کے ساتھ اس مسیح کذاب یک چشم کا ہونا مسیح صدیق علیہ السلام کو دیکھتے ہی اس کا بدن گھلنا، بھاگنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس کے تعاقب میں جانا باب لد کے پاس اسے قتل فرمانا اس کا خون ناپاک اپنے نیزۂ پاک پر دکھانا۔ کیا تم پر یہ صفات صادق ہیں کیا تم سے یہ دقائع واقع ہوئے؟ لا واللہ صریح جھوٹے ہو۔ آگے سنیے:

واقعات عہدِ مُبارک:

سیدنا موعود مسیح محمود صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کا صلیبیں توڑنا، خنزیر کو قتل فرمانا، جزیہ اٹھا دینا، کافر سے ''اما الاسلام واما السیف'' پر عمل فرمانا یعنی اسلام لاؤ ورنہ تلوار، تمام کفار روئے زمین کا مسلمان یا مقتول ہونا، یہود کو گن گن کر قتل فرمانا، پیڑوں پتھروں کا مسلمانوں سے کہنا اے مسلمان آ یہ میرے پیچھے یہودی ہے، سوا دین اسلام کے تمام مذاہب کا یکسر نیست و نابود ہو جانا، روحاء کے رستے سے حج یا عمرے کو جانا، مزار اقدس سید اطہر صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر سلام کرنا، قبر انور سے جواب آنا، اور ان کے زمانے میں ہر طرح کا امن چین ہونا، لالچ حسد بغض ہوس کا دنیا سے اٹھ جانا، شیر کے پہلو میں گائے کا چرنا، بھیڑیئے کی بغل میں بکری کا بیٹھنا، سانپ کو ہاتھوں میں لے کر بچوں کا کھیلنا، کسی کا کسی کو ضرر نہ پہنچانا، آسمان کا اپنی برکتیں انڈیل دینا، زمین کا اپنی برکات اگل دینا، پتھر کی چٹان پر دانہ بکھیر دو تو کھیتی ہو جانا، اتنے اتنے بڑے اناروں کا پیدا ہونا کہ چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت کا آجانا، ایک بکری کے دودھ سے ایک قوم کا پیٹ بھرنا، روئے زمین پر کسی کا محتاج نہ رہنا اور دینے والا اشرفیوں کے توڑے لئے پھرے کوئی قبول نہ کرے وغیرہ وغیرہ کیا یہ تمہارے اس زمانہ پر شور وشین کے حالات ہیں۔ کلا واللہ صریح جھوٹے ہو۔

اسی طرح اور وقائع کثیرہ مثلاً یاجوج وماجوج کا عہد عیسوی میں نکلنا، دجلہ و فرات وغیرہما دریا کے دریا پی کر بالکل سکھا دینا، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بحکم الٰہی مسلمانوں کو کوہِ طور کے پاس محفوظ جگہ رکھنا، یاجوج وماجوج کا دنیا خالی دیکھ کر آسمان پر تیر پھینکنا کہ زمین تو ہم نے خالی کرلی اب آسمان والوں کو ماریں۔ اللہ تعالیٰ کا ان خبیثوں کے استدراج کے لئے تیروں کو آسمان سے خون آلودہ واپس فرمانا۔ ان کا دیکھ کر خوش ہونا کودنا پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے ان اشقیا پر بلائے نغف کا آنا، سب کا ایک رات میں ہلاک ہو کر رہ جانا، روئے زمین کا ان کی عفونت سے خراب ہونا، دعائے عیسوی سے ایک

حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سخت آندھی آ کر ان کی لاشیں اڑا کر سمندر میں پھینک دینا، عیسیٰ و مسلمین کا کوہ طور سے نکلنا شہروں میں از سر نو آباد ہونا، چالیس سال زمین میں امامت دین وحکومت عدل آئین فرما کر وفات پانا اور حضور سید المرسلین ﷺ کے پہلوئے مبارک میں دفن ہونا جب ا) تم اپنی عمر جو لکھا کر آئے ہو پوری کر لو تو ان شاء اللہ العظیم سب مسلمان علانیہ دیکھ لیں گے کہ حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہیں تو گلا دبا کر تمہارے مقر اصلی کو پہنچایا اور ان باقی واقعوں سے بھی کوئی تم پر صادق نہ آیا پھر تم کیونکر مماثل عیسیٰ و مراد احادیث ہو سکتے ہو۔ اگر کہیے ہم حدیثوں کو نہیں مانتے۔ جی یہ تو پہلے ہی معلوم تھا کہ آپ منکر کلام رسول اللہ ﷺ ہیں۔ مگر یہ تو فرمایئے کہ پھر آپ مسیح موعود کس بناء پر بنتے ہیں۔ کیا قرآن عظیم میں کوئی ایت صریحہ قطعیۃ الدلالۃ موجود ہے کہ عیسیٰ کا نزول موعود ہے تو بتاؤ اور نہیں تو آخر یہ موعود موعود کہاں سے گا رہے ہو انہیں حدیثوں سے۔ جب حدیثیں نہ مانو گے موعودی کا پھندنا کس گھر سے لاؤ گے۔

شرم بادت از خدا و از رسول

مگر بحمد اللہ مسلمان کبھی ایسی زٹلیات پر کان نہ دھریں گے۔ کیا ممکن ہے معاذ اللہ وہ ارشادات مصطفی ﷺ کو جھوٹا جانیں اور ان کے مخالف کو سچا حاش للہ حاش للہ اور پھر مخالف بھی وہ جو خود انہیں ارشادات کے سہارے اپنے خیالی پلاؤ پکاتا ہو۔ تمہارے موعود بننے کو تو حدیثیں سچی مگر تطبیق اوصاف ووقائع کے وقت جھوٹی۔

﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ☆ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ ☆ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ☆ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ☆ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ☆ ﴾

جواب سوال اخیر:

اب نہ رہا مگر سائل کا حضرت امام مہدی واعور دجال کی نسبت سوال بتوفیق اللہ تعالیٰ اس کے جواب لیجے:

الحمد للہ کہ حضرت مصنف کی پیشگوئی صادق ہوئی مرزا قادیانی ۱۳۲۶ھ میں اپنے مقر میں دھکیل دیا گیا اور اصلاً ایک واقعہ ایک حرف بھی اس پر صادق نہ آیا۔ مرزا جی نے جو اپنی عمر کی وحی ابلیسی بتائی تھی اس میں بھی اس کے وحی دہندہ نے غچا کھایا یا قصداً انہیں مسخرہ بنا کر غچا دیا کہ ۸۳ برس کی عمر پائیں گے حالانکہ کچھ اوپر ساٹھ ہی میں سانٹھ ماروں نے پیکڑے ڈال کر ان کو لوبھی میں جھونک دیا۔ وہی شیطانی وحی کا جملہ جو آسمانی جورو کے بارے میں مرزا جی پر برابر اترا تھا کہ زوجنا کھا شان الٰہی کہ اسی سے ایک ظریف نے مرزا قادیانی کی تاریخ موت نکالی یوں کہ اس میں تین لفظ ہیں زوج عدد ۶ انا ک عدد ۷۲ ھا عدد ۶ تینوں بالترتیب تین مرتبہ احاد وعشرات واحاد میں رکھیے ہوئے الہام اسے کہتے ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

قولہ حضرت امام مہدی اور دجال کا ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں؟

اقول ہے اور بہت تفصیل سے۔

قولہ ہے تو اس کی آیت؟

اقول ایک نہیں متعدد۔ دیکھو سورۂ النجم شریف آیت تیسری اور چوتھی، سورۂ فتح شریف آخری آیت کا صدر، سورۂ قلب القرآن مبارک کی پہلی چار آیتیں، و غیر ذٰلک مواقع کثیرہ۔

جواب دوم: دیکھو مقدمہ اولیٰ۔

جواب سوم: قادیانی کا نکلنا اس کا عیسیٰ موعود ہونا قرآن شریف میں ہے یا نہیں اگر ہے تو اس کی آیت اور نہیں تو وجہ:

﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ☆﴾

الحمد للہ کہ یہ مختصر جواب ۲۲ رمضان مبارک روز جان افروز دوشنبہ ۱۳۱۵ھ کو حلہ پوش اختتام اور بلحاظ تاریخ **الصارم الربانی علی اسراف القادیانی** نام ہوا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین واللہ سبحنہٗ وتعالیٰ اعلم وعلمہ وحلمہ احلم"

کتبہ:

محمد المعروف بحامد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمد المصطفیٰ النبی الامی ﷺ

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حصہ سوم از فتاویٰ:

صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

﴿مستورات اور پردہ﴾

مسلم خواتین کی عزت وحرمت اور ان کا پردہ صدہا سال سے دنیا میں ضرب المثل ہے لیکن اس زمانہ میں مغربی تعلیم مسلمانوں کو نصرانیت کی طرف کھینچ رہی ہے اور وہ حکمراں قوم کے معائب کو بھی ہنر سمجھ کر فخریہ تقلید برتتے ہوئے ہیں۔ بیجا اصرار اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اپنے طریق عمل کو صحیح ثابت کرنے کے لئے شرعی احکام سے بھی انکار کر دیا جاتا ہے۔ جو اصحاب بے پردگی کے حامی ہیں وہ پردہ کے خلاف۔ تقریریں کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں کہ پردہ خود شریعت کے خلاف اس لئے ہم حضرتِ صدرالافاضل قدس سرہٗ کے محققانہ فتوے کو جس سے پردہ کی شرعی حیثیت صاف معلوم ہوتی ہے، مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نفع دے۔ آمین۔

فتویٰ:

غیر محرم عورت کو بے پردہ مرید کرنا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے جائز ہے کسی طرح کا حرج نہیں۔ پردہ سے بے ایمان لوگ مرید کیا کرتے ہیں اور بکر کہتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح حصہ دوم صفحہ ۱۲ پر تحریر کیا ہے کہ مریدہ کو اپنے پیر کے سامنے بے پردہ آنا ناجائز ہے لہذا ناجائز ہے تو زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا قول؟

الجواب بعون الوهاب:

عورتوں کے لئے شریعت طاہرہ نے غیر مردوں سے پردہ کا حکم دیا۔ قرآن پاک میں فرمایا؛

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ ﴾

یعنی اے ایمان والو! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانوں میں نہ داخل ہو جب تک اذن نہ پاؤ۔

اس آیت سے صاف طور پر پردہ کا حکم ثابت ہے اور اس سے بڑھ کر تصریح یوں فرمائی ہے:

﴿ فَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـٴَـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ﴾

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور جب تم ان سے متاع مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگو۔ تفسیر احمدی میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

" ھذہ الأیۃ التی یفھم منھا ان یحتجب النسآء من الرجال "

یعنی یہی آیت ہے جس سے یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں سے پردہ کریں اس آیت کا نزول اگرچہ حضور انور علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات کی ازواج کے حق میں ہے لیکن حکم عام ہے اور تمام مومنہ عورتوں کو شامل۔ تفسیر احمدی میں ہے:

" لان موردھا ان کان خاصاً فی حق ازواج رسول اللہ ﷺ لکن الحکم عام لکل من المؤمنات فیفھم منہ ان یحتجب جمیع النساء من الرجال ولا یبدین انفسھن علیھم "

یعنی اس آیت کا مورد اگرچہ خاص ہے رسول کریم ﷺ کی ازواج کے حق میں، لیکن ہر ایک ایماندار عورت کے لئے عام ہے۔ اس آیت سے سمجھا جاتا ہے کہ تمام عورتیں مردوں سے پردہ کریں اور اپنے نفس کو ان پر ظاہر نہ کریں دوسری آیت میں ارشاد ہوا:

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتاً غَیرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا ﴾

مطلب یہ کہ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل ہو یہاں تک کہ اجازت لو اور سلام کروان کو، گھر والوں پر۔ تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی تستأذنوا کے ہیں اور حضرت اُبی کی قرأت میں تستأذنوا ہی آیا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

" قلنا یا رسول اللہ ما الاستیناس فقال یتکلم الرجل بالسبحۃ والتکبیر والتحمید او یتنحنح لیوذن اھل البیت "

ہم نے عرض کیا یارسول اللہ استیناس سے کیا مراد ہے فرمایا آدمی سبحان اللہ یا اللہ اکبر یا الحمد للہ پڑھے یا کھنکارے (گلے سے آواز کرکے) تاکہ گھر والے اجازت دیں۔ دوسری حدیث میں ہے:

" التسلیم ان یقول السلام علیکم ا ادخل ثلث مرات فاذا اذن لہ دخل والا رجع "

یعنی تسلیم سے مراد یہ ہے کہ آدمی یہ کہے "السلام علیکم کیا میں داخل ہوں؟" اس پر اگر اس کو اجازت دی جائے تو مکان میں داخل ہو ورنہ واپس ہو جائے۔

دوسری آیت میں ارشاد ہوا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ ☆ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَھُمْ ☆ اِنَّ اللہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ☆ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اٰبَآئِھِنَّ اَوْ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿﴾

مطلب یہ ہے کہ اے نبی ﷺ ایمان لانے والوں سے فرمادیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں پست کریں اور اپنے اندام خاص کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے پاکیزہ ہے۔ بے شک اللہ خبردار ہے اس کا جو وہ کرتے ہیں اور ایماندار عورتوں سے فرمادیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں چھپائیں اور اپنے اندام مخصوص کی نگہبانی کریں اور اپنی زینت مواضع یعنی ان اعضاء کو جن پر وہ سنگھار استعمال کرتی ہیں ظاہر نہ کریں مگر جو خود ہی ظاہر ہے اور چاہئے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے لئے یا اپنے باپوں یا اپنے شوہروں کے باپوں یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی عورتوں یا اپنی کنیزوں یا اپنے نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچہ جس کی عورتوں کی شرم کی چیزوں پر نگاہ نہیں ہے اور عورتیں اپنے پاؤں نہ ماریں جس سے ان کی چھپی ہوئی زینت جانی جائے اور اے ایمان دارو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کروتا کہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت مبارکہ میں چند حکم ہیں۔ مردوں کا عورتوں کی طرف عورتوں کا مردوں کی طرف مردوں کی طرف نظر نہ کرنا، اندام خاص کی حفاظت کرنا عورتوں کا اپنے سنگھار کے مواقع یعنی ان اعضاء کا ظاہر نہ کرنا جن پر وہ سنگھار استعمال کرتی ہیں۔ اس حکم سے شوہروں، باپوں، شوہروں کے باپوں، بیٹوں، شوہروں کے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، مسلمان عورتوں مملوکوں، بے خواہش مردوں، بچوں کا مستثنیٰ ہونا، پاؤں کا اس طرح نہ مارنا جس سے زیور کی آواز غیر مرد سنے:

پردہ کی انتہا ہے۔ مردوں کو عورتوں کے اور عورتوں کو مردوں کے دیکھنے کی ممانعت ہے اور شریعت طاہرہ کو پردہ میں یہاں تک مبالغہ مقصود ہے کہ ان کے زیور کی آواز بھی غیر مرد نہ سننے پائے البتہ نظر کے استثناء سے بعض روایات پر نظر کر کے ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ اور قدم چھپانا ضروری نہیں ہے۔ جب کہ نظر بد سے امن ہو۔ چنانچہ تفسیر احمدی میں ہے:

" والی الحرة الاجنبية مطلقاً ان لم يأمن من الشهوة وما سوى الوجه والكف والقدم ان امن منها "

یعنی حرہ اجنبی کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے اگر شہوت سے امن نہ ہو اور اگر امن ہو تو چہرہ اور گٹوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں کے سوا باقی ہر حصہ بدن کی طرف نظر کرنا حرام ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

آج کون کہہ سکتا ہے کہ عورتیں چہرہ کھولے پھریں اور نگاہ بد سے امن ہو تو کوئی بری نظر سے انہیں دیکھے ہی نہیں۔ جب یہ بات نہیں ہے تو ہاتھ پاؤں اور قدم کا کھولنا اور اس کی طرف نظر کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ حکم تو اس قول پر تھا کہ لا یبدین زینتھن کو مسئلہ نظر میں وارد پایا جائے لیکن بیضاوی کی تحقیق اس کے خلاف ہے وہ فرماتے ہیں:

" الا ظهران هذا فی الصلوٰة لا فی النظر فان کل بدن الحرة عورة ولا یحل لغیر الزوج والمحرم النظر الی شیء منها الا ضرورة کالمعالجة وتحمل الشهادة "

یعنی اظہر یہ ہے کہ یہ حکم نماز میں ہے کہ عورت اپنا تمام بدن سوائے گٹوں تک ہاتھوں اور قدموں کے چھپائے یہ نظر کا حکم نہیں اس لئے کہ تمام بدن حرہ کا عورت اور قابل پردہ ہے اور شوہروں اور محرموں کے سوا کسی کو اس کے بدن کے کسی حصہ کی طرف نظر کرنا حلال نہیں مگر بضرورت مثل معالجہ اور تحمل شہادت کے کہ جب شاہد کو ضرورت ہو تو وہ موضع شہادت کو دیکھ سکتا ہے۔ اس تحقیق کی بناء پر شہوت اور نظر بد سے امن ہونے کی صورت میں بھی تمام بدن کا مع چہرہ اور ہاتھوں اور پاؤں کے چھپانا اور پردہ کرنا لازم ہے اور کسی حصہ کی طرف نظر کرنا بھی حلال نہیں۔

احادیث:

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "لعن الله الناظر والمنظور الیه" کہ اللہ تعالیٰ غیر کی عورت کو دیکھنے والے پر اور جس کو دیکھا گیا ہے اس پر لعنت کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر عورت کو دیکھنا مرد کے لئے ناجائز اور سبب لعنت ہے۔ اسی طرح جو عورتیں بے پردہ رہیں اور ایسا موقع دیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کی نگاہیں ان پر پڑیں نیز حضور نے ان پر لعنت فرمائی۔ ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

" المرأة عورة فاذا خرجت استستوقها الشیطٰن "

عورت مستور قابل پردہ ہے اور اس کا حق بھی ہے کہ وہ چھپے۔ جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف نظر اٹھاتا ہے۔ اس حدیث میں پردہ کا بیان اور بے پردگی کی مضرت کا اظہار ہے کہ بے پردگی کی حالت میں شیطان اس کی طرف نظر اٹھاتا ہے اور اس کو اغوا کرنے اور اس کے ذریعہ سے دوسروں کو گمراہ کرنے کا موقع پاتا ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باہر نکلنے والی عورت کی طرف جو لوگ نظریں ڈالتے ہیں ان کو شیطان فرمایا گیا ہو۔ بخاری اور مسلم میں حضرت شیبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" ایاکم و والدخول علی النسآء فقال رجل یا رسول اللہ ارأیت الحمو قال الحمو والموت "

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا تم اپنے آپ کو عورتوں پر داخل ہونے سے بچاؤ۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! دیور۔ جیٹھ وغیرہ یعنی ان لوگوں کے لئے کیا حکم ہے جو عورت کے شوہر کے رشتہ دار ہوں؟ حم عربی زبان میں شوہر کے رشتہ داروں کو کہتے ہیں سوائے اس کے آباؤ ابناء کے حضور نے فرمایا حم موت ہے۔ یعنی اس سے پردہ اور بھی بہت زیادہ ضروری ہے۔ حضور نے مخنثوں تک کو مکان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ بخاری و مسلم میں بروایت ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی ہے کہ حضور نے فرمایا:

" لا یدخلن ھؤ لآء علیکم "

یہ لوگ ہرگز تم پر داخل نہ ہوں۔

ترمذی وابوداؤد میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ ابن ام مکتوم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ نابینا تھے۔ باوجوداس کے حضور نے ان دونوں پاک بیبیوں کو حکم فرمایا کہ وہ پردہ کریں۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ نابینا ہیں۔ ہمیں دیکھ نہیں سکتے؟ حضور نے فرمایا:

" انعمیا وان انتما السما تبصرانه "

کیا تم بھی نابینا ہو۔ کیا تم انہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شخص نابینا سے بھی پردہ چاہئے اور عورت بھی غیر مرد کو نہ دیکھے۔ شریعت طاہرہ میں پردہ کا کس قدر انتظام ہے۔ ابوداؤد میں حضرت عبداللہ ابن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

" کان رسول اللہ ﷺ اذا اتی باب قوم لم یستقبل الباب من تلقاء وجهه ولکن من رکنه الایمن اولا بسی (الحدیث)

حضور اقدس ﷺ جب کسی قوم کے دروازہ پر تشریف فرما ہوتے تو دروازہ کے سامنے رخ کر کے قیام نہ فرماتے۔ داہنے یا بائیں بازو پر قیام فرما کر السلام علیکم فرماتے۔ حضور کو خود یہ احتیاط ہے کہ کسی دروازہ پر تشریف بھی لے جائیں تو دروازہ سے ہٹ کر قیام فرمائیں۔ کہ کہیں سامنے کھڑے ہونے سے نظر مبارک گھر والوں پر نہ پڑ جائے۔ باوجود یکہ آں سرورِ اکرم ﷺ کی نظرِ انور سراپا شفقت ورحمت وکرم ہے اور اس امت کے لئے آپ مثل والد کے ہیں۔ بلکہ ہر ایک رسول کو اپنی امت کے لئے آپ مثل والد کے ہیں بلکہ ہر ایک رسول کو اپنی امت سے یہی نسبت ہوتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" ثم انہ قد ثبت انه ﷺ کالاب بالنسبة الیٰ امتہ "

لیکن باوجود اس کے حیا کا بادشاہ اپنی نظر پاک کو اپنی کنیزوں پر واقع ہونے سے بچائے۔ اس میں امت کو حیا اور پردہ کی کیسی ابلغ تعلیم ہے اور عقلاً بھی حفظ ناموس و آبرو وحیاء حمیت کے لئے پردہ نہایت ضروری ہے۔

درمختار میں ہے:

" وتمنع المرأة الشابة من کشف الوجه بین الرجال لا لانہ عورة بل لخوف ا لفتنة مکسه وان امن الشهوة "

جوان عورت کو مردوں میں چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے اس لئے نہیں کہ چہرہ عورت ہے بلکہ فتنہ کے خوف سے۔

ردالمختار میں ہے:

" والمعنیٰ تمنع من الکشف لخوف ان یری الرجال وجهها فتقع الفتنة لانه مع الکشف قد یقع النظر الیها بشهوة "

مطلب یہ ہے کہ عورت کو چہرہ کھولنے سے بایں اندیشہ منع کیا جائے کہ مرد اس کا چہرہ دیکھیں گے تو فتنہ واقع ہوگا کیونکہ چہرہ کھلا ہونے کی حالت میں کبھی اس کی طرف شہوت سے نظر پڑتی ہے۔ ان لوگوں کی عورتوں پر افسوس جو نصاریٰ کی تقلید میں اپنی عورتوں کو بے پردہ لئے پھرتے ہیں اور مجمعوں میں ہر قسم کے لوگ ان کو دیکھتے اور بدنگاہیں ان پر پڑتی ہیں۔ وہ مردوں سے ہاتھ ملاتی ہیں اور یہ شرع میں جوان عورتوں کے لئے کسی حال میں بھی جائز نہیں خواہ شہوت سے امن بھی ہو۔ جدید تعلیم یافتہ عورتیں مردوں سے بے تکلف کلام کرتی ہیں۔ بلند آواز سے بولتی ہیں۔ مجمعوں میں تقریر کرتی ہیں۔ شعر گاتی ہیں۔ انہیں خبر نہیں کہ عورتوں کو مردوں سے بلند آواز کے ساتھ کلام کرنا جائز نہیں۔ شریعت میں عورت کی آواز یہاں تک محفوظ رکھی گئی کہ آذان دینا بھی جائز نہیں۔ اگر امام سہو کرے تو عورت کو سبحان اللہ کہنے کی بھی اجازت نہیں۔ اسے چاہئے اپنے ہاتھ کی پشت پر ہاتھ مار کر آواز کرے تاکہ امام اپنے سہو پر متنبہ اور آگاہ ہو۔ ردالمختار میں نوازل سے منقول ہے:

" نغمة المرأة عورة وتعلمها القراٰن من المرأة احب "

اسی میں امام ابوالعباس قرطبی سے منقول ہے:

" ولا یجوز لهن رفع اصواتهن تمطیطها و وطنیها وتقطیعها لما فی ذٰلک من استمالة الرجال الیهن وتحریک الشهوات منهم ومن هذا لم یجز ان تؤذن المرأة "

درالمختار میں سرنیلالیہ سے نقل کیا ہے:

" ولا یکلم الا جنبیة الا عجوزاً عطست او سلمت فیشمتها ویرد السلام الیها والا لا "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی غیر عورت سے کلام نہ کرے سوائے بوڑھی عورت کے جس کو چھینک آئے یا وہ سلام کرے تو اس کو یرحمک اللہ کہہ دے یا سلام کا جواب دے دے اور اگر بوڑھی نہ ہو تو یہ بھی نہیں۔

ردّ المختار میں ہے:

" وان لم تکن عجوزاً بل شابة لا یشمتها ولا یرد السلام بلسانه "

یعنی اگر عورت بوڑھی نہ ہو جوان ہو تو اس کی تشمیت بھی نہ کرے اور زبان سے اس کے اسلام کا جواب بھی نہ دے۔ قاضی خان میں ہے:

" ان کانت عجوزاً ردّ الرجل سلامًا بلسانه بصوت تسمع وان کانت شابة ردّ علیها فی نفسه "

عورت بوڑھی ہو تو مرد اس کے سلام کا زبان سے ایسی آواز کے ساتھ جواب دے جس کو وہ سن لے اور اگر وہ جوان ہو اور سلام کرے تو اس کے سلام کا اپنے دل میں جواب دے۔ درمختار میں ہے:

" فان خافت الشهوة او شک امتنع نظره الیٰ وجهها فحل النظر مقید بعدم الشهوة والا فحرام وهذا فی زمانهم واما فی زماننا فمنع من الشابة " (قہستانی وغیرہ) الا النظر والمس لحاجة "

اگر غیر عورت کے دیکھنے میں شہوت کا اندیشہ ہو یا شک ہو تو اس کے چہرہ کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔ پس نظر کی حلت عدم شہوت کی قید کے ساتھ مقید ہے۔ یہ نہ ہو تو غیر عورت کے چہرہ کی طرف نظر کرنا حرام۔ یہ حکم تو زمانہء سلف کا ہے (جو زمانہ تقویٰ اور پاکبازی کا تھا اور نفوس زکی تھے) لیکن ہمارے زمانہ میں جوان عورت کو منع کیا جائے مگر بشرط ضرورت اس کے چہرہ کی طرف نظر جائز ہوگی۔ عدم شہوت سے مراد یہ ہے کہ شہوت نہ ہونے کا یقین ہو۔

چنانچہ علامہ شامی نے قہستانی سے نقل کیا:

" وشرط لحل النظر الیها والیه الا من بطریق الیقین من الشهوة "

یعنی غیر مرد کے عورت کی طرف اور عورت کے مرد کی طرف دیکھنے کی حلت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ شہوت سے امن کا یقین ہو اور شک ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ شہوت کا ہونا اور نہ ہونا کوئی یقینی نہ ہو۔ چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

" معناه استواء الأمرین تاتارخانیه "

ردالمختار میں ہے:

" قال فی التاتار خانیه و فی شرح الکرخی النظر الیٰ وجه الاجنبیة الحرة لیس بحرام ولکنه و یکره یکره بغیر حاجة اه و ظاهره الکراهة ولو بلا شهوة "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی تاتارخانیہ اور شرح کرخی نے کہا کہ غیر عورت کے چہرہ کی طرف نظر کرنا حرام نہیں لیکن بے ضرورت مکروہ ہے۔ ظاہر مطلب یہ ہے کہ غیر عورت کے چہرہ کو بے شہوت دیکھنا بھی مکروہ ہے۔ یعنی اگر شہوت نہ ہونے کا یقین ہو جب بھی بے ضرورت دیکھنا جائز نہیں اور شہوت سے دیکھنا تو حرام ہے۔ درمختار میں ہے: والا فحرام۔ شامی میں ہے ان کان عن شھوۃ حرام یہ حکم کہ غیر عورت کے چہرہ کو بے ضرورت دیکھنا حرام نہیں، مکروہ ہے اس کی نسبت صاحب درمختار نے فرمایا کہ یہ حکم سلف صالحین کے زمانہ کا ہے، جو عہد تقویٰ اور دینداری کا تھا اور ہمارے زمانہ میں جوان عورت کو بے ضرورت دیکھنا بغیر شہوت کے بھی حلال نہیں۔ اب مسئلہ بعون اللہ تعالیٰ واضح ہو چکا تو اب سمجھنا چاہئے کہ پیر اگر عورت کا محرم نہیں ہے اجنبی اور غیر شخص ہے۔ تو اس سے بھی پردہ لازم ہے اور اگر وہ پردہ نہیں کرتا تو گناہ گار ہے اور عورتوں کو اس کے سامنے آنا جائز نہیں البتہ اگر پیر صاحب صلاحب وتقویٰ اور شیخ فانی ہو جوانی کی امنگیں مرچکی ہوں اور قوائے شہوانیہ میں حرکت نہ رہی ہو تو عورتیں اس کے سامنے اعضاء کو چھپا کر محرم کی طرح سے آسکتی ہیں جیسا کہ آیت کریمہ میں ارشاد ہوا:

﴿غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ﴾

اور ردالمختار میں ہے:

"ولها ان تصافح الشيوخ فى شفاء من الكرمينى العجوز شهوتها والشيخ الذى لا يجامع مثله بمنزله المحارم"

زید کا قول کہ پردہ سے بے ایمان لوگ مرید کیا کرتے ہیں؟ نہایت قبیح اور سخت شنیع ہے۔ اس سے اصحاب زہد وورع پر بے ایمانی کا الزام دیا جاتا ہے اور بے ایمان کافر ہوتا ہے۔ چاہئے کہ زید اپنے اس نالائق کلمہ سے توبہ کرے۔

ہر ایک پیر جو جوان ہو خواہ صالح متقی ہو۔ اس کو مریدہ سے پردہ لازم ہے۔ پیری کچھ شرع کے احکام سے مستثنیٰ نہیں کردیتی۔ البتہ وہ بوڑھا جس میں شہوانی جذبات نہ رہے اور نفسانی امنگوں سے خالی ہو گیا۔ اگر وہ صالح ہو تو عورتیں اس طرح اس کے سامنے آسکتی ہیں جس طرح اپنے محرم کے سامنے خواہ پیر ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ بعون اللہ تعالیٰ نہایت وضاحت کے ساتھ مدلل طریقہ پر عرض کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے بندوں کے لئے ذریعہ ہدایت فرمائے اور ہمیں سب کو اپنی راہ رضا پر چلائے۔

آمین یا رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین محمد رحمۃ للعالمین وعلیٰ الہ واصحابہ الطیبین الطاہرین اجمعین۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

فتویٰ:

سوال: (۱) آیات ذیل کی مطابقت باہمی بدلائل قرآنی سورۂ سبأ کی آیت (۲۹)

﴿مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا﴾ سے فرما دیجئے کیونکہ قرآن شریف اور آنحضرت ﷺ تمام دنیا کے انسانوں اور قوموں کی ہدایت کے واسطے نازل ہوئے ہیں تو آیات ذیل میں خصوصیت خاص قوم کی کیوں کی گئی ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ آپ کی رسالت انبیاء علیہم السلام کی قوم پر نہ تھی:

﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَآ اَتٰھُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِکَ لَعَلَّھُمْ یَھْتَدُوْنَ ☆﴾

﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُھُمْ فَھُمْ غٰفِلُوْنَ ☆﴾

(۲) نماز میں جو درود شریف پڑھے جاتے ہیں ان میں کونسی ایسی برکت ورحمت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل میں موجود تھی اور آنحضرت ﷺ اور آپ کی آل کے واسطے ابتدائے اسلام سے اب تک برابر مانگ رہے ہیں اور وہ پوری ہونے کو نہیں آتی بظاہر اس سے افضلیت میں نقص پایا جاتا ہے؟

(۳) نبی، رسول کی جامع تعریف اور ان کا فرق بتایئے؟

(۴) دیگر انبیاء علیہم السلام کی امتوں پر بروئے قرآن شریف کیا کیا فضیلت وانعامات خاص امتِ محمدیہ ﷺ ہیں؟

الجواب بعون الکریم الوھاب:

﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ☆

(۱) آیات مذکورہ میں اصلاً اختلاف نہیں۔ نہ آیت سورۂ سجدہ یا سورۂ یٰسین سے کسی قسم کا کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے۔

اولاً: شے اس لئے کہ ثبوت شئی نفی ماعدا کی دلیل نہیں ہوتا تو کسی قوم کے لئے آپ کا نذیر ہونا دوسری اقوام کے نذیر ہونے کا انکار نہیں۔ اگر کسی شخص کو کہا جائے کہ یہ حکیم ہیں۔ تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ وہ رئیس نہیں ہیں۔ ورنہ خصوصیت کے ساتھ حکیم ہونے کا ذکر کیوں کیا جاتا یا کسی شخص کو کہا جائے کہ آپ اس گاؤں کے زمیندار ہیں۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور کسی گاؤں کے زمیندار نہیں یا کسی استاد سے کہا جائے کہ یہ لڑکا آپ کی شاگردگی میں اس لئے دیا گیا کہ آپ اس کے اخلاق کی درستی کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا آپ اس کے سوا اور کسی لڑکے کے استاد ہی نہیں ایسا سمجھنا سراسر جہل و نادانی ہے۔

قرآن پاک کی آیات خود دلالت کرتی ہیں کہ بعض مقامات پر حسب موقع بعض افراد کا ذکر کرنا منافی عموم نہیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہوسکتا۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾

اللہ تعالیٰ ہر شی کا خالق ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾

اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ دونوں آیتوں میں مخالفت ہے اور دوسری آیت سے شبہ ہوتا ہے کہ انسان اور اس کے عمل کے سوا کائنات میں سے اور کسی چیز کا اللہ تعالیٰ خالق نہیں ہے۔

معاذ اللہ ایک آیت میں ارشاد ہوا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾

اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا۔ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا ﴾

اے لوگو تم اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی زوجہ کو پیدا کیا۔ کیا کوئی نادان کہہ سکتا ہے کہ ان آیتوں سے شبہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ صرف انسانوں ہی کا خالق ہے اور کسی چیز کا نہیں **والعیاذ باللہ تعالیٰ**۔ اگر صرف ایک قوم کے لئے نذیر ہونے کا ذکر کیا جاتا تو بھی وہ دوسری قوم کے حق میں نذیر نہ ہونے کی دلیل نہ ہوسکتا چہ جائیکہ سورۂ سباء کی آیت میں ارسال عام کا صاف وصریح ذکر موجود ہے۔ پھر شبہ کا کیا محل۔ علاوہ بریں اور بہت سی آیات اس مدعا کی مثبت ہیں:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ☆ وَلِتَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا...... وغیرها من الآیات ﴾

ثانیاً: سائل کا یہ قول کہ آیات ذیل میں خصوصیت خاص قوم کی کیوں کی گئی۔ یہ سوال ایک غلط دعوے پر مشتمل ہے ان آیات میں کسی قوم کی خصوصیت نہیں کی گئی کہ حضور صرف اسی قوم کے لئے یا خاص اسی قوم کے لئے نذیر بنائے گئے۔ اس معنی پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ آیات میں نہیں۔ یہ قرآن پاک پر افتراء ہے۔ اس میں یہ نہیں فرمایا گیا:

"لئلا تنذر الا قوماً ما اتھم"

جس سے خصوصیت سمجھی جائے۔ ذکر خاص تخصیص عام نہیں ہوتا۔ اگر زید کو کہا جائے کہ وہ بکر کا باپ ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ خالد کا باپ نہیں۔ خاص ایک بیٹے کا ذکر کرنا زید کے باپ ہونے کی اسی کے ساتھ تخصیص نہیں کرتا ہاں اگر یہ کہا جاتا کہ زید بکر ہی کا یا صرف بکر کا باپ ہے تو تخصیص ہوتی، آیت میں ایسا کہاں ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ثالثاً : آیات سورۂ سجدہ وسورۂ یٰسین میں قوم خاص مراد ہونے پر معترض کے پاس کونسی دلیل قطعی ہے۔ حاشیہ تفسیر جلالین، جمل میں قوما کی تفسیر میں فرمایا "ای العرب و غیرهم" اس تفسیر پر سارے ہی عرب وعجم مراد ہیں تو خصوص بھی ندارد چہ جائیکہ تخصیص ارسال۔

۲:- سوال نہایت بیہودہ ہے اور عقل وعلم سے بہت ہی دور ہے۔ اوّل تو مشبہ بہ میں حقیقة وجہ شبہ کی کثرت وقوت ضرور نہیں۔ شہرت کافی ہے۔ کما لا یخفیٰ اهل العلم "اعتراض تو یہیں ختم ہوگیا۔ لیکن اس کو سمجھے تو وہ جس کو علم سے کچھ واسطہ ہو۔ عام آدمی بھی اپنے محاورات میں اتنا سمجھتے ہیں کہ جب ایک کریم بادشاہ داد ودہش پر آئے اور اپنے غلاموں اور حاشیہ برداروں کو انعام دے۔ اس وقت اعیانِ دولت اور وزرائے سلطنت عرض کریں جیسا ان غلاموں پر کرم ہوا ہے ہم نیاز مندوں پر بھی نظر توجہ ہو تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ پانچ پانچ روپے کے ملازموں کو دس دس روپے انعام دیا گیا ہے تو ان کی مثال پیش کر کے ہم بھی نظر عنایت کے امیدوار ہیں ورنہ جسے اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے وہ تو یہی سمجھے گا جس طرح ان کے لئے جیسا انعام شایاں تھا وہ انہیں دیا۔ ایسے ہی ہمارے لئے تیرے کرم سے جو شایاں ہو وہ ہمیں عنایت فرما تو اب فضیلت میں وہ حاشیہ بردار فائق ہونگے یا وزراء واعیان سلطنت اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں آجاتی تو معترض ایسا بھدا بھونڈا لایعنی اعتراض نہ کرتا۔

دوئم: یہ بات کس قدر بعید از عقل ہے جو وہ کہتا ہے کہ ابتدائے اسلام سے سارے مسلمان مانگ رہے ہیں اور وہ پوری ہونے کو نہیں آتی۔ اسی سے اس کو حضور پرنور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کی عظمت شان معلوم ہو جاتی۔ اگر وہ عقل رکھتا ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ درود شریف حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور آپ کی آل کے حق میں دعائے رحمت وبرکت ہے اور قرآن پاک میں پروردگار عالم نے اس کا حکم فرمایا تو اگر پروردگار عالم کو اس دعا کا قبول کرنا منظور نہ ہوتا تو وہ مسلمانوں کو کیوں حکم فرماتا اور اس طرح رغبت دلاتا کہ ہم بھی اس محبوب اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات پر نازل فرماتے ہیں ہمارے ملائکہ بھی درود بھیجتے ہیں تم بھی درود وسلام بھیجو تو ظاہر ہے کہ یہ سب دعائیں مقبول اور شرع میں مطلوب اور ان سے اظہار شان سید کون ومکان ﷺ کا منظور۔

اور مسلمانوں کو اس محبوبِ اکرم کی محبت اور درود ودعا گوئی کی برکتوں سے فیضیاب فرمانا مدنظر تو اب جتنے مسلمان درود بھیجتے ہیں اور حضور کے حق میں رحمت وبرکت کی دعائیں کرتے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے وہ سب مقبول اور مرضی الٰہی کے مطابق اور ہر مسلمان درود میں دعایوں کرتا ہے کہ اے پروردگار حضور پرنور سید الانبیاء محبوب کبریا ﷺ اور ان کی آل پاک پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرما جیسی تو نے سیدنا حضرت ابراہیم اور انکی آل پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائیں تو اگر کوتاہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نظر معترض کے طور پر یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ ہر مسلمان حضور اور ان کی آل کے لئے اتنی ہی رحمت و برکت مانگتا ہے جتنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو ملی اور ہر دعا مقبول ہے تو حضور کو ہر ہر مسلمان کی ہر ہر دعا پر رحمتیں اور برکتیں اتنی ملتی ہیں جتنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو ملیں اور قیامت تک بے شمار مسلمان یہ دعائیں مانگتے رہیں گے اور پھر ایک ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ ہر مسلمان عمر بھر اپنے تمام فرائض ونوافل وغیرہ میں یہ دعائیں مانگتا رہتا ہے تو اب حضور کی رحمت و برکت کی کیا نہایت ہوئی! کریم کارساز کا مقصود ہی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل کو جتنی رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائی گئیں۔ حضور سید عالم ﷺ کا ہر غلام ان کا ذکر کر کے حضور کے لئے ان سے اعلیٰ نعمتیں اور برکتیں مانگا کرے اور ان کی ہر دعا مقبول ہو اور حضور کو ہر دعا کے ساتھ حضرتِ ابراہیم اور آل ابراہیم سے زیادہ نعمتیں اور برکتیں دی جائیں اور ان کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔ اس فضیلت کی کچھ نہایت ہے کم عقلی پر افسوس جو اس کو نقصان سمجھ گیا۔

(۳) نبی وہ آزاد مرد ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو۔ رسول بشر ہی میں منحصر نہیں۔ ملائکہ سے بھی ہوتے ہیں۔

(۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی امت کو دوسری امتوں پر بے شمار فضیلتیں حاصل ہیں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امت وسط فرمایا۔ دوسری امتوں کے حق میں ان کو شاہد کیا ان کی قسمتوں کا فیصلہ ان کی شہادت پر رکھا اور سب کا یہ کہ اجمال خود اللہ تعالیٰ نے اس امت مبارک کی مدح کی اور اس کو خیر امت فرمایا قرآن پاک میں ارشاد ہوا:

﴿ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ ﴾

دوسری آیت میں ارشاد ہوا:

﴿ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد میں جوتا پہن کر جانے اور نماز پڑھنے کا حکم:

سوال: ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کا ایک مضمون رسالہ پیشوا جلد ۵ نمبر ۵ میں چھپا ہے رسالہ بھی ملاحظہ کے لئے حاضر ہے۔ اس مضمون میں صاحب موصوف نے مسجد میں جوتا پہن کر جانے اور جوتا پہنے ہوئے ہی نماز پڑھنے پر بہت زور دیا ہے اور اس امر کو جائز و مستحب ہی کے درجہ تک نہیں رکھا بلکہ واجب قرار دیا ہے اور ایسا نہ کرنے والوں پر ترک واجب کا الزام لگایا ہے اور انہیں ضعیف الایمان ٹھہرایا ہے اپنی تائید میں کچھ احادیث بھی پیش کی ہیں۔ اس مسئلہ کے متعلق تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائیں تاکہ مسلمانوں کو حکم شرع معلوم ہو اور گمراہی سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ آپ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کو دارین میں اجر عطا کرے، آمین والسلام۔

خاکسار محمد ظہور اختر

الجواب: " الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین " میں نے رسالہ پیشوا نیز حسن نظامی صاحب کا جوتیوں والا مسئلہ دیکھا۔ اس مسئلہ میں انہوں نے بہت حد سے تجاوز کیا ہے اور معبد میں جوتیاں پہن کر نماز پڑھنے کو جائز ہی نہیں بلکہ واجب تک قرار دیا ہے اور جو شخص برہنہ پا نماز کو بہتر سمجھے اس کے ایمان میں شبہ کیا ہے۔ " ولا حول ولا قوۃ الا باللہ " عجب خود پسندی کی انتہا ہوگئی۔

مسلمانوں میں تفرقہ اندازی:

تمام عالم کے مسلمان مساجد میں جوتا اتار کر داخل ہونے کے پابند ہیں اور اس کو مسجد کا احترام سمجھتے ہیں۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی تفصیل وتشریح کے جوتا پہن کر مسجد میں داخل ہونا جائز یا افضل واولیٰ بھی ہو تو اتنے امر کے لئے مسلمانانِ عالم کے ایک متحد طریق عمل میں تغیر کرنا اور ان میں ایک نئے تفرقہ کی بنیاد ڈالنا سخت ممنوع ہوگا آج ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے انتشار کو دور کیا جائے اور جس حد تک ممکن ہو سکے اور کوئی محذور شرعی لازم نہ آئے۔ ان میں ارتباط واتحاد پیدا کرنے کے لئے کامل جدوجہد کی جائے۔ بجائے اس کے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی باتیں نکالنا جس سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو اور ان کے صدیوں کے معمول اور ان کے اکابر علماء ومشائخ اولیاء وائمہ اور بزرگ انہوں نے دیکھے ہیں ان سب کے معمول کے خلاف انہیں مجبور کرنا یقیناً ایک فساد عظیم کی بنیاد ہے اور مسلمانوں میں ایک نئی جنگ چھڑ جانے اور تفرقہ پیدا ہونے کی تحریک ہے جو درحقیقت مسلمانوں کے ساتھ عداوت اور حکم اسلام کی مخالفت ہے۔ ابوداؤد میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے:

" من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه "

حضور اقدس علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو جماعت سے بالشت بھر جدا ہوا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالا۔ مگر حسن نظامی صاحب کو اس کی مطلق پرواہ نہ ہوئی اور انہوں نے ذرا لحاظ نہ کیا کہ اس تحریک کا کیا اثر ہوگا۔ مسلمانوں میں فساد عظیم برپا ہوگا۔ اس نازک حالت میں ان کی قوت کو کیسا صدمہ پہنچے گا۔ اگر مطلقاً جوتے پہن کر مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا جائز بھی ہوتا۔ تاہم اس میں اختلاف پیدا ہونے کے اندیشہ سے اس کی تحریک سے باز رہنا شرعاً ضروری تھا۔ ایک ایسے امر میں جو زیادہ سے زیادہ مباح ہو سکتا ہو آپ کو یہ اہتمام ہے۔ اس قدر تاکید ہے۔ مسلمانوں میں تفرقہ پڑنے کی پرواہ نہیں ہے۔ لیکن کتنے منہیات ممنوعات محرمات بلکہ ضلالات ہیں جن کی طرف آپ کو التفات نہیں:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" واللہ یھدی من یشآء الی سوآء السبیل "
اب میں مسئلہ کے متعلق ایک مختصر گزارش کروں۔

مساجد خیر بقاع ہیں:

زمین کے تمام خطوں اور بقعوں میں مساجد بہترین بقاع ہیں۔ ہر مسلمان ان کو غایت احترام کی نظر سے دیکھتا ہے اور دینِ اسلام نے یہی تعلیم دی ہے۔ مسلم شریف میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ سے یہ مروی ہے:

" احب البلاد الی اللہ مساجدھا "

اللہ تعالیٰ کو بلاد میں سب سے پیاری مسجدیں ہیں۔ شریعت مطہرہ نے مسجدوں کے احترام کا حکم دیا ہے اور ان کے آداب مقرر فرمائے ہیں بد بودار چیز کھا کر مسجد میں آنے۔ مسجد میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کرنے تک سے روکا ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرتِ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" من اکل ھذہ الشجرۃ الملتۃ فلا یقربن مسجدنا "

جو اس بد بودار درخت (پیاز) کو کھائے ہرگز ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔ بیہقی کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" یأتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجدھم فی امر دنیاھم فلا تجالسوھم فلیس للہ فیھم حاجۃ "

یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کی مسجدوں میں ان کی گفتگو امر دنیا میں ہوگی ان کے ساتھ مجالست نہ کرو اللہ تعالیٰ کو ان کی پرواہ نہیں۔ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں فرمایا:

"الکلام المباح فی المسجد مکروہ تاکل الحسنات "

یعنی جو کلام فی نفسہٖ مباح ہے وہ بھی مسجد میں مکروہ ہے نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ کلام دنیا سے مسجدوں کو یہاں تک بچایا ہے کہ معاملات بیع وشراء کی بھی اجازت نہیں۔ ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

" اذا رائیتم من یبیع او یبتاع فی المسجد فقولوا لا اربح اللہ تجارتک "

یعنی جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں خرید و فروخت کرتا ہے تو کہو کہ خدا تیری تجارت کو مفید نہ کرے۔ بلکہ گمشدہ چیز کو تلاش کرنے کے لئے بھی مسجد میں آواز بلند کرنے کی اجازت نہیں چنانچہ حدیث مذکورہ بالا میں یہ بھی ارشاد ہوا:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" اذا رأیتم من ینشد ضالۃ فقولو الا ارد اللہ علیک "

یعنی جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں گمشدہ چیز کو آواز بلند تلاش کرتا ہے تو کہ دو خدا تجھے واپس نہ دلائے۔

بخاری شریف میں حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے کہ طائف کے دو شخص مسجد میں بلند آواز سے بولتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بلا کر فرمایا:

" لو کنتما من اھل المدینۃ لاوجعکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ ﷺ "

یعنی اگر تم مدینہ شریف کے ساکن ہوتے تو میں تمہیں مارتا۔ مسجدِ رسول اللہ میں آوازیں بلند کرتے ہو۔ ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ شریعت طاہرہ نے مسجد کے احترام کی کس قدر تاکید فرمائی۔ بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنا، مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا، گمی ہوئی چیز کو آواز بلند تلاش کرنا اور بلند آواز سے بولنا خرید وفروخت کا معاملہ کرنا سب ممنوع فرمادیا۔ مسجد کی صفائی پاکیزگی وتطییب کا حکم دیا۔ ابوداؤ وترمذی، ابن ماجہ میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

" امر رسول اللہ ﷺ ببناء المسجد فی الدوران ینظف ویطیب "

یعنی حضور اقدس ﷺ نے گھروں میں مسجد بنانے اور اس کو خوب پاک وصاف اور مطیب رکھنے کا حکم دیا۔ کیا یہی پاکی اور صفائی ہے کہ ہر کس وناکس کو مسجد میں جوتے پہنے پھرنے کا اذن عام دے دیا جائے؟ اور گرد وکوڑے سے فرشِ مسجد جو اہل اسلام کا سجدہ گاہ ہے آلودہ اور گندہ رہے۔ سیکڑوں بے احتیاط چلنے والے بازاروں کی سنی سنائی نجاست آلودہ جوتیاں پہن کر چلیں۔ فرشِ مسجد اس سے ملوث ہو۔ اسی فرش پر پرستارانِ حق پیشانیاں رگڑیں۔ سجدے کریں۔ کیا یہی مسجد کی پاکیزگی وتنظیف ہے؟ خواجہ صاحب کے فرش وبستر پر اگر کوئی جوتا پہن کر پاؤں رکھے تو شاید انہیں ناگوار ہو مگر مسجد کے لئے گوارا ہے۔ حیف! اور اگر خواجہ صاحب نے انگریزوں کا سا مزاج پیدا کرلیا ہو اور ان کو جوتے وٹوپی میں فرق وامتیاز باقی نہ رہا ہو۔ جس طرح وہ جوتے پر ٹوپ اور ٹوپ پر جوتا بے تکلف رکھ لیا کرتے ہیں آپ کو بھی گوارا ہو تو آپ کے ذوقِ سلیم سے سوال کرنا بیکار۔

صحابہ کرام کی مثالیں دینا بیکار ہے۔ آج ان کی طرح طہارت ونظافت کا لحاظ کس کو ہے۔ کون احتیاط رکھتا ہے کہ اس کا قدم ناپاک جگہ پر نہ رکھا جائے اور اس کا جوتا نجاست پر نہ پڑے۔ صحابہ کرام کی دینداری اور انکی طہارت سے دوسروں کو کیا نسبت۔ ان کی پاپوش مبارک جیسی پاک وصاف رہتی تھیں آج لوگوں کو اپنے لباس کے لئے وہ پاکیزگی میسر نہیں۔ خواجہ صاحب نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث نقل کی جس میں ذکر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعلین شریف کو نماز میں پائے اقدس سے اتارا تو صحابہ نے اپنی پاپوشیں اتار لیں۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نے نماز سے فارغ ہو کر صحابہ سے پاپوش اتارنے کا سبب دریافت فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے حضور کو دیکھ کر ایسا کیا۔ ارشاد فرمایا کہ جبریل نے ہمیں آ کر خبر دی کہ نعلین شریفین میں کچھ لگا ہے (اس لئے ہم نے نعلین مبارک کو اتارا) تم میں سے جب کوئی مسجد میں آئے چاہئے کہ اپنی پاپوشوں کو دیکھ لیا کرے۔ اگر ان میں کچھ لگا ہو تو ان کو رگڑ ڈالے۔

اس حدیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نعلِ پاک میں جو چیز لگی تھی وہ نجاست تو نہ تھی جس سے نماز درست نہ ہوتی۔ کیونکہ نجاست ہوتی تو نماز کا اعادہ فرمایا جاتا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آدھی نماز نجس نعلین سے پڑھ لی جائے۔ علاوہ بریں نجاست کی صورت میں چونکہ نماز ہی درست نہ تھی اس لئے حضرت جبریل علیہ السلام نماز سے قبل حاضر ہو کر اطلاع کرتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے جو چیز لگی تھی وہ نجاست نہ تھی لیکن گرد کوڑے کا رہنا بھی حبیب کی نعلِ شریف میں رحمتِ الٰہی نے گوارانہ فرمایا اور یہ بھی آپ کے منصب عالی کے لائق قرار نہ دیا گیا چنانچہ اسی حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"وقذر بفتح قاف و ذال معجمه آنچه مکروه پندارد وآنرا طبع وظاهرا نجاستے نبود که نماز بآں درست نباشد بلکه چیزے بود مستقذر که طبع آنراناخوش دارد والا نماز از سر میگرفت که بعض از نماز بآں گزارده بود خبردادن جبریل و برآوردن از پاجهت کمالِ تنظیف و تطهیر بود که لائق بحال شریف وے بود۔"

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعل شریف کی طہارت کا تو یہ عالم ہے کہ اس کو اگر کوئی ایسی پاک چیز بھی لگ جائے جس کو طبع سلیم ناپسند رکھے تو نماز میں جبریل حاضر ہو کر عرض کریں ایسی نعلِ پاک سے کسی کے جبہ و دستار کو بھی کچھ نسبت نہیں۔ اس پر آجکل کے بے احتیاط لوگوں کے جوتوں کو قیاس کرنا سراسر خطا ہے۔ پھر یہ ادعا بھی غلط و باطل ہے کہ حضور کی عادت کریمہ ہی یہ تھی کہ پاپوش مبارک پہن کر نماز پڑھیں اور ہمیشہ ایسا ہی کیا جاتا تھا اور صحابہ بھی سب اس کے عامل تھے۔

ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

" قال رسول الله ﷺ اذا صلّی احدکم فلا یضع نعلیه عن یمینه ولا عن یساره فتکون عن یمین غیره الا ان لا یکون علیٰ یساره احد ولیضعهما بین رجلیه"

یعنی حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو جوتا اپنے داہنے طرف نہ رکھے اور نہ بائیں طرف رکھے کیونکہ وہ دوسرے شخص کے داہنے ہو جائے گا مگر جس حالت میں کہ اس کے بائیں طرف کوئی نہ ہو بلکہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

چاہئے کہ جوتا اپنے پاؤں کے درمیان رکھے اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ زمانہ اقدس میں جوتا پہن کر نماز پڑھنا امر عادی نہ تھا۔ جب تو جوتا رکھنے کی جگہ بتائی گئی۔ اسی ابوداؤد شریف میں دوسری روایت حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

"رأیت رسول اللہ ﷺ یصلی حافیاً متنعلاً"

میں نے حضور اقدس ﷺ کو پابرہنہ نماز پڑھتے بھی دیکھا اور پاپوش مبارک پہنے بھی اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوا کہ پاپوش مبارک پہن کر نماز پڑھنا امر عادی نہ تھا۔ خود حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بغیر پاپوش مبارک کے نماز پڑھتے اور صحابہ کرام بھی۔ خواجہ حسن نظامی صاحب نے جوتا پہن کر نماز پڑھنا واجب بتایا ہے تو کیا ان کے نزدیک معاذ اللہ صحابہ اور خود حضور اقدس ﷺ واجب ترک کرتے تھے؟ اور خواجہ صاحب نے تو نماز میں جوتا نہ پہننے والے کے ایمان تک میں شبہ کیا ہے کس قدر نابینائی اور جہالت ہے اور یہ بات کہاں تک پہنچتی ہے حق وانصاف کا کچھ بھی لحاظ ہو تو فوراً توبہ کریں اور توبہ کا اعلان شائع کریں کہ:

"توبة السر بالسر و العلانية"

مسجد کی صفائی اور تنظیف کے جو احکام اور احادیث سے بیان کئے گئے ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف ناپاک چیز سے ہی مسجد کو بچایا جائے۔ مگر جو چیز پاک ہو مگر طبع سلیم اس سے گھن کرتی ہو اور اس کو ناپسند رکھتی ہو اس سے بھی مسجد کو بچانا داخل تنظیف ہے۔ ورنہ تھوک اور رینٹھ سے خواجہ صاحب کی مسجد خوب گندہ ہوتی رہے اور خواجہ صاحب کہتے رہیں کہ یہ چیز ناپاک نہیں ہیں۔ مگر خواجہ صاحب کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ خود حدیث شریف میں اس کی تشریح فرمادی گئی۔ بخاری و مسلم نے حضرتِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی "البزاق فی المسجد خطیئة" یعنی تھوکنا مسجد میں گناہ ہے با۔ جو دیکہ تھوک نجس نہیں۔ طبیعت سلیمہ اس سے کراہت کرتی ہے تو جوتا جب بازاروں۔ سڑکوں میں ہر طرح کے راستوں میں استعمال کیا جائے تو اس کی پاکی کا احتمال ضعیف ہے اور غالب ہے کہ ضرور اس میں نجاستوں کا نفوذ ہوا اور فرض کرو ایک شخص نے نہایت احتیاط کی، کبھی نجاست پر اس کا قدم نہ پڑا تب بھی ایسی چیزیں جوتے میں لگ جانا بہت غالب ہے اور اس سے مسجد کی تلویث کا قوی اندیشہ ہے۔ اس لئے جوتے کو مسجد میں لے جانا درست نہ ہوا جیسا کہ بچوں کا مسجد میں لے جانا اندیشہ تلویث و تنجیس درست نہیں۔

درمختار میں ہے:

"ویحرم ادخال صبیان و مجانین حیث غلب تنجیسهم والا فیکره"

اور حدیث میں وارد ہوا:

"جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

زمانہ اقدس پر قیاس نہیں ہوسکتا صحابہ کی جیسی احتیاط کسی کا کیا منہ ہی کر سکے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاپوشِ اقدس میں کوئی پاک چیز بھی الگ جائے جو طبع سلیم کو پسند نہ ہو تو وحی آئے۔ وہاں اطمینان ہے کہ وہ نعلِ اقدس ایسی پاک چیزوں سے بھی آلودہ نہیں جن سے طبع سلیم متنفر ہو۔ تو اس نعلین پاک کا مسجد میں جانا یقیناً موجب تلویث مسجد نہیں۔ علاوہ بریں اس زمانہ میں مسجد شریف میں پختہ فرش نہ تھا جس کی تلویث کا اندیشہ ہوتا اس کے ماسوا جن احادیث میں جوتا پہن کر نماز پڑھنے کی نسبت ارشاد ہوا ان میں اس کی علت کفار (یہود) کی مخالفت بتائی گئی اور آج کفار (نصاریٰ وغیرہ) کا عام دستور ہے کہ وہ جوتا نہیں اتارتے جیسا کہ خود خواجہ صاحب کو بھی تسلیم ہے تو ان کی مخالفت جوتا اتار کر مسجد میں جانے کی علت ہے مقصود شارع علیہ السلام کی مخالفتِ کفار ہے اور اب وہ جوتا اتارنے میں حاصل ہے تو پہننے کا حکم اور اس پر تاکید خلاف منشائے شارع علیہ السلام ہے۔ یہ تمام باتیں کتابوں میں تھیں اور خود خواجہ صاحب نے جس ردالمحتار کی عبارت نقل کی اس میں موجود تھیں۔ مگر ان پر نظر نہ ڈالنا اور اس عبارت کو چھوڑ نا حق وانصاف کا خون ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ردالمحتار کی عبارت:

" وصلوته' فیهما ...... ای فی النعل والخف الطاهرین افضل مخالفة للیهود تاتارخانیه وفی الحدیث صلوا فی نعالکم ولا تشبهوا بالیهود رواه الطبرانی کما فی الجامع الصغیر رامزابصحته واخذ منه جمع من الحنابلة انه سنة ولو کان یمشی بها فی الشوارع لان النبی ﷺ وصحبته کانوا یمشون بها فی طرف المدینة ثم یصلون بها قلت لکن اذا خشی تلویث فرش المسجد بها ینبغی عدمه وان کانت طاهرة وامّا المسجد النبوی فقد کان مفروشا بالحصا فی زمنه ﷺ بخلافه فی زماننا ولعل ذٰلک محمل ما فی عمدة المفتی من ان دخول المسجد متنعلا من سوء الادب تأمل "

یعنی بنظرِ مخالفت یہود پاک جوتوں اور موزوں کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جوتوں سمیت نماز پڑھو اور یہود کے ساتھ تشبیہ نہ کرو۔ اس حدیث سے ایک جماعتِ حنابلہ نے اخذ کیا کہ یہ سنت ہے خواہ ان جوتوں کو پہن پر رستوں میں چلتا ہو اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب مدینہ طیبہ کے رستوں میں پاپوش مبارک پہن کر چلتے پھر ان کے ساتھ نماز پڑھ لیتے۔ علامہ فرماتے ہیں لیکن جب مسجد کی تلویث کا اندیشہ ہو تو چاہئے جوتا پہن کر مسجد میں نہ جائے۔ خواہ وہ جوتا پاک ہی کیوں نہ ہو لیکن مسجد نبوی میں زمانہء اقدس میں سنگریزے بچھے تھے (پختہ فرش نہ تھا) بخلاف ہمارے زمانہ کے اور شاید یہی محل ہو اس کا جو "عمدة المفتی" میں ہے کہ مسجد میں جوتے پہن کر داخل ہونا بے ادبی ہے۔

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ جوتا پہن کر نماز پڑھنے میں نہ رہی بلکہ جوتا اتارنے میں ہوئی لہذا اسی علت سے اب جوتا اتارنا ثابت ہوا۔ دوم یہ کہ مخالفت کفار کے قصد سے بھی وہ جوتا پہن کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے جو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

پاک ہو اور اس سے اندیشہ تلویث مسجد نہ ہو اور یہ بات آج حاصل نہیں ہمارے جوتوں سے مسجد کی تنجیس وتلویث کا کافی اندیشہ اور ظن غالب ہے لہذا ان جوتوں کو پہن کر مسجد میں جانا ہرگز درست نہیں رہا۔ خواجہ صاحب کا یہ فرمانا کہ جوتا رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے یہ مطلق صحیح نہیں کیونکہ نجاست غیر ذی جرم سے بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتا نہ کسی حدیث سے آپ ایسا ثابت کر سکتے ہیں بلکہ جو حدیثیں آپ نے لکھی ہیں ان کی شرح دیکھئے۔ شرح مشکوۃ میں ہے:

" اما النجاسة مثل البول ونحوه يصيب الثوب او بعض الجسد فان ذلک لا يطهر الا الغسل اجماعاً کذا ذکره الطيبی "

یعنی پیشاب اور اس کی مثل نجاست کپڑے یا جسم کو لگ جائے تو وہ بالا جماع بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں:

" اما در غیر ذی جرم مثل بول و خمر غسل واجب است "

درمختار میں ہے:

" وان لا جرم لها کبول فيغسل "

یعنی اگر پیشاب کی طرح نجاست غیر ذی جرم ہو تو دھونا لازم ہے۔ شامی میں ہے:

" فيغسل ای الخلف قال فی الذخيرة والمختار ان يغسل ثلاث مرات ويترک فی کل مرة حتی ينقطع التقاطر ويذهب النداوة ولا يشترط اليبس "

یعنی ذخیرہ میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ تین مرتبہ دھویا جائے اور ہر مرتبہ اتنا توقف کیا جائے کہ تقاطر موقوف ہو تری جاتی رہے بالکل خشک ہونا شرط نہیں۔ خواجہ صاحب کا یہ خیال کہ نجاست غیر ذی جرم رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہے بالکل غلط اور اجماع وکتب دینیہ کی تصریحات کے خلاف ہے اور نجاست تجسدہ کو نجاست غیر ذی جرم سمجھ جانا علم کی کمی اور باوجود اس قدر بے ادراکی مسائل دینیہ میں قلم اٹھانا کمال جرأت ولا حول ولا قوۃ۔ رہی یہ بات کہ حدیث شریف میں جوتے کا رگڑنے سے پاک ہونا جو بیان کیا ہے اس سے کونسی نجاست سے پاک ہونا مراد ہے؟ یہ حدیث کی شرح سے معلوم کیجئے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں ہے:

" مراد نجاست خشک است کہ چیزے ازاں تعلق گرفتہ است بنعل یاخف پس دلک کرداں را بارض "

یعنی حدیث میں خشک نجاست مراد ہے کہ اگر وہ جوتے یا موزے کو لگ جائے تو زمین سے رگڑنے سے پاک ہو جائے گا اور یہ بات قرین عقل بھی ہے کہ خشک نجاست اگر جوتے کو لگ گئی تو رگڑنے سے چھوٹ جائے گی جوتا پاک ہو جائے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

گا کیونکہ نجاست کے اجزاء جوتے کے جرم میں نفوذ تو کر ہی نہیں گئے تھے لیکن ترنجاست کے اجزاء تو جوتے کے جرم میں نفوذ کر جاتے ہیں۔ وہ صرف رگڑنے سے کیسے پاک ہو جائے گا اور یہ بات عجب لطف کی ہے کہ مسجد کے دروازے پر لوہے کی جالیاں رکھی جائیں ہر آنے والا پہلے ان سے اپنے جوتے خوب رگڑ لیا کرے جب خواجہ صاحب کے نزدیک جوتا اتنا پیارا ہوتا ہے کہ حالتِ نماز میں دل کے اندر گھسا چلا آتا ہے (یہ انہی کے الفاظ ہیں) تو اس جوتے کو روزانہ کم از کم پانچ مرتبہ رگڑ کر چار روز میں توڑ دینا کون گوارا کرے گا؟ یہ قید لگا دیجئے تو جوتے کی محبت والے مسجد میں آنا ہی چھوڑ دیں گے اور نماز کے لئے یہ آسان گوارا نہ کریں گے کہ چھ ماہ چلنے والا جوتا ہفتہ بھر میں نکما ہو جائے یا دلی کے جوتے والوں کی تجارت کی اعانت مقصود ہے۔

الحاصل جب معلوم ہے کہ عام طور پر جوتوں میں رات دن ہر طرح کی نجاست لگتی رہتی ہے اور صحابہ کی سی احتیاط آج میسر نہیں تو مسجد کی تطہیر و تنظیف کے لئے ضروری ہے کہ فرش مسجد کو جوتوں سے بچایا جائے اور جوتا پہن کر مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہو جیسا کہ اوپر نقل کی ہوئی عبارت کتب معتبرہ سے ثابت ہو چکا۔

علامہ ابن عابدین نے اس کی بہت صاف تصریح فرما دی کہا گر جوتا بالکل پاک ہو کسی قسم کی نجاست اس کو نہ لگی ہو کہ اس سے مسجد کی تلویث کا اندیشہ ہو جب بھی اس کو پہن کر مسجد میں نہ آنا چاہئے۔ مگر خواجہ صاحب نے یہ عبارت نقل نہیں کی یہ بات دیانت کے خلاف ہے زمانہ اقدس میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام جو کبھی کبھی مسجد میں جوتا پہن کر تشریف لاتے اس کی تین وجہیں ہیں۔ دو تو ذکر ہو چکیں ایک تو ان حضرات کی پاپوش کا پاک ہونا دوسرے مخالفت کفار کا قصد اور تیسری وجہ علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں یہ تحریر فرمائی کہ اس زمانہ میں مسجد نبوی میں سنگریزے بچھے تھے فرش پختہ نہ تھا لہذا پاک جوتوں سے اس کی تلویث کا اندیشہ نہ تھا بخلاف ہمارے زمانہ کے کہ اب فرش پختہ ہیں۔ پاک جوتا بھی ان پر نہ پہننا چاہئے کہ اس سے تلویث مسجد ہوگی اور حالات بدلنے سے ضرور حکم بدل جاتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

"كانت الكلاب تقبل وتدبر فى المسجد فى زمان رسول الله ﷺ"

یعنی حضور کے زمانہ میں مسجد کے اندر کتے آتے جاتے تھے۔ اس کا یہی تو باعث تھا کہ فرش خام تھا تلویث کا اندیشہ نہ تھا کیا اب بھی خواجہ صاحب اجازت دیں گے کہ فیشن ایبل جنٹلمین بوٹ پہن کر کتا ساتھ لے کر مسجد کے اندر آیا کریں؟ کچھ تو عقل سے کام لو۔ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا:

"گفته اند که ایں در ابتدائے اسلام بود برا باحت اصلیه پس ازاں وارد شد امر تکریم مساجد و تطهیر آں و محافظتِ آں ازدر آمدن کلاب و حیوانات و

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ساختن درھا و دربندھا تا آں کہ یک وقتے امر کردند بکشتن سگاں"

یعنی یہ اباحت اصلیہ کی بناء پر ابتدائی اسلام میں تھا۔اس کے بعد مساجد کی تکریم وتطہیر اوران کی حفاظت ونگہداشت کا امروارد ہوااور کتوں اور جانوروں کومسجد شریف سے روکنے کے لئے دروازے اور کیواڑ بنائے گئے یہاں تک کہ ایک وقت کتوں کے مارڈالنے کاحکم دیا گیا۔

اب الحمد للہ خواجہ صاحب کے تمام واہی تباہی شبہوں کا قلع قمع ہوگیااور مسئلہ خوب واضح ہوگیا اگر خواجہ صاحب اب بھی نہ سمجھیں تو بعون اللہ تعالیٰ ایک مبسوط تحریر سے ان کے اطمینان کی کوشش کی جائے گی۔مگر تعجب یہ ہے کہ اس قدر صاف مسئلہ میں انہیں الجھن کس طرح ہوئی؟ انہیں تو اتنا سمجھ لینا کافی تھا کہ تمام دنیا کے مسلمان صدیوں سے مسجد میں جوتا پہن کر آنا ناجائز سمجھتے ہیں۔اسی پر تمام امت کے اخیار ابرار صالحین،علمائے ائمہ،اولیاء سب کا عمل رہا ہے یہ مسئلہ اجتماعی ہوگیا آج بھی تمام مسلمان اس کے عامل ہیں اور کسی مسئلہ صحت کے لئے مسلمانوں میں اس کا بلانکیر رائج ہونا بھی دلیل شرعی ہے۔حدیث شریف میں ارشاد ہوا:

" ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن "

جو مسلمانوں کے نزدیک بہتر ہے۔اللہ کے نزدیک بہتر ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ☆ ﴾

یعنی اور جو رسول اللہ ﷺ کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ۔اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی،تفسیر مدارک التنزیل میں فرماتے ہیں:

" وھو دلیل علی ان الاجماع حجۃ لا تجوز مخالفتھا کما لا تجوز مخالفۃ الکتاب والسنۃ لان اللہ تعالیٰ جمیع بین اتباع سبیل المؤمنین وبین مشاقۃ الرسول فی الشرط وجعل جزاء ہ الوعید الشدید فکان اتباعھم واجباً کموالات الرسول "

یعنی یہ آیت دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اس کی مخالفت جائز نہیں،جیسے قرآن وحدیث کی مخالفت جائز نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی راہ کے سوا دوسری راہ کے اتباع کو مخالفت رسول کے ساتھ شرط میں جمع فرمادیا اور اس کی جزاء وعید شدید ٹھہرائی تو مسلمانوں کا اتباع رسول کی موالات کی طرح واجب ہوا۔تفسیر خازن میں ہے:

" وذٰلک لان اتباع غیر سبیل المؤمنین وھو مفارقۃ الجماعۃ حرام فوجب ان یکون اتباع سبیل المؤمنین ولزوم جماعتھم واجباً "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی یہ اس لئے کہ مسلمانوں کی راہ کے سوا اور دوسری راہ کا اتباع اور وہ جماعت سے مفارقت کرنا ہی حرام ہے تو مومنین کی راہ کا اتباع اور ان کی جماعت کا لزوم واجب ہوا۔

اس مضمون پر بکثرت نصوص وارد ہیں اور کوئی عاقل جو اسلام کا بدخواہ نہ ہو۔ یہ گوارا نہ کرے گا کہ ایسا امر جس میں تمام دنیا کے مسلمان متفق و متحد ہیں اور اس میں اصلاً اختلاف نہیں اس کو مورد بحث بنائے اور مسلمانوں میں جھگڑے اور فساد پیدا کرے۔ مساجد کی بے حرمتی کے لئے عوام و خواص کو ہر طرح کے جوتے پہن کر مسجد میں آنے کی اجازت دے اور فساد کی ایک بنیاد قائم کرے۔ یہ خیال خواجہ صاحب ہی کے دماغ عالی میں پیدا ہوا اور اس پر آپ سو شہیدوں کے ثواب کے بھی امیدوار ہیں اور جوتا پہن کر مسجد میں آنے کو سنت سمجھ رہے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جوتا پہن کر مسجد میں آنا واجب قرار دیتے ہیں اور جو اس میں ان کے ساتھ نہ ہو اس کے ایمان میں شک کرتے ہیں کس قدر ظلم ہے۔ اللہ تعالےٰ ہدایت فرمائے۔ آمین

وہابیہ کے مقتدا ابن تیمیہ کا حال:

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس امر میں کہ ابن تیمیہ کون اور کیسا شخص ہے۔ مذہب کے اعتبار سے اس کا مرتبہ کیا ہے؟ ہندوستان کے اخبار نویس مثل ابوالکلام آزاد کے اکثر اس کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ آج کل یزید پلید کی مدح و ثناء میں ابن تیمیہ کا کلام پیش کیا جاتا ہے، یہ شخص معتبر تھا یا نامعتبر؟

(احقر محمد ظہور)

الجواب بعون اللہ الوہاب:

ابن تیمیہ کو وہابیہ نجدیہ اپنا پیشوا جانتے ہیں اور کبھی اس کے نام کی تصریح کرکے اور کبھی بلا تصریح اس کے اقوال فاسدہ سے تمسک کرتے ہیں۔ ابن مسعود نے جو وہابیت کا میگزین کتاب ''مجموعۃ التوحید'' چھاپا ہے اس میں بھی ابن تیمیہ کے رسالے شامل ہیں۔ اس شخص کی نسبت خاتم المحدثین علامہ شیخ احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۸۳ میں فرماتے ہیں۔

" ابن تیمیة عبد خذله الله واضله واعماه واصمه واذله و بذلک صرح الائمة الذين بينوا فساد احواله و كذب اقواله ومن اراد ذلک فعليه بمطالعة كلام الامام المجتهد المتفق علىٰ امامته وجلالته وبوغه مرتبة الاجتهاد ابى الحسن السبكى وولده التاج وشيخ الامام العز ابن جماعة واهل عصرهم وغيرهم من الشافعية والمالكية والحنفية ولم يقصر اعتراضه علىٰ متأخرى الصوفية بل اعتراض علىٰ مثل عمر بن الخطاب وعلى بن ابى طالب رضى الله

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

عنهما کما یاتی والحاصل ان لا یقام لکلامه وزن بل یری فی کل وعروحزن ویعتقد فیه انه مبتدع ضال ومضل جاهل غال عامله الله بعدله وارجاء نامن مثل طریقته وعقیدته وفعله امین "

ابن تیمیہ ایک بندہ ہے جس کو خدا نے رسوا کیا۔ گمراہ کیا اندھا کیا۔ بہرہ کیا ذلیل کیا ائمہ دین نے اس کی تصریح کی جنہوں نے اس کے فساد احوال اور جھوٹے اقوال کا بیان فرمایا جو شخص چاہے وہ امام مجتہد جن کی امامت، جلالت رتبہ اجتہاد کو پہنچا مسلم ہے یعنی ابوالحسن سبکی اور ان کے فرزند ارجمند علامہ تاج الدین سبکی اور شیخ امام عز بن جماعہ اور ان کے اہل زبان اور ان کے سوا علماء شافعیہ، مالکیہ حنفیہ کے کلام کا مطالعہ کرے۔ ابن تیمیہ نے متاخرین صوفیہ پر ہی اعتراض کرنے میں اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسے اکابر صحابہ پر بھی اعتراض کیا ہے جیسا کہ آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس کا کلام کچھ وزن نہیں رکھتا بلکہ ویرانہ میں پھینکنے کے قابل ہے۔ اس کے حق میں یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ وہ بدعتی گمراہ، گمراہ کن جاہل غالی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے عدل سے معاملہ کرے اور ہمیں اس کے جیسے عقیدے وطریقے سے بچائے آمین۔

اس کے بعد علاّمہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے کن کن اکابر اسلام و اعلام دین پر اعتراضات کئے اور افتراء اٹھائے۔ ان میں سے اکابر صحابہ بھی ہیں حتیٰ کہ امیر المومنین امام المسلمین خلیفہ راشد سیدنا و مولانا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کہا:

" ان عمر له غلطات وبلیات وایّ بلیات "

اور امیر المؤمنین امام المتقین حضرت مولیٰ علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے حق میں کہا:

" ان علیا اخطأ فی اکثر من ثلث مائة مکان"

یعنی معاذ اللہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت سی غلطیاں اور بڑی بڑی بلائیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین سو جگہ زیادہ غلطیاں کیں۔

" معاذ الله ولا حول ولا قوة الا بالله "

حضرت علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

" من این یحصل لک الصواب اذا اخطأ علی بزعمک کرم الله وجهه و عمر بن الخطاب رضی الله عنه "

کہ تجھے کہاں سے صواب حاصل ہو گیا۔ جب امیر المومنین علی اور امیر المومنین عمر بن الخطاب تیرے گمان میں خطا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کار ہیں۔ اس بے دین نے بہت سے مسائل ایسے گھڑ دیئے۔ اجماع کو توڑ ڈالا، شریعت کے نظام کو درہم برہم کیا۔ کہا جو شخص "علی الطلاق" کہے اس پر کفارۂ یمین لازم آئے گا اور طلاق نہ ہوگی، حالانکہ اس سے پہلے مسلمانوں میں سے کوئی بھی کفارہ کا قائل نہ ہوا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حائض کو طلاق واقع نہیں کی ہوتی۔ ایسے ہی جس طہر میں قربت ہو اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ نماز عمداً چھوڑ دی جائے تو اس کی قضا واجب نہیں۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ حائض کے لئے بیت اللہ کا طواف مباح ہے اور اس پر کفارہ نہیں۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ تین طلاقیں ایک کی طرف رد ہو جاتی ہیں اور اس کا دعویٰ کرنے سے پہلے ابن تیمیہ خود اس کے خلاف پر مسلمانوں کا اجماع نقل کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بہت مسائل ہیں جن میں اس نے دین کی مخالفت کی۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ بہنے والی چیزوں میں چوہے وغیرہ کی طرح کوئی جاندار مر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتے۔ جب رات میں نفل پڑھ لے اور قبل فجر غسل تک تاخیر نہ کرے اگرچہ شہر میں ہو اور مخالف اجماع نہ کافر ہے نہ فاسق اور رب تعالیٰ محلِ حوادث ہے:

"تعالیٰ اللہ عن ذٰلک وتقدس"

اور یہ کہ باری تعالیٰ مرکب ہے اور اس کی ذات ایسی ہی محتاج ہے جیسا کل جزو کا اور قرآن ذات الٰہی میں محدث ہے:

"تعالیٰ اللہ عن ذٰلک"

اور یہ کہ عالم قدیم بالنوع ہے اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مخلوق دائم رہا تو اس نے واجب تعالیٰ کو موجب بالذات قرار دیا نہ کہ فاعل بالاختیار۔ جسمیت و جہت انتقال کا قائل ہوا اور یہ کہا کہ خدا تعالیٰ بقدر عرش کے ہے۔ نہ چھوٹا نہ بڑا اور انبیاء غیر معصوم ہیں اور رسول ﷺ کا کوئی مرتبہ نہیں۔ ان کے ساتھ توسل نہ کیا جائے ان کی زیارت کے لئے سفر کرنا گناہ ہے (وہابیہ نے بھی اس کی خوشہ چینی اور ریزہ خواری کی ہے) ایسے ایسے اور اس سے بہت زیادہ ناپاک اور گندے مسائل اس کے ہیں جن کو حضرت شیخ علامہ نے اپنے اسی فتاوے میں ذکر فرمایا۔ دوسری جگہ اسی فتاوے کے صفحہ ۱۴۴ پر یہی علامہ فرماتے ہیں:

"وایاک ان تصغی الیٰ ما فی کتب ابن تیمیھة وتلمیذہ ابن القیم الجوزیة وغیرھما ممن اتخذ الٰہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ فمن یھدیہ من سعد اللہ وکیف تجاوز ھٰؤلآء الملحدون الحدود وتعدوا الرسوم وخرواسباح الشریعة والحقیقة فظنوا بذٰلک انھم علی ھدی من ربھم ولیسوا کذٰلک بل ھم علیٰ اسوء الضلال واقبح الخصال وابلغ المقط والخسران وانھی الکذب والبھتان فخذ اللہ متبعھم وطھر الارض من امثالھم"

ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزی وغیرہ کی کتابوں پر کان رکھنے سے بچو جنہوں نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

معبود بنایا اور کدا نے اس کو علم پر گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر کی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈالا تو اس کے بعد اب کون اسے ہدایت کرے گا اور بے دینوں نے کس طرح حدود سے تجاوز کیا ور رسموں سے تعدی کی اور چادر شریعت وحقیقت کو پھاڑ کر گمان کیا کہ وہ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ بدترین گمراہی اور قبیح ترین خصائل اور انتہائی بدنصیبی اور ٹوٹے اور کذب و بہتان میں ہیں۔ اللہ ان کے متبع کو رسوا کرے اور ان کے امثال سے زمین کو پاک فرمائے۔

ابن تیمیہ کا یہ حال ہے اور ائمہ دین اور مشائخ محدثین اس کے حق میں ایسا فرماتے ہیں۔ اہل اسلام ایسے بے دین سے احتراز کریں اور اس کی گمراہ کن تعلیم سے بچیں۔ جو علی مرتضی کو خطا کار بتاتا ہے۔ یزید کی تعریف وتوصیف اس سے کیا بعید ، ہندوستان کے بے قید جو دین سے آزاد ہو کر ملحدان بے دین کے دام تزویر میں گرفتار ہیں۔ وہ اگر ایسے فاسد العقیدہ شخص کی تقلید کریں تو یہ ان کی لامذہبی کا ایک اور ثبوت ہے۔

" لعاذنا اللہ تعالیٰ ابانا وجمیع المسلمین ووقانا وسائر المومنین عن مکائد للباطلین المفسدین المانعین من الدین بحرمة خاتم النبین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلیٰ اله واصحابه اجمعین واللہ سبحنه اعلم وعلمه اتم "

کتبـــــہ

العبد المعتصم بحبل اللہ المتین

محمد نعیم الدین عفرلہ

المعجزة العظمیٰ المحمدیه

۱۳۴۵ ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مورخہ ۶ شعبان المعظم ۱۳۴۵ ہجری کو مغرب کے وقت بجانب قبلہ ایک روشن ستارہ نے ٹوٹ کر سرکار دو عالم ﷺ کا اسم مبارک محمد صفحہ آسمان پر نمایاں کیا ، جبلپور سی کے اکثر مقامات کے ہزار ہا باشندوں نے دیکھا۔ کیا اس کرشمہ قدرت یا آسمانی شہادت کو معجزہ کہا جاسکتا ہے؟ جواب مع عقلی ونقلی دلائل تحریر فرمائیں۔ بینوا وتوجروا ؛

احقر نور اللہ خاں کاتب ، الہ آبادی عفی عنہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

الجواب و هو الموفق

ہرامر عجیب وخارق عادت جس کے ظہور کا تعلق نبی کی ذات یا صفات وخصائص وحالات سے ہو۔اگر وہ تحتِ تحدی و مقترن بدعوائے نبوت ہے تو معجزہ ہے ورنہ آیت لیکن بروجہ تشبیہ وتغلیب آیت پر بھی معجزہ کا اطلاق شائع وذائع ہے پھر یہ تعلق بھی نبی کی حیات ظاہری سے خاص نہیں بلکہ نبی کی وفات کے بعد کے بھی عام اور تا قیامت باقی ہے۔حتیٰ کہ نبی کے امتی کسی ولی کی کرامت بھی اسی نبی کے معجزات سے ہے۔غرض کہ نبی کی وفات کے بعد بھی اس سے نسبت رکھنے والے امورخارقہء عادت وکرمہائے قدرت الٰہی آیات ومعجزات دکھلائیں گے کیونکہ وہ نبی سے متعلق ہیں اور بدلالتِ قرائن اقوال واحوال وخصائص بھی حکماً مقترن بدعوائے نبوت اور تحت تحدی ہیں۔زبیدی شرح احیاء میں ہے:

" ایده الله سبحانه بالمعجزات الظاهرة والأيات الباهرة) معنى الأية العلامة علىٰ صدقه والمعجزة هي الأيات مع التحدى بها "

اوراللہ سبحانہ نے حضور اکرم ﷺ کی تائید فرمائی ظاہر معجزات اور کھلی ہوئی آیتوں کے ساتھ آیت کے معنی یہ کہ ایسی علامت جو حضور کی صداقت پر دلالت کرے اور معجزہ بھی وہی آیت ہے جو تحدی کے ساتھ ہواور بھی زبیدی میں ہے:

"والقوم يعدون امثال هذه كشف الصدورو اظلال الغمامة والتسليم الحجر معجزات علىٰ سبيل التشبيه والتغليب "

اور قوم یعنی ائمہ کرام نے ایسی آیتوں اور نشانیوں کو جو بغیر تحدی کے ہوں جیسے شق صدر اور ابر کا حضور پر سایہ کرنا اور پتھر کا سلام کرنا معجزات میں بروجہ تشبیہ وتغلیب شمار کیا ہے۔فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

" ان كرامة الولي من بعض المعجزات النبي ﷺ "

ولی کی کرامت نبی ﷺ کے معجزات میں سے ہے۔

پھر بعد وفات نبی جب تک نبی کی نبوت باقی اس کے دعوۂ نبوت پر تحدی قائم اور نبی کے تحت تحدی اور تحتِ نبوت جو امر خلاف معمول و خارق عادت صادر ہو وہ اس نبی کا معجزہ ہے۔کیونکہ معجزہ ایک فعل الٰہی ہے جو منکرین ومشرکین و معاندین کو نبی کی مخالفت اور اس کے مقابلہ معارضہ سے عاجز کر کے اس نبی برحق کے دعوۂ نبوت ورسالت کی تصدیق اور اس کے دین متین کی صداقت وحقانیت کی توثیق کرے۔تو اس کے لئے نبی کی حیات ظاہری کی حاجت نہیں۔نشر المحاسن میں ہے:

" كل فعل خارق للعادة مستلزم صدق النبى ﷺ فيما دعاه من الرسالة معجزة له "

ہر فعل جو خارق عادت خلاف معمول ہو اور نبی ﷺ نے جو رسالت کا دعویٰ کیا اس میں ان کی سچائی کا مستلزم ہو وہ اس نبی ﷺ کا معجزہ ہے۔احیاء العلوم میں ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" وجه دلالة المعجزة على صدق الرسل ان كل ما يعجز عنه البشر لم يكن الا فعلا لله تعالىٰ "

نبیوں اور رسولوں کی سچائی پر معجزہ کی دلالت کرنے کی وجہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کے مقابلہ سے انسان عاجز ہو وہ اللہ ہی کی طرف سے اور اسی کا فعل ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے:

" فالمعجزة على هذا الايشترط لها حياة الرسول بل تكون بعد موته ايضا "

تو اس بناء پر معجزہ کے لئے رسول کا حیات ظاہری کے ساتھ زندہ رہنا شرط نہیں بلکہ معجزہ ان کی وفات کے بعد بھی ہوتا ہے۔

جب ظہور معجزہ کے لئے رسول و پیغمبر کی حیات ظاہری شرط نہ رہی تو بعد وفات نبی ﷺ جو کچھ بھی خرق عادت ظاہر ہوں سب معجزہ ہیں کیونکہ وہ مقرون بالتحدی ہیں۔ نبی ﷺ کی رسالت کی بین شہادت دیتے ہیں اور بقرائن صریحہ نبی کریم ﷺ کے دین متین کی صداقت وحقانیت پر دلالت کرتے ہیں اور منکرین ومعاندین اس کے معارضہ سے عاجز اور مقابلہ سے مبہوت ہیں۔ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

" اكثر معجزات الانبياء لا سيما نبينا محمد ﷺ وقعت من غير ادعاء النبوة "

انبیاء کرام علیہم السلام کے اکثر معجزات خصوصاً ہمارے نبی ﷺ کے بغیر ادعائے نبوت کے واقع ہوئے اور بھی فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

" ان كل ما وقع منه ﷺ بعد النبوة مقرون بالتحدى لان قرائن اقواله واحواله ناطقة بدعواة النبوة وتحديه المخالفين واظهاره ما يقمعهم ويجديهم "

جو معجزات حضور اکرم ﷺ سے بعد نبوت ظاہر و واقع ہوئے وہ مقرون بالتحدی ہیں کیونکہ حضور کے دعوائے نبوت اور حضور کے مخالفین پر تحدی اور حضور کا وہ باتیں ظاہر فرمانا جو منکرین ومخالفین کو توڑ دیں اور عاجز کر دیں ان تمام امور پر حضور کے اقوال اور احوال کے قرائن ناطق ہیں۔ شرح الشفا للملا علی قاری میں ہے:

(معجزة نبينا ﷺ لا تبيد) اى لا تفنى ابدا ولا تنقطع (راياته) علاماته الدالة على صدقه (تجدد يوما فيو ما ولا تضمحل) اى ولا تزول اصلا "

ہمارے نبی ﷺ کا معجزہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور کبھی منقطع نہ ہوگا اور حضور کی آیتیں یعنی حضور کی سچائی اور صداقت وحقانیت پر دلالت کرنے والی علامتیں دن پر دن نئی ظاہر ہوں گی اور کبھی کمزور نہ ہوں گی یعنی ہر گز زائل نہ ہوں گی۔ حدیقہ ندیہ میں ہے:

" انه مبعوث الى الثقلين و خاتم الانبياء والرسل و معجزاته ظاهرة باقية على الزمان و شهادته قائمة فى القيامة علىٰ كافة البشر "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بے شک حضور ﷺ دونوں جہان کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ خاتم ہیں تمام نبیوں اور رسولوں کے اور آپ کے کھلے ظاہر معجزات زمانہ کے قائم رہنے تک باقی ہیں اور صدق نبوت کی شہادت قیامت تک تمام لوگوں پر قائم ہے۔

افضل القریٰ میں ہے:

" ان هذه الشريعة كانت باقية على صفحات الدهر الى يوم القيمة خصت بالمعجزات العقلية الباقية ليرها ذوالبصائر "

بے شک یہ شریعت دنیا کے پردہ پر قیامت تک رہنے والی ہے یہ شریعت خاص کی گئی ہے معجزات عقلیہ کے ساتھ جو باقی رہیں گے تا کہ انہیں عقل کی آنکھ والے دیکھیں۔ جامع الکرامات میں ہے:

" فكان بذلك ﷺ كانه موجود بين امته ليشاهدون معجزاته بعد مماته كما كانوا يشاهدونها فی حياته ﷺ ليزداد الذين امنوا ايمانا "

ان معجزات کے سبب گویا کہ حضور اکرم ﷺ اپنی امت کے درمیان خود موجود ہیں کہ لوگ آپ کے معجزات کا مشاہدہ آپ کی وفات کے بعد کر رہے ہیں جیسا کہ آپ کی حیات ظاہری میں مشاہدہ کرتے تھے تا کہ ایمان والوں کے ایمان زیادہ ہوں۔

واقعہ مذکورہ سوال کہ ستارہ کا بصورتِ شہاب ثاقب نازل ہونا مطلع ہلال پر قرار پکڑنا پھر اس کا تغیرات کے بعد علم پاک محمد ﷺ ہو جانا حسب تصریحات بالا یقیناً وہ سرکار رسالت مآب محمد رسول اللہ ﷺ کا بین معجزہ ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ نہ وہ کسی انسان کا کام تھا نہ وہ کسی مجہول الحال کا نام تھا، نہ کوئی مہمل و بے معنی کلمہ تھا بلکہ ایک فعل الٰہی اور کرشمہ قدرت کبریائی تھا جس نے اپنے پیارے محبوب حقیقی، مطلب تحقیقی، مختار مطلق برگزیدہ نبی برحق پیغمبر رسول مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے علم محترم اسم پاک و معظم کو چمکا کر روشن فرما کر بھٹکتوں گم کردہ راہوں کو متنبہ کر دیا اور سوتوں غفلت آشناؤں کو بیدار فرمایا کہ یہی سرکار ابد قرار ہیں جن کا دین متین قیامت تک قائم و باقی اور جن کی نبوت کریمہ و رسالت عظیمہ دائم ولا زوال ہے۔ یہ ظہور اسم مبارک زبان حال سے کفار پر تحدی فرما رہا ہے کہ ہے کوئی دین، کوئی مذہب، کوئی ملت، کوئی فرقہ جو اسلام کی ایسی کھلی صاف روشن مبارک مثال پیش کر سکے، لا واللہ ہرگز نہیں:

" فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة ☆ اعدت للكفرين "

(تو اے مخالفین اسلام!) اگر تم ایسی ظاہر مثال پیش نہ کر سکو اور یقیناً تم ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کے ایندھن آدمی ہیں اور وہ پتھر جنہیں یہ آدمی بت بنا کر پوجتے ہیں اور وہ مقرر کی گئی ہے صرف کافروں کے لئے۔

اللہ تعالیٰ اسم اعظم علم معظم کو مرتفع فرما کر اپنے بندوں، حضور اکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے امتیوں کو بشارت عظیمہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

دے رہا ہے کہ جس پیارے نبی کی پیروی، جس برگزیدہ پیغمبر کی اطاعت جس رسول کی تعظیم کے اتباع میں تمہیں مراتب سعادت عطا ہوں، تمہیں عتاب الٰہی، فتنہ قبر اور عذاب آخرت سے نجات ملے اس کا نام پاک علم مبارک ہم نے مشعل ہدایت بنا کر مطلع ہلال پر چمکا دیا اور حسب وعدۂ قرآنی ﴿ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ﴾ ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا۔ پاک کو رفعت و بلندی کے ساتھ تم پر سایہ افگن فرما دیا جو اپنی سعادت افروز تجلی اور مسرت افزا روشنی میں عامہ امت اجابت دعوت کو طریق خیر و سعادت اور صراط رشد و ہدایت کی طرف پکار پکار کر بتلا رہا ہے:

﴿ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ "

یقیناً یہی میری سیدھی راہ ہے تو اس پر چلو اور دوسری راہیں نہ اختیار کرو کہ سیدھی راہ سے بھٹکا دیں۔

بلاشبہ یہ ظہور اسم پاک محمدٌ رسول اللہ ﷺ، حضور اکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کے بقاء و قیام و دوام کا بین شہادت اور دین مصدق و برحق اسلام کی برہان ساطع اور اس کی صداقت و حقانیت پر دلیل قاطع ہے جس کے ظہور سے کفار و مشرکین و مخالفین اسلام مبہوت اور اس کے مقابلہ و معارضہ سے عاجز و قاصر ہیں یہی معجزہ کی تعریف ہے اور تمام اہل پر صادق۔ شرح مقاصد میں ہے:

"المعجزة هی فعل من الله تعالیٰ بقصد بمثله التصدیق "

معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس سے نبی کریم ﷺ کی تصدیق مقصود ہے۔ اب کون ہے جو اس کے اعجاز محمدی ہونے میں شک لائے اور معجزہ ہونے میں کلام کرے۔

مسلمانو! ہوشیار، خبردار! بہت سو چکے اور خواب غلفت میں اتنا کچھ کھو چکے کہ اس کی تلافی دشوار ہے مگر جو کچھ رہا ہے اسی کو سنبھالو اور ظہور اسم مبارک تمہیں سبق دے رہا ہے کہ اسی مبارک و محترم نام والے سرکار ابد قرار کے سایہ میں تمہارے لئے سب کچھ ہے۔ صدق و اخلاص کے ساتھ ان کی اطاعت ان کا اتباع ان کی پیروی تمہارے لئے منہاج رفعت و عزت اور معراج ترقی ہے۔ اس سے باہر ہونے ان سے پھر جانے روگرداں ہو جانے میں تمہارے لئے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔ قال عزوجل:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ کَتَبَ اللهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴾

بے شک وہ لوگ جو اللہ و رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں اللہ لکھ چکا کہ ضرور ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول غالب آئیں گے بے شک اللہ قوت والا عزت والا ہے:

" وَاللهُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ عَزَّ مَجْدُهٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ "

محمد نعیم الدین غفرلہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

فتویٰ:

﴿توہین علماء کا حکم﴾

سوال ا: ایک شخص داڑھی منڈا جو نہ کبھی نماز پڑھتا نہ داڑھی رکھتا ہے۔اس عالم کی شان میں جو قرآن وحدیث کا وعظ بیان فرمارہا ہے اور لوگوں کو منہیات شرعیہ سے روکتا ہے۔اس کے بیان کے خلاف میں ایسی غزلیں جو بالکل خلاف مذہب اسلام اور شرع ہے لکھ کر اس مسجد میں پڑھتا ہے جہاں کہ لوگ وعظ سن کر متاثر ہور ہے تھے اور لوگوں کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ مولویوں کے وعظ مت سنو۔اپنے شعر میں مولویوں کی توہین کرتا ہے اور اس کو فخر سمجھتا ہے ایسا شخص از روئے شرع کیسا ہے؟

۲: شخص مذکور داڑھی منڈانے کی ممانعت میں حدیث نبی سننے کے بعد بھی باصرار یہ کہتا ہے کہ داڑھی کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں اور داڑھی رکھنا اسلام میں داخل نہیں ایسا شخص عنداللہ وعندالشرع کیسا ہے؟

۳: شخص مذکور نماز کبھی پڑھتا نہیں ہے بلکہ نماز کو عبث سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ نماز سے اسلام کو کیا واسطہ، نماز اسلام میں داخل نہیں ہے ایسے شخص پر کیا حکم شرع عائد ہوتا ہے؟

۴: ایسا شعر جس کے مضامین بالکل خلاف شرع ہوں اور جس میں مولویوں کی توہین ناحق ہو جس کے خلاصہ مضمون یہ ہوں کہ نماز اسلام کی چیز نہیں، داڑھی اسلام کی چیز نہیں، وضع ولباس اسلام میں داخل نہیں، جیسا لباس چاہو پہنو ایسا شعر جس کے مضامین اس قسم کے ہوں مسجد میں پڑھنا کیسا ہے؟ اور ایسے شخص کی مدد واستعانت کرنا جو قرآن وحدیث کے خلاف کہہ رہا ہو کیسا ہے؟ اور ایسے قول کے سرزد ہونے کے بعد اسے کیا کرنا چاہئے؟ بینوا و توجروا

المستفتی ابوالرشید محمد عبد اللطیف مدھو پور

جواب ا: داڑھی منڈانا نماز ترک کرنا فسق ہے اور عالم اہل سنت کے وعظ سننے سے لوگوں کو روکنا منع خیر اور سخت جرم اور عالم کی توہین اشد حرام اور نہایت خطرناک ہے۔اگر اس کے لئے کوئی سبب دینوی یا اخروی نہ ہو۔شرح فقہ اکبر للملا علی قاری میں ہے:

"من البغض عالماً من غیر سبب ظاھر خیف علیه الکفر قلت الظاھر انه یکفر لانه اذا ابغض العالم من غیر سبب دینوی واخروی فیکون بغضه لعلم الشریعة ولا شک فی کفر من انکره فضلاً عمن ابغضه"

یعنی خلاصہ میں ہے کہ جو شخص بغیر سبب ظاہر کسی عالم کو مبغوض رکھے اس پر کفر کا خوف ہے حضرت علامہ فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ جب اس نے بغیر دینی ودینوی سبب کے عالم سے بغض رکھا تو یہ بغض علم دین کی وجہ سے ہوا اور علم دین کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

منکر بھی کافر ہے چہ جائیکہ اس کو مبغوض رکھنے والا۔ اسی شرح فقہ اکبر میں ہے:

" ان قال لعالم عویلم او العلوی علیوی بصیغة التصغیر فیھما قیدہ بقولہ قاصدا بہ الاستخفاف کفر "

اس سے معلوم ہوا کہ جس کسی نے عالم کی تحقیر کے لئے تصغیر کے صیغہ سے پکارا اور اس کا نام گھٹا کر لیا وہ کافر ہوگیا۔ اللہ پناہ میں رکھے۔ بے قید لوگوں کی عادت ہے کہ علماء دین کو ملا ٹا وغیرہ استخفاف و تحقیر کے الفاظ کہہ گذرتے ہیں اور انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ اس میں اپنے ہی ایمان کا خلل ہے۔ ایک عالم اپنی کتاب کہیں رکھ کر تشریف لے گئے تھے تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپ اپنی آری چھوڑ گئے! یہ کہنے پر امام فضلی نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اسی شرح میں ہے:

" امر الامام الفضلی بقتل من قال لفقیہ ترک کتابہ وذھب ترکت المنشار ھھنا و ذھب کفر "

خانیہ میں ہے:

" رجلان بینھما خصومة فقال احدھما للاخر بیانا بعلم رویم فقال الاخر من علم چہ دانم قال ابوبکر القاضی بکفر المجیب لان یستخف بالعلم "

یعنی دو آدمیوں میں جھگڑا تھا ایک نے دوسرے سے کہا آؤ علم کی طرف چلیں دوسرے نے کہا میں علم کو کیا سمجھتا ہوں۔ قاضی ابوبکر نے فرمایا یہ دوسرا کافر ہوگیا کیونکہ اس نے علم کا استخفاف کیا، روسی میں ہے:

" رجلان بینھما خصومة فجاء احدھما بخطوط الفقھاء والفتوی فقال الخصم لیس کما افتوا او قال لا نعمل بھذا وھما من عرض الناس کان علیہ التعزیر "

اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی تحریر فتویٰ کو کہہ دینا کہ ہم اس کو نہیں مانتے یا یہ ٹھیک نہیں ہے اس پر تعزیر ہوتی ہے لوگوں کی عادت ہوگئی ہے کہ علماء کے جھٹلانے اور ان کے بتائے ہوئے مسائل کی تکذیب کرنے پر جری ہوگئے ہیں اور ایسے بیہودہ کلمات اکثر زبان پر لے آتے ہیں چاہئے کہ اس سے احتیاط کریں۔ سوال میں بھی یہ ذکر ہے کہ وہ شخص علماء کی تعلیم اور ان کے وعظ سے روکتا ہے اور علماء کی توہین کرتا ہے اس کو چاہئے کہ توبہ کر لے۔

۲،۳: یہ کہنا کہ داڑھی کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں اور داڑھی رکھنا اسلام میں داخل نہیں اور اسی طرح نماز کی نسبت ایسے کلمات کہنا اگر اس مطلب سے ہو کہ ان کا ترک گناہ ہے فسق و کبیرہ ہے مگر اس سے وہ شخص اسلام سے خارج نہیں ہوگیا تو جائے عذر ہے اور اگر نماز کی فرضیت کا انکار یا سنت کا استخفاف مدنظر ہو تو اس کو فقہا کفر فرماتے ہیں یہ بہت خطرناک جرم ہے؟ اللہ تعالیٰ پناہ دے۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے:

" رجل قال لغیرہ نماز کن فقال اے مرد نماز کردن سخت کار گرانست برایں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

قالوا یکون کفرا"

۴: سوال چہارم کا جواب سوال اول میں آچکا۔ ایسے شخص سے توبہ لینا چاہئے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول ترک کردیں۔

" لا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین ، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم "

محمد نعم الدین غفرلہ'

تعظیم وعبادت میں فرق

سوال: تعظیم اور عبادت میں کیا فرق ہے؟ کیا سبب ہے کہ اولیاء کرام کی قبروں پر چادریں پھول مٹھائیاں چڑھانے والے موحد مسلمان اور بتوں پر پھول پتیاں چڑھانے والے کافر ومشرک بے ایمان؟

۲: نیچری کہتا ہے: "پردہ قرآن کے خلاف ہے، منہ چھپانے کا حکم کہیں قرآن میں نہیں آیہ کریمہ:

﴿ قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ...... الآية ☆ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ ﴾

سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کھلا رہنا چاہئے اس لئے کہ جب تک چہرہ نہیں کھلا رہے گا نیچی نظریں رکھنے کا حکم فضول اور آیہ کریمہ:

﴿ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلاَ يُؤْذَيْنَ ﴾ کے متعلق کہتا ہے اس سے بھی ہمارا مطلب ثابت ہوتا ہے جب تک چہرہ عورتوں کا کھلا نہیں رہے گا پہچاننا غیر ممکن ہے لہذا چہرہ چھپانا خلاف آیات قرآنی ہے۔

جواب سوال ۲ کا صرف قرآن سے ہو۔ آیا یہ تاویل صحیح ہے۔ بینوا توجروا۔

خاکسار غریب عفی عنه

جواب نمبر ۱: عبادت غایتِ خضوع اور انتہاءِ تذلل کو کہتے ہیں اور یہ حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ عابد معبود کی نسبت الوہیت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو اور اس کو قادرِ مطلق متصرف بالذات وبالاستقلال نہ جانتا ہو اور اس کے حضور بغیر اضطراب کے اپنے اختیار سے انتہائی تذلل جس کو اظہار عبدیت کہتے ہیں بجا نہ لائے۔

تعظیم اس سے عام ہے۔ اس میں غایتِ تذلل اور غایت خضوع اور معظم کی الوہیت اور اس کی قدرت ذاتیہ و مستقلہ کا اعتقاد ضروری نہیں ہے۔ ان دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے ہر عبادت تعظیم ہے اور ہر تعظیم عبادت نہیں۔ ورنہ ماں باپ استاد پیر نبی، رسول (علیہ السلام) قرآن شریف، مسجد، کعبہ معظمہ سب کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور مسلمانوں کو ان کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا گیا ہے ہر تعظیم اگر عبادت ہو جایا کرے تو یہ سب تعظیمیں شرک ہوں اور ان کا حکم کرنا شرک کا حکم کرنا ہو جو شخص شریعت پر ایسا الزام لگائے گمراہ بے دین ہے۔ ایک ہی طرح کے افعال جن میں صورتاً کوئی فرق ظاہر نہ ہو بسا اوقات حقیقت میں ہوتے ہیں۔ مشرکین سے زیادہ کا بعد و دوری ہوتی ہے۔ غیر خدا کی عبادت یقیناً شرک۔ ہر شریعت حقہ اس کو مٹاتی آئی۔ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات جب تک دنیا میں تشریف فرما رہے اس کی بیخ کنی میں مصروف رہے۔ شرک کسی حال میں جائز نہیں ہو سکتا اور محال ہے کہ خدائی طرف سے شرک کا حکم دیا جائے باوجود اس کے ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کا حکم ہو۔ ابرادران حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا قرآن کریم نے ذکر فرمایا۔ صورۃً یہ سجدہ اور نمازی کا سجدہ اور بت کا سجدہ وضع جبہہ یا انحنا ہے۔ یہ بات تینوں صورتوں میں پائی جاتی ہے مگر حقیقت و حکم میں اشتراک نہیں، ملائکہ اور برادران یوسف علیہ السلام کا سجدہ حضرت آدم و یوسف علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی تعظیم تھا نہ عبادت ورنہ اس کا حکم ہونا محال تھا۔ فرق یہ ہے کہ ملائکہ اور برادران یوسف علیہم السلام اپنے معظم کی الوہیت کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے تو وہ سجدہ عبادت نہ ہوا اور نمازی سجدہ میں مسجودلہٗ کی الوہیت کا اعتقاد رکھتا ہے اس لئے اس کا سجدہ عبادت ہے۔ مگر چونکہ مسجودلہ اس کا اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ ہے اس لئے یہ عبادت مقبول اور مامور بہا ہے۔ بت پرست کا سجدہ بھی باعتقاد الوہیت ہے اور چونکہ اس کا مسجودلہ غیر خدا ہے اس لئے وہ شرک وممنوع موجب خسران وخذلان ہے۔ قبروں پر چادریں اور پھول ڈالنا اور بتوں کے آگے پھول پیش کرنا ان دونوں میں بھی وہی فرق ہے کہ قبروں پر پھول لے جانے والا صاحب قبر کو الٰہ اور قادر بالذات والاستقلال نہیں اعتقاد کرتا اس کو خدا کا خالق بندہ جانتا ہے نہ خدائی کا شریک یا حصہ دار نہ معاذ اللہ چھوٹے درجہ کا خدا اور بت پرست بت کو الہ اور قادر بالذات اور بالاستقلال اعتقاد کرتا ہے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر سورۂ بقرہ میں فرماتے ہیں:

"پیشانی رابر زمین رسانیدن ہر دو طریق میشود، یکے آنکہ برائے ادائے حق عبودیت باشد ایں قسم در جمیع ادیان و جمیع ملل برائے غیر خدا حرام و ممنوع است و ہیچ گاہ جائز نہ شد زیرا کہ از محرمات عقلی است و محرمات عقلیہ بتبدل ادیان و ملل متبدل نمی شوند و دلیلش آنکہ ایں نوع تعظیم مشعر لغایت تذلل است و غایت تذلل برائے کسے سزاوار ہست کہ در غایت عظمت باشد و غایت عظمت آنست کہ ذاتی باشد و عظمت ذاتی خاص بحضرت حق است در ہیچ مخلوقے یافتہ نمی شود، دوم آنکہ برائے تکریم و تحیت باشد مانند سلام و سرخم کردن وایں معنی باختلاف رسوم وعادات و تبدل از منہ وواقعات مختلف است گاہے جائز است و گاہے حرام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

در امتہائے سابقہ جائز بود چنانچہ در قصہ حضرت یوسف و اخوان ایشان واقع شدہ کہ "وخروا لہٗ سجداً، واللہ سبحنہٗ تعالیٰ اعلم"

جواب نمبر ۲: نیچری صاحب کا یہ دعویٰ کہ پردہ قرآن کریم کے خلاف ہے اور اس کی یہ دلیل کہ منہ چھپانے کا حکم کہیں قرآن میں نہیں نہایت ہی عجیب ہے۔ اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ قرآن کریم میں مونھ چھپانے کا حکم نہیں ہے تو پردہ کا خلافِ قرآن ہونا کیسے لازم آئے گا؟ اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے کسی نے کہا کہ نمازوں میں رکعتوں کی تعداد اور صلاتی افعال کی ترتیب قرآن کے خلاف ہے کیونکہ اس کا حکم قرآن میں نہیں تو جیسا یہ قول باطل ہوگا ایسا ہی یہ استدلال بھی باطل ہے۔ پردہ قرآن کے خلاف تو جب کہا جاسکتا تھا کہ قرآن پاک میں کہیں یہ حکم ہوتا کہ عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے بے پردہ رہیں۔ جب یہ نہیں تو پردہ کا حکم قرآن پاک کے خلاف کس طرح ہوا؟ پھر یہ آیہ کریمہ:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ "اور" قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾

ان دونوں آیتوں کو نیچری نے کس طمع میں پیش کیا ہے؟ ان آیات کے نفس ترجمہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو عورتوں کے دیکھنے سے اور عورتوں کو مردوں کے دیکھنے سے منع فرمایا گیا۔ اس سے پردہ کی تاکید ہوتی ہے اور نہ دیکھنا پردہ کی حالت میں کامل طور پر حاصل ہوتا ہے تو اس آیت میں پردہ کی تائید ہے یا مخالفت اس کو بے پردگی سند بنانا عقل پر پردے پڑے ہونے کی دلیل ہے۔ نیچری صاحب کی یہ دلیل ایسی ہی ہے جیسے کوئی بے دین کہے کہ ناحق کسی کا مال لے لینے کی ممانعت قرآن شریف کے خلاف ہے کیونکہ قرآن شریف میں فرمایا:

﴿ لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مالِ ناحق لینا چاہئے۔ اس لئے کہ جب تک مال ناحق نہ لیا جائے کھانے کی ممانعت فضول۔ ایسے ہی دوسرا بے دین کہے کہ سود لینے کی ممانعت قرآن شریف کے خلاف ہے کیونکہ قرآن شریف میں فرمایا ہے:

﴿لَا تَاْكُلُوْا الرِّبٰوا﴾ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سود لینا چاہئے اس لئے کہ جب تک سود لیا نہیں جائے گا سود کھانے کی ممانعت فضول ہوگی جیسے ان بے دینوں کا شیطانی قیاس باطل ہے۔ ایسا ہی نیچری کا یہ قول باطل ہے کہ آیہ:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ﴾ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کھلا رہنا چاہئے اس لئے کہ جب تک چہرہ نہیں کھلا رہے گا۔ نیچی نظریں رکھنے کا حکم فضول ہے۔

تو نادان نے یہ نہ سوچا کہ چہرہ کھلے رکھنے کے جواز پر آیت میں کونسی دلالت ہے۔ چہرہ کھلا رکھنا ناجائز ہو تو کیا ضروری ہے کہ دنیا میں کوئی فاسق اس کا خلاف نہ کرے۔ اگر باوجود ناجائز ہونے کے کوئی چہرہ کھلا رکھے اور نیچری عورتوں کی طرح آزاد پھرے وہ سامنے آئے تو اس کو نہ دیکھے اور نظر نیچی کر لینے کا حکم دینا اس کی بے پردگی کے جواز کی دلیل کس طرح

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہوسکتا ہے۔اس سے تو پردہ کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کوئی بے پردہ پھرنے والا بھی تمہارے سامنے آجائے۔یا اتفاقیہ کسی اجنبی کا سامنا ہوجائے تو بھی تم پردہ کے اہتمام میں کمی نہ کرو اور اپنی آنکھیں نیچی کرلو۔بے پردگی کی اجازت منظور ہوتی تو نگاہیں نیچی کرنے اور نہ دیکھنے کا حکم کیا معنیٰ رکھتا ہے۔علاوہ بریں آیت میں یہ کہاں ہے کہ اجانب کے سامنے ایسا کرنے کا حکم ہے؟ جائز ہے کہ یہ حکم گھر کے اندر کا ہو اور حیا کی تعلیم دی گئی ہو کہ محارم کے سامنے بھی نگاہیں نیچی رکھیں یہ کلام تو محض آیت کے الفاظ اور اس کے ظاہر ترجمہ پر نظر کر کے تھا کیونکہ سائل صاحب جواب صرف قرآن شریف سے مانگتے ہیں یہ اصرار بھی ان کا باطل ہے۔جب قرآن پاک واجب الاتباع ہے تو حدیث رسول اور تمام دلائل شرعیہ بھی لازم القول ہیں بلکہ قرآن کریم کی فہم حدیث شریف سے حاصل ہوتی ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''کلامی تفسیر کلام اللہ''یعنی میرا کلام قرآن پاک کی تفسیر ہے۔اب ذرا اس آیت کی تفسیر بھی دیکھ لیجئے۔تفسیر احمدی میں فرمایا:

﴿ الا ظهر ان هذا فی الصلوٰة لا فی النظر فان کل بدن الحرة عورة لا یحل لغیر الزوج والمحرم النظرالی شیء منها الابضرورة کالمعالجة وتحمل الشهادة ﴾

یعنی ظاہر تر یہ ہے کہ آیت میں حکم نماز کا ہے نہ کہ نظر کا کیونکہ حرہ کا تمام بدن عورت ہے۔شوہر اور محرم کے سوا کسی کو اس کے بدن کا کوئی حصہ دیکھنا جائز نہیں:

﴿ الا الضرورة معالجه وشهادة ﴾

نیچری صاحب اس آیت کو تو پڑھ گئے اور اس سے پہلی آیت چھوڑ گئے جس میں صاف ارشاد تھا:

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَهْلِهَا ﴾

جس میں غیروں کے گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت تھی۔اس سے آپ نے نہ سوچا کہ نیچری عورتوں کی طرح کھلا پھرنا جائز ہوتا تو مردوں کو دوسرے کے گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت کیوں فرمائی جاتی؟ اسیرانِ شہوت اپنی خواہشات کے لئے طرح طرح کی حیلہ جولی کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ توفیق خیر دے۔

اسی طرح نیچری صاحب نے ﴿ ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ﴾ لکھ کر دھوکہ دینا چاہا۔بڑی بدنصیبی کہ انسان قرآن جیسی سراسر ہدایت کتاب کی آیات کو بھی دھوکہ دینے کے لئے پیش کرے اور دھوکہ دینے ہی کی ضرورت سے آدھی آیت لکھی اور آدھی چھوڑ دی۔اوا وپر کی آدھی آیت یہ تھی:

﴿ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ وَذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ﴾

یعنی اے نبی کریم ﷺ فرما دیجئے اپنی بیبیوں سے اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی بیبیوں سے کہہ برقعے اوڑھے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

رہیں یہ قریب ہے اس کے کہ پہچانی جائیں پس نہ ستائی جائیں۔ یعنی برقع پوشی حرہ بیبیوں کے پہچاننے کے لئے علامت ہوگی۔ ایسا ہی تمام تفاسیر میں ہے آیت کا نظم صاف اس مدلول پر دلالت کرتا ہے۔ اگر وہ مطلب لیا جائے جو نیچری کہتا ہے اور پہچاننا چہرہ دیکھ کر مقصود ہو تو پہلی آیت جو اس نے نقل کی ہے اس میں غضِ بصر یعنی نگاہیں نیچی کرنے کا حکم کس لئے ہوگا؟ اور دوسری آیات:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى﴾ وغیرہا کی مخالفت لازم آئے گی بلکہ آیت کا یہ حصہ خود اپنے صدر کے خلاف ہوگا اور کلام الٰہی تو بہت بلند و بالا ہے۔ ایسا تو کسی عاقل کے کلام بھی نہیں ہوسکتا۔ اس نیچری کا مطلب جب ثابت ہوتا کہ اس سے پہلے یَکْشِفْنَ وُجُوْهَهُنَّ ہوتا تو ذلک مشار الیہ کشف کو بنایا جاسکتا تھا اب جب کہ یدنین علیھن جلابیبھن ہے تو ذلک سے مراد پردہ ہوسکتا ہے نہ کہ بے پردگی۔ اللہ تعالیٰ عقل دے اور ہدایت فرمائے۔

محمد نعیم الدین غفرلہ'

مسئلہ علمِ غیب

سوال: حضور نبی کریم ﷺ کے علم بالغیب کے متعلق ہر جگہ گفتگوئیں ہوتی ہیں۔ دیوبندی لوگ اس کے انکار میں بہت مبالغہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے سوا اور کسی کے لئے غیب کا علم ثابت کرنا شرک ہے اور اپنی تائید میں قرآن پاک کی آیتیں اور حدیثیں بیان کرتے ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے؟ جواب مدلل ارشاد فرمایئے۔ بینوا و توجروا۔

جواب: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی حَبِیْبِهِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْنَ

حضور اقدس نبی کریم ﷺ کو رب العزت تبارک وتعالیٰ نے جمیع اشیاء کا علم عطا فرمایا حاضرہ ہوں یا غائبہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔ قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے یہ خوب اچھی طرح ثابت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾

ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جو ہر شے کا بیان واضح ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور کو جمیع اشیاء کا علم ہے۔ اور قرآن پاک میں ان سب کا بیان اور بلا خلاف حضور اقدس ﷺ قرآن کے عالم ہیں دوسری آیت میں ارشاد ہوا:

﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾

اور اللہ تعالیٰ نے تعلیم فرمایا آپ کو جو آپ نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے۔ تیسری آیت میں ارشاد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہوا:

﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾

اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسل سے جسے چاہے۔

چوتھی آیت یہ ہے:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اپنے غیب پر کسی کو ظاہر و مسلط نہیں فرماتا مگر جس کو وہ انتخاب کرے اپنے رسولوں میں سے۔

ان کے علاوہ بہت کثیر آیات ہیں جن سے یہ مضمون ثابت ہے اب چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔

حدیث ۱: بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"قام فينا رسول الله ﷺ مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل النجة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذلک من حفظه و نسيه من نسيه"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے اہل جنت اور اہل نار کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے کی خبر دی، جسے یاد رہا یاد رہا اور جو بھول گیا بھول گیا۔ بخاری شریف سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے مجلس صحابہ میں ابتدائے آفرینش سے دخولِ جنت و نار تک ہونے والے جملہ وقائع و حوادث اور تمام حالات و مکنونات کی خبر دی۔

حدیث ۲: بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"قام فينا رسول الله ﷺ مقاماً ما ترک شيئا يکون فی مقامه ذلک الیٰ قيام الساعة الا حدث به"

یعنی حضور اقدس ﷺ نے ہماری مجلس میں قیام فرمایا اور قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہ چھوڑی جن کا بیان نہ فرمایا ہو

بخاری و مسلم کی اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک ہونے والی ہر چیز کا بیان فرما دیا کوئی چیز چھوڑ نہ دی۔

حدیث ۳: مسلم شریف میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"قال رسول الله ﷺ ان الله زوی لی الارض فرايت مشارقها و مغاربها"

یعنی حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹا پس میں نے اس کے مشارق و مغارب کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

دیکھا یعنی تمام زمین کو ملاحظہ فرمایا۔

مرقات المفاتیح میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا:

" معناه ان الارض زويت لي جملتها مرة واحدة فرأيت مشارقها و مغاربها "

یعنی میرے لئے تمام زمین یکبارگی سمیٹی گئی پس میں نے اس کے مشارق ومغارب کو دیکھا۔

حدیث ۴ : مواہب لدنیہ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے:

" قال رسول الله ﷺ ان الله تعالىٰ قد رفع لي الدنيا فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الىٰ يوم القيمة كانها انظر الىٰ كفي هذه "

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا اٹھائی میں نے اس کو اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے ملاحظہ فرمایا جیسا اپنے اس کفِ دست کو۔

حدیث ۵: امام احمد وترمذی نے ایک حدیث روایت کی اور اس کو حسن وصحیح بتایا اور ترمذی نے کہا میں نے امام بخاری سے اس حدیث کو دریافت کیا انہوں نے فرمایا صحیح ہے۔ اس حدیث میں ہے:

" فتجلى لي كل شيئ و عرفت " پس مجھے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

ان آیات واحادیث سے خوب ظاہر وروشن ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو جمیع اشیاء کے علوم عطا فرمائے اور کائنات کا کوئی ذرہ اور قیامت تک ہونے والا کوئی واقعہ وحادثہ ایسا نہ رہا جس کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم نہ دیا گیا ہو۔ اب جو شخص علم حضور اقدس کا انکار کرتا ہے وہ باطل پر ہے اور جو آیات واحادیث پیش کرتا ہے ان میں علم ذاتی یعنی کو د بخود جاننے کی نفی ہے۔ کسی میں تعلیم کی نفی نہیں اور کسی ایک حدیث میں یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علوم عطا نہیں فرمائے۔ چنانچہ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

" ان المنفى علمه من غير واسطة واما اطلاعه عليه باعلام الله تعالىٰ فامر متحقق قال الله تعالىٰ عالم الغيب فلا يظهر علىٰ غيبه احداً الا من ارتضىٰ من رسولٍ "

یعنی نفی علم ذاتی کی گئی ہے اور ثبوت علم بتعلیم الٰہی کا ہے جو امر ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تعالیٰ عالم غیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو ظاہر ومسلط نہیں کرتا مگر جس کو رسولوں میں سے چنے۔ خفاجی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ عباراتِ نفی میں علم ذاتی مراد ہے اور عبارات اثبات میں علم عطائی، دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم عطائی کے انکار میں آیات واحادیث پیش کرنا مغالطہ اور تغلیط ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بحمد اللہ تعالیٰ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے علم غیب کا مسئلہ خوب واضح وروشن اور دلائل و براہین سے موشح و مزین ہو چکا۔ اب مخالف کو جائے چون و چرا باقی نہیں۔ بیان مسطور بالا سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے لئے بتعلیم الٰہی غیب کے علم کا اثبات شرک نہیں اور جو چیز نصوص سے ثابت ہو کس طرح شرک ہو سکتی ہے۔ اس کو شرک کہنا کھلی گمراہی ہے۔ شرک کہنے والا اس بات کا مدعی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا علم بھی معاذ اللہ عطائی اور بتعلیم غیر ہے۔ ایسا کہے تو یقیناً کافر اور نہ کہے تو اثبات علم عطائی پر شرک کا حکم لگانا کذب و باطل اور جہالت وضلالت۔ تمام عالم کے وہابی مل کر کوشش کریں تو بھی علم عطائی کو شرک ثابت نہیں کر سکتے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمْ۔

محمد نعیم الدین غفرلہٗ

نوٹ: مسئلہ علم غیب کی مزید تحقیق و تنقیح اور بے مثل و بے عدیل توضیح وتشریح کا شوق ہو تو حضرت صدر الافاضل مولانا مولوی حکیم حافظ محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہٗ کی تصنیف منیف "الکلمۃ العلیاء لا علاء علم المصطفیٰ" ملاحظہ فرمائیے جس میں وہابیہ کے ہر ہر اعتراض کا مفصل و مدلل جواب ہے اور جس شخص کی اس کتاب پر نظر ہو۔ وہابی اس سے اس مسئلہ میں گفتگو نہیں کر سکتا۔ کتاب مذکور آپ اپنے ادارہ علویہ رضویہ سے طلب فرما کر پڑھیں اور حضرت مصنف کی علمی بصیرت کی داد دیں۔

﴿قرآن عظیم میں قسمیں یاد فرمانے میں حکمت اور مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ کے متعلق فتویٰ﴾

سوال ۱: قرآن مجید میں جو مولیٰ تعالیٰ نے دن اور رات سورج و قمر، زیتون وانجیر اور طور سینا وغیرہ کی قسمیں اٹھائی ہیں۔ اس کی کیا ضرورت تھی اور اس میں کیا راز ہے؟

۲:- ﴿وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کے بارے میں تو جملہ مفسرین کا اجماع عند الذبح کی قید پر ہے۔ لیکن در مختار میں مذبوح لقدوم الامیر کی حرمت کا فتویٰ دیا گیا ہے گو اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ بحوالہ کتب فقہ مفصل تشریح فرمادیں۔ امید ہے کہ آپ تھوڑا سا قیمتی وقت صرف فرما کر مختصر طور پر مگر جامع و مانع بحوالہ کتب جواب تحریر فرماویں گے۔ آپ کی عنایت ہوگی۔ میں معترض نہیں بلکہ لیطمئن قلبی کا خواہاں ہوں۔

غلام رسول

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

الجواب بعون الكريم الوهاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

ا:- اللہ تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ ضرورت سے پاک ہے اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں وہ سب سے بے نیاز ہے۔ضرورت دلیلِ نقصان وعلامت امکان ہے۔"تعالیٰ اللہ عن ذٰلک علواً کبیرا و اللہ غنی عن العالمین" البتہ اس کے ہر کام میں حکمت ہے خواہ بندوں کی فہم اس حکمت تک رسائی کرے یا نہ کرے۔قرآن کریم میں قسمیں یاد فرمائی گئیں اس میں بہت حکمتیں ہیں۔اول تو یہ قرآن پاک محاورۂ عرب میں نازل ہوا اور اثبات مطالب میں حلف و یمین عرب کا طریقہ مالوفہ ہے تو کلام کا ان کے اسلوب پر ہونا مناسب۔

امام فخر الدین رازی قدس سرہ نے فرمایا:

"والقران انزل بلغة العرب واثبات المطالب بالحلف واليمين طريقة مالوقة عند العرب"

دوم اصول ہدایت وارشاد کا اقتضاء ہے کہ رہنمائی کے تمام مدارج،مراتب پورے کر دیے جائیں اور قوم کے لئے جائے عذر نہ چھوڑی جائے پھر بھی وہ انکار ہی کرتی رہے تو اس کی بدنصیبی:

جہاں کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ برہان کی اقامت اور دلائل کے وضوح کے بعد وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم علم میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے،مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم نے ہمیں علمی قوت سے دبایا۔مدعی پر اطمینان نہیں ہوا۔ایسی حالت میں اور مزید دلائل قائم کرنا بیکار ہوتا ہے۔اب ضرورت ہے کہ ان کے اطمینان اور قطع عذر کے لئے کلام مؤکد بقسم کیا جائے تا کہ انہیں عذر کرنے کا موقع نہ رہے کہ دلائل تک تو ہمیں رسائی نہ تھی۔قسم یاد کی جاتی تو ہماری تسلی ہو جاتی۔اس لئے قرآن کریم میں اقامت دلائل اور براہین کے ساتھ مطالب پر اطمینان دلانے اور عذر دفع فرمانے کے لئے قسم یاد فرمائی جاتی ہے۔

سوم عرب جھوٹی قسموں سے بہت ڈرتے اور پرہیز کرتے تھے۔ان کا اعتقاد تھا کہ جھوٹی قسم کھانے والا ضرور برباد ہو جاتا ہے۔قرآن پاک میں قسمیں ذکر فرمائیں اور دین اسلام برابر ترقی میں رہا۔یہ عرب کے لئے ایک دلیل تھی کہ یہ مضمون صحیح ہے ورنہ تمہارے اعتقاد کے بموجب قسموں سے مؤکد کرنے کے بعد اس کا رواج روز بروز کیسے بڑھتا رہتا۔

چہارم قرآن کریم میں جس قدر قسمیں مذکور ہیں ان میں غور کیجئے تو وہ سب کی سب مدعا کی زبردست دلائل ہیں۔پیرایہ قسم کا ہے اور مضمون برہان قوی" والحمد للہ العلیم الحکیم "اس کے علاوہ اور بہت وجوہِ حکمت ہیں استعمال میں اسی قدر پر اکتفا کیا گیا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ: مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ اور عبارت درمختار کا مطلب:

۲:- قرآن کریم میں ذبح کے متعلق دو حکم ہیں۔ایک تو یہ کہ اس پر خدا کا نام لیا گیا ہو ورنہ ذبیحہ حرام؛
قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ﴾
دوسرا یہ کہ غیر کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ:

﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ سے ظاہر ہے۔یہ دونوں حکم وقت ذبح کے ہیں یعنی ذبح یا اس کا قائم مقام مثل ارسال در ذبح غیر اختیاری جب ہی جائز ہو سکتے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔یہ بات بحث طلب نہیں ہے کہ تسمیہ عندالذبح یا عندالارسال معتبر ہے۔آیت صاف طور پر اس مدعا کو ثابت کر رہی ہے اور تمام امت کا اس پر اتفاق ہے۔اسی درمختار میں:
''وتشترط التسمیة من الذابح حال الذبح او الرمی لصید او لا رسال''اور ظاہر ہے کہ تسمیہ قبل یا بعد مفید حلت نہیں۔

درمختار ہی میں ہے:
''ولو سمی الذابح ثم اشتغل باکل او الشرب ثم ذبح ان طال وقطع الفور حرام والا لا''اب خوب ظاہر و روشن ہو گیا کہ تسمیہ عندالذبح معتبر ہے۔

درمختار ہی میں ہے''والمعتبر الذبح عقیت التسمیة قبل تبدیل المجلس'' اتنا پیش نظر رکھ کر ہر عاقل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ذبح بنام خدا ہونا ضروری ہے۔تو جہاں ذبح اختیاری ہو وہاں عین وقتِ ذبح تسمیہ ضروری ہے اور جہاں غیر اختیاری ہو وہاں جو اس کا قائم مقام ہو۔مثل ارسال و رمی وغیرہ اس پر ضروری اور ایک گھنٹہ قبل تسمیہ و تکبیر کا وظیفہ پڑھتا رہا تھا مگر وقت ذبح خدا کا نام نہ لیا تو یہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ذبح میں تسمیہ یعنی بنام خدا ذبح کرنا اس وقت پورا ہوتا ہے جب کہ اس کے نام پاک کے ساتھ اور کسی کا نام شامل نہ کیا ہو ورنہ ذبح خاص اس کے نام پر نہ ہوا۔مسئلہ کے اس پہلو کو آیت کریمہ میں ﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کی عبارت سے بیان فرمایا تو مسئلہ نظر رکھنے والا ان دونوں آیتوں کو ملحوظ کرنے کے بعد اس یقین پر پہنچتا ہے کہ جس طرح تسمیہ عندالذبح ضروری ہے اسی طرح غیر کے نام سے مجرد ہونا بھی عندالذبح لازم ہے۔اسی سے عامہ مفسرین عندالذبح کی قید لگاتے ہیں اور یہ بالکل حق ہے فقہاء کے کلام میں اس کی مخالفت کہیں نہیں پائی جاتی۔اب یہ بات نا قابل لحاظ ہے کہ ذکر الٰہی کے ساتھ ذکر غیر کی کئی صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ غیر کا نام خدا کے نام کے ساتھ صورۃً و معنیً دونوں طرح موصول ہو نہ صورتاً دوسری یہ کہ فقط صورۃً موصول ہو نہ معنیً تیسری یہ کہ معنیً موصول نہ ہو۔اس میں سب سے اخف شکل وصل صوری کی ہے کہ اس میں حقیقتاً وصل نہیں پھر بھی اس میں فقہاء نے بہت کلام فرمایا ہے۔باقی دونوں صورتوں میں وصل ہے۔فرق اتنا ہے کہ ایک میں صریح ہے۔دوسرے میں غیر صریح مگر ذکر الٰہی کی تجرید کما ینبغی دونوں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

میں حاصل نہیں۔ تو یہ دونوں صورتیں ﴿مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ میں داخل ہیں۔ درمختار میں ہے:

" وان عطف حرمت نحو باسم اللہ واسم فلاں او فلاں لانہ اھل بہ لغیر اللہ "

ردالمختار میں ہے:

" لان الاھلال للہ تعالیٰ لا یکون الا بذکر اسمہ مجردًا لا شریک لہ "

اب معلوم ہوگیا کہ اہلال اللہ یہ ہے کہ وقتِ ذبح صرف اللہ کا نام لیا جائے اور ذکر الٰہی مجرور ہے اور جہاں یہ بات نہ ہو بلکہ ذکر غیر بھی ملایا گیا ہو تو وہ اہلال لغیر اللہ ہے۔ خواہ صورۃً ومعناً دونوں طریقہ سے ہو۔ جیسا کہ درمختار کی عبارت سے ابھی ظاہر ہوا۔ خواہ فقط معنی ہو صورۃ نہ ہو۔ اس کی مثال درمختار کا مسئلہ ذبح لقدوم الامیر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس حالت میں نہ گوشت کا خود کھانا منظور ہو نہ امیر نہ اس کے خدام کو کھلانا۔ نہ اس مذبوح سے کسی اور طرح کا انتفاع، بلکہ اراقت دم کا مقصد امیر کی طرف تقرب ہو تو گو صورۃً ذکر امیر نہیں مگر معنیً ذکر امیر موجود ہے خواہ زبان سے عمر بھر کبھی امیر کا نام نہ لیا ہو تو اب وقت ذبح " بسم اللہ اکبر " کے ساتھ امیر کا نام حکماً مذکور ہے گو صراحۃً نہیں۔ ردالمختار میں ہے:

" لکن لما کان فی ذٰلک تعظیم لہ لم تکن التسمیۃ مجردۃ للہ تعالیٰ حکماً کما لو قال بسم اللہ واسم فلان "

تو اب وقت ذبح غیر کے اس ذکر حکمی کو منع فرمانے کے معنی یہ کس طرح ہو گئے کہ:

اھلال لغیر اللہ مطلقاً رفع الصوت باسمِ غیرہٖ ہے اور اس میں وقتِ ذبح کا کوئی اعتبار نہیں۔ عجب لغویت ہے اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ سب وقت ذبح ہی کے تو احکام ہیں۔ ردالمختار میں اس کی شرح میں فرمایا:

" اعلم ان المدار علی القصد عند ابتداء الذبح "

اور جو اہلال لغیر اللہ کے معنی رفع الصوت لغیرہٖ لیتے ہیں ان کے نزدیک تو ذبح لقدومِ الامیر محض قصد سے حرام ہونا ہی نہ چاہئے کہ اس میں رفع صوت باسم الامیر کا نام ونشان بھی نہیں۔ رفع صوت باسم اللہ ہے وہ کس منہ سے اس کو حرام کہیں گے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح تارک التسمیہ ناسیاً کو ذاکر حکماً قرار دیا گیا ہے اسی طرح قاصد تقرب امیر، ذاکر اسم امیر عند الذبح قرار دیا گیا اور ﴿مآ اھل بہ لغیر اللہ﴾ کا محل وہی ذکر غیر عند الذبح رہا۔ تفاسیر سے اس میں اصلاً مخالفت نہیں نہ مسئلہ نذر اولیاء سے قطعاً کوئی مناسبت کہ وہاں مقصود ایصال ثواب ہے نہ تقرب " کما ھو الظاھر " اب ثابت ہوگیا کہ عبارت درمختار تفاسیر کے بالکل مطابق ہے اور مخالفین کے مدعائے باطل کو اس سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا:

" واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم و علمہ عزاسمہ اتقن واحکم "

کــــتــــبــــہ

العبد المعتصم بحبلہ المتین محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سنیوں کی مساجد میں غیر مقلد وہابی وغیرہ نماز پڑھنے کے متعلق

فتویٰ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

ا:- مسجد اہل سنت و جماعت میں حنفی امام کے پیچھے وہابی نماز پڑھتے ہیں اور آمین بالجہر کہتے ہیں۔ ان کو منع کرنے سے زیادہ فساد ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا خانہ ہے آپ کو کوئی حق روکنے کا نہیں ہے۔ ہم لوگ آمین بالجہر ضرور کہیں گے۔ ایسی حالت میں ان کو آمین کہنے سے ان کو روکا جاوے اور نہ ماننے پر مسجد میں آنے سے منع کیا جاوے تو کیا خلاف مسئلہ ہوگا؟

۲:- اگر وہابی لوگ مسجد مذکور میں بعد ممانعت کے حنفی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اپنی جماعت علیحدہ قائم کرکے آمین بالجہر بالاعلان کہہ رہے ہوں تو ایسی حالت میں کیا کرنا ہوگا؟ کیونکہ ہر وقت ایسے واقعات سے بلوہ کا اندیشہ ہے اور وہ لوگ آمادہ فساد ہیں۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب''

الجواب بعون الكريم الوهاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ☆ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ ☆

اہل سنت کی مسجد اہل سنت کے لئے ہے۔ کوئی رافضی، خارجی، وہابی بدمذہب اس میں دخیل نہیں ہوسکتا۔ واقف کا وقف خواہ مسجد ہو یا مدرسہ اس میں بدمذہب کو دخل نہیں پہنچتا، ردالمختار میں ہے:

"كمدرسة موقوفة على الحنفية مثلاً لا يملك احداً ان يجعلها لاهل مذهب آخر"

مذہب حق مذہب اہل سنت ہے باقی سب فرقے گمراہ اور ناری ہیں۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ یہی طریق مسلمین ہے اس پر قائم رہنے کا شرع مطہر نے حکم فرمایا اس کے چھوڑنے والے کے حق میں وعیدیں وارد ہوئیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا

﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾

اور جو مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔ اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے طریقہ کا اتباع لازم اور اس کی مخالفت حرام ہے۔ تفسیر مدارک میں ہے:

" اى السبيل الذى هم عليه من المذهب الحنفى وهو دليل على ان الاجماع حجة لا تجوز مخالفتها كى لا تجوز مخالفة الكتاب والسنة لان الله تعالىٰ جمع بين اتباع غير سبيل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

المؤمنين و بين مشاقة الرسول فى الشرط وجعل جزاء ه الوعيد الشديد فكان اتباعهم واجباً كمولاة الرسول "

تفسیر خازن میں ہے:

" وذٰلک لان اتباع غير سبيل المؤمنين وهو مفارقة الجماعة حرام فوجب ان يكون اتباع سبيل المؤمنين جماعتهم واجباً "

تفسیر احمدی میں ہے:

" ويتبع غير سبيل المؤمنين من عمل او اعتقاد "

اور اسی میں ہے: " هذهٖ الآية هى التى تدل علىٰ ان الاجماع كالكتاب السنة " اسی میں ہے " الاية تدل علىٰ حرمة مخالفة الاجماع "

نیز اسی میں ہے:

" واذا كان اتباع غير سبيلهم محرماً كان اتباع سبيلهم ممن عرف سبيلهم اتباع غير سبيلهم محرماً كان اتباع سبيلهم ممن عرف سبيلهم اتباع غير سبيلهم هذا لفظه فعلم ان اتباع سبيل المؤمنين اى ما عليه المؤمنين باجمعهم واجب وذٰلک سمى بالاجماع فيكون حجة قطعية يكفر جاحده، كالكتاب والسنة المتواترة "

ان عبارات سے ظاہر ہے کہ اعمال وعقائد میں طریق مسلمین کا اتباع واجب مخالفت ناجائز، مستوجب وعید شدید اور جماعت مسلمین سے مفارقت حرام اور جس امر پر مسلمان متفق ہوں وہ واجب اسی کو اجماع کہتے ہیں وہ حجۃ قطعیہ ہے کہ اس کا منکر کتاب وسنت کے منکر کی طرح بے دین ہے۔ یہ مضمون بکثرت نصوص سے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

" اتبعوا السواد الاعظم فانه، من شذ شذفى النار "

یعنی بڑی جماعت کا اتباع کرو کیونکہ جو اس سے جدا ہوا جہنم میں ڈالا جائے گا۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

" ان الله لا يجمع امتى عن ضلالة ويد الله على الجماعة "

یعنی اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا۔ جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس امر پر امت متفق ہو وہ باطل نہیں ہوسکتا کہ اس امت مرحومہ کا خدا نگہبان ہے:

" والله خير حافظا "

ان ادلہ شرعیہ سے ثابت ہے کہ صراط مستقیم مسلمانوں کی راہ ہے جس پر وہ عامل ہوں اور جو اس راہ سے جدا ہو جہنمی گمراہ بے دین ہے اور ظاہر ہے کہ تمام مسلمان تقلید شخصی کرتے ہیں اور صدہا سال اس پر عمل کرتے گذر گئے تو اس پر مسلمانوں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کا اجماع ہوا اور اس کا ماننا بحکم خدا ا رسول واجب ولازم۔

تفسیر احمدی میں ہے:

" قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما یجوز لا ربع "

یعنی اس پر اجماع ہو چکا کہ فقط ائمہ اربعہ ہی کا باہمی اتباع جائز ہے۔ نیز اسی میں ہے:

" وینبغی ان یکون التقلید منحصر المذ هب معین خاصة "

یعنی ضروری ہے کہ تقلید بالخصوص مذہب معین میں منحصر ہو اور اسی میں ہے:

" ولهذا قالوا بضلالة فوق الاهواء من المعتزلة والروافض والخوارج وغیرهم ویتعین الحق فی مذهب اهل السنة والجماعة "

یعنی اسی سے اہل ہوا فرقوں کی ضلالت کے قائل ہیں خواہ وہ معتزلہ ہوں یا روافض یا خوارج ان کے سوا اور کوئی۔

اشباہ میں ہے:

" وما خالف الائمة الاربعة مخالف الاجماع قد صرح فی التحریر ان الاجماع انعقد علیٰ عدم العمل بمذهب المخالف لاربعة لانضباط مذاهبهم و کثرة اتباعهم "

یعنی جو قول یا حکم ائمہ اربعہ کے مخالف ہو وہ اجماع کے مخالف ہے امام ابن ہمام نے تحریر میں تصریح فرمائی کہ ائمہ اربعہ کے مخالف مذہب پر عمل ناجائز ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا کیونکہ ان کے مذاہب منضبط ہیں اور سواد اعظم ان کا اتباع کرتی ہے۔

اب الحمد اللہ تعالیٰ خوب پایہ ثبوت کو پہنچا کہ حق مذہب اہل سنت و جماعت ہے اور وہ ائمہ اربعہ کے مقلدین میں منحصر اور تقلید شخصی پر اجماع منعقد لامحالہ اس کا منکر اجماع کا منکر گمراہ بے دین بندہ ہوا ہے۔ ان کو مسجد میں آنے دینا تو کیا جائز ہو سکتا ہے غیر مسجد میں بھی ان کے ساتھ مصاحبت و ہمنشینی جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾

تفسیر احمدی میں اسی آیہ مبارکہ کے تحت میں فرمایا:

﴿ ان القوم الظّٰمین هم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلهم ممتنع ﴾

یعنی قوم ظالمین میں اہل بدعت اور فاسق و کافر سب داخل ہیں۔ ان سب کے ساتھ قعود ممنوع ہے اور بکثرت احادیث ان فرق باطلہ کے ساتھ مجالست و مخالطت کے ممنوع ہونے میں وارد ہوئی ہیں اور مسلمانوں کو ان سے علیحدہ رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے حدیث شریف میں ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" ایا کم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم "

اپنے آپ کو ان سے بچاؤ اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں جب ان گمراہ قوموں سے بچانا اور انہیں اپنے سے دور کرنا لازم ہے تو اہل سنت کے لئے اپنی مساجد میں انہیں آنے دینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ علاوہ بریں مساجد کی حرمت یہ ہے کہ فتنہ سے ان کو بچایا جائے اور ان لوگوں کا مسجد میں آنا یقیناً باعث فتنہ ہے جہاں یہ مسجد میں آئے فتنہ انگیزی شروع کی۔ سینکڑوں جگہ مار پیٹ ہوئی ہے مقدمہ بازی تک نوبتیں پہنچی ہیں۔

حموی شرح اشباہ میں ہے:

" ومنھا ما یترتب علیٰ ذٰلک فی کثیر من المساجد من اجتماع الصبیان و اھل البطالۃ ولعبھم ورفع اصواتھم و امتھانھم بالمساجد و انتھاک حرمتھا وحصول وساخ فیھا وغیر ذٰلک من مقاصد التی یجب صیانۃ المسجد عنھا "

تو اہل اہواجن کے آنے سے فساد کا قوی اندیشہ ہے انہیں مسجد میں آنے کی اجازت دینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

خلاصہ یہ کہ اہل سنت کی مسجد میں وہابی وغیر مقلد کو کوئی حق نہیں اس کے آنے سے فساد ہے اور فساد سے مسجد کو بچانا واجب، نیز اس کی صحبت مسلمانوں کے لئے جائز نہیں۔ علاوہ ان سب کے اس کا آنا اور غیر مقلدانہ حرکات مسلمانوں کے لئے ایذاء ہے اور جس سے ایذاء ہو اس کو مسجد سے روکنے کا مسلمانوں کو حق ہے۔ ردالمختار میں ہے:

" والحق بالحدیث کل من اذی الناس بنفسہ ولسانہ وبہ یفتیٰ ابن عمر وھو اصل فی نفی کل ما ینادی بہ "

لہذا مسلمان غیر مقلدین کو اپنی مسجد میں نہ آنے دیں وہ نہ مانیں تو قانونی طور پر انہیں رکوا دیں:

" واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عز اسمہ اتقن واحکم "

کتبـــــــــــــــــــــــہ

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین ☆

☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

قادیانی و بہائی کے ساتھ سنّیہ کے نکاح کا حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پہلے قادیانی تھا۔ اب قادیانی ہونے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بہائی ہوں یعنی بہاء اللہ کا معتقد اور اس کے مذہب پر ہوں۔ بہاء اللہ وہ شخص ہے جس کی نسبت اخبار وغیرہ میں لکھا ہے اور بہت مشہور ہے کہ وہ مدعی نبوت تھا۔ جسکا زمانہ عنقریب گزرا ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسلمہ سنیہ حنفیہ سیدانی لڑکی کا نکاح شخص مذکور سے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا ☆

الجواب:- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ☆ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ☆

قادیانی مرزا کی نبوت کا قائل، ختم نبوت کے معنی متواتر کا منکر ہے اور وہ اس وجہ سے کافر ہے۔ اب اگر بہائی ہوگیا تو اس وجہ سے اس کا کفر اٹھ نہ گیا جب تک کہ وہ اپنے کفر سے توبہ نہ کرے اور ختم نبوت کے معنی متواتر کو تسلیم نہ کرے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے بعد کسی نبی جدید کے آنے کے خیال سے تائب نہ ہو اور تمام کفریات سے بیزاری کر کے از سر نو اسلام نہ لائے مسلمان نہیں ہوسکتا۔ بہائی ہو جانا اس کفر سے پاک نہیں کر دیتا، بلکہ اب بھی وہ گندے کفر میں مبتلاء ہے مرزا نے جس قسم کا دین ایجاد کیا اور ضلالت کی جو راہیں اختیار کیں وہ سب اسکی طبع زاد نہیں اس نے اپنے زمانہ سے قبل کے بے دینوں دجالوں سے بہت کچھ اخذ کیا اور ان سب کا پس خوردہ جمع کر کے ایک دوکان لگائی۔ انہی میں سے بہائی فرقہ بھی ہے تو قادیانی سے بہائی ہو جانا ایک ہی سلسلہ کے کفریات میں گشت لگانا ہے۔ اب سب کی مکاری ختم نبوت کے معنی متواتر کے انکار کو اپنا اصول بنانے سے چلتی ہے۔ ۸۴۵ھ میں جونپور میں ایک شخص ہوا جس کا نام میراں سید محمد تھا۔ اس کے باپ کا نام سید خاں، ماں کا نام بی بی آقا ملک، ماں باپ کے نام بدل کر حضور پر نور علیہ السلام کے ابوین کریمین کے نام رکھے، ماں کا نام آمنہ اور باپ کا نام عبداللہ رکھا اور یہ شخص "مہدی" موعود بنا۔ اس سے بھی کام نہ چلا ماں باپ کے نام جاننے والوں نے اعتراض کیا تو اس نابکار نے حضور اقدس ارواحنا فداہ علیہ السلام کے والد ماجد کا نام عبداللہ ہونے سے انکار کر دیا اور یہ مکر گڑھا کہ حضور کا اسم گرامی محمد عبداللہ ہے ابن کا لفظ راویوں کی غلطی سے زیادہ ہوگیا۔

" ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم "

اس شخص کے معتقدین اس کی مہدیت کی تصدیق کو فرض اور اس کا انکار کفر جانتے تھے لہذا وہ بھی اسی راستہ پر چلا ہے۔ جس طرح مرزا کے گھر والوں کو اس کے معتقدین" اھل بیت "اور اس کی بی بی کو" ام المومنین" کہہ کر ایوان رسالت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کی نقل اتارتے ہیں۔ اسی طرح میراں سید محمد کے یہاں خلفاء راشدین پانچ اور صدیق دو اور مبشر بالجنہ بارہ اور چوہتر فرقے اور جنگ بدر اور فاطمہ اور حسین ولایت سب بنالئے گئے تھے۔ یہ لوگ اپنے گرو میراں سید محمد کو خلفاء راشدین اور تمام انبیاء و مرسلین سے افضل اور حضور اقدس ﷺ سے مرتبہ میں ہمسر و برابر ٹھہراتے تھے اور اس کو مفترض الطاعۃ سمجھتے تھے۔ شریعت طاہرہ کے احکام کا ناسخ اور صاحب شریعت جدید مانتے تھے اس پر وحی آنے کے معتقد تھے۔ چنانچہ اس کے رسالہ "ام العقائد" میں اس کی وحی یوم لکھی ہے:

"قال الامام المهدی ﷺ علمت من الله بلا واسطة جديد اليوم قل اتىٰ عبدالله تابع محمد رسول الله محمد لهدى الزمان وارث نبی الرحمن عالم علم الكتاب والايمان مبين الحقيقة والشريفة والرضوان"

اس وحی شیطانی کی زبان اور مضمون بھی قابل دید ہے۔ یہ شخص بلا واسطہ اللہ سے اخذ علوم کا مدعی تھا ہندی میں بھی وحی کا دعویٰ کرتا تھا اور نئے نئے احکام کا نزول بتاتا تھا۔ زکوٰۃ میں بہت سی قطع و برید یں لگائی تھیں اس کے عقائد فاسدہ اور مکائد کاسدہ کہاں تک بیان کئے جائیں۔ علماء عرب و عجم اور فضلاء مکہ مکرمہ نے ان لوگوں کے کفر و قتل کے فتوے دیے اور شاہان اسلام نے انہیں سزائیں دیں اور ہلاک کر دیا۔ پھر اس قسم کا کفر ایران سے پیدا ہوا۔

۱۸۱۹ء میں شیراز میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام مرزا علی محمد تھا۔ اسی کو "باب" کہتے ہیں اور اس کے معتقدین اس پر ایمان لانے والے "بابی" کہلاتے ہیں۔ یہ شخص بھی مہدی ہونے کا مدعی تھا۔ اپنے آپ کو مثل حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اور ایک اور شخص کو جس کا لقب اس نے "من يظهره الله جل ذكره" رکھا تھا مثل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہتا تھا چنانچہ کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات کے صفحہ ۷ میں اس مرزا علی محمد کا یہ قول مذکور ہے کہ میں یحییٰ ہوں " من يظهر الله جل ذكره" مثل حضرت عیسیٰ کے ہیں اس مرزا علی محمد باب نے پیغمبری کا بھی دعویٰ کیا۔ بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۰ میں ہے "سید مرزا علی محمد باب نے بھی پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔" اس نے اپنی علیحدہ شریعت بنائی تھی کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۴ میں اس کا یہ قول موجود ہے۔ میں نے جو شریعت لکھی ہے اس پر عمل کرنے کا حکم اسی وقت تم کو ملے گا جب کہ من يظهره الله ظاہر ہوگا اور اس شریعت میں سے وہ جس بات کو پسند کرے گا اس پر عمل کرنے کا حکم دے گا اور جس کو وہ پسند کرے گا اس کو تم مت کرنا۔

طہران میں سب سے پہلے مرزا حسین علی اس پر ایمان لا۔ مرزا علی محمد نے اس کو بہاء اللہ کا لقب دیا اس مرزا حسین علی عرف بہاء اللہ نے دعویٰ کیا کہ وہ من يظهره الله ہے جس کی علی محمد باب نے بشارت دی ہے۔ کتاب بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۹ میں ہے "ایڈر یانوپل میں بہاء اللہ نے کہا کہ جس شخص کی بشارت مجھ کو حضرت باب نے دی ہے اور جس کی راہ میں انہوں نے جان فدا کی وہ میں ہی ہوں من يظهره الله میرا لقب ہے۔ اس بہاء اللہ پر ایمان لانے والے "بہائی" کہلاتے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہیں۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۲۰ میں ہے جنہوں نے حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ قبول کیا ان کا نام ''بہائی'' ہو گیا۔ بہاء اللہ خدا کی طرف سے بے واسطہ علم ملنے اور مبعوث من اللہ ہونے کا مدعی تھا۔ بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۲۵ میں ہے: یکا یک خدا کی نسیم لطف مجھ پر گذری اور جو کچھ ابتداء آفرینش سے اب تک ظہور میں آیا اس کا علم اس نے مجھے دیا۔ ''صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے'' اسی نے مجھ کو حکم دیا کہ میں اس کے نام کی منادی کر دوں'' صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے: ''ہم خدا اور اس کے حکم پر جو ہم پر اور ہم سے پہلے نازل ہوا ہے ایمان لاتے ہیں۔'' اس بہاء اللہ نے اپنی نبوت کا سکہ جمانے کے لئے ختم نبوت کا انکار کیا۔ چنانچہ صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے: ''پیغمبروں کا ظاہر ہونا محال اور غیر ممکن نہیں جانتے اور اگر کوئی شخص اس بات کو محال جانے تو پھر اس میں اور ان لوگوں میں کیا فرق ہے جنہوں نے خدا کے ہاتھوں کو باندھا ہوا سمجھا (وہ کون؟ جمہور اہل اسلام اور مخصوص اہل سنت) اگر یہ لوگ خدائے تعالیٰ کو مختار جانتے ہیں تو انہیں لازم ہے کہ اس شہنشاہِ ازلی کے ہر حکم کو قبول کریں جو اس کے رسول کی معرفت صادر ہوں۔'' صفحہ ۳۵ میں لکھا ہے: الطاف باری کی ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا نے جگا کر مجھے یہ حکم دیا کہ میں زمین و آسمان کے درمیان اس کے نام کی منادی کر دوں۔ یہ بات میں نے خود نہیں کی بلکہ خدا ہی کی طرف سے کی اس کی ہدایت ہوئی تھی۔ صفحہ ۴۱ پر یہ قول لکھا ہے: میرا علم خدا کا عطا کردہ ہے کسی انسان سے حاصل نہیں کیا ہے۔ اس بہاء اللہ نے شرع کے احکام کو بھی درہم و برہم کر دیا ہے اور نئے حکم اپنے دل سے تراشے ہیں چنانچہ اسی کتاب ''بہائی اللہ کی تعلیمات'' کے آخر حصہ کے صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے: خدا تم کو نکاح کا حکم دیتا ہے مگر خبردار دو سے زائد نہ کرنا۔ تیسری طلاق کے بعد کی حرمت اور بغیر حلالہ عدم حلت کے حکم کی تبدیلی صفحہ ۱۸ اسی کتاب میں ہے: ''خدا نے منع کر دیا کہ جو تم تیسری طلاق کے بعد کیا کرتے تھے'' گانا باجا سب حلال کر دیا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۴ میں ہے: ''ہم نے حلال کیا تمہارے اوپر گانے اور بجانے کا سننا'' اس گروہ کا دستور تقیہ کرنا بھی ہے اسی کتاب کے صفحہ ۴۷ میں اس کا اقرار ہے:

اتنے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ مرزا غلام احمد اور بہاء اللہ ختم نبوت کے معنی متواتر کے انکار میں شریک ہیں دعوۂ مہدیت میں شریک ہیں مثل مسیح ہونے کے دعوے میں شریک ہیں۔ رسالت اور وحی کے دعوے میں شریک ہیں۔ تبدیل احکام شرع میں شریک ہیں۔ دونوں کے کفر ہوئے۔ اب بہاء اللہ خود بھی رسول بنتا ہے اور اپنے اوپر وحی آنے، بے واسطہ اللہ سے علم پانے کا مدعی ہے اور مرزا علی محمد کو بھی پیغمبر مانتا ہے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بھی کرتا ہے کتنے کفروں میں مبتلا اور اپنے معتقدین کو مبتلا کرنے والا ہے یقیناً اس کی تصدیق کرنے والے کافر و مرتد خارج از اسلام ہیں۔ شفاء شریف میں ہے:

''وکذٰلک قال من تنبأ وزعم انه یوحیٰ الیه قاله سحنون وقال ابن القاسم دعیٰ الیٰ ذٰلک سرا وجهراً قال اصبغ وهو کالمرتد لانه کفر بکتاب اللّٰه مع القربة علی اللّٰه وقال اشهب فی یهودی تنبأ اوزعم انه یوحی ارسل الی الناس اوقال ان بعد نبیکم نبی انه یستتاب ان کان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

معلنا بذلک فان تاب والاقتل وذلک لانه مکذب النبی ﷺ فی قوله لا نبی بعدی مفتر علی الله فی دعواه علیه الرسالة والنبوة"

علامہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

"وقد یکون فی هؤلاء من یستحق القتل کمن یدعی النبوة بمثل هذه الخر عبلات او بطلت تغیر شیئ من الشریعة و نحو ذلک"

اب ثابت ہوگیا کہ وہ شخص قادیانی تھا جب بھی کافر تھا اور بہائی ہوا اب بھی کافر ہے۔ اس کے ساتھ مسلمہ کا نکاح نہیں ہوسکتا ہمیشہ حرام ہوگا۔

والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ عزاسمہ اتقن واحکم

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

فتویٰ ایصالِ ثواب، حکم زوجہ مفقود، خطبہ میں اردو خلافِ سنت

استفتاء

۱:- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسائل میں کہ میت کے ثواب کے لئے جب قرآن خوانی ہوتی ہے تو اس وقت جو لوگ قرآن پڑھنا نہیں جانتے ہیں وہاں کلمہ طیبہ یا سورۂ اخلاص وہ لوگ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

۲:- زوجہ مفقود الخبر کے نکاح ثانی کرنے کے بارے میں خلاصۃ المسائل میں جو مسئلہ خبر میں ہے کہ زوجہ مفقود الخبر کی بعد انتظاری چار سال چار ماہ کے نکاح ثانی کرسکتی ہے جس کے صحیح ہونے میں تقریباً تیس مولویوں کے دستخط درج ہیں تو ہمارے حنفی المذہب کے علماء کی کیا رائے ہے؟ حنفی مذہب کے سب علماء اس مسئلہ میں متفق ہیں یا مختلف اور یہ مسئلہ کس مذہب کا ہے۔ حنفی اس مسئلہ پر عمل کرسکتے ہیں یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمائیے بینوا توجروا:

۳:- خطبہ جمعہ کے درمیان یعنی خطبہ اول وثانی کے درمیان میں کچھ وعظ، کہنا یا جو اردو نظم یا نثر میں درج ہے سب خطبوں میں اس کا پڑھنا کیسا ہے یہاں پر لوگ عربی بالکل نہیں سمجھتے ہیں تو اگر خطبہ میں کچھ اردو نہیں پڑھی جائے گی تو لوگ کیا سمجھیں گے لوگوں کی ہدایت کے لئے کچھ اردو میں نصیحتیں درمیان خطبہ کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیسا ہے؟ مفصل طور سے تحریر فرمائیے گا۔ جائز ہے یا مکروہ، اگر مکروہ ہے تو کون مکرہ ہے تنزیہی یا تحریمی۔ بینوا توجروا۔

فقط سائل اصغر علی از جزیرہ جگو اناس

الجواب ۱:- ثوابِ میت کے لئے جو قرآن شریف پڑھے ہوئے نہ ہوں وہ جو آیتیں اور سورتیں یاد رکھیں ان کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

پڑھیں۔ جو بالکل بے پڑھے ہوں وہ کلمہ طیب پڑھ کر ثواب پہنچائیں کہ ذکر الٰہی عبادت ہے اور نماز روزہ حج قرأت قرآن اذکار صدقہ وغیرہ ہر چیز کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"الاصل فی ھٰذا الباب ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃً کان او صوماً او صدقۃً او غیرھا کالحج وقرأۃ القراٰن والاذکار وزیارۃ قبور الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام والشھداء والاولیاء والصّٰلحین وتکفین الموتیٰ وجمیع انواع البرکۃ فی غایۃ الترجی" شرح الھدایۃ.

عبادتِ بدنیہ ومالیہ کے ثواب کا میت کو پہنچنا اہل سنت کا متفقہ مسئلہ ہے نصوص کثیرہ اس کی شاہد ہیں۔

۲:۔ مفقود الخبر کی زوجہ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ قاضی اس کی موت کا حکم کرے اور وہ موت کی عدت گزارے، عینی شرح کنز میں ہے:

" وتعتد امرأتہ وورث منہ ای من المفقود وحینئذ ای حین حکم بموتہ لاقبلہ ای قبل ذٰلک "

درمختار میں ہے:

" انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فمالم ینضمر الیہ القضاء لایکون حجۃ "

اب رہی یہ بات کہ قاضی کب حکم کرے۔ ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ اس کی موت کا اندازہ اس کے ہم وطن اقران کی موت سے کیا جائے گا۔ جب وہاں اس کے ہم عمر مر چکیں تو قاضی اس کی موت کا حکم کر سکتا ہے۔ علامہ شیخ مصطفیٰ شرح کنز میں فرماتے ہیں:

" وفی ظاھر الروایۃ بقدر یموت اقرانہ من اھل بلدۃ علی المذھب "

قران کی موت کتنے عرصہ میں ہوتی ہے اس میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ نوے سال کی عمر ہونے تک۔ کنز میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ ہدایہ میں اسی کو اوفق بتایا ہے۔ ذخیرہ میں فرمایا علیہ الفتویٰ۔ ایک قول سو برس کا، ایک ایک سو تیس برس کا ہے۔ متاخرین نے ساٹھ برس اختیار کئے۔ امام ابن ہمام نے ستر برس کو مختار فرمایا۔ یہ تو علماء حنفیہ کا مسلک ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار سال گزرنے پر قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے اور عورت کی عدت گذار کر چاہے تو نکاح کرے۔ عینی شرح کنز میں ہے:

" قال مالک اذا مضی اربع سنین یفوق بینھما وتعتد عدۃ الوفاۃ ثم تتزوج ان شاء ت "

اگر ضرورت شدیدہ ہو اور تفریق نہ کرنے سے کسی فتنۂ قویہ کا اندیشہ ہو تو حضرتِ امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے پر حکم کیا جائے۔ ردالمختار میں ہے:

" لٰکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرورۃ حیث لم یوجد مالکی یحکم بہ واللہ سبحٰنہ اعلم "

۳:۔ خطبہ جمعہ میں اردو پڑھنا خلاف سنت ہے اور مکروہ ہے۔ زمانہ صحابہ میں عجمی ممالک فتح ہو گئے تھے کہیں خطبہ غیر عربی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

میں ثابت نہیں۔ نصیحت کے لئے خطبہ کے علاوہ دوسرے وقت وعظ کیا جائے۔

محمد نعیم الدین غفرلہ' ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۴۷ھ

فتویٰ گاؤں میں نمازِ جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

سوال:- جمعہ کی نماز شہر کے علاوہ کس مقام پر ہونی چاہیے؟ واضح رہے کہ وہ مقام جو شہر سے باہر ایک میل کے فاصلہ پر ہے جمعہ ہو سکتا ہے تو کیا کرنا چاہیے کہ جمعہ کی نماز ہو جائے؟ نیز اس گاؤں کے آدمی اتنی فرصت نہیں رکھتے کہ شہر جا کر جمعہ ادا کر سکیں اور علاوہ اس شہر کے یا گاؤں کے آدمیوں کے دوسرے گاؤں کے لوگ آ کر بھی جمعہ پڑھیں تو درست ہوگا یا نہیں والسلام علیکم!

مرسلہ شیخ رحیم بخش چاولہ از قصور پنجاب

الجواب:- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ☆ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ☆

جمعہ کی صحت ادا کے لئے مصر (شہر) شرط ہے اور فناء شہر یعنی شہر کے گرد و پیش کا وہ میدان جو اہل شہر کے حوائج و مصالح میں کام آتا ہو شہر کے حکم میں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی:

" لا جمعة ولا تشريق ولا صلوٰة الفطر ولا اضحى الا فى مصر"

جامع الحدیث۔ فقہ کے تمام متون و شروح میں اس کی تصریح ہے تو جو آبادی فناء شہر میں نہیں خواہ وہ شہر سے قریب ہو اس میں جمعہ صحیح نہیں۔ نہ ان لوگوں پر جمعہ واجب۔ بحر الرائق میں ہے:

" فان المذهب عدم صحتها فى القرى فضلا عن لزومها وفى التجنيس ولا تجب الجمعة علىٰ اهل القرىٰ وان كانو قريبة من المصر لان الجمعة انما تجب علىٰ اهل الامصار اه والله سبحٰنه وتعالىٰ أعلم وعلمه عزاسمه اتقن واحكم ☆

العبد المعتصم بحبله المتين

کتبہ

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

تثویب

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ بروز جمعہ جو قبل از نماز سنت جمعہ بآواز بلند " الصلوٰۃ قبل الجمعه سنة رسول الله ﷺ "پکارتے ہیں۔ یہ پکارنا ازروئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟

مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اہل حدیث امرتسر اور مولانا مولوی مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی پیش امام صاحب گدکہ مولوی جلال الدین زانباغی، مولوی عبدالحی زانباغی مدرس، محمد ایوب دہلوی اور مولی احمد علی لاہوری کے فتوے ہیں " الصلوٰۃ سنت قبل الجمعة " کا کہنا بے اصل ہے اور کتاب حنان اسیر جو تصنیف مولوی عبدالحی بنگلوری محدث کی ہے اس میں لکھا ہے مدارج النبوۃ وشرح وقایہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہ اس (تثویب) کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس کا ترک کرنا بہتر ہے۔ کیا اس کتاب حنان اسیر اور اوپر لکھے ہوئے مولویوں کے فتوؤں پر اعتبار کر کے تثویب " الصلوٰۃ قبل الجمعة سنة رسول الله (ﷺ)" کا کہنا موقوف (ترک) کر دینا چاہیے؟

اس مسئلہ کا بحوالہ کتب احادیث وفقہ حل فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ.

صورت مذکورہ بالا میں تثویب جائز اور اشخاص مذکورہ سوال کا انکار غلط اور باطل، یقیناً نماز بر و تقویٰ میں داخل کہ اللہ رب العزۃ عز وعلا تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾

کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب وعدہ کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت۔ یہی ہیں جنہوں نے بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔ اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ہر تقویٰ میں داخل اور نماز بارّ ومتقی ہے اور مسلمانوں کو نماز کی ترغیب ودعوت دینا اور نماز کا اعلان کرنا بر و تقویٰ پر معاونت ہے جس کا قرآن کریم میں حکم ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

قال اللہ تعالیٰ ﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی﴾

کہ بروتقویٰ پر معاونت کرو۔ الحمدللہ کہ تثویب کا جواز خاص قرآن شریف سے ثابت ہوا منکرین متعجلین کو شرمانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قبول حق کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اب کتب فقہ پر ایک سرسری نظر ڈالئے کنز الدقائق میں ہے:

ویثوب علامہ شیخ مصطفیٰ علیہ الرحمہ شرح کنز میں فرماتے ہیں:

"ویثوب فی جمیع الصلوٰۃ"

عینی شرح کنز میں ہے۔

"ویثوب من التثویب وھو عودالی الاعلام وانما اطلقه لنبینها علی استھسنه المتأخرون من التوثیب فی کل الصلوٰۃ لظھور التوامی فی الامور الدینية"

نیز اسی میں ہے:

"وماستحسنه المتأخرون وھو التثویب فی سائر الصلوۃ لزیادۃ غفلة الناس"

مستخلص الحقائق میں ہے:

"واستحسن المتاخرون التثویب فی سآئر الصلوٰۃ لزیادۃ غفلة الناس والیه اشار المصنف بقوله ویثوب بغیر فصل بین الفجر وغیرھا"

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

"ویثوب بعد الاذان فی جمیع الاوقات لظھور التوالی فی الامور الدینية فی الاصح وتثویب کل بلدۃ بحسب ما تعارفه اھلھا"

تحطاوی وحاشیہ مراقی الفلاح میں ہے:

"استحسنه المتأخرون وقد روی احمد فی السنن والبزاز وغیرھما باسناد حسن موقوفاً علیٰ ابن مسعود وماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن"

بدائع ملک العلماء امام کاشانی رضی اللہ عنہ میں ہے:

"عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه انه قال کان التثویب علیٰ عھد رسول اللہ ﷺ خیر من النوم" نیز اسی میں ہے" فصار سائر الصلوٰۃ فی زماننا مثلا لفجر فی زمانھم فکان زیادۃ الاعلام من باب التعاون علی البر والتقویٰ فکان مستحسن"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بحر الرائق میں ہے:

" واطلق فی التثویب انه لیس له لفظ یخصه بل تثویب کل بلد علیٰ ما تعارفوه اما بالتنحنح او بقوله الصلوٰة الصلوٰة او قامت قامت لانه للمبالغة فی الاعلام وانما یحصل بما تعارفوه فعلیٰ هذا اذا احدث الناس اعلاماً مخالفا لما ذکر جاز کذا فی المجتبیٰ وافاد انه لایخص صلوٰة بل هو فی سائر الصلوٰة وهو اختار المتأخرین لزیادة علقه"

آیات مذکورہ وعبارت منقولہ سے ظاہر وزاہر واضح وباہر کہ نماز کے بعد اذان اعلام جس کو تثویب کہتے ہیں جمعہ وغیرہ تمام نمازوں میں جائز اور متأخرین کے نزدیک مستحسن اور منکرین کا انکار اور اصرار بالکل غلط اور بیکار۔

واللہ سبحنه وتعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتقن و احکم.

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے کا حکم:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے مدینہ طیبہ کو یثرب نہ کہنا چاہئے کیونکہ وہ مشتق ہے ثرب سے جس کے معنی فساد کے ہیں یا یہ وجہ ہے کہ یہ نام ایک کافر کا تھا، اس سے ایسی زمین پاک کو نسبت کرنا سخت مذموم ہے نیز حدیث شریف میں آیا ہے۔"ان الله امرنی ان اسمی المدینة طابة " کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا کہ مدینہ کا نام طابہ رکھوں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص مدینہ کی طرف کسی بدبو کی نسبت کرے یا وہاں کی ہوا کو برا کہے یا پسند نہ کرے تو وہ شخص واجب التعزیر ہے اس کو قید کیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ خاص کرے اور عمرو کہتا ہے کہ اگر یہ لفظ برا ہوتا تو حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی ایسا کیوں لکھتی کہ

کے بود یارب کہ رو در یثرب وبطحا کنم

کہ بمکہ منزل وگہ در مدینہ جا کنم

تو معلوم ہوا یثرب لکھنا جائز ہے اور متأخرین شعراء نے بھی اس کو لکھا ہے جیسے مولانا تمنا صاحب یا مولنا فرید احمد وفا صاحب تو اس بناء پر زید کا قول کسی طرح صحیح اور قابل تسلیم نہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا قول زید کا صحیح ہے یا عمرو کا؟ بینوا و توجروا.

العبد فقیر عبدالمصطفیٰ محمد صابر حسین المخاطب بصابر اللہ شاہ اشرفی مراد آباد، مشتاق حسین عرف کلن اشرفی سادہ کار مرادآباد.

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ☆

صورتِ مسؤلہ میں زید کا قول صحیح اور قابلِ اعتماد و مطابق حکم نبوی ﷺ ہے۔اس لئے کہ حدیث پاک میں مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے سے ممانعت وارد اور یثرب کہنا منافقین کی طرف منسوب ہے۔نیز یثرب اسم قبیح ہے اور طیبہ یا مدینہ اسم حسن اور اسماء قبیحہ کی نسبت مبغوض ،لہٰذا مدینہ طیبہ کو طیبہ، طابہ مدینہ کہنا ہی چاہئے۔یہی احمد ہے یہی محمود چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

"قال رسول اللہ ﷺ امرت بقریۃ تاکل القری یقولون یثرب وھی المدینہ الحدیث"

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ کو ایسے شہر کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا گیا کہ تمام شہروں پر غالب آجائے گا۔لوگ اس کو یثرب کہیں گے حالانکہ وہ مدینہ ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی مرضی ہے کہ اس شہر پاک کو بجائے یثرب کے مدینہ کہنا چاہئے اور یثرب نام رکھنا اس بقعہ طاہرہ کے لئے غیر مناسب ہے اور اس کی شرح فتح الباری میں:

"یقولون یثرب وھی المدینۃ" کے تحت میں ہے؛

"ای بغض المنافقین یسمیھا یثرب واسمھا الذی یلیق بھا المدینۃ"

یعنی بعض منافقین مدینہ طیبہ کو یثرب کہتے ہیں اور یہ اس کی شان کے لائق نہیں۔اس کی شان کے لائق نام "مدینہ" ہے۔دوسری حدیث میں حضرت امام احمد نے روایت فرمائی ہے:

"من سمی المدینۃ فلیستغفر اللہ ھی طابۃ"

یعنی جو شخص مدینہ طیبہ کا نام یثرب رکھے اسے چاہئے کہ استغفار کرے اس کا نام تو طیبہ ہے۔ایک اور حدیث میں ہے:

"ان رسول اللہ ﷺ نھی ان یقال المدینۃ یثرب رواہ عمر وابن ابی شیبۃ من حدیث ابو ایوب"

یعنی حضور ﷺ نے منع فرمایا اس سے کہ مدینہ کو یثرب کہا جائے۔اسی فتح الباری میں ہے:

"ولھذا قال عیسیٰ ابن دینار من المالکیۃ من سمی المدینۃ یثرب کتبت علیہ خطبۃ وقال وسبب ھٰذا الکراھۃ لان یثرب اما من التثریب ھو التوبیخ والملامۃ او من الثرب وھو الفساد وکلاھما مستقبح وکان ﷺ یحب الاسم الحسن ویکرہ الاسم القبیح"

یعنی ان ہی احادیث شریفہ کی بناء پر عیسیٰ ابن دینار مالکی نے فرمایا جس نے مدینہ کا نام یثرب رکھا اس پر گناہ لکھا گیا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور فرمایا کہ اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یثرب یا تو ثریب سے بنا ہے اس کے معنی جھڑکنے اور ملامت کرنے کے آتے ہیں اور یا ثرب سے بنا ہے اس کے معنی فساد اور خرابی کے ہیں اور یہ دونوں معنی قبیح اور برے ہیں اور حضورِ اقدس علیہ السلام ﷺ اچھے نام کو محبوب رکھتے تھے اور برے نام کو ناپسند فرماتے تھے۔

ان احادیث اور تصریحات اکابر سے صاف طور سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا شرعاً مکروہ و ممنوع ہے اور اس پر استغفار کرنے کا حکم ہے اور اس یثرب کے معنی ایسے قبیح ہیں کہ جس کو مدینہ طیبہ کی طرف منسوب کرنا سخت برا ہے۔ لہٰذا قول زید کا صحیح اور قول عمرو کا غیر صحیح ہے رہا عمرو کا استدلال حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے، سو یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں ممانعت وارد ہوئی تو اس کے مقابل کسی بزرگ کے کلام میں اس لفظ کے استعمال کا پیش کرنا کیا مفید۔ کلامِ رسول کے لئے کلام غیر ناسخ نہیں ہوسکتا۔

علاوہ بریں حضرتِ جامی کے کلام کی بہت عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یثرب سے حوالی و عوامی مراد ہیں نہ خاص شہر مدینہ چنانچہ یثرب پر بطحا کو بطریق تفسیر عطف فرمانا اس کا مؤید ہے اور دوسرے شعر میں ہے:

گرد صحرائے مدینہ بویت آمد یا رسول
من سرِ خود را فدائے خاکِ آں صحرا کنم

فرمانا دلیل ہے اس بات کی کہ شعر اول میں یثرب سے مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کا صحرا مراد ہے۔ ایک بزرگ کے کلام کی اس قدر توجیہ نہایت بہتر ہے تا کہ ممانعت حدیث لازم نہ آئے مگر صریح حدیثوں کے ہوتے ہوئے اس کو سند بنانا نادانی ہے۔ عمرو نے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر لکھا اور آیت کیوں نہ لکھدی جس میں ارشاد ہوا۔ ''یا اھل یثرب لا مقام لکم فارجعوا'' مگر اس کا کام اس سے بھی نہ بنتا کیونکہ یہاں قرآن پاک میں مقالہ کفار نقل فرمایا ہے اس سے جواز اور استدلال نہیں ہوسکتا۔ فتح الباری میں ہے:

'' وقالوا ما وقع فی القراٰن انما ھو حکایة عن قول غیر المؤمنین ''

اب بحمد اللہ مسئلہ واضح ولائح ہوگیا کہ مدینہ طیبہ کو ہرگز یثرب نہ کہا جائے اور یثرب کہنے والے پر استغفار کرنے کا حکم ہے۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمه عز اسمه اتقن واحکم .
العبد المعتصم بحبله المتین

کتبـــــــــــــه

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

وہابیہ کی عیاریاں اور التلبیسات کا افشاء راز

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء ملت اہل سنت و جماعت ان امور ذیل میں کہ:

۱:۔ مخالفین اور وہابیہ دیوبند نے جو یہ شورش اٹھاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت حکیم امت مجدد مأیۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا مولانا شاہ مفتی محمد احمد رضا خان صاحب محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت سے علماء امت کو کافر کہتے ہیں۔ اس لئے اعلیٰ حضرت کو" مکفر المسلمین "کے لقب سے یاد کرتے ہیں تو آیا یہ کہنا ان کا حق ہے یا باطل، ہدایت ہے یا ضلالت، اب، دریافت طلب یہ امر ہے کہ جن علماء کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے کافر کہا یا کفر کا فتویٰ دیا ہے تو کن وجہ سے۔ آیا از روئے دلائل شرع شریف یا یوں ہی بلا دلائل کافر کہنا استعمال کیا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بلا ثبوت شرعی کسی مسلمان کو کافر کہنا گناہ عظیم بلکہ حقیقۃً بحکم حدیث شریف خود کافر بنتا ہے تو مخالفین کا یہ کہنا کہ اعلیٰحضرت کا جو شخص ہم خیال و ہم عقائد نہ ہو اس کو مسلمان ہی نہیں جانتے تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

۲:۔ دیوبندی علماء تو کہتے ہیں کہ اعلیٰحضرت نے کتاب" حسام الحرمین "میں بہت سی عبارتیں کاٹ چھانٹ کے نقل کر کے علماء حرمین شریفین سے کفر کا فتویٰ لکھوالیا ہے چنانچہ ایک کتاب" التصدیقات لدفع التلبیسات "معروف بمہند جس کو مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی نے مرتب کر کے شائع کیا ہے جس پر حرمین شریفین تصدیق فرمار ہے ہیں، لہٰذا استفسار ہے کہ کتاب" حسام الحرمین "حق ہے یا کتاب" التصدیقات "ہمارے سنی علماء کرام کا عمل کس پر ہے؟ دیوبندی عقائد والوں کو تو بڑا ناز ہے کہ ہم لوگ حق پر ہیں اور بریلوی عقائد والے مفتری اور کاذب کہ ان کے یہاں" کفر کا کارخانہ "ہے جس کو چاہتے ہیں مسلمان کہتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں کفر کا فتویٰ دے کر دوزخ میں ڈال دیتے ہیں تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

۳:۔ مسلمان کلمہ گو اگر چہ نماز، روزہ، حج وغیرہ بجالاتا ہو، مگر خدا اور رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی جناب میں گستاخی یا ادنیٰ سے ادنیٰ توہین کرنے والا ہو تو آیا ایسا شخص مسلمان باقی رہتا ہے یا نہیں؟ مفصلاً جواب نمبر وار بحوالہ کتاب، عام فہم صورت میں عنایت فرمایئے اور عربی عبارات آیت و حدیث جہاں پر آئے مع ترجمہ بزبانِ اردو تحریر فرمایا جائے تا کہ بخوبی سمجھ میں آجائے۔ بینوا بالکتاب، توجروا یوم الحساب۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

الجواب بعون اللہ الوھاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ　　نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ

۱:- وہابیہ کا یہ اتہام کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علماء اسلام کو کافر کہا ہے کذب محض وافتراء خالص ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ، نے ان مفسدین کو کافر فرمایا جو ضروریات دین کے منکر ہوئے ایسوں کو قرآن وحدیث اور تمام امت کافر کہتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کفر کا حکم اپنی طرف سے نہ دیا نصوص نقل فرمائیں جن کا آج تک کسی وہابی نے جواب نہ دیا اور نہ کبھی کوئی جواب دے سکتا ہے ان امور کا کفر ہونا اور ان کے قائل کا کافر ہونا خود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب ''بسط البیان'' میں لکھتے ہیں:

جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔''

اور وہی یہ بات کہ جو اعلحضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو اس کو وہ کافر جانتے ہیں یہ درست ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ ایمانیات اور ضروریات دین میں جو اس کا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے جو توحید مانے رسالت میں ہم اعتقاد نہ ہو وہ کافر۔ توحید ورسالت دونوں کو تسلیم کرے قرآن کا منکر ہو تو کافر غرض کسی ایک امر ضروری سے یعنی انکار کرے کافر ہے مسلمان وہی ہے جو تمام ضروریات دین میں ہمارا ہم عقیدہ ہو۔ حدیث جبریل میں ہے:

'' قال ان تومن باللہ وملٰئکتہ و کتبہ ورسلہ والیوم الآخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ ''

یعنی ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخرت کو ماننے اور اس کی تقدیر خیر وشر پر ایمان لائے تو جو ان امور میں ہمارا ہم عیقدہ ہے مومن ہے اور جو ان میں ایک میں بھی ہم عقیدہ نہیں اس کو حقیقت ایمان ہی حاصل نہیں مومن نہیں کافر ہے۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

۲:- یہ قطعاً غلط ہے کہ حسام الحرمین میں وہابیہ کی عبارات میں قطع برید کر کے کفری معنی پہنائے گئے ہوں عبارتیں بلفظہٖ نقل کی گئی ہیں۔ انہی پر فتویٰ لیا گیا ہے انہیں کو علماء حرمین طیبین نے کفر فرمایا ہے البتہ ایک مضمون کی چند عبارتیں ایک کتاب تھیں تو ان کو اختصار کے لئے یکجا کر کے لکھ دیا ہے ان میں سے ہر ایک عبارت وہ کفری معنیٰ رکھتی ہے۔ مجموعہ کے ملانے سے کوئی جدید معنی پیدا نہیں کئے گئے یہ محض افتراء ہے اور ہر شخص حسام الحرمین کے نقول کو اصل کتابوں سے ملا کر اطمینان کر سکتا ہے۔ البتہ وہابیہ کی کتاب ''التلبیسات لدفع التصدیقات'' یقیناً اسم بامسمیٰ'' ہے اس میں تلبیس کی گئی ہے اور چالاکیوں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سے کام لیا گیا ہے علماء مکہ مکرمہ کو طرح طرح کے دھوکے دیے ہیں۔ اپنا مذہب کچھ کا کچھ بتایا ہے۔ عقیدے برخلاف اپنی تصانیف کے ظاہر کئے ہیں نمونہ کے طور پر چند فریب کاریاں اس کی نقل کی جاتی ہیں۔

۱:- وہابی ہندوستان میں کس کو کہا جاتا ہے؟ اس کی تفصیل میں لکھا ہے۔ "بلکہ جو سود کی حرمت ظاہر کرے وہ بھی وہابی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو" (التلبیسات صفحہ ۳) دیکھئے کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ ہندوستان میں سود کے حرام کہنے والے کو کون وہابی کہتا ہے سود کو تمام علماء اہل سنت حرام فرماتے ہیں وہابی کے یہ معنی بتانا کتنا بڑا خدع و مکر ہے۔

۲:- روضہ طاہرہ کی زیارت کے متعلق لکھا ہے کہ "اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے، بلکہ واجب کے قریب ہے گو سدحلال اور بذلِ جان و مال سے نصیب ہو" (التلبیسات صفحہ) صفحہ ۵ میں زیارت شریف کی نیت سے سفر کو منع کرنا وہابیہ کا قول بتایا۔ دیکھئے کیسے خالص سنی بن رہے ہیں گویا وہابی ان کے سوا کوئی اور ہے اب فدا تقویۃ الایمان" دیکھئے کہ وہاں سلسلہ شرکیات میں لکھا ہے: "اس کے گھر کی طرف اور دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا" (تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱) دوسری جگہ لکھا ہے: اور کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے تھان پر جانا، دور سے قصد کرنا (تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۴۵) اس میں صاف بتاتا ہے کہ کس کے گھر یا کسی کی قبر کی طرف قدر کر کے سفر کرنا شرک ہے اور تقویۃ الایمان کے مصنف اسماعیل کی تعریف اس "التلبیسات" کے صفحہ ۳ میں مرقوم ہے جب وہ ان کا پیشوا ہے اس کی کتاب پر ساری جماعت کا ایمان اور اس میں بقصد زیارت سفر کو شرک کہا اسی سفر کو اس "التلبیسات" میں قربت اور واجب کہنا اور اس کے لئے جان و مال کا خرچ روا رکھنے کا اظہار کتنا بڑا کید اور کیسا کھلا ہوا فریب ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہابی کے دین میں تقیہ بھی درست ہے کہ اپنے مذہب کو چھپا کر کچھ ظاہر کر دیا۔

۳:- تقویۃ الایمان میں حضور سید عالم ﷺ کی طرف نسبت کر کے لکھا کہ "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہابی حضور ﷺ کو مردہ جانتے ہیں معاذ اللہ "التلبیسات" میں ظاہر کیا کہ "حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہدا کے ساتھ برزخی نہیں ہے۔" (التلبیسات صفحہ ۷) دیکھئے کیسا کھرا سنی بن رہا ہے۔

۴:- "تقویۃ الایمان" صفحہ ۴۷ میں ہے "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔" اسی کتاب کے صفحہ ۳۴ میں اولیاء کی نسبت لکھا "کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔" "التلبیسات" میں اولیاء کی نسبت اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ "ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض کا پہنچنا بے شک صحیح ہے۔"

(التلبیسات صفحہ ۱۱)

۵:- "التلبیسات" صفحہ ۱۲ میں عبدالوہاب نجدی اور اس کے تابعین کو خارجی بتایا ہے اور ان کا یہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ وہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اپنے فرقہ کے سوا تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں اور اہل سنت وعلمائے اہل سنت کا قتل ان کے نزدیک مباح ہے۔ مگر فتاوئ رشیدیہ میں اچھا بتایا ہے۔ چنانچہ فتاوئ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۸ میں ہے ''محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا بدعت وشرک سے روکتا تھا۔''

عقیدہ تو یہ ہے اور ''التلبیسات'' میں سنی بننے کے لئے ظاہر کیا کہ ہم اس کو خارجی جانتے ہیں کیا مکاری ہے۔

۶:۔ ختم نبوت کے متعلق ''التلبیسات'' میں اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ ''آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''ولیکن محمد اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔'' اور یہی ثابت ہے بکثرت حدیثوں سے جو معناً حد تواتر تک پہنچ گئیں اور نیز اجماع امت سے۔ سو حاشا ہم میں سے کوئی اس کے خلاف کیونکہ جو اس کا منکر ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اس لئے منکر ہے نص صریح قطعی کا (التلبیسات صفحہ ۱۴ و ۱۵)۔

یہاں تو صاف اعلان ہے کہ حضور ﷺ آخر الانبیاء ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ آیت اور احادیث متواترۃ المعنی اور اجماع سے ثابت بتایا اور نص قرآنی کو اس معنی میں صریح وقطعی مانا اور اپنے آپ کو خالص سنی ظاہر کیا اور ''تحذیر الناس'' دیکھئے تو اس میں صفحہ ۲ پر لکھا ہے۔ ''عوام کے خیال میں تو رسول کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقامِ مدح میں

﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾

فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔

۷:۔ ''التلبیسات'' میں تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا ''البتہ جہت ومکان کو اللہ تعالیٰ کے لئے ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت ومکانیت اور جملہ علامات حدوث سے منزہ وعالی ہے'' (التلبیسات صفحہ ۱۳) مگر واقعہ میں وہابیہ کا عقیدہ اس کے خلاف ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے جہت ومکان سے منزہ جاننے کے عقیدہ کو بدعت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے ''ایضاح الحق'' صفحہ ۳۵ و ۳۶ میں لکھا ہے:

'' تنزیہ او تعالےٰ از زمان و مکان وجہت و ماہیت و ترکیب عقلی و مبحث عینیت و زیادت صفات و تاویل متشابہات واثبات رؤیت بلا جہت و محاذات و اثباتِ جوہر فرد وابطال ہیولی و صورت و نفوس و عقول یا بالعکس و کلام در مسئلہ تقدیر و کلام وقول بصدور عالم و امثالِ آں از مباحثِ فن کلام والٰہیات و فسلفہ ہمہ از قبیلِ بدعات حقیقیہ است اگر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

صاحبِ آں اعتقاداتِ مذکورہ رااز جنس عقائدِ دینیہ می شمارد۔"

یہ عیاری ہے کہ عقیدہ کچھ ہے اور ظاہر کرتے ہیں اس کے خلاف۔

۸:- "التلبیسات" صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے: "جواس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔" یہاں تو ظاہر کیا اور پردہ اٹھا کر دیکھئے تو حقیقت یہ ہے کہ جس عقیدہ پر دائرۂ ایمان سے خارج ہونے کا حکم دیا ہے وہ عقیدہ خود ان کا اپنا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ کیجئے "تقویۃ الایمان" مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۶۸ میں لکھا ہے: انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ دوسری کتاب "براہین قاطعہ" جس کے مصنف بظاہر یہی مولوی خلیل احمد ہیں جنہوں نے "التلبیسات" میں مذکورہ بالا عبارت لکھی وہ "براہین قاطعہ" صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں "اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا، تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔" اس مکاری کی کیا انتہا ہے جو عقیدہ بار بار لکھ کر چھاپ چکے "التلبیسات" میں اس کا صریح انکار کر دیا۔

۹:- "التلبیسات" صفحہ ۱۸ میں ہے "ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کو ذات وصفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ وحکم نظریہ اور حقیقتہائے حقہ واسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول اور بے شک آپ کو اولین وآخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

اس عبارت کو ملاحظہ کیجئے کیا مسلمان بنے ہوئے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی وسعت اور حضور کا تمام خلق سے اعلم ہونا بیان کر رہے ہیں اور عقیدہ دیکھئے تو نہایت ناپاک کہ معاذ اللہ حضور کو اپنے خاتمہ اور انجام کا بھی علم نہیں دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں چنانچہ تقویۃ الایمان مطبوعہ مرکنٹائل پریس دہلی صفحہ ۳۱ میں لکھا ہے: "جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا" اور براہین قاطعہ صفحہ ۴۶ میں لکھا" اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔" حقیقۃً عقیدہ تو یہ ہے اور دھوکہ دینے کے لئے "التلبیسات" میں ظاہر وہ کیا۔

۱۰:- "التلبیسات" صفحہ ۱۹ میں لکھا" اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے۔" یہاں تو لکھا اور براہین قاطعہ میں خود ہی شیطان لعین کے لئے وسعت علم کو ثابت کیا اور حضور کے حق میں اس کے ثبوت کا انکار یہاں جس چیز کو کفر بتایا اس کے قائل خود آپ ہی ہیں۔ براہین قاطعہ ۴۷ میں لکھتے ہیں۔" شیطان وملک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

المموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔'' دیکھئے عقیدہ تو یہ ہے اور ''التلبیسات'' میں اس کا صاف انکار ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر بتایا ہے، کیا عیاری ہے۔

۱۱:- ''التلبیسات'' صفحہ ۲۴ میں ہے ''جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر بہائم و مجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے۔''

علماء حرمین کے سامنے تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا۔ اب یہ دیکھئے کہ ایسا سمجھنے اور کہنے والا ہے کون جس کو کفر کہہ رہے ہیں۔ وہ فعل کس کا ہے؟ ملاحظہ کیجئے ''حفظ الایمان'' مطبوعہ مجتبائی مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی صفحہ ۷، ۸ میں ہے ''پھر یہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جاتا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مراد اس سے بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔'' دیکھئے وہ کفری قول جس کے قائل کو ''التلبیسات'' میں کافر کہہ رہے خود ان کے پیشوا مولوی اشرف علی کا ہے۔

اس کے علاوہ دوسری عیاری یہ ہے کہ ''التلبیسات'' میں اشرف علی کی عبارت پیش کی تو اس میں قطع برید کر لی کہ ''حفظ الایمان'' میں تو ''علم غیب کا حکم کیا جانا'' لکھا اور ''التلبیسات'' میں ''علم غیب کا اطلاق'' لکھا ہے۔ کہاں حکم کرنا کہاں محض اطلاق اپنی عبارت میں تحریف کر ڈالی اگر ان کے نزدیک ''حفظ الایمان'' والی عبارت صریح کفر نہ تھی تو ''التلبیسات'' میں اس کو کیوں بدلا؟ کیوں دوسرے لفظوں سے بیان کیا؟ اصل لفظ کو کیوں بچایا؟ قول کچھ تھا علماءِ عرب کو کچھ دکھایا۔

۱۲:- مجلس مبارک میلاد شریف کی نسبت اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ ''التلبیسات صفحہ ۲۴'' ''حاشا ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں کہ آنحضرت کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام کہے وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ ﷺ سے ذرا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ ہے اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکر ولایت شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز اور نشست و برخواست اور بیداری خواب کا تذکرہ ہو۔''

دیکھئے یہاں مولود شریف کو اعلیٰ درجہ کا مستحب بتایا جاتا ہے اور اس کو بدعت سیئہ کہنے سے حاشا کہہ کر انکار کیا جاتا ہے۔ یہ بڑا فریب ہے کیونکہ اس میں وہ اس کے منکر ہیں۔ دیکھئے ذیل کے حوالے (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۵۰):

سوال:- ''مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف نہ ہو جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کرتے تھے یا نہیں''۔

الجواب :- ''عقد مجلس مولود اگر چہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے۔ لہذا اس زمانہ میں درست نہیں۔'' اسی فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۱۴۵ میں ہے:

مسئلہ :- ''محفل میلاد میں جس میں روایاتِ صحیحہ پڑھی جائیں اور لاف و گذاف اور روایاتِ موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے۔''

جواب:- ''ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے'' اسی فتاویٰ کے جلد ۳ صفحہ ۱۴۲ میں ہے: ''کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔'' انصاف کیجئے کہ حقیقت میں مذہب تو یہ ہے کہ کوئی مولود شریف کسی طرح درست نہیں اور ''التلبیسات'' میں ظاہر اس کے خلاف کیا یہ ہیں کیا دیاں۔ تمام کتاب ایسی ہی مکاریوں سے لبریز ہے چند بطور نمونہ یہاں لکھی گئیں۔ اب دوسرا اندازِ فریب ملاحظہ فرمایئے خود سوالات لکھے خود ان کے جواب دیئے۔ اپنے ہی گھر کے لوگوں سے تصدیق کرائی۔ جوابوں میں وہ فریب کاریاں کیں جو اوپر بیان ہوئیں۔ اب اس مجموعہ فریب کو حرمین شریفین لے کر پہنچے تا کہ وہاں کے علماء کو دھوکہ دیں اور ان سے کسی طرح تصدیق کرالیں تو کہنے کو ہو جائے کہ حسام الحرمین میں علماء حرمین شریفین نے جن بدلگاموں پر کفر کا حکم دیا تھا انہوں نے ہی ان کا اسلام تسلیم کر لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ ربانی علماء کا محافظ ہے۔ مکاروں کا کید نہ چلا اور حرمین طیبین کے علماء اعلام کی تصدیقیں حاصل نہ ہوئیں اگر چہ بعید نہ تھا کہ وہ حضرات ان پر فریب جوابوں سے دھوکہ کھاتے جن میں فریب کاروں نے اپنے آپ کو پکا سُنی ظاہر کیا تھا۔ مگر الحمد للہ کہ حرمین طیبین کے علمائے کرام ان کے فریب میں نہ آئے۔

علماء حرمین کی تصدیق کا حال:

علماء حرمین طیبین کی تصدیقات کا حال تو ''حسام الحرمین'' میں دیکھئے ''التلبیسات'' کی جعلی کاروائی محض فریب کاری ہے۔ عنوان میں تو لکھا:

''ھذہ خلاصۃ تصدیقات العلماء بمکۃ المکرمۃ''

اور اس کے ذیل میں صرف مولانا محمد سعید بابصیل کی ایک تحریر ہے۔ اس تحریر میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ ''براہین قاطعہ'' وحفظ الایمان، وتحذیر الناس، وفتاوائے گنگوہی پر جو حکم ''حسام الحرمین'' میں دیا گیا وہ غلط ہے۔ نہ یہ تحریر ہے کہ ان کتابوں کی کوئی عبارت کفری نہیں۔ تصدیق کس بات کی ہے اور اس تحریر سے دیوبندیوں کو فائدہ کیا پہنچتا ہے؟ ''التلبیسات'' میں جو انہوں نے اپنے آپ کو سُنی ظاہر کیا اور عبدالوہاب نجدی کو وہابی خارجی بتایا مولود شریف کو جائز کہا۔ اس کی مولانا نے تصدیق

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

فرمادی تو یہ سنت کی تائید ہوئی۔ وہابیہ کی حیاداری ہے کہ وہ اس تحریر کو اپنی تائید میں پیش کریں۔

علاوہ بریں جو تحریر انہوں نے لکھی تھی بعینہ درج کرنا تھی اس کا خلاصہ کیوں کیا گیا؟ وہ کیا مضمون مخالف تھا جس کو چھپانے کے لئے ان کی تحریر میں کاٹ چھانٹ کی اور اس ''التلبیسات'' میں خود اقرار ہے۔ چنانچہ صفحہ ۵۰ کے اول میں لکھا ہے ''یہ علماء مکہ مکرمہ زاداللہ شرفاً وتعظیماً کے علماء کی تصدیقات کا خلاصہ ہے۔'' جن علماء کی تحریر اپنی بریت کے ثبوت کے لئے پیش کی جاتی ہے اس میں قطع و برید کیوں کی گئی؟ اس سے اہل فہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ تحریر ان کے موافق نہ تھی جو باتیں خلاف اور صریح خلاف تھیں، وہ نکال دیں یہ حال دیانت کا ہے۔

اس کے بعد ایک تصدیق شیخ احمد رشید کے نام سے لکھی ہے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ یہ کوئی عرب اور علماء مکہ میں سے ہوں گے، مگر آخر میں جہاں دستخط ہیں وہاں ''بندہ احمد رشید خاں نواب'' لکھا ہے۔ (دیکھو التلبیسات صفحہ ۸۳) یہ نواب اور خان بتا رہا ہے کہ یہ عرب نہیں ہیں اسی لئے اول میں ان کے نام کے ساتھ نواب اور خان نہیں لکھا گیا۔

تیسری تصدیق شیخ محب الدین کی ہے جن کو مہاجر لکھا ہے، لفظ مہاجر سے ظاہر کہ وہ عرب علماء مکہ میں سے نہیں۔ ان کی تحریر کو علماء مکہ کی تحریر قرار دینا دنیا کو فریب دینا ہے۔ یہ حرکت ہے کہ ہندوستانیوں کی تحریریں علماء مکہ کے نام سے پیش کر کے دنیا کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔

چوتھی ان کی تحریر شیخ محمد صدیق افغانی کی ہے۔ اس کو بھی علماء مکہ کے سلسلہ داخل کیا ہے ہندی و افغانی علماء مکہ بن گئے، اس دھوکہ دہی کی کچھ انتہا ہے ایسے تو جتنے حاجی ہندوستان سے گئے تھے سب کے نشان انگوٹھے لے کر ''علماء مکہ'' میں شمار کر دیتے تو کوئی کیا کرتا۔

ایک اور بڑا مکر:

اسی سلسلہ میں پانچویں اور چھٹی تحریریں شیخ محمد عابد مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی شیخ علی بن حسین مدرس حرم شریف کی بھی درج ہیں یہ حضرات بے شک علماء مکہ میں سے ہیں مگر ان کے نام سے جو تحریریں ''التلبیسات'' میں درج ہیں وہ جعلی ہیں۔ چنانچہ خود ''التلبیسات'' صفحہ ۵۵ میں لکھا ہے کہ ''جناب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب نے بعد اس کے کہ تصدیق کر دی تھی مخالفین کی سعی کی وجہ سے اپنی تقریظ کو بحیلہ تقویت کلمات لے لیا اور پھر واپس نہ کیا۔ اتفاق سے ان کی نقل کر لی گئی تھی سو ہدیہ ناظرین ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کی تحریر وہابیہ کے پاس موجود نہیں پھر ان کے نام سے تحریر چھاپنا کس قدر بے باکی،

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مخادعت ہے فرض کرو یہ سچ سہی اگر ان صاحبوں نے اپنی تحریر واپس لے لی اور پھر نہ دی تو وہ تحریر ان کو مقبول نہ ہوئی اس کو آپ کے سر تھوپنا کتنا بڑا مکر ہے اور اگر مخالفین کی رعایت کی وجہ سے انہوں امر حق کو چھپایا تو وہ اس قابل ہی کب رہے کہ ان کی تحریر لائق اعتبار ہو۔غرض کسی طرح سے ان کی تحریر چھاپنا اور ان کی طرف نسبت کرنا درست نہیں۔

''التلبیسات''میں علماء مکہ کے نام سے صرف اتنی ہی تحریریں درج ہیں ان میں قطع برید بھی ہے ہندیوں اور افغانیوں کی مکی بھی بنایا گیا ہے جعلی تحریریں بھی ہیں۔ایک بھی تحریر قابل اعتماد نہیں کل کا کل کارخانہ دھوکے اور فریب کا ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ تمام علماء مکہ مکرمہ ان کے کفر پر متفق تھے اور کسی طرح ان کی فریب کاری نہ چل سکی اس لئے انہوں نے جعلی تحریریں بنائیں اور ہندوستانیوں اور افغانیوں کو علماء مکہ مکرمہ ظاہر کر کے ان سے کچھ لکھوالیا۔ایسا نہ کرتے تو تائید باطل کے لئے اور کر ہی کیا سکتے تھے۔

علماء مدینہ کی تصدیقات کا حال:

علماء مدینہ کے نام سے''التلبیسات''میں عجب چال کھیلی ہے۔مولانا سید احمد صاحب برزنجی کے کسی رسالہ کے چند مقاموں کی تھوڑی تھوڑی عبارتیں نقل کر کے اس پر جن چوبیس پچیس صاحبوں کے دستخط تھے سب نقل کر دیئے۔وہ دستخط''التلبیسات''پر نہ تھے برزنجی صاحب کے رسالہ پر تھے،مگر التلبیسات''میں سب نقل کر دیئے تا کہ عوام دھوکہ کھائیں کہ مدینہ طیبہ کے اس قدر علماء اس سے متفق ہیں چنانچہ''التلبیسات''کے صفحہ ۶۰ میں اس کا اقرار بھی کیا ہے۔

برزنجی صاحب کا پورا رسالہ بھی نقل نہ کیا جس کو لوگ دیکھتے کہ کیا وہ فرماتے ہیں۔تین مقاموں کی کچھ عبارتیں لکھ ڈالیں یہ کہاں کی دیانت ہے۔اہل عقل سمجھ سکتے ہیں کہ اس رسالہ کو بالکل نظر انداز کر دینا ضرور کسی مطلب سے ہے۔اگر وہ موافق ہوتا تو اس کا حرف حرف لکھا جاتا۔

مولانا شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی کی تحریر:

علماء مدینہ کی تحریرات کے سلسلہ میں سب سے آخر مولانا شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی کی تحریر ہی۔اس تحریر میں مولانا نے یہ تو نہیں فرمایا کہ تحذیر الناس،براہین قاطعہ حفظ الایمان وغیرہ کی وہ عبارات جن پر''حسام الحرمین''میں کفر کا حکم دیا گیا ہے درست ہیں یا کفر نہیں ہیں یا ان کے مصنف مومن رہے کافر نہ ہوئے بلکہ وہابیہ کا رد کیا اور ان کی ناک کاٹ دی ہے کہ مولود شریف اور قیام وقتِ ذکر ولادت کو جائز و مستحب اور شرعاً محمود اور اکابر علماء کا قرناً بعد قرنٍ معمول اور مسلمانوں کا شعار بتایا ہے(دیکھو التلبیسات''صفحہ ۶۱ و ۶۲ اور اس سے بڑھ کر حضور کی روح مبارک کی تشریف آوری کو امر ممکن اور اس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کے معتقد کو غیر خاطی بتایا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور وہابی دین پر خاک ڈالنے کے لئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ حضور باذنہٖ تعالیٰ جہان میں جیسے چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں (دیکھو "التلبیسات" صفحہ ۶۲) یہ وہابیہ کا رد اور ان کے دین کا ابطال ہے اس نے "تفویۃ الایمان" کو جہنم رسید کر دیا اس کے علاوہ "التلبیسات" کی نقل کی ہوئی اور تحریرات میں بھی وہابیہ کے کھلے ہوئے رد ہیں۔ یہ ایک مختصر نقشہ "التلبیسات" کا پیش کیا گیا جس سے ہر عاقل منصف اس دجالی کتاب کی فریب کاری پر نفرت کرے گا۔

اب بحمد اللہ تعالیٰ روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ "حسام الحرمین" حق و صحیح اور "التلبیسات" کذب و زور و باطل و مردود ہے۔

" والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه وسید انبیائه ورسله محمد واٰله واصحابه اجمعین "

"العبد المعتصم بحبله المتین"

کتبہ

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

فتویٰ متعلق فاتحہ سویم و چہلم وغیرہ:

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ فاتحہ سویم و چہلم وغیرہ جو مدتہائے دراز سے بلانکیر مسلمانوں میں جاری ہے جب تک کہ وہابیہ کا فتنہ نہ اٹھا کسی نے اس پر انکار نہ کیا۔ اس لئے ان امور کا انکار وہابیت کی علامت اور شعار ٹھہرا اب جو لوگ ان نیک کاموں کو بند کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی نسبت کیا حکم ہے آیا وہ مسلمانوں میں تشتت و تفریق کے مرتکب ہیں یا نہیں اور وہابیت کے مدد و معاون ٹھہریں گے یا نہیں؟ وہابیوں کی امداد و اعانت اگرچہ بلا مقصد ہو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر ان امور کی بندش اور ان پر انکار بالقصد وہابیت کی امداد و اعانت کے لئے ہو تو حکم اور زیادہ سخت ہے یا نہیں؟ تعین یوم برائے فاتحہ جسے وہابی حرام و شرک کہتے ہیں اس کا کیا حکم ہے اور مسلمانوں پر اسے از حالت شرع ضرور سمجھنے کا الزام لگاتے ہیں یا کم از کم اسی بات کا کہ مسلمان ثواب کے لئے تیسرا دن اور چالیسواں دن ضروری جانتے ہیں کہ تیسرے دن یا چالیسویں دن ہی ثواب ہوگا۔ اگر جو دن مقرر ہیں ان سے پہلے یا بعد کو فاتحہ کی جائے تو ثواب نہ ہوگا یا کم ہوگا۔ یہ تعین عرفی اسی مصلحت سے ہے کہ اہل میت کو فاتحہ کی اطلاع دینے کی زحمت نہ ہو کہ لوگوں کو مطلع کریں کہ فلاں روز ایصال ثواب کے لئے مقرر ہوا ہے جو صاحب اپنے عزیز یا دوست کی روح کو ثواب پہنچانا چاہیں وہ فلاں جگہ جمع ہوں اور کچھ قرأت و قرآن یا کلمہ کلام سے ایصال ثواب کریں اسی مصلحت سے فاتحہ کے یہ ایام جو ایک عرصہ دراز سے مسلمانوں میں جاری ہیں اسے بدعت و شرک کہنے کا کیا حکم ہے اور جتنے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مسلمانوں نے جب سے یہ کیا وہ ان شرک و بدعت کہنے والوں کے نزدیک مشرک و بدعتی ٹھہرے یا نہیں؟ اب اس تعین ایام سے اس لئے کہ اس کا انکار وہابیوں کا شعار ہے عدول کا کیا حکم ہے؟ حدیث میں آتا ہے:

" اتقوا مواضع التھمۃ او کما قال ﷺ "

اس فرمان ذیشان کی بناء پر سویم چہلم وغیرہ کو اسی طرح رکھنا جس طرح وہ جاری ہیں۔ نیز اس لئے بھی کہ مسلمانوں میں تفریق و تشتت انہیں بے وجہ معقول انکار سے نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ مصلحت فوت نہ ہو ضروری ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ " نحمدہ' ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم " فاتحہ سویم چہلم وغیرہ امور خیر جس میں اموات کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے ان کا استحباب واستحسان دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اور ان کی اصل قرآن وحدیث سے ملتی ہے۔ وہابیہ کو ان امور سے سخت عناد ہے اور وہ ان کے انکار میں اس قدر حد سے تجاوز کر گئے ہیں کہ انہوں نے شرک تک نوبت پہنچا دی ہے اور مسلمانوں کو مشرک تک کہنے میں باک نہیں کیا۔ محرمات قطعیہ بلکہ رسوم شرکیہ تک سے انہیں وہ نفرت نہیں جو ان امور خیر سے ہے۔ ہلاکت کمیٹی کے عہد میں لوگوں نے قشقے تک لگائے، بتوں کے جلوسوں میں شریک ہوئے بتوں کی نقاب کشائی کی رسموں میں باادب حاضر رہے۔ وہابیہ نے اس پر کوئی آواز نہ اٹھائی اور یہ حرکات ان کو اتنی ناگوار نہ گذریں جتنی فاتحہ سویم چہلم وغیرہ ناگوار ہیں اور رات دن انہی کے شرک و بدعت ہونے کا وظیفہ ہے۔ ان شرکی افعال کرنے والوں سے تو وہابیہ نے میل جول خلط ملط کچھ ترک نہ کیا ان کے ان افعال پر اظہار افسوس تک کرنے جرأت تک نہ ہوئی مگر فاتحہ کا نام سن کر ان کو طیش آجاتا ہے۔ بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ ان امور خیر کا انکار اور اس پر تشدد اس قوم کا وظیفہ ہو گیا ہے۔ اس لئے ان کاموں کے بند کرنے کی تحریک خواہ وہ کسی حیلہ یا بہانہ سے ہو یقیناً وہابیت کی علامت ہے اور یقیناً ایسی تحریک فتنہ پردازی ہے۔ اب وہابیہ نے یہ بھی طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ کفایت شعاری کی تعلیم کے پردہ میں ان امور کے بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایسی چالوں سے آگاہ رہنا چاہئے اور ایسے بدمذہبوں کے مکر و کید سے اپنے آپ کو اور اپنی قوم کے نادان لوگوں کو بچانا چاہئے ان امور کا انکار اور ان کی بندش کی کوشش وہابیت کی ترویج اور اس کی کھلی اعانت ہے۔ اس میں بلا قصد کا احتمال محض لغو ہے۔

تعین یعنی بر بناء مصالح کسی کام کے لئے کوئی وقت یا دن مقرر کر لینا جائز ہے اس کی ممانعت پر اصلاً کوئی نص وارد نہیں ہوئی اور یہ تعین ناگزیر ہے۔ وہابیہ کے مدارس میں تعطیل کے لئے جمعہ اور رمضان وعیدین امتحان کے لئے شعبان اور ہر کتاب کے لئے ایک وقتِ معین ہوتا ہے جس کی التزام کے ساتھ پابندی کی جاتی ہے تعین حرام جانتے یا ناجائز سمجھتے تو ایسا کیوں کرتے اور اگر وہابی ترک تعین کا عہد کر لیں تو انہیں دنیا میں زندگی دشوار ہو جائے کھانے کا وقت معین، سونے کا وقت معین، کام کا وقت معین، تاجر ہیں تو بازار میں جانے اور بیٹھنے کا وقت معین۔ تعین کی بندشوں میں سر سے پاؤں تک جکڑے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہوئے ہیں اوران بندشوں کواپنے آپ مضبوط کرتے ہیں اور پھر تعین کوناجائز بھی سمجھتے ہیں اس سمجھ پر ہزار افسوس، شریعت میں ایسے تعین کی مثالیں ملتی ہیں۔ بخاری و مسلم میں مروی ہے:

"كان عبد الله (بن مسعود) يذكر الناس في كل خميس"

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر پنجشنبہ (جمعرات) کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اب وعظ کے لئے پنجشنبہ کی تعین سے عمل خیر کے لئے حسب مصلحت وقت کا مقرر کرنا بخاری شریف کی اس حدیث سے ثابت ہوا۔ امام بخاری اس حدیث کو باب "من جعل لاهل العلم اياماً معلومة" میں لائے ہیں بخاری کے اس ترجمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث سے امور خیر کے لئے تعین ثابت کرتے ہیں اور بہت احادیث ہیں جو اس مدعا پر پیش کی جا سکتی ہیں مگر وہابیہ کو کوئی دلیل شرعی وجہ تسکین نہیں ہوتی ایک حدیث سنا دیجئے اس کے قبول کرنے میں ہزار عذر ہونگے۔ "تقویۃ الایمان" پیش کر دیجئے تو گردن جھک گئی۔ اللہ تعالیٰ ایسے بے دینوں سے بچائے اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ یہ کہنا کہ مسلمان اسی تعین کو واجب اور ضروری سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بس تیسرے اور چالیسویں دن ہی ثواب ہوگا اور ان کے لئے علاوہ اور کسی دن ثواب نہ ہوگا یا کم ہوگا یہ مسلمانوں پر افتراء ہے کوئی شخص یہ خیال نہیں رکھتا۔ اندھوں کو یہ نہیں سوجھتا کہ فاتحہ کرنے والے تیسرے اور چالیسویں ہی دن فاتحہ پر بس نہیں کرتے۔ وہ موت کے دن سے چالیسویں دن تک فاتحہ کرتے رہتے ہیں اور جو صاحب استطاعت ہیں ان کے یہاں سال بھر تک روزانہ فاتحہ ہوا کرتی، جاگیریں خاص کر دی جاتی ہیں تو ان کی نسبت یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ تیسرے اور چالیسویں دن کے سوا ایصالِ ثواب جائز نہیں سمجھتے، یا یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے ایام میں ثواب کم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے حیلے اور فریب کرنے والا امور خیر کو روکنے کے لئے ایسی باطل باتیں کرنے والا بد مذہب ہے اور اس کا یہ فعل وہابیت کی علامت اور ان امور خیر کے کرنے والوں کو مشرک و بدعتی بتانا اس شخص کی بے دینی اور ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے اور علامت وہابیت و بدمذہبی سے بچنا مسلمانوں پر لازم ہے۔

واللہ سبحانہ' وتعالیٰ اعلم۔

العبد المعتصم بحبله المتين

کتبہ

محمد نعیم الدین عفا عنہ المتین

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نماز صبح کے بعد قضاء عمری پڑھنے کا حکم:-

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز صبح قبل طلوعِ آفتاب نماز قضاء عمری پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز قضاء عمری انسان ہر وقت پڑھ سکتا ہے کسی وقت کی ممانعت نہیں؟

"المستفتي (سیٹھ) ابراهیم حاجي محمد، ابّا بلڈنگ نل بازار بمبئی"

الجواب:- نماز فجر کے بعد آفتاب کے طلوع سے قبل نفل مکروہ ہیں قضاء فرض جائز ہے۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

" ویکره التنفل بعد صلوته ای فرض الصبح ویکره التنفل بعد صلوة فرض العصر و ان لم تتغیر الشمس لقوله علیه السلام لا صلوٰة بعد صلوة العصر حتی تغرب الشمس ولا صلوٰة الفجر حتی تطلع الشمس رواه الشیخان والنهی بمعنی فی غیر الوفت وهو جعل الوقت کالمشغول فیه بفرض الوقت حکماً وهو افضل من النفل الحقیقی فلا یظهر فی حق فرض یقضیه وهو المفاد بمفهوم المتن " مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:" وعن التنفل بعد صلوة الفجر والعصر عطف علیٰ قوله منع ای عن التنفل بعد صلوٰة الفجر والعصر لماروی ان النبی علیه الصلوٰة والسلام نهی عن ذٰلک کذا فی الهدایةلا عن قضاء فائتة وسجدة تلاوة وصلوة جنازة ای لا بأس ان یصلی فی هذین الوقتین الفوائت الخ "

تنویر الابصار میں ہے:

" وکره نفل وکل ما کان واجباً بغیره کمنذور ورکعتی طواف والذی شرع فیه ثم افسده بعد صلوة فجر وعصر لاقضاء فائتة وسجدة تلاوة وصلوٰة جنازة "

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ نماز فجر کے بعد آفتاب کے طلوع سے پہلے نفل مکروہ ہیں۔ فوائت کی قضاء مکروہ نہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نماز قضاء عمری انسان ہر وقت پڑھ سکتا ہے کسی وقت کی ممانعت نہیں۔ ان کا یہ قول صحیح نہیں، کیونکہ اوقات ثلاثہ یعنی وقت طلوع آفتاب اور وقتِ استواء اور وقتِ غروب کوئی نماز فرض و واجب ادا و قضاء جو اس وقت سے پہلے واجب ہو چکی ہو درست نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے:

" ثلاثة اوقات لا یصح فیها شیئ من الفرائض والواجبات الذی لزمت فی الذمة قبل دخولها"

طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح میں هے "لا یصح فیها شی ادءاء وقضاء"

﴿ والله تعالیٰ سبحنه وتعالیٰ اعلم وعلمه عزاسمه اتقن واحکم ﴾

العبد المعتصم بحبله المتین

کتبه

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ یا درود شریف بلند آواز سے پڑھنے کا حکم:

سوال:- "ما قولکم رحمہ اللہ" بعد نماز فرض قبل سنت چند آدمی بلند آواز یعنی متوسط آواز سے آواز ملا کر درود شریف دس بیس مرتبہ پڑھیں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس پڑھنے سے جو تاخیر سنت میں ہوگی تو عند الفقہا اس میں کچھ حرج تو نہیں؟

۲:- زید کہتا ہے کہ مسجد میں قرآن مجید اور درود شریف پڑھنا بدعت سیء ہے کیونکہ مساجد ادائے نماز کے لئے بنائی گئی ہیں۔ قرآن شریف اور درود شریف نماز نہیں، زید کا یہ قول صحیح ہے یا غلط اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مستفتی عبید علی کمرلوی ۱۵ صفر ۱۳۴۵ھ، ۲۵ اگست ۱۹۲۶ء

الجواب بعون الوھاب

۱:- " الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ سید المرسلین محمدٍ وآلہٖ وصحبہ اجمعین"

اما بعد: جائز ہے کہ اس قدر فصل معتبر نہیں۔ حضور اقدس ﷺ سے بعد نماز اذکار مروی ہیں اور ان سے وصلِ سنت فوت نہیں ہوتا۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیّہ میں فرماتے ہیں:

" یقوم الی التطوع بلا فصل الا مقدار ان یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام "

کچھ اسی دعا پر انحصار نہیں کہ یہی کلمات بعینہا جائز ہوں دوسرے ہوں تو ناجائز، یا لفظوں کی شمار نہیں بلکہ مقصد صرف اس قدر ہے کہ وردِ طویل فصل افضلیت واولویت کے خلاف ہے۔ مکروہ تحریمی وہ بھی نہیں۔

"فی الغنیہ لیس المراد انہ کان یقول ذٰلک بعینہ بل کان یعتقد زماناً یسع ذٰلک المقدار ونحو ذٰلک من القول تقریباً فلا ینافی ما فی الصحیحین عن المعجزۃ انہ علیہ السلام کان یقول فی دبر کل صلوۃٍ مکتوبۃ لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہُ الملک ولہُ الحمد وھو علیٰ کل شیٔ قدیرٍ، اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لمن منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد، وکذا روی مسلم وغیرہ عن عبداللہ بن زبیر کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم من الصلوۃ قال بصوتہٖ الاعلی لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہُ الحمد وھو علیٰ کل شیٔ قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون لان المقدار المذکور من حیث التقریب والتخمین دون التحدید والتحقیق واللہ اعلم "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حاصل یہ کہ اس دعا سے یہ مراد نہیں ہے کہ بعینہٖ یہی الفاظ فرمائے تھے بلکہ اتنی دیر تشریف رکھنا ثابت ہے جس میں یہ مقدار اور قریب قریب اس کی مثل پڑھی جا سکے تو اس کو حدیث سے کچھ منافات نہیں، جو بخاری و مسلم میں حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ ہر نماز فرض کے بعد:

" لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ' .... الخ "

فرماتے۔ ان سے ہی وہ حدیث جو مسلم وغیرہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فراغ کے بعد بلند آواز سے فرماتے تھے:

" لا الہ الا اللہ .... الخ "

کہ یہ مقدار تقریب و تخمین کے طور ہے نہ کہ تحدید و تحقیق کے طور پر۔ علامہ شیخ احمد طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں بعینہٖ مسطورۂ بالا عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں:

" لان المقدار المذکور من حیث التقریب دون التحدید قد یسع کل واحد من ھذہ الاذکار لعدم التفاوت الکثیر بینھما ویستفاد من الحدیث الاخیر جواز رفع الصوت بالذکر والتکبیر عقب المکتوبات بل من السلف من قال باستحبابہ وجزم بہ ابن حزم المتأخرین "

یعنی مقدار مذکور تقریبی ہے تحدیدی نہیں اس میں ان تمام اذکار کی وسعت ہے کیونکہ ان کے درمیان تفاوت کثیر نہیں اور حدیث اخیر سے فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر و تکبیر کا جواز معلوم ہوتا ہے بلکہ سلف نے اس کو مستحب کہا اور متاخرین میں سے ابن حزم نے اس پر جزم کیا۔ تو دس بیس مرتبہ درود شریف بھی اس مقدار سے زائد نہیں، علاوہ بریں شمس الائمہ حلوائی نے صاحب ورد کو اس حکم سے خاص فرمایا، غنیۃ میں ہے:

" قال شمس الائمۃ الحلوائی ھذا یعنی ماذکر من انہ' اذ کان بعد الصلوٰۃ تطوع یقوم الیہ من غیر تاخیر الیٰ اخرہ اذا لم یکن من قصدہ الاشتغال بالدعاء بان لم یکن لہ ورد معناہ یقرء عقیب المکتوبۃ فان کان لہ ورد وقد اعتاد ان یقضیہ ای یأتی بہ بعد المکتوبۃ فانہ یقوم عن مصلاہ ای عن مکان الذی صلی فیہ فیقضی وردہ قائما وان شآء جلس ناحیۃ من نوحی المسجد فیقضی وردہ ثم یقوم الی الطلوع "

یعنی شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا یہ جو مذکور ہوا کہ جس نماز کے بعد سنتیں ہوں، ان میں بے تاخیر سنتیں پڑھے یہ اس صورت میں ہے کہ نماز فرض کے بعد اس کا کوئی ورد معین نہ ہو تو اگر اس کا کوئی ورد معین ہے تو فرض کے بعد اس کو ادا کرے۔ جہاں نماز پڑھی ہے وہاں سے ہٹ کر کھڑے ہو کر ورد ادا کرے، خواہ مسجد کے کسی گوشہ میں بیٹھ کر اپنے ورد کو پورا کرے پھر سنت کیلئے کھڑا ہو، البتہ ورد کو بعد سنت پڑھنا افضل ہے۔ مراقی فلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" (لا باس بقراۃ الاوراد بین الفریضۃ والسنۃ) فالاولیٰ تاخیر الا وراد عن السنۃ ، واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم "

۲:- زید کا یہ قول کہ مساجد صرف نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہیں اوران میں قرآنِ مجید اور درود شریف پڑھنا بدعت سیہ ہے، بالکل باطل اوردین پرافتراء ہے۔قرآن پاک میں اللہ رب العزت عزوعلا تبارک وتعالیٰ نے تو ارشاد فرمایا:

"ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکرفیھا اسمہ' وسعٰی فی خرابھا ......الآیۃ "

اس آیہ کریمہ میں ذکر مطلق ہے۔اس کی تقلید اپنی طرف سے دین میں تحریف ہے۔تفسیر " جلالین " میں اس اطلاق کے اظہار کے لئے فرمایا بالصلوٰۃ والتسبیح زید کو اپنے اس قول باطل سے جلد توبہ کرنا لازم ہے۔

واللہ ھو الموفق واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم علمہ عزاسمہ اتقن واحکم "

العبد المعتصم بحبلہ المتین

کتـــــــبـــــــــہ

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وہابیہ کا شبہ اور اس کا جواب

سوال :- قاضی خان میں ہے:" رجل تزوج امراۃ بغیر شھود فقال الرجل والمراۃ " خدائے راو پیغمبر راگواہ کردیم قالوا یکون کفرا لانہ اعتقد ان رسول اللہ ﷺ یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت "

ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا۔پس مرد اور عورت نے کہا خدا اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم نے گواہ کیا کہتے ہیں یہ کفر ہوگا اس لئے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں اور حال یہ کہ وہ زندگی میں بھی غیب کو نہیں جانتے تھے پس بعد وفات کے کیونکر جان سکتے ہیں؟

الجواب :- معترض کا منشاء یہ ہے کہ معتقد علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر فقہ سے ثابت کرے، مگر ابھی بھی اس کو یہ خبر نہیں کہ اس نے یہ کفر اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ قاضی خاں کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے تو معتقد علم غیب نبی بھی (معاذ اللہ) کافر اور تمام مخالفین یعنی وہابی بھی کیونکہ وہ قائل ہیں کہ اللہ جل شانہ نے حضرت کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے پس بموجب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

عبارت قاضی خان کے ان کے کفر میں ان کی فہم کے بموجب شبہ نہیں۔ آپ یہ کہیں گے وہابیوں نے حضور اقدس ﷺ کے لئے بعض غیوب کے علم کا بھی کب اقرار کیا ہے؟ ملاحظہ ہو اعلاء کلمۃ الحق صفحہ ۱۷ "اور بہت چیزیں اور امور غیب کے حق تعالیٰ نے آپ کو تعلیم فرمائے کہ ان کی مقدار حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔" اور "فیصلہ علم غیب" صفحہ ۱۳ میں مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کے یہ الفاظ مسطور ہیں: "بھلا کوئی مسلمان کلمہ گو اس بات کا قائل ہوسکتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو امور غیبیہ پر اطلاع نہیں ہوتی ہے۔ مسلمان کہلا کر اس بات کے قائل ہونے والے پر خدا اور فرشتوں اور انبیاء اور جنوں بلکہ تمام مخلوق کی لعنت ہو۔" اور منکرین کے اقرار ابتدائے رسالہ میں مذکور ہو چکے ہیں۔

الحاصل ہمارے مخالفین بھی بعض غیوب کا اقرار کر رہے ہیں اور ہم بھی بعض غیوب ہی کا اثبات کر رہے ہیں (۱) (کیونکہ جمیع اشیاء بھی بعض مغیبات ہیں) تو اگر معاذ اللہ قاضی خاں کی عبارت سے ہم پر الزام آئے گا تو ہمارے مخالفین ضرور کافر ٹھہریں گے۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را   چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

اور اگر وہ کافر نہ ٹھہریں تو کیا ہم نے ہی خطا کی ہے، اب عبارتِ قاضی خاں پر غور فرمایئے کہ اس میں لفظ "قالوا" موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور قاضی خاں وغیرہ فقہاء کی عادت ہے کہ وہ لفظ "قالوا" اس مسئلہ پر لاتے ہیں جو خود ان کے نزدیک غیر مستحسن ہو اور ائمہ سے مروی نہ ہو۔ چنانچہ شامی جلد ۵ صفحہ ۴۴۵ میں ہے:

"لفظة قالوا تذكر فيما فيه خلاف كما صرحوا به"

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں ہے:

"وكلام قاضی خان ليشير علىٰ عدم اختياره له حيث قال واذا صلى علىٰ النبی عليه الصلوٰة والسلام فی القنوت قالوا لا يصلی عليه فی القعدة الاخيرة ففی قوله قالوا اشارة الىٰ عدم استحسانه له والىٰ انه غير مروی عن الائمة كما قلناه فان ذٰلك من المتعارف فی عبارتهم لمن استقرها والله تعالىٰ اعلم"

اب معلوم ہوگیا کہ قاضی خان کی عبارت خود قاضی خاں کے نزدیک غیر مستحسن اور غیر مروی اور ضعیف و مرجوح ہے حتی کہ اس کے ساتھ حکم کرنا سخت ممنوع اور جہل ہے۔ درالمختار میں ہے:

۱: فرق اتنا ہے کہ ہم ان بعض کو اتنا وسیع جانتے ہیں کہ جمیع اشیاء کے علوم ان میں داخل ہیں اور مخالفین گنتی کے دو ایک حتیٰ کہ یہ لکھ دیتے ہیں کہ حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں معاذ اللہ اور بعض گستاخ تو یہاں تک بک اٹھتے ہیں کہ اپنے خاتمہ کا حال بھی معلوم نہیں، استغفر اللہ ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جهل وخرق الاجماع "

درالمختار میں بھی یہی قاضی خان والا مسئلہ ہے وہاں بھی لفظ "قیل" ضعف کی دلیل موجود ہے۔ درالمختار کتاب النکاح میں ہے:

" تزوج بشهادة الله ورسوله ﷺ لم یجز بل قیل یکفر شامی میں هے (وقوله یکفر) لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ عالم الغیب قال فی التاتارخانیة وفی الحجة ذکر فی الملتقط انه لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی ﷺ وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال الله تعالیٰ عالم الغیب فلا یظهر علیٰ غیبهٖ احدا الا من ارتضیٰ من رسولٍ "

خلاصہ یہ کہ جس نے کفر بتایا ہے کہ اس کے نزدیک اعتقاد علم غیب سبب ہے۔ تاتارخانیہ اور حجۃ میں ملتقط سے نقل ہے کہ اس اعتقاد سے آدمی کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ روحِ پاک نبی ﷺ پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب جانتے ہیں فرمایا اللہ جل شانہ نے:

﴿عالم الغیب فلا یظهر .... الخ﴾

معدن الحقائق شرح کنز الدقائق اور خزانۃ الروایات میں ہے:

"وفی المضمرات والصحیح انه لا یکفر لان الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام یعلمون الغیب ویعرض علیهم الاشیاء فلا یکون کفرا "

یعنی مضمرات میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کے عالم ہیں اور ان پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں پس کفر نہ ہوگا۔ شامی باب المرتد میں مسئلہ بزازیہ ذکر کر کے فرماتے ہیں:

" حاصله ان دعویٰ الغیب معارضة لنص القرآن یکفر بها الا اذا اسند ذٰلک صریحاً او دلالة الیٰ سبب من الله کوحی والهام "

یعنی غیب کا دعویٰ نص قرآن کے معارض ہے پس اس کا مدعی کافر ہو جائے گا لیکن اگر اس نے صریحاً یا دلالۃً کسی سبب کی طرف نسبت کر لی ہے جو اللہ کی جانب سے ہو مثل وحی و الہام وغیرہ کے تو کافر نہیں۔ درالمختار میں ہے:

" وفیها کل انسان غیر الانبیآء لا یعلم ما اراد الله تعالیٰ له وبه لان ارادته تعالیٰ غیب الا لفقهاء فانهم علموا ارادته تعالیٰ بهم لحدیث الصادق المصدوق من یرد الله به خیراً یفقهه فی الدین "

غایۃ الاوطار میں اس عبارت کے تحت مسطور ہے اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیاء علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا ارادہ ہے اس کے ساتھ دارین میں اس واسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے مگر فقیہ اس کو جانتے ہیں۔ اس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

واسطے کہ وہ جان گئے ہیں حق تعالیٰ کے ارادہ کو جوان کے ساتھ ہے، رسولِ صادق ومصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ کرتا ہے یعنی امر دین میں فہم سلیم عطا کرتا ہے۔

اب ظاہر ہو گیا کہ فقہ میں بھی جہاں انکار ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کے کسی کو عالم غیب بتانا کفر ہے اور تعلیم الٰہی سے نبی علیہ السلام کے لئے ثابت ہے۔

العبد المعتصم بحبله المتين

کتبہ

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

دہریہ کا سوال اور اس کا جواب

سوال: -ایک دہریہ کا سوال یہ ہے کہ ایک ملزم کا مقدمہ جج کے یہاں گیا اور اس پر ہر طرح سے جرم ثابت ہو گیا اس کے بعد ایک شخص کی سفارش سے جج نے اس کو بری کر دیا تو کیا جج نے انصاف کیا یا بے انصافی؟ اگر انصاف کیا تو کیسے؟

۲:- دوسرا سوال یہ ہے کہ ہم کسی شخص کے نام سے فاتحہ وغیرہ پڑھیں تو وہ کس طرح پہنچتا ہے؟ کسی فرشتہ کے ذریعہ سے یا اور کسی طرح سے؟ اس کا جواب صحیح حدیث سے دیں۔

۳:- تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر ہم کسی وقت میں کسی بزرگ کا واسطہ دیں تو جائز ہے یا ناجائز؟ اس کا بھی جواب صحیح حدیث سے اور مدلل عنایت فرمائیں۔

الجواب:- جرم مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ سب کے لئے ایک ہی حکم لگا دینا نہایت بے وقوفی ہے اگر جرم ایسا تھا جو کسی دوسرے کے حق سے متعلق ہوتا تھا یا اس کے معاف کر دینے سے کسی اور کا ضرر لازم آتا تھا تو اس کا معاف کرنا دوسرے کے ضرر اور اتلافِ حق کا باعث ہے تو جب تک خود وہ صاحب حق معاف نہ کریں یا اس کی تلافی نہ کر دی جائے مجرم کو چھوڑ دینا خلافِ حکمت ہے۔ مثلاً ایک شخص نے کسی سے کچھ روپیہ قرض لیا اور دینے سے انکار کرتا ہے ایسی حالت میں اگر قرض خواہ کے معاف کیے بغیر، یا اس کے نقصان کی تلافی کیے بغیر جرم معاف کر دیا جائے خواہ کسی سفارش سے یا کسی بے سفارش کے تو ضرور اس میں قرض خواہ کا نقصان ہوگا اور جج کا ایسا فیصلہ عدل وحکمت کے خلاف مانا جائے گا، البتہ اگر جج کے سمجھانے سے دست بردار ہو جائے یا جج قرض خواہ کو اس کا مطالبہ ادا کر دے اور امید یہ ہو کہ اس کے اس سلوک سے مجرم کے نفس کی اصلاح ہوگی تو ایسی حالت میں جج کا معاف کر دینا عین حکمت اور کمال رحمت اور عقلِ سلیم کے نزدیک نہایت مستحسن ہے اور اگر جرم

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ایسا ہے جس کا تعلق حاکم کے سوائے کسی دوسرے شخص کے حق سے نہیں ہے مثلاً جج نے حاضری کا حکم دیا اور مجرم نے اس کی تعمیل نہ کی ایسے جرم کو اگر جج خود یا کسی کی سفارش سے معاف کردے تو وہ کریم المزاج اور نیک دل مانا جائے گا اور اس کا یہ عفو قابل تعریف ہوگا، شریعت میں یہ قسم ثابت ہے:

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم

۲:- فاتحہ میں قرآنِ پاک کی تلاوت کی جاتی ہے اور صدقہ دیا جاتا ہے اور تلاوت وغیرہ عبادات بدنیہ و مالیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، اہل سنت کا مذہب اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

"ان رجلاً قال لرسول اللہ ﷺ ان امی توفیت اینفعھا ان تصدقت عنھا قال نعم"

کہ ایک شخص نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا اگر میں صدقہ دوں تو کیا اس کو نفع دیگا؟ فرمایا ہاں' اس مضمون کی احادیث بخاری و مسلم میں وارد ہیں شرح الصدور میں ہے:

"اخرج ابو القاسم سعد بن علی الریحانی فی فوائدہٖ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من دخل المقابر ثم قرأ فاتحۃ الکتاب وقل ھو اللہ احد والھکم التکاثر ثم قال جعلت ثواب ما قرأت من کلامک لاھل المقابر من المؤمنین و المؤمنات کانوا شفعاء لہ الی اللہ تعالیٰ"

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص داخل ہو قبرستان میں پھر "فاتحۃ الکتاب، قل ھو اللہ اور الھکم التکاثر" پڑھے پھر کہے میں نے جو تیرا کلام پڑھا اس کا ثواب میں قبرستان کے مومنوں اور مومنات کو دیتا ہوں تو وہ اس کے بارگاہِ الٰہی میں شفیع ہوں گے۔ اب رہی یہ بات کہ مردوں کو فائدہ پہنچے اور ثواب ملنے کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کے طریقوں کو کون شمار کر سکے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میت کو قرآن پاک کی آواز سے اُنس بھی ہوتا ہے اور اس کے کلمات طیبات سے راحت پہنچتی ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

"وقرأۃ اٰیۃ الکرسی وسورۃ الاخلاص والفاتحۃ وغیر ذٰلک رجآء ان یونس الموتیٰ"

اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ قرآن کی سورتیں اور آیتیں خود شفاعت کرتی ہیں جیسا دارمی نے خالد بن معدان سے روایت کیا کہ ایک شخص الم تنزیل پڑھا کرتا تھا اور تھا بہت گنہگار اس کی قبر میں سورۂ مبارکہ نے اس پر اپنے بازو پھیلا کر عرض کیا یا رب اس کی مغفرت فرما یہ مجھ کو بہت پڑھا کرتا تھا۔

"کما فی المشکوٰۃ واخرج الطبرانی فی الاوسط عن انس سمعت رسول اللہ ﷺ ما من اھل بیت منھم میّت فیتصدقون عنہ بعد موتہ الااحداھا لہ جبریل علی طبق من نورثم یقف علی شفیر القبر فیقول یا صاحب القبر العمیق ھذہ ھدیۃ اھداھا الیک اھلک فاقبلھا فتدخل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

علیه فیفرح بها ویستبشرون ویحزن جیرانه الذی لا یهدی الیهم شیٔ"

طبرانی نے اوسط میں حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والتحیات فرماتے ہیں کہ جس گھر والوں کا کوئی مرجائے اور وہ اس کے لئے صدقہ دیں تو حضرتِ جبریل علیہ السلام اس کو طبق نور میں لے کر پہنچتے ہیں اور اس کی قبر کے کنارہ پر کھڑے ہو کر فرماتے ہیں کہ اے گہری قبر والے یہ ہدیہ ہے جو تجھے تیرے گھر والوں نے بھیجا ہے اس کو قبول کر وہ ہدیہ یہ اس کو پہنچتا ہے اور وہ خوش ہوتا ہے اور اس کے پڑوسی غمگین ہوتے ہیں جنہیں ہدیہ نہیں پہنچتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم :

۳:- بزرگانِ دین واولیاء کا وسیلہ واسطہ بلاشبہ جائز ہے بخاری شریف میں حدیث ابدال کے آخر میں ہے:

" بهم تمطرون وبهم تنصرون و بهم ترزقون "

کہ انہی کی بدولت تم پر مینہ برستا ہے اور انہی کی برکت سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور انہی کے صدقہ میں تم سیراب کئے جاتے ہو۔ اسی طرح امیر المؤمنین حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوسیلہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعائے بارش کرنا اور بکثرت احادیث سے توسل کا جواز ثابت ہے۔

واللہ سبحانہ اعلم .

العبد المعتصم بحبله المتين

کتبہ

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

وہابی کس کو کہتے ہیں اور سنی کس کو کہتے ہیں

کیا فرماتے ہیں حضرات علماء ملت اہل سنت و جماعت ان امور ذیل میں کہ:

۱:- وہابی کس کو کہتے ہیں اور غیر مقلد کس کو؟ اور دونوں کے عقائد ایک ہیں یا کچھ فرق ہے؟ اور ان لوگوں کی علاماتِ ظاہری کیا ہیں؟ اور یہ لوگ دائرہ اہل سنت و جماعت میں داخل ہیں یا مثل اور فرق ضالہ کے اہل سنت و جماعت سے خارج؟ اور ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا یا ان لوگوں کو مساجد میں آنے دینا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ اور ان لوگوں سے میل ملاپ، سلام کلام، بیاہ شادی وغیرہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۲:- مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" کیسی کتاب ہے اس کے جملہ مضامین اہل سنت و جماعت کے موافق ہیں یا مخالف اور مولوی صاحب مذکور کا عقیدہ کیسا تھا؟ سنا جاتا ہے کہ ان کو امام الوہابیہ ہند کہا جاتا ہے۔ تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

۳:- علمائے دیوبند سچے مقلد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں یا نہیں اور ان حضرات کے عقائد اہل سنت و جماعت کے موافق ہیں یا مخالف اور دیوبندی عقائد والوں کے پیچھے نماز پڑھنا ان سے بیعت ہونا ان سے بیاہ شادی کرنا، ان کا ذبیحہ کھانا، ان سے میل ملاپ، سلام کلام از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟

۴:- سنی کسے کہتے ہیں اور اس کی تعریف کیا ہے؟

۵:- جناب حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرحوم و مغفور اس چودویں صدی میں حکیم امت مجدد ملۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ شیخ الاسلام والمسلمین کہے جاتے ہیں تو آیا یہ حق ہے یا باطل؟ اور مولانا مذکور و موصوف واقعی اس پایہ کے بزرگ تھے یا نہیں؟ بریلوی اور دیوبندی علماء عقائد میں بڑا اختلاف ہے تو آیا ان دونوں فریق میں کونسا فریق حق پر ہے؟ مفصلاً جواب نمبر وار بحوالہ کتاب ایسے عام فہم صورت میں عنایت فرمایئے تا کہ بخوبی سمجھ میں آ جائے۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب "

المستفتی محمد عبد الحمید سنی حنفی خادم مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ نگ پور شریف ڈاکخانہ جلالپور ضلع فیض آباد

الجواب:- بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆ نحمدہ' و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم ☆

۱:- وہابی اور غیر مقلد دونوں عبد الوہاب نجدی کے مقلد ہیں "کتاب التوحید" اور "تقویۃ الایمان" کو دونوں مانتے ہیں مسلمانوں کو دونوں مشرک کہتے ہیں ایصال ثواب کے طریقوں اور بزرگان دین کی زیارت اور ان کی تعظیم و محبت سے دونوں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کوعداوت ہے۔ بزرگان دین کی جناب میں گستاخ دونوں ہیں۔ عقائد میں ایک دوسرے کے بہت موافق ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ایک دعویٰ تقلید کا کرتے ہیں اور دوسرے بالاعلان تقلید ائمہ کے منکر ہیں اور درحقیقت نجدی کے مقلدین سے جو اپنے آپ کو مقلد کہتے ہیں ان کا دعویٰ تقلید بھی نمائشی ہے ردالمختار میں ہے:

" كما وقع فى زماننا فى اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خاف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلک اهل السنة وقتل علماءهم حتى كسر الله شوكتهم وحذب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلث و ثلثين ومئتين والف "

یہ لوگ گمراہ بے دین ہیں ان کے پیچھے نماز ناجائز، اختلاط ومصاحبت ممنوع:

" اياكم واياهم لايضلونكم ولا يفتنونكم ...... الحديث "

ان کے ساتھ مناکحت میل ملاپ ابتداء بسلام نادرست، مسلمانوں کو ان کی صحبت سے پرہیز لازم۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم .

۴:- سنی وہ ہے جو سید عالم ﷺ اور اصحاب کبار اور ائمہ مجتہدین کے متبع ہیں یہی جماعت ہیں یہی سواد اعظم یہی ظاہرین علی الحق، یہ ہر بے دین کے کید سے محفوظ رکھنے کے لئے مستعد رہتے ہیں۔ انبیاء واولیاء کی محبت وتوقیر، ذکر الٰہی کی کثرت ان کی ایک ظاہر علامت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم .

۵:- اعلحضرت قدس سرہ' نے اپنی مبارک زندگی دین کی خدمت میں صرف فرمائی ان کے علمی فیوض برکات سے دنیا کو بڑے قیمتی فائدے پہنچے، اسلام وسنت کی تائید وتقویت ہوئی، ہر گمراہ بے دین کیا دی کے آپ نے پردے فاش کردیے، ان کے محامد اس سے زیادہ ہیں جو سوال میں مذکور ہیں، قدس سرہ وروح روحہ آمین۔

العبد المعتصم بحبله المتين

کتبہ

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

فتویٰ دربارہ گلیم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

علماء دین ذیل کے مسائل میں کیا فرماتے ہیں:

سوال ۱:- ﴿یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ﴾ اے کملی اوڑھنے والے، تو آیا یہ کملی کیسی تھی جو آج کل کے درویش اوڑھتے ہیں یا کیسی کملی تھی؟ کس جانور کے اون کی تھی اور اس کا تانا کیسا تھا اور بانا کیسا تھا اور کس کے ہاتھوں کی بنی ہوئی تھی اور اگر سوت کی تھی تو سوت کیسا تھا اور کس زمین پر وہ کپاس بوئی گئی تھی اور کس نے اس سوت کو کاتا تھا، مہربانی فرما کر قرآن، حدیث، فقہ شریف سے جواب عطا فرمائیے کتاب وصفحہ کا حوالہ ہو؟

سوال ۲:- حضرت آدم اور اماں حوا علیٰ نبینا وعلیہما السلام کو جب خداوند کریم نے حکم دیا تھا کہ جنت کے اندر گندم کے جھاڑ کے پاس نہ جانا اور نہ اس کا پھل کھانا تو شیطان لعین نے دھوکہ دے کر اماں حوا علیٰ نبینا وعلیہما السلام کو وہ دانہ کھلا دیا اور اماں حوا نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہما السلام کو کھلا دیا تو خداوند کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو سرانديپ میں رکھا اماں حوا علیٰ نبینا وعلیہا السلام کو جدہ شریف میں رکھا اتنا حکم نہ ماننے پر تو خداوند کریم نے جب ملائکہ کو حکم دیا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو شیطان لعین نے نہیں کیا تھا تو خداوند کریم نے اس حکم کے نہ ماننے پر شیطان کو کونسی زمین میں رکھا اس زمین کا کیا نام ہے اور کہاں ہے اور اس کا مفصل حال دیں۔ قرآن وحدیث، فقہ شریف سے کتاب کا صفحہ کا حوالہ ضرور ہو؟

سوال ۳:- نجدی مردود، وہابی ملعون دیوبندی شیطان کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بعض مولوی کہتے ہیں کہ نماز تو فاجر فاسق کے پیچھے بھی درست ہے اور حدیث شریف بتاتے ہیں کہ ثبوت حدیث شریف ہے اور داڑھی کٹے کے پیچھے کیا حکم ہے؟

سوال ۴:- بعض حافظ سجدۂ تلاوت جو عم کے پارہ کی سورۂ علق کے اخیر پر ہے وہ سجدۂ تلاوت نہیں دیتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ مہربانی فرما کر ہر ایک کا جواب عطا فرمائیے اردو عبارت کے ساتھ عربی عبارت ضرور ہو قرآن وحدیث اور فقہ شریف سے۔

سوال ۵:- اگر پیش امام قرأت کے اندر رک جائے فرضوں میں تو اس کو لقمہ دینا چاہیے یا نہیں؟ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا کیا حکم ہے؟

سوال ۶:- اگر صبح کو پیش امام کھڑا ہے اور مقتدی سنت صبح کی ادا نہ کرے اور امام سے مل جائے تو سنت کب ادا کرے سورج جب نکلے تو پڑھے یا فرض ختم کر کے پڑھ سکتا ہے؟

المستفتی فقیر حقیر محمد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿الجواب﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆ نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم ☆

۱:- قرآن کریم میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی ایک ادائے خاص کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب فرما کر آپ کی محبوبیت کا اظہار فرمایا گیا ہے، اون یا سوت کی کوئی خصوصیت اس خطاب کا باعث نہیں، جو کپڑا ابھی تن نازنین وجسم اقدس پر ہے اس سے حضور کو کچھ فضیلت نہیں، ہر چیز کو حضور سے شرف ہے۔ منظور تو محبوب کی وہ ادا ہے جو وقتِ نزول وحی تھی، اس لئے اس لباس کے تانہ بانہ کا دریافت کرنا بیکار ہے۔ "من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ" دیکھنا ہے کہ ابتدائے حال میں وحی کی عظمت کا اثر جو قلب مبارک پر ہوا اس سے بدنِ اقدس پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ جامہ اقدس میں لپٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ اس ادائے محبوبانہ کو پسند فرما کر تسکین خاطر اقدس کے لئے آپ کے اسی حال سے آپ کو مخاطب فرما کر ملاطفت وکرم کا اظہار فرماتا ہے کہ آپ کی یہ ادا محبوب ہے حتیٰ کہ ہم اسی ادا سے خطاب فرماتے ہیں۔

" قال السھیلی انما المزمل اسم المشتق من حالہ التی کان علیھا حین الخطاب و کذلک المدثر و فی خطابہ ﷺ بھذا الاسم فائدتان احدا ھما الملاطفۃ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم "

۲:- حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو شجر ممنوعہ سے کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجا، یہ روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سراندیپ میں اور حضرت حوا جدہ میں اور اس میں حکمت الٰہیہ تھی خلافت کا اظہار اور اس کے احکام کا اجراء اسی طرح مقدور ہوا تھا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو براہ کرم کلمات توبہ کی تلقین فرمائی اور توبہ قبول کی۔ قرآن پاک میں فرمایا:

﴿فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾

آدم وحوا کے ساتھ تو یہ کرم ہوا اور ابلیس لعین کا نام سریانی زبان میں "عزازیل" اور عربی میں "حارث" تھا، جب اس نے نافرمانی کی تو اس کے نام کو بدل کر "ابلیس" رکھا گیا۔ جس کے معنی مایوس از رحمت ہیں اور اس کی صورت تبدیل کر دی گئی اور ذلت ورسوائی کے ساتھ اس کو زمین کی طرف ہانک دیا قیامت تک اس کو آسمان زمین میں موردِ لعنت بنایا۔ شیطان مقام ایلہ میں پھینکا گیا جو مضافات بصرہ سے ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿قَالَ فَاخْرُجْ مِنْھَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ وَّاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَۃَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ﴾

دوسری آیت میں فرمایا:

﴿قَالَ اھْبِطْ مِنْھَا فَمَا یَکُوْنُ لَکَ اَنْ تَتَکَبَّرَ فِیْھَا فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ﴾

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

تیسری آیت میں فرمایا:

﴿قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْؤُومًا مَدْحُورًا ، لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۷۴ میں ہے:

" سمی به لانه ابلیس من رحمة الله ای یئس و کان اسمه عزازیل بالسریانية و بالعربية حارث، فلما عصیٰ غیر اسمه فسمی به لانه ابلیس وغیرت صورته "

یہ واقعہ کا مختصر بیان تھا شیطان کی شامت و بدنصیبی کا انجام تو آخرت کا دائمی عذاب شدید ہے مگر سائل کا منشاء معلوم نہیں۔ اس کی اس سوال سے کیا غرض ہے؟ مومن کو یقینِ کامل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام احکام سراسر حکمت وعدل ہیں۔ اس پر کوئی خداشناس اعتراض کی جرأت نہیں کرسکتا، بندوں کو عقل ہی کتنی کہ وہ حضرت حکیم علی الاطلاق کی حکمتوں کو سمجھ لینے کا دعویٰ کریں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توفیق نیک عطا فرمائے اور شرِ نفس شیطانی سے بچائے، آمین۔

واللہ تعالیٰ اعلم

وہابی کی امامت کا حکم:-

۳:- داڑھی منڈا فاسق ہے اور ہر فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی "فان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علینا اهانته شرعاً فی ردالمختار " لیکن اس کے پیچھے نماز بکراہت ہو جاتی ہے اور وہابی بے دین، منکر ضروریات دین خارج از اسلام ہے اس کے پیچھے کسی طرح نماز نہیں ہوتی بلکہ اس کو امام بنانا شریعت کی نافرمانی اور سخت جرم ہے۔ حدیث میں: "صلوا خلف کل برٍ وفاجر" آیا ہے کافر نہیں آیا، اس لئے اس حدیث سے وہابی کی امامت پر استدلال باطل ہے،

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

۴:- قرآن پاک میں چودہ آیتیں ایسی ہیں جن کے پڑھنے سننے سے سجدہ واجب ہوتا ہے۔ سورہ علق کی آخری آیت بھی انہی آیات میں سے ہے۔ جو حافظ اس کا سجدہ ادا نہیں کرتا وہ تارک واجب اور گناہگار ہے کنز الدقائق میں ہے:

" سجود التلاوة تجب باربعة عشر اية " مستخلص الحقائق میں ہے: " وأیات السجدة فی اخر الاعراف والرعد والنحل وبنی اسرائیل ومریم واولی الحج والفرقان والنمل والم التنزیل السجده والصاد وحم والنجم واذا السماء انشقت واقرا " واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه عزاسمه اتقن واحکم۔

۵:- اگر امام قرأت میں رک گیا اور مقتدی نے لقمہ دیا تو جائز ہے۔ اس سے کسی کی نماز میں نقصان نہ آیا، نہ امام کی نہ مقتدی کی، البتہ اگر امام قدر مایجوز به الصلوٰۃ پڑھ چکا ہو یا دوسری آیت شروع کردے تو بہتر ہے کہ نہ بتائے اور امام نے رُکتے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہی فوراً نہ بتانا چاہئے تھوڑا توقف کرے کہ شاید اس کو خود یاد آ جائے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

" والصحیح انه لا یفسد صلوٰة الفاتح لکل حال ولا صلوٰة الامام لواخذ منه علی الصحیح هکذا فی الکافی ویکره لمقتدی ان یفتح علیٰ امامه من ساعة فیصیر قارئًا خلف الامام من غیر حاجة کذا فی المحیط السرخسی ، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم "

۶:- سنت فجر اگر تنہا رہ گئی اور فرض پڑھ لئے گئے تو اس کی قضا لازم نہیں، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بہتر ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد زوال سے پہلے پہلے پڑھ لے لازم نہیں اور آفتاب کے طلوع سے قبل اور زوال کے بعد بالاتفاق سنتوں کی قضا نہ پڑھی جائے گی۔ مراقی الفلاح میں ہے:

" ولم تقض سنة الفجر الا بفواتها مع الفرض الی الزوال وقال محمد رحمه اللہ تقضی منفردة بعد الشمس قبل الزوال فلا قضاء لما قبل الشمس ولا بعد الزوال اتفاقاً " طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ھے " قیل لا خلاف بینهم فی الحقیقة لانهما یقولان لیس علیه القضاء وان فعل لا بأس به و محمد رحمه اللہ یقول احب الی ان یقضی وان لم یفعل لا شئ علیه ، واللہ سبحٰنه' تعالیٰ اعلم وعلمه عزاسمه اتقن واحکم "

العبد المعتصم بحبله المتین

کتبه

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

استفتاء

سوال ۱:- جو امام حدِ شرع سے داڑھی کم رکھے اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

۲:- جو امام سود خواروں کے گھر کھانا کھائے یا ان کی خوشامد کرے، اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

۳:- مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب:- بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆ نحمده' ونصلی علیٰ رسوله الکریم ☆

۱:- داڑھی رکھنا شعار اسلام اور اس کا کٹانا قدر قبضہ پہنچنے سے قبل حرام بخاری شریف ومسلم شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

" خالفوا المشرکین اخفوا الشوارب واوفروا اللحی "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ، ایک اور حدیث مسلم شریف میں بدیں الفاظ وارد ہے:

" ان رسول اللہ ﷺ امرنا خفاء الشوارب واعفاء اللحیة "

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مونچھیں پست کرنے اور داڑھی بڑھانے کا امر فرمایا۔ احیاء العلوم میں ہے:

" ردعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابن ابی الیلیٰ قاضی المدینة شهادة من کان ینتف لحیة "

یعنی حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قاضی مدینہ ابن ابی لیلیٰ دونوں پیشوایانِ اسلام نے داڑھی چننے والے کی شہادت (گواہی) رد فرمادی، نیز اسی میں ہے:

" شهد رجل عند عمر بن عبدالعزیز بشهادة و کان ینتف لحیة فرد شهادته "

ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کوئی گواہی دی اور وہ داڑھی کچھ چنا کرتا تھا۔ حضرتِ خلیفہ نے اس کی شہادت رد فرمادی، درمختار میں ہے:

" یحرم علی الرجل قطع لحیة"

جب ثابت ہو گیا کہ داڑھی ایک مشت سے کم کتروانا یا منڈوانا ممنوع ہے تو اس کا عامل اور مصر فاسق ہوا اور فاسق کی امامت مکروہ:

" لما فی عامة المتون والشروح والفتاویٰ من کراهة امامة الفاسق "

۲:- سود خوار کے گھر کا کھانا حرام نہیں، جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کھانا مالِ حرام سے تیار کیا ہوا ہے یا اس کے پاس کوئی مال حلال موجود ہی نہ ہو اور خوشامد اگر ترغیبِ دین اور اصلاح حال کے لئے ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

۳:- بے عذر مسجد میں جنازہ لانا اور نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے:

" لحدیث ابی داؤد من صلیٰ علیٰ میت فی المسجد فلا صلوٰة لهٗ "

واللہ سبحنه اعلم

کتبہ

العبد المعتصم بحبله المتین

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿تجوید کا سیکھنا ضروری ہے یا نہیں؟﴾

منبع علم و فضل، چشمہ فیض و کرم عالی جناب قبلہ حضرت مولانا محمد نعیم الدین صاحب دام ظلکم والسلام علیکم ورحمۃ اللہ،
مزاج شریف آیا تجوید سیکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور جو شخص حروف کو صحیح ادا نہ کرسکتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

کمترین احمد دین

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ' و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قرآن کریم میں ترتیل یعنی حروف کا جدا جدا ان کی صفات پر ادا کرنا، اوقاف و حرکات کا لحاظ رکھنا، تغیر و تبدل سے بچانا اور تجوید کا بقدر ضرورت سیکھنا فرض ہے۔ اللہ سبحانہ' نے ارشاد فرمایا ﴿ورتل القرآن ترتیلاً ﴾

تفسیر مدارک میں ہے:

" وترتل القرآن بین وفصل من الشغر المرتل ای مفلح الاسنان وکلام بالتحریک ای رتل وتغیر رتل ایضا اذا کان مستری البنیان او اقراء علی توده بنیین الحروف وحفظ الوقوف واشباع الحرکات ترتیلا ھو تاکید فی ایجاب الامر به وانه لا بد منه للقاری"

تفسیر خازن میں ہے:

" قال ابن عباس بینه بیانا وایضاً اقراء ہ علیٰ ھینتک ثلاث ایات او اربعاً او خمساً وقیل الترتیل ھو التوقف و الترسل والتمھل الافھام وتبیین القراء ۃ حرفاً حرفاً اثرہ فی اثر بعض المد والاشباع والتحقیق و ترتیلاً تاکید فی الامر به وانه لا بد للقاری منه "

اب ثابت ہوا کہ قرآن پاک میں ترتیل فرض ہے۔ تفسیر اتقان میں ہے:

" لیس تحسین الصوت بالقراء ۃ وتزنیھا لحدیث ابن حبان وغیرہ زینوا القرآن باصواتکم وفی لفظ الدارمی حسنوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسناً واخرج البزاز وغیرہ حدیث حسن الصوت زینة القرآن وفیه احادیث صحیحة کثیرة فان لم یکن حسن الصوت حسنه فاستطاع یجب لا یخرج الی التمطیط "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اگر اس طرح کی تفسیر ہو جس سے معنی بدل جائیں اور ایسے بدل جائیں کہ جن کا اعتقاد کفر ہو تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ان سے ایسے معنی نہ پیدا ہوں لیکن اس تغیر کا مثل قرآن پاک میں نہ ہو اور تغیر فاحش ہو تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی جیسے کسی نے ''هذا الغراب'' کی جگہ ''هذا الغبار'' پڑھ دیا اور اگر قرآن پاک میں اس کا مثل نہ ہو اور اس کے کچھ معنی نہ ہوں جیسے سوائز کی جگہ سوائل پڑھ دیا تو بھی نماز فاسد ہو گئی اور اگر قرآن پاک میں اس کا مثل ہو اور معنی بعید ہوں اور تغیر فاحش نہ ہو تو بھی امام صاحب کے نزدیک نماز فاسد ہو گی اور اس قول کے ساتھ اخذ کیا جائے گا۔

ردالمختار میں ہے:

'' والقاعدة عند المقمين ان ما غير المعنى تغيرا يكون اعتقاده كفراً مفسداً فى جميع ذلك سواء كان فى القران اولا الا ما كان من تبديل الجمل مفصولاً بوقت تام وان لم يكن التغير كذلك فان لم يكن مثله فى القران ولا معنى له كالسرائل بلام مكان السرائر وان كان مثله فى القران والمعنى بعيد ولم يكن متغيراً فاحشاً تفسد ايضاً عند ابى حنيفة و محمد وهوا لاهوط ''

اور اسی میں ہے:

'' فالاولى الاخذ بقول المتقدمين لانضباط قواعدهم وكون قولهم احوط والله سبحنه اعلم''.

العبد المعتصم بحبله المتين

كتبه

محمد نعيم الدين عفا عنه المعين

نماز جمعہ

وہابیہ کی نچلی نہ بیٹھنے والی طبیعت مسلمانوں میں اختلاف ڈالنے کے لئے آئے دن ایک نہ ایک شگوفہ چھوڑتی رہتی ہے۔ ان صاحبوں کو مزا ہی نہیں آتا جب تک نزاع وجدال کی گرم بازاری نہ ہو اس کا راز یہ ہے کہ خود ان کی گرمی بازار بھی اسی میں منحصر رہ گئی ہے۔ نئی نئی باتیں نکالنا اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی خدائی بھر سے علیحدہ چنانا ان کا شیوہ ہے، اطمینان سے بیٹھی ہوئی مخلوق کو اختلاف کی کشاکش میں مبتلا کرنا اور بیٹھے بٹھائے لوگوں کو بیکار بحث میں ڈال کر پریشان کرنا ان صاحبوں کے پسندیدہ مشاغل ہیں۔ کبھی کوّا حلال کیا تو مدتوں کائیں کائیں رہیں، ملک بھر میں طوفان مچا۔ صدہا رسالے تصنیف ہوئے۔ سیکڑوں فتوے لکھے گئے۔ لوگوں نے یقین نہ کیا کہ وہابی مولوی کوّا کھا سکیں گے اگرچہ ضد میں فتوے دے چکے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہیں۔ مگر طبیعت کیسے گوارا کرے گی، اس بناء پر بہت سے صاحبوں نے کوے پکا پکا کر وہابی مولویوں کی دعوتیں کیں، یقین رکھتے تھے کہ مولوی صاحب کہنے کو تو کہہ گئے ہیں مگر ان سے کوا کھایا نہ جائے گا کیا خبر تھی کہ جناب کا مزاج بھی بہت ہی نفیس واقع ہوا ہے۔ برغبت تمام کوے کھا گئے اور کھلانے والوں کو نفرت آئی، انہوں نے جن برتنوں میں پکایا اور کھلایا تھا وہ مولوی جی کے سامنے لاکر توڑ ڈالے، مگر وہابی مولویوں کی جرأت اور ہمت بھی قابل تعریف ہے دھڑ لے سے کوے کھائے اور مسلمانوں کو چڑانے کے لئے کوے مار کر اپنے دروازوں پر لٹکائے، علماء اہل سنت نے رد لکھے، شعراء نے وہابیوں کے بہت مضحکے اڑائے تب کہیں کو اخوری کا سلسلہ مدت کے بعد موقوف ہوا۔

ایک زمانہ میں وہابی صاحبوں نے بکرے کے کپورے حلال کر دیے، فتاویٰ رشیدیہ میں اس کا فتویٰ بھی درج ہوا۔ علماء اہل سنت نے اس کے رد کئے، ملامتیں فرمائیں تب اس کا شور کم ہوا۔ معلوم نہیں اندرونِ خانہ اب بھی کھا لیتے ہیں یا نہیں؟ اس طرح نئے نئے اختلاف پیدا کرنا ان کی خصلت ہے، آج کل (۱۳۵۰ھ) مراد آباد میں "جمعہ" کے خلاف علم بلند کر رکھے ہیں اور جا بجا مساجد میں کوششیں کرتے پھر رہے ہیں کہ جمعے بند ہو جائیں۔ صرف ایک جامع مسجد میں جمعہ ہوا کرے اور اس پر اتنا زور دیا جاتا ہے کہ اتنا زور انہوں نے کسی فرض کے لئے نہیں دیا، کسی حرام کے ترک کرانے کے لئے ایسی کوشش نہیں کی۔ ہاں گاندھی پرستی کے ذوق میں کچھ دنوں کے لئے شراب کی دوکانوں پر پکٹنگ لگائے جاتے تھے اور اس کو حکم شرع بتایا جاتا تھا مگر معلوم نہیں کہ ان کی وہ شریعت جس میں بحکم گاندھی پکٹنگ فرض تھا اب منسوخ ہوگئی یا مر گئی یا اب کوئی نیا حکم شراب کی حلت کا ان صاحبوں کو کہیں سے موصول ہو گیا کہ اب کہیں بھی کوئی وہابی صاحب پکٹنگ کرتے نظر نہیں آتے اور شراب کو روکنے کے لئے اب کوئی جماعت نہیں اٹھتی، گاندھی اردن سمجھوتہ ہوا اور وہابیوں کی شریعت بدل گئی۔

آج کل جمعہ بند کرنے کی ذھن میں لگے ہوئے ہیں، مطلب تو اتنا ہے کہ مسجد جامع مراد آباد میں وہابیہ کا عمل دخل ہے۔ سب مسجدوں کے جمعے بند کر دیئے جائیں تو یہاں مجمع خوب ہو اور یار لوگوں کو چندے کے شکار کھیلنے کے لئے ہرا ابھرا لہلہاتا غزال آمود جنگل مل جائے اور دل کھول کر جیبوں کی خبر لینی شروع کریں۔ چندے مانگنے کی تو ان صاحبوں کو بہت مشق ہے۔ جامع مسجد کی توسیع کے لئے عام طور پر مسلمانوں سے چندہ کیا جا رہا ہے۔ اہل سنت کے سامنے ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں۔ ان سے چندے لئے گئے اور حالت جامع مسجد کی یہ ہے کہ اس کو وہابی لوگ آبائی میراث کی طرح استعمال کرتے ہی۔ ہر بد مذہب وہاں آ کر تقریر کر سکتا ہے۔ ہر فرقہ کے لوگ آ کر وعظ کر جاتے ہیں، داڑھی منڈے جامع مسجد میں بے دریغ تقریریں کرتے ہیں، مگر علماء اہل سنت کو کبھی اس کا موقع نہیں دیا جاتا ہے، نہ ان کو نماز پڑھانے کی اجازت ملتی ہے نہ وعظ فرمانے کی، چندہ لیتے وقت تو مسجد عام مسلمانوں کی بتائی جاتی ہے، مگر عمل دخل اس میں وہابیوں کا، شہر میں کثیر تعداد کرنے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

والا نہیں کہ ایک مہینہ کے چار جمعوں میں سے دو ہی جمعوں میں سنی امامت کیا کریں اور وعظ فرمایا کریں، اس پر یہ غوغہ ہے کہ شہر کی مسجدوں کے جمعے موقوف کردیے جائیں، اہل سنت کے نزدیک وہابی امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو کیوں اپنی نمازیں کھوئیں گے ہاں اگر یہی منظور ہے کہ ایک ہی جگہ نماز ہوا کرے، تو کوئی خالص سنی امام کی اقتداء میں عذر نہ ہونا چاہئے مگر وہابیوں کا تعصب اور خود غرضی اس کو کب گوارہ کرسکتی ہے۔ علاوہ بریں شہر کی مساجد سے جمعہ بند کرنے میں مسلمانوں کو کیسی دقتوں اور مصیبتوں کا سامنا ہے۔ مزدور طبقہ جس کو ٹھیک دوپہر کو تھوڑی سی فرصت ملتی ہے، گھر آتا ہے، کھانا کھاتا ہے، غسل کرتا ہے، کپڑے بدلتا ہے اور اب اسے مزدوری پر حاضری کا وقت بہت ہی کم رہ جاتا ہے، تو وہ اپنے قریب کی مسجد یا جہاں اسے نماز تیار ملے، جمعہ ادا کرلیتا ہے۔ مریض اور ضعیف اور سن رسیدہ اشخاص جو زیادہ دور نہیں چل سکتے محلّہ کی مسجدوں میں با آسانی نماز ادا کرلیتے ہیں۔ اگر محلّہ کی مسجدوں میں نمازیں بند کردی جائیں تو آدھے آدمی اپنی ضرورتوں اور کاموں کی وجہ سے جامع مسجد نہ پہنچ سکیں، باقی میں سے کچھ ضعیفی، بیماری کی وجہ سے نہ جاسکے اور بہت سے سستی کاہلی سے اس دور دراز مسافت کو طے کرنے سے ہمت ہار جائیں، بہت تھوڑے ایسے ہوں گے جو ہمت باندھ کر جامع مسجد پہنچیں گے۔ بلکہ تجربہ اس سے بھی زیادہ تلخ ہوا کہ جن مسجدوں سے جمعہ موقوف کیا گیا۔ وہاں کے بہت سے آدمی صرف جمعہ ہی سے نہیں بلکہ نماز ظہر سے بھی محروم رہ گئے۔ دینی امور میں لوگ بہت سست اور کاہل ہوگئے ہیں۔ ایسے وقت میں یہ نیکی و نیک خواہی تو نہ ہوئی بلکہ بدی و بدخواہی ہوگئی مگر وہابی صاحبان اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں اس میں سے کسی بات پر نظر نہیں ڈالتے شہر کی کثیر مساجد میں ہمیشہ سے جمعہ کی نمازیں ہوتی ہیں، وہابی بھی جامع مسجد کے سوا بکثرت مسجدوں میں نمازیں پڑھتے ہیں، وہابی مولوی اپنے گروہ کی مسجدوں میں امامت کرتے ہیں، گاندھی اروِن سمجھوتہ سے پہلے وہابی صاحبوں نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔ اس وقت تک یہ تمام نمازیں بے دریغ جائز و درست تھیں، مگر اب کی برسات میں رُت بدلی۔ گاندھی گول میز کانفرنس کی مخالفت سے باز آئے اور اپنے اصول کو خیر باد کہہ کر ولایت روانہ ہوئے اور وہابی مولوی صاحبوں کا مسئلہ بدلا مساجد شہر میں نماز جمعہ بند کرنے کے احکام صادر کئے گئے کوششیں شروع ہوئیں وہ نمازیں جو اب تک بے خدشہ جائز تھیں قابل ممانعت ٹھہریں، شہر میں ان کا چرچا ہوا عام لوگوں کو تشویش ہوئی کہ مسئلہ ایک دم کیوں بدل گیا؟ تو وہابی صاحبان نے جلسے کئے اور اس کی معذرت یہ کی کہ ہم اب تک غلطی پر تھے۔ ہم کوئی فرشتے نہیں ہیں معصوم نہیں ہیں۔ اب ہمیں اپنی غلطی پر تنبہ ہوا تو ہم اس مسئلہ کا اجراء کرتے ہیں۔ کیا اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے پھر کسی وقت نماز پڑھنا چاہے تو اس کو روکو گے؟ ایسے ہی ہم اس مسئلہ میں غلطی پر تھے، ہمیں سب سے پہلے اس مسئلہ کو اٹھانا چاہئے تھا، لیکن اب ہم اس غلطی سے باز آتے ہیں تو اس میں ہم پر کیا اعتراض؟

وہابی مولوی صاحبان کے نزدیک تو ان کا یہ عذر کافی ہوگا لیکن سننے والے اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایک شخص شامتِ نفس سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کسی غلطی میں مبتلا ہوتا ہے تو دوسرے اسے آگاہ کردیتے ہیں جس وقت بھی خدا توفیق دے وہ اپنی غلطی سے باز آجاتا ہے تو یہ باز آنا ہرگز قابلِ ملامت نہیں ہوتا، مگر پچھلی زندگی کی غلطی ضرور قابلِ توبہ وتلافی ہوتی ہے۔ بے نمازی کی مثال جو مولوی صاحب نے فرمائی اسے بھی توبہ کے بعد پچھلی نمازیں معاف نہ کی جائیں گی، بلکہ ان کی قضاء لازم رہے گی۔ پھر بھی یہ غلطی شخصی ہے اور دوسرے لوگ ہمیشہ اس کو ترکِ نماز پر ملامت کرتے رہے ہیں لیکن عالم کی غلطی اور ایک عالم نہیں وہابی گروہ کے سارے عالموں کی غلطی اور وہ بھی مدت ہائے دراز تک کہ اس درمیان میں بہت سے وہابی مولوی تو اسی غلطی میں اس جہان سے چل بسے مگر اس جماعت میں کوئی بھی نصف صدی تک جب سے مراد آباد میں وہابیوں کا تسلط ہوا ہے اس مسئلہ کے متعلق زبان نہ ہلا سکا اور پچاس برس کی طویل مدت میں انہیں اپنی ایسی فاحش غلطی کا شعور نہ ہوا اور اتنی مدت دراز کے بعد آج سمجھے، تو ایسے مولویوں سے کیا تعجب ہے کہ وہ فاتحہ، تیجہ، میلاد شریف، مجالس شہادت گیارھویں شریف، عرس، کھچڑا، سبیل، علم غیب، استمداد وغیرہ مسائل کو بھی نہ سمجھے ہوں اور غلطی میں ہوں، دیکھئے کس سال انہیں اپنی غلطیوں کا شعور ہو اور وہ مجمع میں انہیں بلند آہنگیوں کے ساتھ اس کا اعتراف کرلیں تو شہر سے اس اختلاف کا خاتمہ ہوجائے جو ان صاحبوں نے ڈال رکھا ہے مگر ہیں بہت زود فہم! اپنے ایک مسئلہ کی غلطی پچاس برس میں سمجھے تو اس حساب سے اتنے بہت سے مسائل کی غلطیاں دیکھئے کتنی صدیوں میں سمجھیں؟ خدا کرے جلد کوئی زور کی برسات ہو اور ان صاحبوں کے دماغوں میں ایسی تری وتازگی آئے کہ ایک دم اپنی سب غلطیاں سمجھ لیں اور یہ زیادہ تعجب کی بات بھی نہیں ہے ہمیشہ اپنی غلطیوں کے سمجھنے میں اتنی ہی دیر نہیں لگاتے ہیں کبھی کبھی جلد بھی سمجھ جاتے ہیں۔

۱۹۲۰ء میں جب مراد آباد میں نمائش شروع ہوئی تھی یہ نیا معاملہ تھا، وہابی مولوی صاحبان نے نمائش کے حرام ہونے کا فتویٰ دے دیا، یہ فتویٰ جابجا دیواروں پر نالیوں کے کناروں پر نیا حرفوں سے لکھا ہوا تھا، شہر میں دھوم مچا رکھی تھی کہ ”نمائش حرام ہے“۔ نمائش کے منتظم پریشان تھے کہ کس طرح نمائش کو کامیاب بنائیں، آخر تیز طبع لوگوں نے ایک تجویز سوچی کہ مراد آباد کے لوگوں نے ہوائی جہاز نہیں دیکھا ہے وہ عجیب چیز ہوگا ایک ہوائی جہاز منگایا وہ شہر میں اڑا اس کی پرواز سے ہوا میں جو تموّج پیدا ہوا۔ اس نے بہت سے وہابی مولوی صاحبان کے دماغ درست کردیئے۔ کئی مولوی صاحبان تو اسی سال سمجھ گئے اور شب کی تاریکی میں بند گاڑی کے اندر بیٹھ کر نمائش گاہ میں حاضری دے آئے اور اگلے سال تو کوئی وہابی مولوی نہ بچا جو نمائش کے بازاروں میں کھلے بندوں نہ پھرا ہو۔ پچھلے سال کی کوتاہی کی دل کھول کر تلافی کرڈالی، ان ہی کے ہم خیال ایک شاعر صاحب نے اپنے علماء کے اس قدر جلد اپنی غلطی کو سمجھ جانے اور اعتراف کرلینے کی تعریف میں ایک غزل لکھ ڈالی جس کے چند شعر یہ ہیں:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

وقار آپ نے خود اپنا پامال کیا ذرا نہ جبہ و دستار کا خیال کیا
بدل کے مسئلہ مفتی نے یہ کمال کیا حرام کر کے نمائش کو پھر حلال کیا

اس زود فہمی کو دیکھ کر یہ امید کرنا بھی کچھ بیجا نہیں ہے کہ مولوی صاحبان کو ان مسائل میں بھی جلد تنبہ ہو جائے، شہر والے انتظار کر رہے ہیں کہ کب کوئی فصل موافق آئے اور زمانہ پھر رت بدلے اور وہابی مولوی صاحبان اپنی ان دیرینہ غلطیوں سے باز آئیں۔ مگر اتنی بات ان مولوی صاحبان کے لئے اور بھی قابلِ غور ہے کہ ایک مسئلہ میں کم از کم پچاس برس غلطی میں رہے تو کیا اطمینان ہے کہ اب جو سمجھیں وہ غلط نہیں، انہیں تو سمجھنے کو برس چاہییں اپنی غلطی بھی پچاس پچاس برس بعد سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس سے کچھ بحث نہیں وہ کتنی مدت میں سمجھا کریں مگر سمجھ کا یہ حال ہے تو عام مسلمانوں کو احکام فتوے اور وعظ سے معاف رکھیں۔ مولوی صاحب تو پچاس برس بعد کہہ دیں گے کہ ہماری جماعت کی جماعت غلطی میں رہی مگر ان کے قول پر عمل کرنے والے غلطی کرتے کرتے مر جائیں گے۔ وہابی مولوی صاحب کو تو اب ہوش آیا اور انہوں نے اعلان کیا کہ ثواب جمعہ جامع مسجد ہی میں مل سکتا ہے اور فضیلت وہیں حاصل ہو سکتی ہے اور اب تک وہ غلطی میں تھے لیکن پچاس برس تک جتنے مسلمانوں نے نمازیں پڑھیں سب فضیلت سے خالی رہیں۔ مگر یہ عقل نہ آیا اور اب جو سمجھ میں آیا وہ بھی عجیب و غریب ہے اس گروہ کے سب سے بڑے مولویوں کی جماعت کی سمجھ میں نہ آیا اور اب جو سمجھ میں آیا وہ بھی عجیب و غریب ہے، اس گروہ کے سب سے بڑے مولوی جو مرادآباد میں ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں فضائل جمعہ کے سلسلہ میں بیان کیا کہ جمعہ ہی کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنا خلیفہ بنایا، اس کی تمثیل اس طرح بیان کی کہ جس طرح کوئی بادشاہ اپنے لڑکے کو ولی عہد بناتا ہے اس کی تاجپوشی کی خوشی میں ایک بڑا دربار منعقد کرتا ہے اور تمام لوگ اچھے اچھے لباس پہن کر اس دربار میں شریک ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ رسمِ تاجپوشی ادا کر چکتا ہے تو حسب مراتب تمام اہالیان دربار کو انعام تقسیم کرتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے بھی حضرت آدم کی خلافت کی تاجپوشی کا ایک بہت بڑا دربار منعقد کیا اور تمام ملائکہ مقربین کو جمع کرایا، جب اس ولی عہد کی تاجپوشی کی رسم ادا ہو چکی تو تمام حاضرین پر انعام و اکرام تقسیم ہوا۔ اب جو لوگ اس دربار میں شامل نہ ہوئے وہ اس انعام و اکرام کے مستحق نہیں۔

وہابی مولوی صاحب کی یہ تقریر سن کر مجھے حیرت ہوگئی کیونکہ میں جانتا تھا۔ ولیعہد کسی بادشاہ یا فرمانروا کے اس نامزد کردہ شخص کو کہتے ہیں جس کو بادشاہ کی موت کے بعد سلطنت کرنے کے لئے معین کیا گیا ہو اور جب اس کا عہد سلطنت آتا ہے اور ولی عہد کی تاجپوشی ہو جاتی ہے تو پہلے بادشاہ کی حکومت و سلطنت کا نام و نشان باقی نہیں رہتا میں سوچتا ہی رہ گیا کہ مولوی صاحب کیا فرما رہے ہیں اور ان کا دماغ کہاں ہے؟ حضرتِ آدم علیہ السلام کو خداوند عالم کا ولی عہد کیسے بنا دیا؟

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

خدائے قدوس کی سلطنت ازلی ابدی، اس کا حکم وحکومت لازوال، اس کے ولی عہد کی تاجپوشی کے کیا معنی؟ مولوی صاحب کا دماغ کہاں ہے کہ وہ حضرتِ قیوم لم یزل ولایزال کی تمثیل ایک فنا ہونے والے انسان سے دیتے ہیں اور اس کے لئے ولی عہد اور اس کی تاجپوشی مانتے ہیں، مگر میں نے مولوی صاحب کی طرف سے یہ عذر کرلیا کہ گھبراہٹ میں ان کی زبان سے یہ کلمے نکل گئے لیکن جمعہ کو ایک جگہ ادا کرنے کے لئے اس پریشان بیانی کو دلیل بنانا لکھے پڑھے آدمی کی شان سے بعید ہے۔ اول تو اس تمثیل سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نماز جمعہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی یادگار ہے۔ اس بات کو شاید وہابی صاحبوں کا دماغ قبول کرلے اور اگر قبول کرلے تو پھر مولود شریف اور مجالسِ شہادت وعرس میں کیا کلام ہے وہ بھی تو بزرگوں کی یادگاریں ہیں۔ ان سب باتوں سے قطع نظر کیجئے تو اس دلیل سے شہر میں ایک جمعہ ہونا کیسے ثابت ہوا؟ اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت آدم کی خلافت کا ایک دربار تھا اور سارے جہان کی مخلوق کو اسی میں شریک ہونا تھا اور خاص اسی دربار کی شرکت پر انعام واکرام ملنے تھے۔ دوسری جگہ کوئی دربار کرلیتا تو وہ انعام واکرام کا مستحق نہ ہوتا۔ جمعہ ہی اس جشن خلافت کی یادگار ہے لہٰذا ایک ہی جگہ ہونا چاہئے نہ کہ شہر شہر قصبے قصبے ہزاروں جمعے ہوں، چونکہ دربارِ جشن خلافت ایک ہی تھا اب ہر شہر کے جمعہ کی دلیل کہاں سے آئے گی اور مولوی صاحب ہر ہر شہر وقصبہ میں تقسیم انعام واکرام کی کیا سبیل نکالیں گے؟ جب کہ ان کے نزدیک فقط ایک ہی دربار ہوسکتا ہے اور جو اس خاص دربار میں شرکت نہ کرے انعام واکرام سے خالی رہے گا، یہ مدعا تو مولوی صاحب کو صاف کہہ دینا چاہئے تھا کہ جمعہ کا ثواب اور اس کا انعام واکرام صرف کعبہ شریف میں حاصل ہوتا ہے اور کہیں نہیں، وہ اپنی اس دلیل پر نظر رکھتے ہوئے ہر شہر وقصبہ میں جمعہ کی فضیلت کس طرح ثابت کرسکتے ہیں؟ اور اگر یہ کہیے کہ اس دربار کی یادگار میں مسلمانوں کا جو مجمع ہو وہ انعام واکرام کا مستحق ہے تو ہر مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے وہاں وہی انعام و اکرام ملے گا اور یہ کہا جائے گا کہ جس نے جماعت مسلمین کے ساتھ جمعہ نہیں پڑھا وہ انعام واکرام سے محروم رہا، لطف یہ ہے کہ یہ وہابی مولوی صاحبان یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ جمعہ کا ثواب اور اس کی فضیلت اسی صورت میں ہے کہ سب لوگ جامع مسجد چلیں اور ایک ہی جگہ جمعہ ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ شہر کی چار بڑی بڑی مسجدوں میں جمعہ ہونا چاہئے۔ اگر چار مسجدوں میں جمعہ کی فضیلت اور اس کا ثواب مل سکتا ہے تو پانچویں مسجد میں کیوں نہ ملے گا؟ اور اگر جامع مسجد کے سوا کہیں ثواب نہیں ملتا ہے تو چار مسجدوں کی تجویز کیوں ہے؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
آج اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

غرض اس وقت تک وہابی صاحبان کی تقریریں بھی سنیں تحریریں بھی دیکھیں، لیکن شہر کے لوگوں کی تسلی وتشفی نہ ہوسکی اور وہابی صاحبان کا بیان ان کی اس نئی تحریک کی معقولیت اہل شہر کے ذہن نشین نہ کرسکا، ان کے عالموں کو اپنے دعوے کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

دلیل میں اس قسم کی لایعنی اور بے حاصل باتیں کہنی پڑیں، مگر باوجود اس کے وہابیہ کو بہت اصرار ہے اور وہ مساجد سے جمعہ موقوف کرانے میں انتہائی کوشش سے کام لے رہے ہیں۔ اس نئی تحریک نے مسلمانوں میں تشویش اور پریشانی پیدا کردی ہے، اس کو دفع کرنے کے لئے مناسب سمجھا گیا کہ ہم اپنے پیشوایانِ دین اور رہنمایانِ ملت علمائے اہل سنت سے استفتاء کریں، چنانچہ میں نے بہت سے مسلمانوں کی استدعا پر ایک سوال لکھ کر حضرت صدرالافاضل، استاذ العلماء مولانا مولوی حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب کی خدمت میں بھیج دیا، جس وقت یہ سوال حضرت مدظلہ کے پاس پہنچا وہ کاٹھیاوار کے دور دراز سفر کی تیاری میں تھے۔ انہوں نے چلتے چلتے ایک مختصر مگر نہایت جامع اور تسلی بخش جواب تحریر فرمادیا جس کو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

(منشی) شوکت حسین رامپوری

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ مسجد جامع کے علاوہ جو لوگ اور مسجدوں میں پڑھتے ہیں ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ثواب نماز جمعہ کا ان کو ملتا ہے یا نہیں؟ عنداللہ اس کا جواب عنایت فرمایئے گا۔ فقط

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ' ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

ایک شہر میں چند جگہ بناء بر مذہب مفتیٰ بہ جائز ہے لہذا جو لوگ علاوہ جامع مسجد کے اور مسجدوں میں جمعہ پڑھتے ہیں ان کی نماز درست اور جمعہ ادا ہوتا ہے اور اس کا ثواب ملتا ہے درمختار میں ہے:

" وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقاً علی المذهب وعلیه الفتویٰ شرح المجمع للعینی وامامة فتح القدیر دفعاً للحرج واللہ سبحانه وتعالیٰ اعلم "

کتبہ:

العبد المعتصم بحبله المتین

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

یہ فتویٰ مستفتی شاہی مسجد میں لے گیا جہاں وہابیہ کا مدرسہ ہے وہاں کے صدر مدرس نے اس کے نیچے ذیل کی عبارت لکھی:

" آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے تابعین کے زمانہ تک جو کہ بنص حدیث خیر القرون ہے۔ جمعہ صرف

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ایک ہی مقام پر ادا ہوتا رہا ہے۔ حضرات آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی یہی فرماتے ہیں۔ البتہ امام محمد کی ایک روایت سے تعدد کا جواز بمعنی سقوطِ فرض ثابت ہوا ہے جس کو بعض مشائخ نے بعض شرعی وجوہ کی بناء پر اپنا مختار قرار دیا ہے لیکن اس کا بھی یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بلا قید جتنا تعدد چاہو اختیار کرلو، بلکہ ان وجوہ پر نظر غائر ڈالنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حسب ضرورت و حاجت تعدد جائز ہے ورنہ نہیں اور مشائخین کے کلام میں ضرورت کی قید بھی مذکور ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ جامع مسجد میں مجمع عظیم کے ساتھ جمعہ کا ادا کرنا افضل و اکمل ہے اور یقینی سبکدوشی فریضہ جمعہ کی اسی صورت میں ہے۔ تعدد میں شائبہ عدم جواز ضرور موجود ہے پس حسب ارشاد"ما یریبک الی مالا یریبک" یہی مناسب ہے کہ جمعہ جامع مسجد میں ادا کیا جائے ہاں بدرجہ مجبوری ایک دو بڑی مسجد میں بھی اگر ادا ہو تو گنجائش ہے نہ کہ موجودہ کثرت اور تعدد،

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ فخر الدین احمد غفرلہ مدرس مدرسہ اسلامیہ شاہی مسجد

پھر یہ فتویٰ جناب مولانا مولوی محمد عمر صاحب نعیمی کے پاس لایا گیا جو حضرت صدر الافاضل مدظلہ کے شاگرد ہیں انہوں نے اس پر یہ تحریر فرمایا:

﴿۷۸۶﴾

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین والہ واصحابہ اجمعین ☆

حضرت استاذی صدر الافاضل مدظلہ العالی کا فتویٰ حق و صحیح ہے۔ اس مختصر فتوے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا ایک حرف جنبش نہیں کرسکتا اور کسی مخالف کو مجال نہیں ہے کہ وہ اس کے خلاف کوئی دلیل قائم کرسکے۔ مولوی فخر الدین صاحب کا یہ دعویٰ کہ زمانہ اقدس سے زمانہ تابعین تک جمعہ صرف ایک ہی مقام پر ہوتا رہا ہے۔ ایسا دعویٰ ہے جس پر وہ کوئی نقل یا حوالہ پیش نہیں کرسکے، علاوہ بریں اگر فرض کرلیا جائے کہ زمانہ تابعین میں جمعہ متعدد جگہ نہ ہوا تو یہ تعدد کے عدم جواز کی دلیل کب ہوسکتا ہے؟ زمانہ تابعین تک مدارس بایں ہیئت کب تھے جن میں مدرسین نوکر ہوتے، نصاب معین ہوتا اس نصاب معین کے تمام ہونے کے بعد سند دی جاتی، دستار بندی کی جاتی اگر خیر القرون میں کسی چیز کا نہ ہونا اس کے عدم جواز کی دلیل ہوسکتا ہے تو یہ مدرسے اور ان کے تعین اوقات و نصاب و تعین ایام تعطیل اور سند و دستار بندی اور خود مولوی صاحب کا نوکری کرنا یہ سب ناجائز ہوگا؟ ورنہ ثابت کریں کہ زمانہ تابعین میں دینیات کے نصاب معین پڑھانے پر نوکری کرنے اور تنخواہ لینے کا کچھ پتہ ملتا ہے؟ پھر کیا معنی ہے کہ آپ کی نوکری، مدرسہ، سند دستار ناجائز نہ ہو اور تعدد جمعہ ناجائز ہوجائے؟ ایسی بات کو سند بنانا اہل علم کی شان کے خلاف ہے۔ پھر یہ نہ دیکھا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا تھا"لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع" اس کے ساتھ "فی مواضع واحد" کی قید نہ تھی تو اب اس حدیث کو مقید کرنا اور کلام رسول ﷺ میں اپنی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

طرف سے تخصیص لگانا کہاں سے جائز ہوسکتا ہے، اگر کتابوں پر نظر ہوتی تو معلوم ہوتا کہ جمعہ کے تعدد کے جواز کی دلیل فقہاء نے اسی حدیث کا اطلاق قرار دیا ہے جیسا کہ ہم آگے نقل کریں گے۔ دوسرے ائمہ کا ذکر تو حنفیوں کے لئے فضول ہے، ورنہ جس کے بدن سے خون بہتا ہو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا وضو نہیں جاتا، تو کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں کہ حنفیوں کو اس پر عمل کرنے کا حکم دے دیں؟ اور جب ایسا نہیں ہے تو دوسرے ائمہ کے قول کا ذکر کرنا ہی بیکار ہے اب رہا مذہب حنفی، اس میں قول راجح وہی حضرت امام محمد اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے جس میں تعدد کو جائز بتایا گیا ہے، عالمگیری میں ہے:

"وتودی الجمعة فی مصر واحد فی مواضع کثیرة وقول ابی حنیفة و محمد رحمة اللہ و هو الاصح وذکر الامام السرخسی انه الصحیح من مذهب ابی حنیفة رحمه اللہ وبه ناخذ هکذا فی بحر الرائق"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ایک شہر میں مواضع کثیرہ میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے اور یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے اور یہی اصح ہے اور امام سرخسی نے ذکر کیا کہ یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب صحیح ہے اور اسی کو ہم اخذ کرتے ہیں۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے۔

"وتصح اقامة الجمعة فی مواضع کثیرة بالمصروفنائه وهو قول ابی حنیفة و محمد فی الاصح ومن لازم جواز التعدد سقوط اعتبار السبق وعلی القول الضعیف المانع من جوز التعدد قیل بصلاة اربع بعد ها بنیة اٰخر ظهر علیه ولیس الاحتیاط فی فعلها لان الاحتیاط هو العمل باقوی الدلیلین واقوهما اطلاق جواز تعدد الجمعة"

اس سے معلوم ہوا کہ ایک شہر میں مواضع کثیرہ میں جمعہ کا قائم کرنا صحیح ہے اور یہی قول ہے حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا، یہی اصح ہے اور یہی اقویٰ ہے اور جو قول کرنا صحیح جوازِ تعدد سے مانع ہے وہ ضعیف ہے، طحطاوی میں فرمایا:

"لاطلاق حدیث لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع فالمصر شرط اقامتها وهو موجود فی کل فریق"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے مواضع کثیرہ میں صحیح ہونے کی دلیل حدیث "لاجمعۃ ولاتشریق" کا اطلاق ہے، کیونکہ حدیث شریف میں اقامت جمعہ کی شرط مصر یعنی شہر قرار دی گئی ہے اور وہ مسجدیں جمعہ پڑھنے والوں کے لئے حاصل ہے۔ درمختار کی جو عبارت حضرت صدر الافاضل مدظلہ العالی نے اپنے فتوے میں نقل کی ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ ایک شہر میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بہت سے مقامات پر مطلقاً جمعہ ادا ہوتا ہے۔ یہی مذہب ہے اسی پر فتویٰ ہے اور اس میں دفع حرج ہے۔ اس کی شرح میں علامہ ابن عابدین شامی ردالمختار میں فرماتے ہیں:

" سواء كان المصر كبيراً او لا وسواء فصل بين جانبيه نهر كبير كبغداد اولا وسواء قطع الجسر او بقى متصلاً وسواء كانت تعدد فى مسجدين او اكثر هٰكذا يفاد من الفتح و مقتضاها انه يلزم ان يكون التعدد وبقدر الحاجة كما يدل عليه كلام السرخسى الاوتیٰ "

یعنی جمعہ کا متعدد مقامات پر ادا کرنا ایک شہر میں مطلقاً صحیح ہے خواہ شہر بڑا ہو یا نہ ہو اور خواہ کوئی نہر کبیر اس کو دو حصے کرتی ہو جیسے کہ بغداد یا نہ کرتی ہو اور خواہ پل اٹھا دیا گیا ہو یا بندھا ہوا ہو اور خواہ تعدد دو مسجدوں میں ہو یا زیادہ میں ہو۔ یہی مفاد ہے فتح القدیر کا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ تعدد کا بقدر حاجت ہونا ہی لازم نہیں، چاہے جس قدر بھی ہو جائز ہے جیسا کہ اس پر امام سرخسی کا آنے والا کلام دلالت کرتا ہے، اس عبارت میں مولوی فخر الدین کے اس جملہ کا بھی رد ہو گیا کہ "اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ بلا قید جتنا تعدد چاہو اختیار کرلو۔" وہابی صاحبوں کی جو بات ہے کتب معتبرہ کے خلاف، اسی ردالمختار میں دفعاً للحرج کی شرح میں فرماتے ہیں:

" لان فى الزام اتحاد الموضع حرجاً بيناً لاستدعائه تطويل المسافة على اكثر الحاضرين ولم يوجد دليل عدم جواز بل قضية الضرورة عدم اشراطه لا سيما اذا كان مصراً كبيراً كمصرنا كما قاله كمال "

یعنی جمعہ کا ایک جگہ میں ہونا لازم کر دینے میں کھلا حرج ہے کیونکہ اکثر حاضرین پر دور دراز کی مسافت کا بار پڑے گا اور جمعہ کے چند مقامات میں جائز نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں پائی گئی، بلکہ ضرورت اس کے مشروط نہ ہونے کا حکم کرتی ہے خاص کر شہر جب کہ بڑا ہو۔

ان تمام عبارات سے ظاہر کہ جمعہ مقامات کثیرہ میں بلا کسی قید کے بلا تردد جائز ہے یہی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا مذہب صحیح اور قول راجح ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے اور جمعہ کے جواز کو ایک جگہ خاص کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور اس میں کھلا حرج بھی ہے۔ جب یہ قول راجح ہے تو اس کے خلاف پر اصرار کرنا اور فتویٰ دینا جہالت ہے۔ چنانچہ دُرِمختار میں فرمایا:

" ان الحكم والفتيا القول المرجوح جهل وخرق الاجماع "

یعنی قول مرجوح پر حکم کرنا اور فتویٰ دینا جہالت اور خرق اجماع ہے۔

الحمد للہ کہ حق واضح ہو گیا اور مواضع کثیرہ میں صحت واقامت جمعہ کے جواز میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہا اور یہ بھی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ثابت ہوگیا کہ قول مرجوح کو اخذ کرنا اور اس پر فتویٰ دینا جہالت ہے ، علاوہ بریں ہم یہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے قول مرجوح کو اخذ کیا اور شہر میں دو ایک بڑی مسجدوں میں نماز کی اجازت دی انہوں نے اس قول کی بناء پر بھی نمازوں کو ضائع کیا، کیونکہ عدم جواز تعدد کے قول پر جس کو وہابی اخذ کرتے ہیں شہر میں صرف وہی جمعہ صحیح ہوسکتا ہے جو سب سے پہلے ہو خواہ جامع مسجد میں ہو یا کہیں اور۔ اگر دو جگہ جمعہ ایک ہی وقت میں ہو تو اس قول پر دونوں کی نمازیں فاسد ہوگئیں۔ ایسے ہی اگر اشتباہ رہا کہ کون سا جمعہ پہلے ہوا تو بھی ہر ایک جگہ کا جمعہ فاسد ہوگیا اور نماز نہ ہوئی تو وہابیہ جو عدم جواز تعدد کا قول مرجوح اخذ کرتے ہیں۔ وہ علاوہ اس غلطی کے کہ قول مرجوح کا اخذ کرنا ناجائز ہے۔ ایک سے زیادہ جگہوں میں نماز کی اجازت دے کر اپنی نماز فاسد کرتے ہیں، طحطاوی میں ہے:

"فالجمعة عندة السابق وتفسد بالمعية واشتباه"

مراد آباد میں بعض مساجد میں جمعہ ساڑھے بارہ بجے ہوجاتا ہے اور شاہی مسجد اور جامع مسجد میں اس کے بعد ہوتا ہے تو قول مرجوح کی بناء پر وہابیہ کے نزدیک جو نمازیں جامع مسجد اور شاہی مسجد میں ہوتی ہیں، وہ بالکل ناجائز و فاسد ہیں چہ جائیکہ افضل واولیٰ، اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے اگر جمعہ شہر کی ایک مسجد میں پڑھ جائے اور قول معتمد و صحیح چھوڑا جائے اور مسلمانوں کو حرج میں ڈالنے کا وبال بھی گوارا کیا جائے اور کتب دینیہ اور مذہب صحیح کی مخالفت بھی کی جائے تو اس مسجد کا امام سنی صحیح العقیدہ ہونا چاہئے، اگر وہابی بدمذہب ہوا تو اس کی بدمذہبی سے نماز فاسد ہوجائے گی، بہرحال مانعین تعدد کا کلام کسی پہلو سے صحیح نہیں ہوسکتا،

والله سبحانه وتعالیٰ اعلم وعلمه عزاسمه اتم واحکم ☆

کتبہ

العبد المعتصم بذیل النبی الامی عمر النعیمی

جنت میں چند جانور بھی جائیں گے

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنت میں کوئی جانور بھی جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆ نحمدہ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم ☆

جنت میں پانچ جانور داخل ہوں گے (۱) براق حضور سید عالم ﷺ کا (۲) دراز گوش حضرت عزیر علیہ السلام کا (۳) ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کا (۴) مینڈھا حضرت اسماعیل علیہ السلام کا (۵) کتا اصحاب کہف کا، چنانچہ اشباہ ونظائر میں مستطرف سے منقول ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

''لیس من الحیوان من یدخل الجنة الا خمسة کلب الکهف و کبش اسماعیل و ناقة الصالح و حمار عزیر و براق النبی ﷺ ''لیکن حموی نے شرح اشباہ میں شرعۃ الاسلام سے مقاتل کا قول نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک دس جانور جنت میں داخل ہوں گے۔

(۱)حضور سید عالم ﷺ کا ناقہ (۲) حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گئو سالہ (۴)حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مینڈھا (۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بقرہ (گاؤ)(۶) حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی (۷) حضرت عزیر علیہ السلام کا دراز گوش (۸) حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی (۹) بلقیس کا ہدہد (۱۰) اصحاب کہف کا کتا۔

" قال مقاتل رحمه الله عشرة من الحیوانات یدخل الجنة ، ناقة محمد علیه الصلوٰة والسلام ، وناقة صالح علیه الصلوٰة والسلام ، وعجل ابراهیم علیه الصلوٰة والسلام ، وکبش اسماعیل علیه الصلوٰة والسلام ، وبقرة موسیٰ علیه الصلوٰة والسلام ، وحوت یونس علیه الصلوٰة والسلام ، وحمار عزیر علیه الصلوة والسلام و نملة سلیمان علیه الصلوٰة والسلام ، وهدهد بلقیس و کلب اهل الکهف کلهم یحشرون ، کذا فی مشکوٰة الانوار "

اسی کتاب میں شرح شرعۃ الاسلام سے بھی نقل کیا ہے کہ یہ سب مینڈھے کی صورت کر دیئے جائیں گے۔ حموی میں ہے۔

" ذکر فی مشکوٰة الانوار شرح شرعة الاسلام انها کلها تصیر علی صورة الکبش "

سبحان اللہ مقربین بارگاہ حق کا یہ رتبہ ہے کہ جانور بھی ان سے نسبت رکھنے کی بدولت جنتی ہو گئے ، والحمد للہ رب العلمین ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کی کامل محبت اور ان کا پورا اتباع نصیب فرمائے آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ جمیع انبیائہ ورسلہ وسلم ☆

العبد المعتصم بحبله المتین

کتبه

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

مجموعہ مسائل متعلقات ختم قرآن ورمضان وعید

ماہِ مبارک رمضان میں مسلمان بالعموم عبادت کی طرف زیادہ راغب و مائل ہوتے ہیں ، نمازوں میں زیادہ مزا لیتے ہیں ، خیرات وحسنات کی کثرت کرتے ہیں ، قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے سننے سے روحانی لذتیں اٹھاتے ہیں ، اس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

زمانہ میں وعظ ونصیحت ان کے نرم قلوب پر اور زیادہ اثر کرتی ہے۔ مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوئی اور یادِ الٰہی سے معمور رہتی ہیں۔ جابجا حفاظ قرآن کریم سناتے ہیں۔ ایک ایک مسجد میں کئی کئی ختم ہوجاتے ہیں۔ اس پر بھی سننے والوں کی رغبت پیا ہی رہتی ہے۔ شبینے ہوتے ہیں، کیسے کیسے نفیس پڑھنے والے قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ شبینوں میں پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہ ماہِ مبارک اعمال حسنہ کے چمنستان کا عالم بہار ہوتا ہے۔ اللہ کے عاشق دن بھر روزہ دار رہ کر شب کو یادِ الٰہی کے لطف اٹھاتے ہیں۔ جماعتوں کی جماعتیں مسجدوں کی طرف چلی جاتی ہیں، رستے نمازیوں سے بھرے نظر آتے ہیں، تراویح میں قرآن پاک سنائے اور سنے جاتے ہیں۔ ختم کے روز مساجد میں نرالی زیب وزینت ہوتی ہے برکاتِ قرآن کے لئے مجمع اتنا کثیر ہوتا ہے کہ مساجد میں گنجائش نہیں رہتی، حفاظ اپنے احباب کو جمع کرتے ہیں، حافظوں کے گروہ کے گروہ چلے آتے ہیں جب حافظ صاحب سورۂ اخلاص پر پہنچتے ہیں تو بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر سے پڑھتے ہیں اور سورۂ قل ھو اللہ احد کی تین مرتبہ تکرار کرتے ہیں۔ ختم قرآن ہونے کے بعد آخر رکعت میں سورۂ بقر مفلحون تک پڑھتے۔ ختم ہونے پر مسلمان حافظ صاحب سے اپنے اوپر دم کراتے ہیں۔ کوئی پانی لاتا ہے کوئی الائچی، اجوائن، زیرہ، نمک، کھجور، سرمہ پر دم کراتا ہے۔ پھر یہ چیزیں ایک دوسرے کو تبرک کے لئے دیتے ہیں۔ بعد ختم خشوع وزاری کے ساتھ اسلام ومسلمین کے لئے دارین کی دعائیں کی جاتی ہیں۔ بندے اخلاص کے ساتھ اپنے مالک کے حضور سوال کے ہاتھ پھیلا پھیلا کر مانگتے ہیں۔ آخر میں کہیں پنج آیت پڑھ کر کہیں بغیر اس کے شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ رمضان مبارک کے اخیر جمعہ کو خطبۃ الوداع پڑھا جاتا ہے جس میں رمضانِ مبارک کے فضائل وبرکات کا بیان ہوتا ہے اور اس ماہِ مبارک کے رخصت ہونے اور ایسے بابرکت مہینہ میں حسنات وخیرات کے ذخیرے جمع نہ کرنے پر حسرت وافسوس اور آئندہ کے لئے لوگوں کو عمل خیر کی ترغیب اور باقی ایامِ رمضان میں کثرتِ عبادت کا شوق دلایا جاتا ہے۔ مسلمان اس خطبہ کو سن کر خوب روتے اور گناہوں سے توبہ واستغفار کرتے اور آئندہ کے لئے نیکی کا عزم کرتے ہیں، عید کے روز عموماً سویاں پکتی ہیں اور عید کی نماز کے بعد مسلمان باہم ملتے اور معانقہ ومصافحہ کرتے ہیں۔ اس سے آپس میں محبت واتحاد کے روابط مضبوط ہوتے ہیں اور ہر مسلمان کشادہ دلی کے ساتھ اپنے دینی بھائی سے بغلگیر ہوتا ہے۔ مدتہائے دراز سے مسلمانوں کے یہ معمول ہیں اور بالعموم علماء وصلحاء کا یہی طریقہ ہے سب اسی پر کاربند ہیں۔

بعضوں نے ان میں سے بہت سے امور کو ممنوع وناجائز قرار دیا اور مسلمانوں کو ان سے روکنے کی بڑی کوشش کی، اپنی مساجد میں بعد ختم تراویح وعظ کہے۔ ان وعظوں میں مذکورہ بالا امور میں سے بھی بہت سی باتوں کو منع کیا، مثلاً ختمِ قرآن کے بعد پانی یا کسی اور چیز پر دم کرنا بدعت وبے اصل بتایا، خطبہ الوداع کی سخت مخالفت کی اس کو بدعت وناجائز کہا، بعد عید مصافحہ ومعانقہ کو بھی منع کیا اور بدعت وناروا کہا، اس کے ساتھ ہی حسب عادت زیارتِ قبور کے لئے سفر اور فاتحہ گیارہویں،

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ایصالِ ثواب کے اور دوسرے طریقوں میں اعتراض کیے، جس سے بعض ناواقف اور ضعیف الخیال لوگوں کو کچھ تردد ہو گیا وہ دریافت کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا امور جائز ہیں یا نہیں ایسا کرنے میں شریعت کا مواخذہ اور گناہ تو نہیں ہے؟ اس لئے براہِ کرم ان امور کے متعلق شرعی حکم صادر فرما کر مسلمانوں کو مطمئن فرمائیں۔

والسلام مع الاکرام

المستفتی محمد شوکت حسین شوکت مراد آبادی

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم

سائل نے مسطورۂ ذیل امور کو دریافت کیا ہے:

(۱) ختم قرآن پاک کی خوشی اور اہتمام (۲) ختم کے لئے مسلمانوں کا اجتماع اور احباب کو جمع کرنا

(۳) تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر (۴) سورۂ اخلاص کی تکرار

(۵) بعد ختم قرآن سورۂ فاتحہ وبقرہ تامفلحون پڑھنا

(۶) دعا بعد ختم قرآنِ پاک (۷) پنج آیت (۸) تقسیم شرینی

(۹) خطبۃ الوداع (۱۰) عید کی سویاں

(۱۱) معانقہ ومصافحہ بعد عید، اب ان میں سے جدا جدا ہر ایک کے متعلق ہم حکم شرعی بیان کرتے ہیں۔

(۱،۲) ختم قرآن پاک خوشی اور اس کے لئے احباب کا اجتماع:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی بڑی عظیم وجلیل نعمت ہے۔ امام بخاری ومسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کی اس میں ہے:

" لا حسد الا علیٰ اثنین رجل اٰتاہ اللہ القراٰن فھو یقوم بہ اٰناء اللیل واٰناء النھار ورجل اٰتاہ اللہ مالاً فھو ینفق منہ اٰناء اللیل واٰناء النھار "

یعنی رشک دو شخصوں پر محمود ہے ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سے سرفراز فرمایا اور وہ اوقات لیل ونہار میں یعنی شب وروز قرآنِ پاک کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔ دوسرا وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ رات دن اس کی راہ میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

خرچ کرتا ہے۔ یہ دونوں قابل رشک ہیں۔ یعنی انسان کو ان کی ایسی نعمت کے حاصل ہونے کی آرزو کرنا چاہئے۔

امام مسلم نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

" اقرؤا القران فانه یأتی یوم القیامة شفیعاً لاصحابه "

یعنی قرآن پاک پڑھو کہ وہ روز قیامت اپنے اصحاب کے لئے شفیع ہو کر آئے گا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کی کہ حضور اقدس نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ان الذی لیس فی جوفه شئ من القرآن کالبیت الخرب "

جس کے دل میں قرآن بالکل نہ ہو وہ ویرانہ گھر کی مثل ہے۔

امام ترمذی نے حضرتِ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

" من قرأ حرفاً من کتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر امثالها "

جس شخص نے قرن پاک کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور نیکی برابر دس نیکیوں کے، سبحان اللہ! جب ایک ایک حرف کا اتنا عظیم ثواب ہے تو تمام قرآن پاک کے ثواب کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

امام احمد و ابوداؤد نے حضرت معاذ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

" من قرأ القران وعمل بما فیه البس والداه تاجاً یوم القیامة ضوء احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بهذا "

یعنی جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اس کے مطابق عمل کیا روز قیامت اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی بہت بہتر ہوگی آفتاب کی روشنی سے دنیا کے گھروں میں اگر ہو آفتاب تمہارے گھروں میں تو تمہارا کیا گمان ہے اس کے حق میں جس نے اس پر عمل کیا۔

امام بیہقی نے حضرتِ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث روایت کی:

" البیت الذی یقرء فیه القران یتزیا لاهل السمآءِ کما یتزیا النجوم لاهل الارض "

جس مکان میں قرآن پاک پڑھا جاتا ہے۔ وہ آسمان والوں کے لئے ایسا مزین کیا جاتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے مزین کئے جاتے ہیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی" نوّروا منازلکم بالصلوٰة وقرأة القرانٗ" یعنی اپنے مکانوں کو نماز اور قرآن پاک کی قرأت سے منور کرو۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اورحضرت نعمان بن بشیر سے حدیث روایت کی ''افضل عبادة امتی قرأة القران '' میری امت کی بہترین عبادت قرآن پاک کی قرأت ہے۔

یہ چند احادیث ذکر کی گئیں اور فضائل قرآن میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ فی الواقع مصطفیٰ حبیب خدا ﷺ کا صدقہ ہے کہ ہم کو یہ نعمت عظمیٰ اور دولتِ کبریٰ عطا ہوئی، ورنہ کیا ہم اور کیا ہمارا مونھ۔ سوائے حضرتِ جبریل امین علیہ السلام کے ملائکہ کی مقدس جماعتیں اس دولت سے بہرہ مند نہیں، اتقان میں ہے:

" قال ابن الصلاح فی فتاواه قراة القران کرامة اکرم الله بها البشر فقد ورد ان الملائکة لم یعطوا ذٰلک وانها حریصة علیٰ اسماعه من الانس"

یعنی ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں کہا کہ قرآن پاک کی قرأت ایک کرامت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مشرف فرمایا۔ حدیث میں وارد ہوا کہ ملائکہ کو یہ نعمت نہیں دی گئی اور وہ انسان سے قرآن پاک سننے کے آرزومند رہتے ہیں، سبحان اللہ کیا نعمت ہے، کیا کرم ہے اس پر جتنی خوشی کی جائے جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اس لئے ختم کے روز روزہ رکھنا، اعزہ واحباب کو جمع کرنا مسنون ومستحب ہے۔ اتقان میں ہے:

" لیسن صوم یوم الختم اخرجه ابن ابی داؤد عن جماعة من التابعین وان یحضره اهله واصدقاء ه اخرج الطبرانی عن انس رضی الله تعالیٰ عنه انه کان اذاختم القران جمع اهل ودعاء اخرج ابو داؤد وعن الحکم بن عینیة قال ارسل الیٰ مجاهد وعنده' ابی امامة وقال انا ارسلنا الیک لانا اردنا ان نختم القران والدعاء یستجاب عند ختم القران واخرج مجاهد قال کانوا یجتمعون عند ختم القران ویقول عند تنزل الرحمة"

یعنی ختم قرآن کے دن روزہ رکھنا سنت ہے۔ اس کو ابی داؤد نے ایک جماعت تابعین سے نقل کیا اور اہل واحباب کا جمع ہونا بھی مسنون ہے۔ طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ وہ جب قرآن پاک ختم فرماتے تھے اپنے اہل کو جمع فرما کر دعا کرتے تھے، ابوداؤد نے حکم بن عینیہ سے روایت کی انہوں نے کہا میرے پاس مجاہد نے کسی کو بلانے کے لئے بھیجا اور اس وقت ان کے پاس ابن ابی امامہ تھے، دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے پاس اس لئے بلانے والے کو بھیجا کہ ہمارا ارادہ قرآن پاک کے ختم کرنے کا ہے اور ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ مجاہد نے نقل کیا کہ اسلاف ختم قرآن کے وقت جمع ہوتے تھے اور وہ کہتے ہیں کہ ختم کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ختم قرآن کی خوشی واہتمام اور اہل واحباب کو جمع کرنا اور دعا مسنون ومستحب ہے، بزرگان دین صحابہ وتابعین سب کا معمول رہا ہے۔ یہ وقت قبول دعا کا ہے مگر بدقسمت اس سے چڑتا ہے۔ اس کو یہ عبارتیں دکھاؤ، مگر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

امید نہیں کہ وہ اپنی ضد سے باز آئے، اللہ تعالیٰ آنکھ عطا فرمائے اور ہدایت کرے آمین۔

(۳) تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر:-

تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر کسی ایک مقام پر جائز ہے، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سورۂ فاتحہ یا اور کسی سورۃ کا جزو نہیں لیکن آیت ہے، تو تکمیل ختم کے لئے اس کو جہر سے پڑھنا چاہئے ورنہ ایک آیت رہ جائے گی اور ختم ناتمام ہوگا، خواہ بسم اللہ کو سورۂ اخلاص کے ساتھ پڑھا جائے یا اور کسی موقع پر، تفسیر مدارک میں ہے:

" ان التسمية اٰية من القران انزلت للفصل بين السور عندنا ذكره فخر الاسلام فى المبسوط "

تفسیر علامہ ابی السعود میں ہے:

" قيل انها اٰية فذة من القران انزلت للفصل والتبرك بها وهو الصحيح من مذهب الحنفية"

(غنية المستملى)

شرح منیہ میں ہے:

" واجماع الصحابة علىٰ اثباتها فى المصحف لا يلزم منه انها اٰية من كل سورة بل اللازم منه مع الامر بالتجريد عن غير القراٰن وبه نقول انها اٰية منه نزل للفصل بين السور كذا فى عامة كتب الفقه "

والله سبحانه اعلم .

(۴) سورۂ اخلاص تین بار پڑھنا:-

سورۂ اخلاص کا تین مرتبہ پڑھنا درست ہے، حدیث شریف میں وارد ہوا:

" قل هو الله احد يعدل ثلث القران رواه البخارى والمسلم "

یعنی سورۂ قل هو الله احد ثواب میں تہائی قرآن کے برابر ہے چونکہ ختم کے روز اجتماع اور احباب کا جمع کرنا مقصود ہوتا ہے اور کثرت سے ایسے لوگ آتے ہیں جو روزانہ حاضر نہ ہوتے۔ اس لئے اس روز سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھی جاتی ہے تاکہ یہ لوگ بھی ایک قرآن کا ثواب پالیں اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر قرآن پاک کی تکمیل و ادا میں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو سورۂ اخلاص کی تکرار سے وہ بھی پوری ہو جائے۔

اتقان فی علوم القرآن میں ہے:

" عن الامام احمد انه منع من تكرير سورة الاخلاص عند الختم لكن عمل الناس على خلافته

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

قال بعضهم والحكمة فيه ماورد انها تعدل ثلث القران فيحصل بذلك ختمه فان قيل فكان ينبغي ان يقرأ اربعاً ليحصل ختمان قلنا المقصود ان يكون على يقين من حصول ختمه اما التى قرأها واما التى حصل ثوابها بتكرير السورة "

یعنی امام احمد نے ختم کے وقت سورۂ اخلاص کی تکرار کو منع فرمایا لیکن عمل لوگوں کا اس کے خلاف ہے، بعض علماء نے فرمایا اس میں حکمت یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ سورۂ اخلاص کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے تو اس سے ایک ختم حاصل ہوگا اگر کہا جائے کہ اس صورت میں مناسب تھا کہ سورۂ اخلاص چار مرتبہ پڑھی جائے تا کہ دو ختم حاصل ہو جائیں، تو ہم کہتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ ایک ختم بیقین کامل ہو جائے، خواہ وہ جو پڑھا یا وہ جس کا ثواب تکرار اخلاص سے حاصل ہوا، اب ایسی برکت کو چھوڑ دینا اور اس میں بے فائدہ ضد کرنا محض نفسانیت و نادانی ہے،

واللہ سبحانہ اعلم .

(۵) بعد ختم سورۂ بقرہ مفلحون پڑھنا:-

بعد ختم قرآن سورۂ بقرہ تا مفلحون پڑھنا مسنون ہے۔ اتقان میں ہے:

" ليسن اذا فرغ من الختمة ان يشرع فى اخرى عقيب الختم لحديث الترمذى وغيره احب الاعمال الى الله تعالىٰ الحال المرتحل الذى يضرب من اول القران الى اخره كلما حال ارتحل واخرج الدارمي بسند حسن عن ابن عباس عن ابى ابن كعب ان النبى ﷺ كان اذا قرأ قل اعوذ برب الناس افتح من الحمد ثم قرء الى اولئک هم المفلحون "

اس سے معلوم ہوا کہ ترمذی و دارمی کی حدیثوں سے ختم قرآن پاک کے بعد سورۂ فاتحہ و اول سورۂ بقرہ کا تا مفلحون پڑھنا ثابت اور مسنون ہے اور حضور اقدس ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔

واللہ سبحانہ اعلم .

(۶) دعا بعد ختم قرآن:-

دعا بعد ختم قرآن بھی مسنون اور مستجاب ہے اور یہ وقت قبولیت دعا کا ہے، ابھی جو ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جواب نمبر ۵ میں نقل کر آئے ہیں اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

"ثم دعا بدعاء الختمة جس سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ بعد ختم قرآن دعا فرماتے تھے اور نمبر ا میں حدیث انس رضی اللہ عنہ میں بھی گذرا:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" انه كان اذا ختم القران جمع اهله ودعا "

کہ وہ حضرت جب قرآن پاک ختم فرماتے اپنے اہل کو جمع کرتے اور دعا کرتے۔

اسی اتقان میں بروایت ابن ابی داؤد حکم بن عینیہ سے مروی ہے کہ مجاہد و ابن ابی امامہ نے فرمایا:

الدعاء يستجاب عند ختم القران "

کہ دعا ختم قرآن کے وقت مقبول و مستجاب ہوتی ہے۔

اسی اتقان میں ہے:

" ليسن الدعاء عقب الختم لحديث الطبراني عن العرباض بن سارية مرفوعاً من ختم القران فله دعوة مستجابة وفي الشعب من حديث انس مرفوعاً مع كل ختمة دعوة مستجابة "

یعنی بعد ختم قرآن دعا مسنون ہے اس لئے کہ طبرانی وغیرہ کی حدیث میں عرباض بن ساریہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے قرآن پاک ختم کیا اس کی دعا مستجاب ہے اور شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع مروی ہے جس میں فرمایا ہر ختم کے بعد ایک دعا مستجاب ہے اس لئے بعد ختم قرآن دعا کی جاتی ہے اس سے سنت بھی ادا ہوتی ہے اور مقاصد بھی حاصل ہوتے ہیں اور اسی لئے مسلمان اپنے اموات کے ایصال ثواب کے لئے جب تیجہ یا عرس کراتے ہیں تو قرآن پاک ختم کراتے ہیں تا کہ دعائے مغفرت بعد ختم قرآن مستجاب ہو اور میت اس عالم میں راحت و آرام پائے، وہابیہ اپنی بد عقلی سے ان چیزوں کو بدعت کہتے ہیں جو مسنون ہیں اور جن کی حدیثوں میں ترغیبیں دلائی گئی ہیں۔ یا تو بندگانِ حرص و ہوا نے کتب دینیہ دیکھی ہی نہیں اور احادیث تک ان کی نظر نہیں پہنچتی، محض اپنے تخیل سے جس چیز کو چاہا بدعت کہہ ڈالا یا دیدہ دانستہ پیر کی طرفداری میں حق پوشی کی۔ یہ ہے پیر پرستی اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

(۷) پنج آیت پڑھنا اور دم کرانا:-

پنج آیت پڑھنا اس طرح سے کہ ایک جماعت نوبت بنوبت قرآن کریم کی آیات و سور پڑھیں جائز ہے۔

اتقان میں ہے:

" لا باس باجتماع الجماعة في القراة ولا بادارتها وهي ان يقرأ بعض الجماعة قطعة ثم البعض قطعة بعدها "

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پنج آیت پڑھنا جیسا کہ معمول ہے جائز ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

دم کرنا قرآن پاک پڑھ کر جائز ہے۔ اس کو منع کرنا اور ناجائز بتانا جہل و نادانی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت ام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

" ان النبی ﷺ کان اذا اوی الی فراشه کل لیلة جمع کفیه ثم نفث فیهما فقرء فیهما قل هو الله احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس ثم یمسح بهما ما استطاع من جسده یبدء بهما علی رأسه ووجهه وما اقبل من جسده یفعل ذٰلک ثلث مرات "

یعنی حضور اقدس نبی اکرم ﷺ جب وقت خواب بستر مبارک پر تشریف لاتے ہر دو کفِ دست مبارک کو جمع کر کے ان میں دم کرتے اور سورۂ قل ھو اللہ اور سورۂ فلق و سورۂ ناس پڑھتے، پھر دونوں مبارک ہاتھوں کو جہاں تک وہ ہاتھ پہنچ سکتے اپنے جسم مبارک پر پھیرتے۔ سر مبارک، چہرۂ مبارک اور بدن اقدس کے سامنے کی جانب سے ابتداء فرماتے اور یہ عمل مبارک تین مرتبہ کرتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآنِ کریم پڑھ کر دم کرنا حضور اقدس ﷺ کا فعل ہے، اس کو منع کرنا اور ناجائز بتانا جہل و نادانی ہے۔

اس حدیث کے حاشیہ میں لمعات سے منقول ہے:

" قد روی انه ﷺ فی مرضه اخذ بیدی عائشة فقرأ ونفث فیهما وامرها مرارهما علیٰ جسده الشریف "

یعنی حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنے مرض کی حالت میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہر دو دستِ مبارک میں پڑھ کر دم فرماتے اور ان مبارک ہاتھوں کو اپنے جسم پر پھیرنے کا حکم دیتے۔

دیکھئے دم کرنا اور ہاتھوں کا بدن پر پھیرنا حدیث شریف سے ثابت اور اللہ کے حبیب ﷺ کا فعلِ مبارک ہے، اس کو ناجائز اور بدعت کہنا کیسا اندھا پن اور نابینائی ہے، کیا ان بدنصیبوں کے نزدیک رسول کریم ﷺ کے افعال بھی بدعت ہو گئے؟ تف ہزار تُف اس باطل پر جس کی ضد اس درجہ کو پہنچ گئی کہ اس نے امور مسنونہ افعال نبی کریم ﷺ کو بھی بدعت کہہ ڈالا، مگر اپنی اس بدعت میں وہ خود کہاں بچے گا، اس سے کہو کہ گھر کی خبر تو لے اور اپنے گریبان میں منوھ ڈال کر دیکھ اپنے استاذ الاساتذہ اور پیر پیراں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی کتاب "قول جمیل" پڑھ جس کی آٹھویں فصل میں لکھا ہے:

"سمعته یقول اذا ظهر مرض الحصبة فخذ خیطا ازرق واقرأسورة الرحمن وکلما مررت علیٰ قوله تعالیٰ فبای اٰلآء ربکما تکذبان فعقد عقدة وانفث فیهاوعلق الخیط فی عنق الصبی یعافه الله تعالیٰ من ذٰلک المرض "

اس کا ترجمہ پیشوائے آں طائفہ مولوی خرم علی نے ان لفظوں میں کیا:

"اور میں نے حضرت والا سے سنا فرماتے تھے جب چیچک کی بیماری ظاہر ہو تو نیلا تا دھاگا لے اور اس پر سورۂ رحمٰن پڑھ اور جتنی بار کہ ﴿فبای الاء ربکما تکذبان﴾ پر پہنچے تو ایک گرہ دے اور اس پر پھونک

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ڈال اور دھاگے کو لڑکے کی گردن میں باندھ دے حق تعالیٰ اس کو اس بیماری سے آرام دے گا‘‘

اب دیکھیے یہ لوگ اپنے شیخ المشائخ پر کیا حکم لگاتے ہیں۔ انہوں نے پھونکنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ نیلہ دھاگا اور گرہ لگانا اور اضافہ فرمایا، ان کے نزدیک تو یہ ڈبل بدعتیں ہوئیں، ان کے متعلق بھی کچھ حکم صادر کریں۔

انہی شاہ صاحب نے اسی فصل میں یہ بھی فرمایا:

” والتی تملص جنینها یاخذ خیطاً معصفراً علیٰ مقدار طولها ویعقد علیه تسع عقد ینفث فی کل منها واصبر وما صبرک الا باللہ الیٰ محسنون وقل یا ایها الکافرون الیٰ اٰخرها “

اس کا ترجمہ مولوی خرم علی نے یہ لکھا:

’’اور جو عورت بچہ اسقاط کر دیتی ہو تو ایک دھاگا کُسم کا رنگا اس کے قد کے برابر لے اور اس پر نو گرہ لگا دے اور ہر گرہ پر آیہ:

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ ......تا...... مُحْسِنُوْنَ﴾ اور ﴿قُلْ یَآ اَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ﴾

پڑھے اور پھونکے۔

کہیے یہ ڈورا اور کُسم کا رنگ اور عورت کے قد کا ناپ اور نو گرہیں اور پھر پھونکنا بدعت ہوا یا نہیں؟ اور ان کی اصل ونسل بدعتی ٹھہریں یا نہیں؟ اور اس پھونکنے سے یہ لوگ نہ جلے نہ پھکے اور نہ انہوں نے اپنے پیر کے حکموں کو بدعت بتایا۔ پھکتے تو ہیں افعال نبی ﷺ سے۔ آپ کے افعال کو جرأت کے ساتھ بدعت بتا بیٹھتے ہیں۔ پیر سے عداوت نہیں جو ان کے افعال پر حکم لگائیں، شاہ صاحب نے اس قسم کی بدعات کا انبار لگا دیا ہے۔ اسی فصل میں لکھتے ہیں:

” ولمن به الخنازیر یعقد علی سیر من الادیم علی مقدار طول المریض احدی واربعین عقدة ینفث فی کل عقدة بسم اللہ الرحمن الرحیم اعوذ بعزة اللہ ...... الخ “

اس کا ترجمہ مولوی خرم علی نے یہ لکھا:

’’اور جس کی گردن میں کنٹھ مالا ہو تو چمڑے کے تسمے پر جو مریض کے قد کے برابر ہو اکتالیس گرہ دے اور ہر گرہ پر یہ دعا پھونکے‘‘

کہئے اب بھی اس پھونکنے سے تم بھی کچھ پھکے یا دو ہی ضد ہے؟ شاید یہ کہو کہ وہ پیر پرانے ہو گئے اب تو نئی گلی نیا کھیل آج تو مولوی اشرف علی کی چلتی ہے ان کے سامنے پرانوں کو کون پوچھے، تو مولوی اشرف علی کا ترجمہ قرآن اٹھا لایئے اور سورۂ فاتحہ کے خواص دیکھئے جہاں وہ لکھتے ہیں کہ:

’’امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ الحمد شریف چالیس بار پانی پر دم کر کے بخار والوں کے منہ پر چھینٹا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

دے تو انشاء اللہ تعالیٰ بخار دفع ہو (در النظیم) آنکھ کے درد کے لئے فجر کی سنت و فرض کے درمیان اکتالیس بار دم کرنے سے درد جاتا ہے۔"

اب دیکھئے ان کے دین کے اس نئے مجتہد نے پانی پر دم کرنے کا بھی حکم دیا اور مریض پر دم کرنے کا بھی اور اسی ترجمہ میں یہیں بحوالہ تفسیر عزیزی لکھا ہے کہ "ہر قسم کے درد کے لئے سات بار پڑھ کر دم کرنا بھی مجرب ہے"۔

دیکھنا ہے کہ اب یہ کیا کہتے ہیں اپنے اس حکم کو غلط مانتے ہیں، یا اپنے نئے پرانے پیروں کو بدعتی گردانتے ہیں، یہ حقیقت ہوتی ہے، ان کی بدعتوں کی:

" لا حول ولا قوۃ الا باللہ " .

(۸) تقسیم شیرینی:-

ختم قرآن کریم کے بعد تقسیم شیرینی کا طریقہ مسلمانوں میں صدیوں سے بلانکیر رائج و معمول ہے اور علماء و صلحاء کا اس پر عمل رہا ہے اور صالحین کا طریقہ اللہ تعالیٰ کو محبوب و پسندیدہ ہے۔ اسی راستہ پر چلنے کی دعا سورۂ فاتحہ میں تلقین فرمائی گئی:

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾

ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما، ان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے نعمت فرمائی اور وہ حضرات جو منعم علیہم ہیں اور نعمت الٰہی کے ساتھ امتیاز رکھتے ہیں وہ چار گروہ ہیں جن میں اخیر صالحین ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

﴿ اُولئک الذین انعم اللہ علیهم من النبیین والصدیقین والشهدآء والصالحین ﴾

وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا، انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین، ان آیات سے معلوم ہوا کہ صالحین منعم علیہم ہیں ان پر انعام الٰہی ہے اور مسلمانوں کو ان کی راہ ہدایت چاہنے کی سورۂ فاتحہ میں تلقین فرمائی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ صالحین کی راہ صراط مستقیم ہے۔ تو جب تقسیم شیرینی کا عمل صالحین کا طریقہ ہے تو یقیناً صراط مستقیم میں داخل ہے، اس کا انکار وہ کرے گا جو صراط مستقیم سے منحرف ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسوں کے شر سے بچائے اور صراط مستقیم پر قائم رکھے، حدیث شریف میں بھی اس مضمون کو صاف کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

" ماراٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن "

جس چیز کو مسلمانوں نے اچھا جانا وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔

جواب نمبر ۱:- میں جو احادیث گذری ہیں ان سے ثابت ہے کہ ختم قرآن پاک کے لئے اہتمام اور خوشی اور احباب کا جمع کرنا طریقہ صحابہ کرام ہے۔ شیرینی کی تقسیم بھی ختم کی خوشی کا ایک طریقہ ہے لہذا بے شبہ مستحسن ہے۔ بعض جاہل جو اپنی نمود پر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مرتے ہیں ختم سے ایک یا دو روز پہلے شیرینی تقسم کردیتے ہیں گویا ان کے نزدیک تقسیم شیرینی تو ضرور ہے مگر وقت ختم ہونا اس کا قابل اعتراض ہے یہ عمل ان کا جہالت اور طریق صحابہ سے ناواقفی ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ختم کے لئے اہتمام فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ غیر رمضان میں بھی ختم کے لئے روزہ رکھتے تھے اسی دن اہل واحباب کو جمع کرتے تھے، لوگوں کو بلاتے تھے۔ پھر ختم کے دن میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اس شیرینی پر اگر دم کردیا جائے تو وہ تبرک ہو اور اس سے مسلمان منتفع ہوسکیں، وہ اگر قرآن کریم کی برکت کے دل سے قائل ہوتے تو وہ اس تبرک کی دل سے قدر کرتے لیکن ان کے نزدیک تو حلال کھانا اور لذیذ وطیب غذائیں بھی قرآن پاک پڑھنے سے معاذ اللہ خراب ہوجاتی ہیں اس لئے وہ فاتحہ کو منع کرتے ہیں اور فاتحہ کے کھانے کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اگر انہیں قرآن پاک کی برکت کا اعتقاد ہوتا تو ہر گز طعام فاتحہ کو برا نہ سمجھتے اور ختم قرآن پاک کے منکر نہ ہوتے۔

" واللہ یھدی من یشآء الیٰ سواء السبیل "

(۹) خطبۃ الوداع:۔

خطبۃ الوداع میں ان وہابیہ نے نہایت شور وغل مچایا اور اس خطبہ کو ناجائز وممنوع بتایا، باوجودیکہ ان کے پاس ممانعت کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے اور نہ وہ کوئی ایک حدیث یا ایک فقہی عبارت اس کے عدم جواز میں پیش کرسکتے ہیں، مگر ان کا دستور ہی یہ ہے کہ وہ اپنی رائے کو دین میں دخل دیتے ہیں اور اپنے خیال باطل سے جس چیز کو چاہتے ہیں ناجائز کر ڈالتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ منصب رسالت پر حملہ کرتے اور اس لئے بعد نبی ﷺ کے اور نیا نبی پیدا ہونا ممکن ٹھہرایا، اسی لئے انبیاء کو بڑا بھائی بتایا (علیہم الصلوٰۃ والسلام)، اسی لئے بعد نبی ﷺ کے نیا نبی پیدا ہونا ممکن ٹھہرایا اور اس کو منافیٔ خاتمیت نہ جانا، اسی لئے اپنے بڑوں کو انبیاء کا استاد بھائی کہا اور ان کی طرف وحی باطنی آنے کا دعویٰ کیا، چونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ارشاد واجب العمل اور دلیل شرعی ہیں اور ان کا اتباع سب پر لازم ہے کسی کو حق نہیں کہ ان سے کسی حکم کی دلیل مانگے احکام ان کی طرف مفوض ہوتے ہیں۔ ان کو بھی حرص ہوئی کہ وہ بھی شارع بنیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرکے دنیا پر اپنے حکم چلائیں اس لیے انہوں نے یہ وطیرہ اختیار کرلیا کہ جس چیز کو چاہا بے دلیل ممنوع وناجائز کہہ دیا، خطبۃ الوداع کس طرح ناجائز ہوگیا، خطبہ میں جو چیزیں شرعاً مطلوب ہیں ان میں سے کون کا ان میں نہیں پائی جاتی، یا کون سا امر ممنوع اس میں داخل ہے؟ تذکیر خطبہ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے، رمضان مبارک کے گزرے ہوئے ایام میں عمل خیر پر حسرت افسوس اور بابرکت ایام کو غفلت میں گزارنے پر قلق وندامت اور مہینہ کی رخصتی کے وقت اپنی گذشتہ کوتاہیوں کو نظر میں لاکر آئندہ کے لئے تیقظ و بیداری اور مسلمانوں کو عمل خیر کی تحریص وتشویق یہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بترین طریقہ تذکیر ہے اور اس میں نہایت نافع وسود مند نصیحت و پند ہے، اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ روتے روتے لوگوں کی ہڑکیں بندھ جاتی ہیں اور انہیں سچی توبہ نصیب ہوتی ہے۔ بارگاہ الٰہی میں استغفار کرتے ہیں، آئندہ کے لئے اعمال نیک کا مصمم ارادہ کر لیتے ہیں، اس تذکیر کو فقہاء نے سنت فرمایا، عالمگیری میں ہے: "**عاشرها العظة والتذكير**" یعنی خطبہ کی دسویں سنت پند و نصیحت ہے۔ وہابیہ نے اس سنت کو بدعت و ناجائز کہہ دیا، اس جرأت کی کیا انتہا اور اس بیباکی کی کیا حد کہ شریعتِ طاہرہ میں جو چیز سنت ہو، یہ ظالم اس کو بدعت و ناروا بتائیں، یا یہ مطلب ہے کہ بعینہ یہ الفاظ حضور سید عالم ﷺ سے منقول نہیں۔ تو بھی باطل ہے کیونکہ سنت فقط پند و نصیحت ہے خواہ وہ کسی عبارت سے بھی حاصل ہو، نہ کہ خاص الفاظ اور یہ خود جو خطبے پڑھتے ہیں ان کے الفاظ و عبارتیں کب حضور سے منقول ہیں اور کیوں یہ خاص حضور ہی کے خطبے نہیں پڑھتے نئے نئے خطبے کیوں اپنی طرف سے گھڑتے ہیں، ان کے گرو گھنٹال اسمٰعیل دہلوی مصنف "تقویۃ الایمان" کا خطبہ چھپا ہوا موجود ہے۔ یہ خطبہ لکھ کر وہ بدعتی ہو گیا اور جو وہابی اس خطبہ کو پڑھتا ہے وہ اپنے ہی حکم سے بدعتی ہے، ورنہ کیا معنی کہ تمہارا بنایا ہوا خطبہ بدعت نہ ہو؟ اور اکابر علماء دین کے خطبے بدعت ہو جائیں۔ بات یہ ہے کہ وہابی کا عمل اس کے قول پر لعنت کیا کرتا ہے۔ ان کے لکھنے کی باتیں اور ہوتی ہیں اور کرنے کی اور۔ وہابیہ کا یہ بھی اعتراض ہے کہ اس جمعہ کو جمعۃ الوداع کیوں کہتے ہیں؟ مگر یہ ایسی لایعنی بات ہے کہ کوئی سمجھ دار انسان اس طرح کی بات زبان پر لانا گوارا نہیں کرے گا۔ کون نہیں جانتا کہ رمضان مبارک کا سب سے پچھلا جمعہ، جمعہ اخیرہ اور وقت وداع کا جمعہ ہے۔ اس کو جمعۃ الوداع کہہ دیا تو کیا بیجا، کبھی وہابی یہ نہیں سوچتا کہ اس کو عبدالحق کیوں کہتے ہیں، سارے ہی مسلمان عبدالحق ہیں اسی کی کیا تخصیص ہے۔ اسی طرح رشید احمد، خلیل احمد وغیرہ نام کیوں رکھے جاتے ہیں۔ جمعۃ الوداع کو تو مناسبت بھی ہے۔ ان ناموں کو تو ان اشخاص کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں۔ پھر مسجدوں کے نام رکھ لئے ہیں۔ کسی مسجد کا نام موتی مسجد، نہ اس میں موتی لگے ہیں نہ موتی نام کوئی مرد یا عورت اس کا بانی تھا، پھر یہ نام کیوں رکھا گیا؟ اور مسجدوں کے ایسے نام رکھنے کہیں قرون ثلثہ میں پائے گئے تھے؟ مدرسہ کا نام رکھ لیا مدرسۃ الغرباء، اس نام کی کیا سند ہے؟ بس وداع نام سے چڑ ہے اور ہر چیز کا نام رکھتے پھرتے ہیں۔

(۱۰) عید کی سویاں:۔

سویاں اگرچہ نہایت نفیس طیب اور لذیذ غذا ہے مگر حلوہ خوردن روئے باید وہابیوں کی چڑ ہے، اس سے بہت کھسیاتے ہیں لطافت طبع کا یہ عالم کہ کوا ہضم، اس کا کھانا سو شہیدوں کا ثواب، وہابیوں کو کپورے بہت مرغوب، فتاویٰ رشید یہ میں اس کو جائز لکھا ہے، ہندوؤں کے یہاں کی ہولی، دیوالی کی پوری کچوری شوق سے کھا جاتے ہیں، مگر شب برات کو مسلمان حلال مال سے جو پاکیزہ حلوہ تیار کرے اس سے بہت نفرت ہے۔ عید کے روز سویاں جو کمال نفاست کے ساتھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

پکائی جاتی ہیں، اس کی مخالفت میں وہابی بہت سرگرم رہتے ہیں۔ پوچھئے یہ کیوں؟ کیا میدہ ناجائز ہے؟ یا سویوں میں کوئی ناجائز چیز پڑی ہے؟ یہ کہہ نہیں سکتے تو پھر ناجائز کیسے ہوگئیں؟ مگر وہابیہ نے قرآن پاک کے احکام نہیں دیکھے، یا دیدہ دانستہ قرآن پاک کی مخالفت پر کمر باندھی، اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾

اے ایمان والو! نہ حرام ٹھہراؤ ان پاک چیزوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال فرمایا اور حد سے نہ گزرو بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتا حد سے گزرنے والوں کو۔ مگر وہابیہ نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ شب برات کے حلال طیب حلوے کو اور عید کی حلال طیب سویوں کو بے دھڑک ناجائز کر دیا، اس میں قرآن کریم کی مخالفت ہے، حکم الٰہی کی نافرمانی ہے۔ رہا یہ عذر کہ عید کے روز خاص کر سویاں پکانے کو منع کیا جاتا ہے، تو اس میں دو غلطیاں ہیں اول تو سویاں عید کے ساتھ خاص نہیں۔ بکثرت لوگ دوسرے ایام میں بھی سویاں پکاتے ہیں، رمضان مبارک میں بھی پکتی ہیں اس کے بعد بھی پکتی ہیں۔ ایسا کوئی بھی نہیں ہے جو یہ سمجھتا ہو کہ عید کے سوا کسی دن سویاں کھانا جائز ہی نہیں ہے۔ دوسری غلطی یہ کہ اگر سویاں خاص عید کو ہی پکتی ہوتیں اور کسی دن نہ پکتیں مگر لوگ جانتے یہ کہ دوسرے ایام میں بھی ان کا پکانا جائز ہے تو بھی اس کی ممانعت کی کیا وجہ ہے؟ کیا عید کے روز حلال چیز پکانے سے حرام ہو جاتی ہے؟ شرع مطہرہ میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ عیدین کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت کے ایام ہیں۔ وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے یہاں ضیافت ہو تو حلال چیز بھی حرام ہو جائے، مگر لطف یہ کہ جس طرح سویاں عید کو پکائی جاتی ہیں اسی طرح افطار میں سارے مہینہ دال سیو استعمال میں رہتے ہیں اور وہابی خوب ان کے پھنکے اڑاتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے گھر کی پکی ہوئی سویاں تو ناجائز ہوگئیں اور ہندوؤں کے بنائے ہوئے دال سے جائز ہی رہے۔ یہ شاید کانگرس کی محبت میں مورد عنایت ٹھہرے۔ سیو اور سویوں میں فرق کیا ہے صنعت دونوں کی ایک طرح کی ہے سویاں میدہ کی ہوتی ہیں اور سیو بیسن کے، مگر انہیں ناجائز کرنے میں ہندو دوستوں کی تجارت کو نقصان پہنچتا تھا، تو آج تک کسی وہابی مولوی نے بھی دال سیو سے افطار ممنوع و بدعت نہیں ٹھہرایا، اس کے علاوہ ایک فرق اور بھی ہے اور وہ یہ کہ افطار میں کھجور افضل ہے، سیو اور دال کو کوئی فضیلت نہیں، مگر عید کے روز سویوں سے ایک مستحب ادا ہوتا ہے، عالمگیری میں ہے:

"واستحب فی عید الفطر ان یاکل قبل الخروج الی المصلی تمیرات ثلاثاً او خمساً او سبعاً او اقل او اکثر بعد ان یکون وتراً والا ما شآء من ای حلو کان کذا فی العینی شرح الکنز"

یعنی عید الفطر کے دن نماز عید کو جانے سے قبل مستحب ہے کہ مسلمان کھجوریں تین یا پانچ یا سات یا کم یا زیادہ کھائے مگر ہوں وتر، ورنہ اگر کھجوریں نہ کھائے تو جو شیرینی چاہئے، فقہ کی کتابوں کا تو یہ حکم کہ جو شیرینی چاہئے کھائے۔ اس کا کھانا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مستحب اور وہابی مولوی کا یہ حکم کہ اگر مسلمان شیریں سویاں کھانا چاہے تو ناجائز، یہ حکم قرآن کے بھی خلاف، فقہ کے بھی خلاف بے دینوں نے شریعت کی مخالفت کو دین سمجھا ہے اور پھر اس پر وہ شدت ہے وہ سرگرمی ہے وہ کوششیں ہیں جو کسی امر حرام کے روکنے کے لئے وہابیوں کو کبھی میسر نہ آئیں۔

(۱۱) مصافحہ ومعانقہ:-

عید کے روز مصافحہ ومعانقہ کی ممانعت میں وہابیہ کو نہایت اصرار ہے اور اس کو روکنے کے لئے وہ انتہائی کوششیں کرتے ہیں، بدعت سیہ وناجائز بتاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ مصافحہ ومعانقہ سنت ہے، رسول کریم ﷺ سے ثابت ہے ان دونوں کے باب میں احادیث وارد ہوئیں۔

حدیث نمبر ۱: بخاری شریف میں حضرت قتادہ سے مروی ہے:

" قلت لانس اکانت المصافحة فی اصحاب النبی ﷺ قال نعم "

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا اصحابِ رسول ﷺ میں مصافحہ تھا؟ فرمایا کہ ہاں۔

حدیث نمبر ۲: امام احمد وترمذی وابن ماجہ نے حضرت براء بن عازب سے حدیث مرفوع روایت کی:

" قال النبی ﷺ ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفرلهما قبل ان یفترقا "

کوئی دو مسلمان ایسے نہیں ہیں کہ باہم مل کر مصافحہ کریں مگر ان کے جدا ہونے سے پیشتر ان کی مغفرت فرمادی جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۳: امام مالک نے مرسلاً عطا خراسانی سے روایت کی:

" ان رسول اللہ ﷺ قال تصافحوا یذهب الغل "

رسول کریم ﷺ نے فرمایا مصافحے کرو تا کہ کینہ دور ہو۔

حدیث نمبر ۴: بیہقی نے براء بن عازب سے روایت کی کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

" المسلمان اذا تصافحا لم یبق بینهما ذنب الاسقط "

دو مسلمان جب باہم مصافحہ کرتے ہیں ان کے درمیان کوئی گناہ نہیں رہتا مگر ساقط ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۵: ابوداؤد نے ایوب ابن بشیر سے روایت کی کہ وہ قبیلہ عنزہ کے ایک مرد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا:

" هل کان رسول اللہ ﷺ یصافحکم اذا لقیتموه قال مالقیته قط الا صافحنی وبعث الی ذات

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یوم ولم اکن فی اھلی فلما جئت اخبرت فاتیته فالتزمنی و کانت تلک اجود اجود "

یعنی کیا رسول اللہ ﷺ مصافحہ فرماتے تھے جب تم حضور سے ملتے؟ حضرت ابوذر نے فرمایا کہ میں حضور سے کبھی نہ ملا مگر جب ملا حضور نے مجھ سے مصافحہ فرمایا اور ایک روز میری طرف آدمی بھیجا اور میں اپنی اہل میں نہ تھا پس جب میں آیا تو مجھے خبر دی گئی میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور تخت پر جلوہ افروز تھے، حضور نے مجھ سے معانقہ فرمایا تو یہ معانقہ نہایت ہی خوب تر اور خوب تر ہوا۔

حدیث نمبر ۶: امام احمد نے یعلیٰ سے روایت کی:

" ان حسناً و حسیناً استبقا الی رسول اللہ ﷺ فضمھما الیه"

امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور سید عالم ﷺ کے پاس دوڑ کر آئے حضور علیہ وآلہ واصحابہ والصلوٰۃ والسلام نے انہیں سینے سے لگا لیا۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ و معانقہ سنت رسول ہے۔ ﷺ اب رہا کہ کسی خاص وقت میں سنت ہے یا مطلقاً؟ احادیث مذکورۂ بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت کسی مخصوص وقت کے ساتھ خاص نہیں جس وقت جس زمانہ جس دن بھی مصافحہ یا معانقہ علیٰ وجہ محمود کیا جائے گا سنت ہی ہوگا اور ادائے سنت کی نیت رکھنے والے کو سنت کا ثواب ملے گا۔ مجمع البحار میں ہے:

" ھی سنة مستحبة عند کل لقاءٍ وما اعتادوہ بعد صلوٰۃ الصبح والعصر لا اصل له فی الشرع ولکن لا باس به وکونھم حافظین علیھا فی بعض الاحوال مفرطین فیھا فی کثیر منھا لا یخرج ذٰلک البعض عن کونه مما ورد الشرع باصلھا و ھی من البدع المباحة "

یعنی مصافحہ ہر ملاقات کے وقت سنت مستحبہ ہے اور یہ جو لوگوں نے نماز فجر و عصر کے بعد عادت ڈال لی ہے اس عادت کی شرع میں کوئی اصل نہیں، لیکن اس میں کچھ مضائقہ بھی نہیں اور بعض اوقات میں لوگوں کا مصافحہ کی پابندی کرنا اور بہت حالات میں کوتاہی کر جانا ان بعض اوقات کو اس سے خارج نہیں کر دیتا جن کی اصل کے ساتھ شرع وارد ہوئی (یعنی بعد عصر و فجر کی پابندی مصافحہ کو سنیت سے خارج نہیں کرتی) اور یہ عادت (یعنی فجر و عصر کے بعد پابندی مصافحہ) بدعات مباحہ میں سے ہے۔

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ مصافحہ ہر ایک ملاقات کے وقت سنت مستحبہ ہے خواہ وہ ملاقات عید کو ہو یا رمضان میں یا ذی الحجہ میں یا جمعہ کو یا اور کسی روز اور خواہ صبح کو ہو یا دوپہر کو یا شام یا شب میں جب کبھی ملاقات ہوگی اور مصافحہ کیا جائے گا سنت ہی رہے گا۔ کوئی وقت اور کوئی دن اس کو سنت سے خارج نہ کر سکے گا۔ یہی احادیث مذکورۂ بالا سے ثابت ہوتا ہے، چنانچہ حدیث نمبر ۲ و حدیث نمبر ۵ سے یہ مضمون صراحتاً ظاہر ہو رہا ہے، اب عید کے روز مصافحہ کا منع کرنا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حدیث شریف کی مخالفت ہے۔

دوسری بات عبارتِ مجمع البحار سے یہ معلوم ہوئی کہ مصافحہ بعد نماز فجر وعصر جو معمول ہے جائز ہے اور ان وقتوں کی پابندی اس کو ثابت الاصل فی الشرع ہونے سے خارج نہیں کرتی اور ایسی عادت ڈال لینا بدعت مباحہ میں سے ہے، یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ مصافحہ بعد عصر وفجر کو سنت میں داخل کرنا اور بدعتِ مباحہ بتانا دو متضاد اور مخالف باتیں ہیں، کیونکہ بدعتِ حسنہ خود وہابیہ کے اقرار سے مخالف سنت نہیں، بلکہ داخل سنت ہوتی ہے، چنانچہ پیشوائے وہابیہ نے "براہین قاطعہ" صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے کہ:

"قسم اول کو بدعت حسنہ نام رکھتے ہیں اور ملحق بالسنہ جانتے ہیں" اور اس سے چند سطر بعد پھر لکھا کہ "قسم محمود سنت میں داخل ہے۔"

جب بدعت حسنہ سنت میں داخل ہوئی تو مجمع البحار کی عبارت میں کوئی شبہ نہ رہا اور صاف ثابت ہو گیا کہ فجر وعصر کے بعد مصافحہ کی عادت داخلِ سنت ہے اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

"ومصافحہ سنت است نزد ملاقات و باید کہ بہر دو دست بود و آنکہ بعضے مرد مصافحہ بعد از نماز میکنند یا بعد نماز جمعہ کنند چیزے نیست و بدعت است از جہت تخصیص وقت امانیت مصافحہ کے علی الاطلاق است باقی ست پس بوجہے سنت است وبوجہے دیگر بدعت"

اس سے معلوم ہوا کہ مصافحہ تو سنت ہی ہے خواہ بعد فجر وعصر ہو یا بعد جمع، البتہ تخصیص اس طرح کہ دوسرے اوقات میں نہ کیا جائے بدعت مباحہ ہے۔

تیسری بات مجمع البحار سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ کلام ایسی عادت میں ہے کہ بعد فجر وعصر تو مصافحہ کی پابندی کی جائے اور دوسرے اوقات میں بکثرت کوتاہی ہو اور اگر اور اوقات میں بھی مصافحہ کیا جائے تو اس میں کچھ کلام ہی نہیں۔

چوتھی بات اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ کسی عمل کا کسی خاص وقت میں عادی ہو جانا اس عمل کے حکم کو نہیں بدلتا اور جائز کو ناجائز نہیں کر ڈالتا۔

اب عید کے مصافحہ پر غور کیجئے تو آج کل مسلمانوں کا یہ معمول ہے کہ عید کو بھی مصافحہ کرتے ہیں اور بغیر عید کے بھی مصافحہ کرنے والے کوئی تخصیص نہیں کرتے۔ البتہ مانعین منکرین یعنی وہابیہ عیدین کے مصافحہ کو اطلاق احادیث کے خلاف

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ناجائز کہتے اور مصافحہ کو باقی ایام کے ساتھ عمل و اعتقاد میں خاص کرتے ہیں یہ تغیر سنت اور تبدیل حکم پیغمبر ہے علیہ الصلوۃ والسلام اور یہی بدعت مذمومہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

" قال رسول اللہ ﷺ ما احدث قومہ بدعۃ الا رفع مثلھا من السنۃ رواہ احمد "

یعنی جوکوئی قوم کوئی بدعت نکالتی ہے اس کی مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔ دوسری حدیث دارمی کی ہے اس کے یہ الفاظ ہیں:

" ما ابتدع قوم بدعۃ فی دینھم الانزع اللہ من سنتھم مثلھا ثم لا یعیدھا الیھم الیٰ یوم القیمۃ "

یعنی کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت نہیں نکالتی مگر (جب نکالتی ہے) تو اللہ تعالیٰ ان کی سنتوں میں اس کی مثل اٹھا لیتا ہے پھر اس کی طرف قیامت تک واپس نہیں فرماتا ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ایک بدعت سیہء کی شامت و نحوست سے بدعتی قوم ایک سنت سے محروم کردی جاتی ہے۔

اب دیکھئے کہ احادیث مذکورۂ بالا سے ثابت ہے کہ مصافحہ جمیع اوقات و ازمان میں مسنون و مستحب ہے۔ وہابیہ نے مصافحہ عیدین کو ناجائز بتایا، اس سے وہ اس سنت سے محروم ہو گئے اور مصافحہ و معانقہ جو جمیع ازمان میں مسنون تھا اس کو انہوں نے خلاف شرع غیر ایام عیدین کے ساتھ خاص کردیا اور ایام عیدین کو عموم اوقات سے محض اپنی رائے سے خارج کردیا، یہ ابتداع فی الدین ہوا اور اس سے رفع سنت لازم آیا، یہ وہابیہ کی بدعت سیہء ہے۔

معانقہ کی نسبت وہابیہ نے یہ مشہور کیا ہے کہ معانقہ صرف وقتِ قدوم یعنی سفر سے آنے کے بعد جائز ہے، یہ غلط ہے کیونکہ احادیث مذکورۂ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ معانقہ قدوم کے ساتھ مشروط نہیں، کیونکہ حدیث نمبر ۵، و ۶، سے صاف ظاہر ہے کہ معانقہ کے لئے سفر سے آنا شرط نہیں اور ان دونوں حدیثوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو معانقہ ثابت ہے وہ بعد سفر نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث نمبر ۵، کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" از ینجا معلوم گردد کہ معانقہ در غیر حالِ قدوم از سفر نیز آمدہ از برائے اظہار محبت و عنایت "

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معانقہ سفر سے آنے کے سوا اور حالات میں بھی اظہار محبت وعنایت کے لئے ثابت ہے۔ جب حدیث شریف سے یہ معلوم ہو گیا کہ معانقہ اظہار محبت کے لئے بھی ہوتا ہے۔ تو اب معانقہ عیدین میں کیا کلام رہا جو یقیناً اظہار محبت ہی کے لئے کیا جاتا ہے، اس کا سنت ہونا حدیث سے ثابت ہوا۔ وہابیہ نے ستم ڈھایا کہ سنت کو بدعت بتادیا:

" ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم "

یہ بھی وہابیہ کے معلومات کی کمی ہے کہ وہ معانقہ کو وقتِ قدوم سفر کے ساتھ خاص کرتے ہیں انہیں معلوم نہیں کہ معانقہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کن کن اوقات میں اور کن کن حالات میں مشروع ہے اگر اشعۃ اللمعات بھی دیکھی ہوتی تو اتنا جانتے کہ قدوم کے علاوہ تو دیع اور طویل عہد ملاقات اور حب فی اللہ بھی اس کے محل ہیں۔ حضرت شیخ محقق قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

"وجائز آنکه نزد تودیع و قدوم سفر باشد یا بجهت طول عهد ملاقات یا غلبه و شدت حب فی الله بود"

اور ظاہر ہے کہ عیدین میں دور دور سے لوگ اپنے وطن آتے ہیں اور مدتوں کے بچھڑے باہم ملتے ہیں تو یہاں معانقہ کے تین وجوہ پائے گئے، ایک اظہار محبت ومودت، دوسرے قدوم سفر اور تیسرے طول عہد ملاقات، پھر ان سب سے اندھا بن جانا اور عید کے روز معانقہ ومصافحہ کو ناجائز کہے جانا کس قدر جہالت وحق فراموشی وباطل کوشی ہے۔ جاہلوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ معانقہ کس حال میں ممنوع ومکروہ ہے؟ حضرت شیخ محقق قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

"واز شیخ ابو منصور ماتریدی درتطبیق احادیث نقل کرده شده است که آنچه بروجه شهوت بود مکروه است وآنچه برو کرامت باشد مشروع و گفته اند که خلاف درجا نیست که برهنه تن باشد اما باقمیص و جبه لا باس به است باجماع و هوالصحیح کذا فی الکافی"

اس سے معلوم ہوا کہ جو معانقہ شہوت کے ساتھ ہو وہ مکروہ ہے اور جو بروکرامت کے طور پر ہو جیسا کہ عیدین میں ہوتا ہے وہ جائز ومشروع ہے۔ علماء نے یہ بھی فرمایا کہ خلاف اس میں ہے کہ معانقہ برہنہ تن ہو کر کیا جائے، کرتہ قمیص وغیرہ کوئی کپڑا بدن پر نہ ہو، ننگے سینہ سے ننگا سینہ ملایا جائے۔ لیکن جب قمیص یا جبہ اور کوئی کپڑا حائل ہو تو معانقہ باجماع جائز ہے، یہی صحیح ہے فقہاء تو یہ فرماتے ہیں، مگر وہابیہ کی یہ ضد کسی طرح مانتی ہی نہیں۔ حدیث وفقہ کی تو وہابیہ کو کیا پرواہ ہوگی، اور وہ کیا مانیں گے۔ اب ہم انہیں انہی کے امام ومقتداء بزرگ وپیشوا کا قول دکھائیں شاید اسی سے کچھ شرمائیں۔

"زبدۃ النصائح" میں مولوی اسمٰعیل دہلوی پیشوائے وہابیہ کی تقریر میں ہے:

"همه اوضاع از قرآن خوانی و فاتحه خوانی و طعام خورایندن سوائے کندن چاه و مثاله و دعاء واستغفار واضحیه بدعت است گو بدعت حسنه بالخصوص است مثل معانقه روز عید و مصافحه بعد نماز صبح و یا عصر"

یعنی کنواں کھودنے اور اس کی مثل اور کام اور دعاء واستغفار قرآن کے سوا تمام اوضاع قرآنی خوانی وفاتحہ خوانی اور کھانا کھلانا سب بدعت ہیں گو خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے کہ عید کے دن کا معانقہ اور نماز صبح وعصر کے بعد مصافحہ بدعت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حسنہ ہے۔

وہابیوں کے اس پیشوا نے عید کے معانقہ کو تو بدعتِ حسنہ بتایا ہی تھا اس کے ساتھ فجر و عصر کے بعد کا مصافحہ اور قرآن خوانی و فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانا یعنی فاتحہ گیارہویں، تیجہ، چالیسواں، عرس وغیرہ سب کو بدعت حسنہ بتایا اور وہابیوں کے سارے گھر ہی کو ڈھا دیا کیونکہ وہابیہ کے نزدیک بدعت حسنہ داخل سنت ہوتی ہے، جیسا کہ ہم اوپر بحوالہ "براہین قاطعہ" نقل کر چکے ہیں، تو وہابیہ کے طور پر یہ تمام امور سنت ہوئے۔ کس قدر ڈھٹائی ہے کہ معانقہ عیدین جو حدیث و فقہ کے علاوہ خود امام الوہابیہ کے قول سے سنت ثابت ہوا نئے وہابی اس کو تشبیہ بالہنود بتائیں تو گویا تشبیہ بالہنود کو ان کا امام سنت کہتا ہے، شرم۔

یہ تو ان کو کیا معلوم ہوگا کہ تشبیہ میں کیا کیا شرطیں ہیں اور تشبہ کن حالات میں ممنوع ہوتا ہے، مگر شاہی مسجد مراد آباد میں گھنٹی بجاتے ہوئے ہنود کا تشبہ یاد نہ آیا؟ اور اب تشبہ کی وہابیہ کو کیا پروا ہے، قشقے لگا چکے، ٹلکلیاں اٹھا چکے، جے بول چکے، انگوچھے ڈال چکے، مسجدوں میں ہندوؤں کو اعزاز و اکرام کے ساتھ بلند مقاموں پر بٹھا چکے۔ ہندو لیڈر کو اپنا رہنما و پیشوا بنا چکے، مسلمانوں سے لڑے اور ہندوؤں سے ملے۔ مسلمانوں پر تبرا کیا اور ہندوؤں کی تعریفیں کیں، ہندوؤں کی اتباع میں جیل تک کاٹی، سب ہندوؤں کے تشبہ کے کا نا گوار ہونا ایک بہانہ ہے حیلہ ہے۔

"ولا حول ولا قوۃ الا باللہ"۔

مسائل بحمد اللہ تعالیٰ قرآن کریم اور احادیث نبویہ و عبارات کتب معتبرہ فقہیہ اور خود تصریحات اکابر وہابیہ سے ثابت کر دیئے گئے۔ اس وضوحِ تام کے بعد بھی اگر وہابیہ کو انکار ہے تو یہ ایک بے مثال ضد اور بے نظیر ہٹ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ آنکھوں سے پردے اٹھائے اور دلوں کو قبول حق کی توفیق مرحمت فرمائے، اور مسلمانوں میں آئے دن کی تفرقہ اندازی سے بچائے، آمین۔

والحمدللہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و خاتم رسولہ وعلیٰ جمیع انبیائہ و من تبعهم اجمعین آمین۔

العبد المعتصم بحبلہ المتین

کتبہ

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

عُرس کا حکم

استفتاء از منوناتھ بھنجن قاسم پورہ ضلع اعظم گڑھ، مرسلہ مولانا مولوی ابو المحامد احمد علی صاحب زید لطفہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان متین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبروں پر عرس کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب بسندِ کتاب اور یہ کہ لغۃً عرس کے کیا معنی ہیں بعبارتِ عربیہ یا فارسیہ وترجمہ مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں فقط۔

الجواب:- "نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم" بزرگان دین کے مزارات پر ان کی وفات کے دن جو لوگ زیارت وایصال ثواب وحصولِ برکات کے لئے سالانہ حاضر ہوتے ہیں اس کو عرس کہتے ہیں" غیاث اللغات" میں ہے مجازاً بمعنی مجلسِ فاتحہ بزرگان کہ بروز وفات بعد از سالے کنند چرا کہ رحلت از غمکدۂ بمنزلہ شادی عروسی است بحق عاشقان حق چنانکہ سعدی فرماید

عروسی بود نوبتِ ماتمت — اگر نیک روزی بود خاتمت

لفظ عرس اس معنی کے لئے حدیث شریف سے ماخوذ ہے کہ نکیرین قبر میں جواب شافی کے بعد بندۂ مرحوم سے کہتے ہیں:" نم کنومة العروس الذی لا یوقظہ الا احب اھلہ الیٰ اخرہ رواہ الترمذی "یعنی سو جا مثل سونے عروس کے جس کو اس کے اہل میں اس کے سب سے پیارے کے سوا کوئی نہ جگائے۔" فی الواقع جب منزل اول کے امتحان گاہِ صدق واخلاص میں بندہ کامیاب ہوا اور رحمت وکرم سے نوازا گیا، تو وہ دن اس کے لئے دنیا کے تمام ایام سے زیادہ شادی وخوشی کا دن ہے، اور حقیقت میں وہ آج ہی دولھا بنا ہے کہ ملائکہ رحمت اس کی ناز برداری کرتے ہیں اور جنتی سامانوں سے اس کی قبر کو روضہ پر بہار بنا کر اس سے آرام کی نیند سونے کی درخواست کرتے ہیں جس کا بیان حدیث شریف میں ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے:

" ان صدق عبدی فافرشوہ من الجنة وفتحوا لہ بابا الی الجنة ...... الیٰ اخرہ رواہ احمد "
(مشکوۃ شریف صفحہ ۱۴۲)

بندہ صادق کے سوال نکیرین کے جواب شافی دینے کے بعد آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا پس اس کے لئے جنتی فرش بچھاؤ اس کو جنتی لباس پہناؤ اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔

جن کے لئے قبر میں یہ عزت وتکریم ہو ان کے لئے موت کا دن یقیناً شادی کا دن ہے۔ اس لئے اولیاءِ حق کے روز وفات کو روز عرس کہنا بالکل بجا اور حدیث شریف سے ماخوذ ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یہ تو لفظِ عرس کے معنی کا ایک مختصر بیان ہوا اب مسئلہ عرس کے متعلق عرض کیا جاتا ہے۔

عرس کا جواز ریب واشتباہ کا محل نہیں ہے اگر شریعت میں اس کی کوئی سند بھی نہ پائی جائے تو بھی بسبب عدم ورود ممانعت کے جائز ہوتا، کیونکہ عدم ممانعت ہی کا نام اباحت وجواز ہے۔

" قال اللہ تعالیٰ ﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْھَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَکُمْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھَا ﴾ "

یعنی اے ایمان والو! تم بہت چیزوں کو دریافت نہ کرو، اگر کوئی حکم ظاہر فرما دیا جائے گا تو تمہیں گراں گزرے گا، اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں دریافت کرو گے تو ظاہر کر دیا جائے گا اللہ نے وہ معاف فرما دیا ہے۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ جس امر پر شریعت طاہرہ نے کوئی حکم نہ دیا ہو وہ معاف ہے اس پر مواخذہ نہیں اور مباح اسی کو کہتے ہیں کہ اس کے کرنے پر کوئی عذاب نہ ہو۔ حدیث شریف میں وارد ہوا:

" ما سکت عنه فهو مما عفی عنه "

یعنی جس چیز کے بیان سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے یعنی اس کے کرنے پر کوئی عذاب نہیں، دوسری حدیث شریف میں ہے:

" وسكت عن اشياء من غير نسيان فلا تبحثوا عنها "

اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں سے بغیر نسیان کے سکوت فرمایا ہے تم ان میں بحث نہ کرو۔ یعنی نسیان سے تو اللہ تعالیٰ پاک ہے تو جن چیزوں کا حکم بیان نہ فرمایا ہو، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ وہ فراموش ہو گئیں ہوں تو علم میں حاضر ہوتے ہوئے جس چیز کی نسبت کوئی حکم ظاہر نہ فرمایا اس سے صاف مرضی معلوم ہوتی ہے کہ اس کے کرنے پر کوئی مواخذہ وعذاب نہیں۔ ان آیات واحادیث سے فقہاء نے یہ قاعدہ حاصل کیا کہ:

" الاصل فی الاشیآء الاباحة "

یعنی اصل چیزوں میں جانب شرع سے اباحت ہے تو جس پر ممانعت وارد نہ ہو وہ اباحت اصلی شرعی پر ہے:

" اما الاباحة الاصلية التی نالت بها المعتزلة فهی مالا مد خلية فيها للشرع وهی غير ذلک "

اس قاعدہ نافعہ اور اس اصلِ عظیم سے ہزارہا مسائل حل ہوتے ہیں اور کوئی مدعی اسلام ایسا نہیں ہے جس کے کثیر معمولات اس اصل کی شہادت نہ دیتے ہوں، جب یہ اصل آیت وحدیث وفقہ سے ثابت ہو گئی تو عاقل کے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ عرس پر ممانعت کا وارد ہونا اس کے جواز کی مضبوط دلیل ہے۔ منکرین عرس کو کچھ بھی جائے چون وچرا نہیں ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جب تک کہ وہ ممانعت عرس کو کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ کریں۔ اور ممانعت پر اصلاً کوئی دلیل نہیں تو جواز یقینی ہوا، یہ تو اس تقدیر پر ہے جب کہ فرض کرلیا جائے کہ عرس کا کوئی ثبوت موجود نہیں اور اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ علماء صلحاء مشائخ کے یہاں مدتہائے دراز سے ہر ہر ملک میں عرس معمول ہے مسلمان اس میں عام طور پر شرکت کرتے ہیں اور اس کو موجب خیر و برکت جانتے ہیں، مستحسن سمجھتے ہیں تو کافہ اہل اسلام کا عمل اور صالحین کا تعامل کسی چیز کے استحباب کے لئے خود ایک دلیل ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہوا:

"ماراٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسنٌ"

جو امر مسلمانوں کے نزدیک بہتر ہو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بہتر ہے اگر منکرین کو عرس کی کوئی دلیل معلوم نہ تھی تو انہیں اتنا ہی سمجھ کر استحسان کا قائل ہو جانا چاہئے تھا۔ اب میں آپ کو عرس کے ثبوت دکھاؤں غور کیا جائے کہ عرس میں زیارت قبور ہوتی ہے تلاوت قرآن پاک ہوتی ہے۔ ذِکر خیر اور ایصال ثواب ہوتا ہے یہ سب چیزیں احادیث سے ثابت ہیں۔ زیارت قبور کے لئے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا"

یعنی میں نے تمہیں زیارت قبور سے پہلے منع کیا تھا پس اب ان کی زیارت کیا کرو، اور بہت حدیثیں زیارت قبور کی ترغیب میں وارد ہوئی ہیں، اسی طرح تلاوتِ قرآن پاک اور ایصال ثواب، سب امور خیر ہیں اور شرع میں ان کے ثبوت کثرت سے موجود ہیں کہ جن کا انکار، کمال ہٹ دھرمی اور انتہائی نفسانیت ہے، رہی یہ بات کہ عرس میں ہیئتِ کذائی کہاں تھی؟ یہ سوال خود لایعنی اور ناقابلِ التفات ہے کیونکہ کسی چیز کے جائز یا مستحب ہونے کے لئے اس کی اصل کا ثابت ہونا کافی ہوتا ہے ورنہ تمام مدارس بدعت و گناہ ہو جائیں گے اور ان میں چندے دینا ان کی تائید کرنا اعانت علی المعصیت ہو کیونکہ مدرسہ کی ہیئت کذائی زمانہ اقدس میں نہیں پائی گئی، طلباء کی جماعتیں صف بندیوں کے ساتھ کب مرتب تھیں؟ امتحانوں کی یہ شان کب تھی؟ لیکن ا ر آپ اپنے اس فعل کو بے اصل نہیں مانتے ہیں اور ہیئت کذائی اس کو ثابت الاصل ہونے سے خارج نہیں کرسکتی ہے تو عرس کو بھی غیر ثابت الاصل نہیں کہا جاسکتا، خاص کر ایسی حالت میں جب کہ وہ احادیث سے ثابت ہو، جیسا کہ تفسیر درمنثور میں مروی ہے کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ شہدائے احد کے مزاروں پر سال کی پہلی تاریخ تشریف لے جایا کرتے تھے، اس حدیث شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ صفحہ ۴۰ میں ذِکر فرمایا، اب رہا یہ عذر کہ حضور ﷺ اگر تشریف لے جاتے ہوں گے تو دو ایک کا خادم ہمراہ ہوتے ہوں گے اجتماع کثیر

https://ataunnabi.blogspot.in

کہاں سے ثابت؟ یہ نہایت ہی رکیک اور بہت ہی کمزور بات ہے کیونکہ اول تو یہ قیاس کہ حضور سید الانبیاء علیہ السلام کی خدمت میں اس موقع پر صرف دوایک صاحب ہی ہوتے ہوں گے، بے اصل اور بے دلیل ہے اس کے لئے کوئی نقل درکار ہے۔ علاوہ بریں فرض کیجئے دوایک خادم بھی ہمراہ نہ ہوتے ہوں تو بھی کیا حضور سید الانبیاء علیہ السلام کا تاریخ معین پر تشریف لے جانا مسلمانوں کے لئے اس عمل کو سنت نہ کرے گا؟ اور جب باتباع حضور علیہ السلام تاریخ معین پر اہل اللہ کے مزارات پر جانا سنت ثابت ہوا تو کون سا امتی ہے جس کو کوئی شخص بھی اس سنت کی ادا سے روک سکے تو اگر کسی مزار پر اتباع سنت کی نیت سے بکثرت جانے والے جائیں، تو ان میں ہر ایک سنت کا عامل ہوگا، اور ان کے بیک وقت مجتمع ہونے سے وہ سنت اٹھ نہ جائے گی۔ اس لئے اس اجتماع کو عدم جواز کی دلیل بنانا غلط و باطل ہے، اور اس میں اپنی رائے سے سنت کی تقلید لازم آتی ہے۔

حقیقت عرس اسی قدر ہے جو بحمد اللہ احادیث سے ثابت ہے جب بقصدِ زیارت و اتباع سنت بکثرت مسلمان کسی مزار پر پہنچے اور وہاں اجتماع مومنین حاصل ہوگیا تو اب وعظ و ذکر، تلاوتِ قرآن، صدقہ بہترین مشاغل میں سے ہیں، یہی کام عرس میں ہوتے ہیں، علماء صلحاء اولیاء اہل اللہ ہر طبقہ کے لوگ اس ادائے سنت کے لئے آتے ہیں۔ ان حضرات کی زیارتیں ان کی ملاقات ان کا فیض صحبت یہ ایک نعمت ہے جس سے مومن دنیوی و اخروی منافع حاصل کرتا ہے۔ جب اس مبارک مقصد کی بدولت اجتماع ہو تو اس کے فرش وغیرہ کا انتظام زائرین کی آسائش کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ اور حدیث شریف میں وارد ہوا کہ بندگان خدا کے آرام کے لئے رستہ سے کانٹے وغیرہ کسی ایذاء دینے والی چیز کا ہٹا دینا بھی ثواب اور ایمان کی نشانی ہے

" قال النبی ﷺ الایمان بضع وسبعون شعبة افضلها لا اله الا الله وادناها اماطة الاذی عن الطریق "

جب راہ گذر سے کانٹا پتھر ٹھوکر لگنے والی چیز ہٹانا بھی ثواب اور ایمان کی نشانی ہے اس لئے کہ اس سے بندگانِ خدا کو ایک طرح کا آرام پہنچتا ہے تو ادائے سنت کے لئے سفر کرنے والوں کے واسطے روشنی فرش، لنگر یعنی کھانے کا انتظام کرنا بطریق اولیٰ موجب برکت و ثواب ہوگا۔ اب ثابت ہوگیا کہ عرس شرع سے ثابت اور رسول کریم علیہ السلام کی سنت ہے اس کی مخالفت میں تشدد نہ کرکرنا چاہئے کہ اس سے مخالفت سنت کی لازم آئے گی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم.

العبد المعتصم بحبله المتین

کتبه

محمد نعیم الدین عفا عنه المعین

تمت بالخیر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حصہ چہارم

ازفتاویٰ:

مناظر اسلام علامہ مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ رحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین ☆ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمدٍ وآلہ واصحابہ اجمعین ☆

اما بعد: خاکسار فقیر حقیر نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفی عنہ ناظرین با تمکین کی خدمت میں عرض برداز ہے کہ آج کل میں اس ملک ہند میں بعض نام کے اہل اسلام جو اسلامی جامہ پہن کر اپنے آپ کو ناجی اور " **ما انا علیہ و اصحابی** " کے مصداق بتارہے ہیں۔ خاص کر فرقہ اہل حدیث غیر مقلدین، میرزائی و چکڑالوی صاحبان اور اسی طرح اہل شیعہ صاحبان بھی اپنی نسبت کہہ رہے ہیں۔ غرض ہر ایک طرف سے یہی صدائیں سنی جارہی ہیں۔ طرفہ یہ کہ ہر ایک فرقہ اپنے دعاوی کے متعلق دلائل بھی دیتا ہے جو کہ قرآن شریف اور حدیث کی رو سے نرے بودے اور غیر مدلل ثابت ہورہے ہیں بعض تو اس میں ہمارے امام ہمام جناب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں حد درجہ کے لغو اعتراضات سے کام لے رہے ہیں کہ الامان، بعض رسولوں اور ملائکہ اور نبوت محمدیہ پر بعض علم حدیث و علم فقہ پر بعض اصحاب ثلاثہ پر جن سے کئی ہزار اوراق سیاہ کردیئے گئے ہیں، ہم نے خدا کے فضل و کرم سے حسب ایمائے استاذ صاحب مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب و مولوی جان محمد صاحب ساکنان علاقہ ملتان رسالہ ہذا تالیف کیا ہے جس میں تمام مسائل مختلف فیہ کا بدلائل قاطعہ جواب دیا ہے اور معترضین کے دلائل کا نہایت ہی جانفشانی و عرق ریزی سے قلع قمع کردیا ہے جو ناظرین کے دیکھنے سے متعلق ہے۔ ناظرین اس کتاب کو منگا کر مؤلف کی داد دیں، اور اگر کوئی سہو و خطا پائیں تو معاف فرمادیں۔

مسئلہ: توحید و موحّد

سوال: مؤحد (۱) کس کو بولتے ہیں اور اس کے معنی کیا ہیں؟

جواب: مؤحد وہ انسان ہے جو خداوند کریم کی ذات لایزال کو وحدہ لاشریک اور قدیم دل سے یقین کرے اور زبان سے بھی اقرار کرے اور اس کے احکام ادا کرنے میں رائی بھر آنکھ اور دل اِدھر اُدھر نہ ہو، اور ہر ایک امر میں اسی پر بھروسہ کرے اور سب چھوٹے بڑے گناہوں سے اجتناب کرے، اور پاک وصاف ہو یہ کمال توحید کا درجہ ہے چنانچہ کتاب مجالس، الابرار صفحہ ۶۴۴ میں مذکور ہے:

حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

"وليس المراد بالموحد من يقول بلسانه لا اله الا الله فقط وكمال التوحيد الاستقامة على فعل المامورات وترك المنهيات الخ ، ويترك الذنوب والسيئات ويجتنب صغيرها وكبيرها وقليلها وكثيرها وهذا هوالايمان الحقيقى"

یعنی موحد اس کو نہیں کہتے جو صرف زبان سے " لا اله الا الله " کہہ دے بلکہ کمال توحید یہ ہے کہ احکام شریعت کی پابندی اور ممنوعات سے بچنے میں استقامت اختیار کرے اور چھوٹے بڑے گناہوں سے اجتناب کرے، اسی کا نام توحید یقینی اور ایمان حقیقی ہے۔

سوال: لفظ "حنفی" (۱) اصل میں کیا ہے اور اس کے کیا معنی ہیں اور حنفیہ وخلیفہ میں تائے تانیث ہے یا مبالغہ؟

جواب: لفظ حنفی اصل میں "حنيفي" ہے اور حنفی اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ قانون عرب میں ثقالت کلمہ نامنظور ہے اور خفت کلمہ میں منظور۔ اس لئے باسقاطِ یاءِ اوّل حنفی پڑھنا بہتر وانسب ہے اور ہر دو کلمہ حنفی یا حنيفي کہہ لیا جائے تو کوئی عیب نہیں، چنانچہ شرح شافیہ صفحہ ۵۳ و رسالہ حافظ عبدالمجید صفحہ ۳۶ اور حنفی کے معنی استقامت و دین سچا اور صحیح تر معنی حنیف کے

۱:- مسمی جان محمد بن غلام محمد نمبردار چک نمبر ۳۵ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ کی ایک بڑ کا جواب: ناظرین یاد رکھیں کہ بناوٹی فاضل دیوبندی گلابی وہابی اپنی پوتھی احکام الفقہ میں لکھتا ہے کہ ملتانی کے نزدیک معلوم ہوتا ہے کہ سوائے جماعت انبیاء علیہم السلام کے کوئی موحد نہیں، نہ غوث نہ قطب نہ صحابی اور پھر لکھتا ہے کہ ملتانی میرے ساتھ مناظرہ کرے۔ میں اعلان دیتا ہوں کہ ناظرین! واقعی انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ گناہ صغیرہ وکبیرہ سے پاک وصاف ہوتے ہیں اور حقیقت توحید یقینی کے مصداق ہو کر پکے سچے موحد ہوتے ہیں اور باقی غوث قطب جب انوار تجلیات الٰہیہ حاصل کرتے ہیں۔ اور مقام بیت الارواح میں پہنچتے ہیں تو وہ بھی توحید یقینی کے مصداق بن جاتے ہیں اور یہ ایک خاص حال اور مقام ہے اور باقی تمام مسلمان اصطلاحاً وشرعاً موحد ہیں اور کافر ومنافق و یہودی و عیسائی و آریہ وغیرہ مذاہب باطلہ موحد ذاتی ہیں نہ شرعی اور فرقہ غیر مقلدین وہابیہ، نجدیہ وغیرہ سب کے سب ضل اور مضل گمراہ ہیں توحید ذاتی کے تحت میں ہیں، نہ شرعی کے فقط اور خادم شریعت مناظرہ کے لئے تیار ہے لیکن تم جان محمد بن غلام محمد نمبردار میدان مناظرہ میں ہمارے مقابلہ میں کھڑے نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ قبل ازیں بمقام لسوڑی تم ہمارے مقابلہ میں ذلیل وخوار اور شکست فاش اٹھا چکے ہو اور اس پر تمام موضع لسوڑی کے مسلمان شاہد ہیں فقط خادم شریعت۔

۱: حنیف اور حنفی کہلانا جائز ہے۔ لقولہ تعالیٰ "اتبع ملة ابراهيم حنيفا" اور تمام کائنات کی آفرینش بھی طریق حنیف پر ہے چنانچہ حدیث قدسی میں ہے۔ "انی خلقت عبادی حنفاء کلهم" (مشکوٰۃ باب تغیر الناس) احناف جمع حنفی کی اور حنفا جمع حنیف کی لہٰذا حنیف کو حنيفي اور حنفی پڑھ لینا جائز ہے جیسا کہ مدینی کو مدنی کہا جاتا ہے۔ خادم شریعت ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

پاک وصاف از کفر وشرک وکذب وعقائد باطلہ۔ پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء دین حنیف پر تھے۔ اور دین بمعنی ملت اور ملت بمعنی مذہب دینیہ ہے حنیف دین بمعنی پاک دین وصاف دین اور حنیفہ وخلیفہ میں تاء مبالغہ ہے، نہ تانیث۔ چنانچہ شرح رضی جلد ثانی صفحہ ۱۳۱ میں مذکور ہے:

"اقول تاء حنيفة و خليفة للمبالغة و ليس للتانيث الخ"

اور لفظ خلیفہ قرآن مجید میں کئی جگہ وارد ہے چنانچہ:

﴿ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ﴾ و ﴿ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ ﴾ على هذ القياس

و الله اعلم بالصواب.

سوال: امام صاحب کا نام تو نعمان بن ثابت تھا، ابوحنیفہ کس لئے کہا جاتا ہے؟

جواب: بے شک امام صاحب کا نام تو نعمان بن ثابت ہے لیکن آپ کی کنیت ابوحنیفہ تھی، اور کنیت دو قسم پر ہوتی ہے۔ ابن یا اب سے، چنانچہ ابن عباس یا ابو یوسف اور دوسری وصف کے سبب سے ہوتی ہے جیسا کہ ابوالحسنات وابوتراب و ابوحنیفہ، چونکہ امام صاحب نے ملت حنیف پر پورا پورا قبضہ کیا اس لئے صفت کے ساتھ موصوف ہوئے۔ کنیت ان کی خود بخود ابوحنیفہ ہوگئی اور اصل مذہب وہ ہے کہ جو ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ﴾

پس یہ مذہب حنیف قیامت تک قائم رہے گا، اس لئے ہر ایک مسلمان کو لازم ہے کہ اس مذہب کی تقلید کرے فقط۔

مسئلہ: تعریف واقسام بدعت

سوال: بدعت کس کو کہتے ہیں اور کتنی قسم پر ہے؟

جواب: بدعت وہ چیز ہے جس کی اصل شرع شریف میں نہ لفظاً معلوم ہو نہ اس کے ظاہر و باطن میں پائی جائے چنانچہ کتاب مجالس الابرار صفحہ ۱۲۴ میں بایں لفظ مذکور ہے:

" البدعة السيئة التى ليس لها من الكتاب والسنة اصل وسند ظاهر او خفى ملفوظا او مستنبط لا البدعة الغير السيئة التى تكون على اصل وسندٍ ظاهرٍ و خفيٍ فانها لا تكون ضلالة بل هى قد تكون مباحة "

یعنی بدعت سیئہ وہ ہے جس کی اصل وسند کتاب وحدیث سے نہ لفظوں میں، نہ خفی مضمون میں ملتی ہو، اور بدعت حسنہ وہ ہے جس کی اصل وسند ظاہر ہو یا خفی ملتی ہو۔ اور ایسی بدعت گمراہی نہیں بلکہ یہ کبھی مباح ومستحب ہوتی ہے اور اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں بدعت حسنہ و بدعت سیئہ، بدعت حسنہ مستحب کا حکم رکھتی ہے اور بدعت سیئہ حکم ضلالت کا رکھتی ہے اور بدعت حسنہ کی پانچ قسمیں ہیں، واجب ومندوب ومباح وحرام ومکروہ، اور واجب مثل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

گمراہ فرقوں کا دلائل عقلیہ سے رد کرنا، اور مندوب مثل بنانا مسافر خانوں اور مدرسوں کا اور مثل گوناں گوں کھانا پکا کر کھانا، اور حرام مثل مذہب جدید باطلہ ایجاد کرنا اور مکروہ مثل مسجد میں نقش و نگار نکالنا، اور کتاب نہایہ شرح ہدایہ و فتح القدیر میں لکھا ہے کہ قرآن مجید و مساجد کو زینت دار کرنا مکروہ نہیں وہو ہذا:

" مباحة كالمصافحة و زينة المساجد والمصاحف "

اور روایت ابی سلمہ ہے کہ حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اگر کتاب اللہ و سنت سے کوئی امر نہ ملے تو پھر کیا کیا جاوے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عابدین مومنین کی طرف دیکھیں جو وہ کریں اس کو قائم کریں کیونکہ ان کے افعال خلاف شرع نہ ہوں گے۔

" عن ابی سلمة ان النبی ﷺ مسئل عن امرٍ تحدث لیس فی کتاب و سنةٍ فقال ینظر فیه العابدون "

اور علامہ عابدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں یوں لکھتے ہیں:

" المراد به ما حدث ولیس له اصل یدل علیه الشرع و ما کان له اصل فلیس ببدعةٍ "

اور علامہ جذری نے نہایہ میں یوں لکھا ہے:

" البدعة بدعتان بدعة هدی و بدعة ضلالة "

اگر کوئی غیر مقلد اعتراض کرے کہ تم نے بدعت کی اقسام کی تعریف کس حدیث سے نکالی ہے تو اس کا جواب چند حدیثوں سے دیں گے، وہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کام کو مسلمانوں کی جماعت پسند کرے اس کام کو اللہ بھی پسند کرتا ہے اور جس کام کو برا سمجھا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی وہ کام اچھا نہیں ہوتا۔

" وهو هذا ما راه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن و ماراه المؤمنون قبیحا فهو عند الله قبیح "

نقل از موطاامام محمد بروایت ابن مسعود و مشارق الانوار صفحہ

اور جو شخص دین میں اچھا کام آغاز کرے اور اس پر لوگ بڑی محبت سے عمل کرنا شروع کریں، تو اس شخص کو اجر اس سے پورا ملتا رہے گا، اور اگر کسی نے برے کام کی بنیاد ڈالی، اور اس پر لوگ قائم ہو گئے تو ان کا بوجھ اس کے ذمہ ہوگا، کہ جس نے بنیاد بری باندھی تھی۔

" وهو هذا ومن سن فی الاسلام سنة حسنة له اجرا واجر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شيء ومن سن فی الاسلام سنة سیئة کان علیها وزرها ووزر من عمل بها من بعده الخ "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور مشکوٰۃ وترمذی میں بروایت بلال بن حارث مزنی سے یوں مذکور ہے:

" من ابتدع بدعة ضلالة لا یرضاها الله تعالیٰ ورسوله ...... الخ "

اور کتاب بخاری ومسلم میں بروایت عائشہ بایں الفاظ مذکور ہے:

" من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد "

اور اگر بدعت کے معنی نئی بات کے لئے جاویں اور یہ کہا جائے کہ جو حکم آپ کی زبان درفشاں اور قرآن مجید سے ظاہر نہ ہوا ہو تو وہ بدعت ہے تو یہ کہنے سے معاذ اللہ تمام سلف وخلف واولیاء اللہ بدعتی ٹھہریں گے کیونکہ اس بلا میں مبتلا رہے اور نہ کوئی اس بلا سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کے زمانہ میں اوّل وآخر تک اس طرح قرآن مجید کے اوراق نہ تھے، اور نہ قرآنِ مجید پر زیر وزبر شد مد وجزم ایجاد ہوئی تھیں، اور نہ کوئی کتاب علم حدیث واصول وفقہ وتفسیر وغیرہ تصنیف ہوئی تھی اور نہ اشغال صحابہ رضی اللہ عنہم کا بایں طور تھا جیسا کہ آج کل صوفیاء کرام سے معمول ہے فقط۔

معنی شرک

مسئلہ :

سوال : شرک کے کیا معنی ہیں، اور مشرک کے لئے نجات ہے یا نہیں؟

جواب : شرک بمعنی ساجھا اور خدا کے سوا دوسرے کو بھی اس کا ہمسر سمجھ کر پوجنا، یعنی الوہیت باری میں کسی دوسرے کو بھی اس کے ساتھ شریک کرنا، جیسا کہ بت پرست لوگ بتوں کو قرار دیتے ہیں، یا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ اس کی عبادت میں غیر کو مستحق عبادت قرار دیتے ہیں، چنانچہ شرح عقائد نسفی صفحہ ۶۱ میں لکھا ہے:

"الاشراک هو اثبات الشریک فی الالوهیة بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس او بمعنی استحقاق العبادة کما لعبدة الاصنام "

اور مشرک جنت میں نہیں جائے گا سورۂ نساء میں مذکور ہے:

" ان الله لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشآء ومن یشرک بالله فقد ضل ضلالاً بعیداً "

مسئلہ : اہل قبلہ کس کو کہتے ہیں؟ اور انسان کون سے الفاظ کہنے سے اسلام سے خارج ہو جاتا ہے؟

سوال: اہل قبلہ کی کیا تعریف ہے اور مبتدع کس کو کہتے ہیں اور مبتدع کتنی قسم پر ہے اور ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب : اہل قبلہ وہ گروہ ہے جس میں ایمان ہو اور ایمان کی تعریف فقہائے کرام نے یہ فرمائی ہے:

" الایمان تصدیق بالقلب واقرار باللسان "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور ایمان کی حقیقت کا دارومدار ان چھ اصولوں پر ہے، چنانچہ ایمان مفصل میں ہے:

" امنت باللہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہ والیوم الاٰخر والقدر خیرہٖ وشرہٖ من اللہ تعالیٰ "

یعنی صمدیت عز شانہ کی معرفت فرشتوں کا وجود اور ان کے اقسام اور ان کے مقامات کی معرفت اور کتب منزلہ کی واقفیت اور انبیاء کرام اور رسل عظام کی معرفت، حشر و نشر کی معرفت اور نیکی بدی جو کچھ ہو رہا ہے سب اس کی تقدیر میں ہے اور فتاویٰ معیار الحق ص ۳ میں لکھا ہے کہ:

" التصدیق بما جآء بہ النبی من عند اللہ "

اور جس میں صرف اقرار زبان کا ہو وہ منافق ہے لقولہ تعالیٰ:

" اذا جآء ک المنفقون قالوا (بالسنتھم علیٰ خلاف ما فی قلوبھم) نشھد انک لرسول اللہ "

(جلالین)

وبقولہ تعالیٰ:

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾

اور یہودی بیت المقدس یعنی مغرب کی طرف اور نصاریٰ مشرق کی طرف نماز پڑھتے تھے اور اسی کو نیکی سمجھ کر اپنے آپ کو اہل قبلہ کہلاتے تھے، تو ان کے وہم و خیال باطلہ کو خداوند کریم نے بایں طور رد فرمایا:

﴿ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ "

یعنی فرمایا کہ یہی صرف نیکی کی بات نہیں کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ، اور تمام کتب سماویہ حشر و نشر و فرشتوں و نبیوں پر یقین رکھو، اور ان کے ضمن میں بہت چیزیں ہیں جن کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہے اور علامہ فخر الدین رازی صاحب اپنی تفسیر کبیر میں تحت آیۃ کریمہ اہل قبلہ کی تعریف یوں لکھتے ہیں:

" ان استقبال القبلۃ لا یکون برا اذا لم یکن عارفۃ معرفۃ اللہ وانما یکون برا اذا اتیٰ بہ مع الایمان وسآئر الشرائط "

یعنی صرف استقبال قبلہ ساتھ ایمان اور اس کی تمام شرائط کے نہ ہو کیونکہ دارومدار اعمال صالحہ کا ایمان پر ہے اور اہل قبلہ کی تعریف کیا ہے حضرت ملا علی قاری یوں فرماتے ہیں:

" ان المراد باھل القبلۃ الذین اتفقوا ...... الخ "

تحقیق اہل قبلہ وہ ہیں جنہوں نے اتفاق کیا ہے ان چیزوں پر جو ضروریات دین سے ہیں جیسے حادث ہونا عالم کا اور حشر اجساد اور علم الٰہی کا محیط ہونا جزئیات وکلیات کو اور جو مثل اس کے ہے اور اگر کوئی شخص ہمیشہ عبادت کرتا رہے، اور ضروریاتِ دین سے انکار کرے تو وہ شخص اہل قبلہ نہیں ہوگا اور کتاب ردالمختار صفحہ ۵۸۹ پر ذیل میں اس عبارت کے لکھا ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" كلٍ من كان من اهل قبلتنا لا يكفر بها اى بالبدعة المذكورة البينة على شبهةٍ اذ لا خلاف في كفر المخالف في ضروريات الاسلام "

یعنی جو شخص ضروریات دین کا منکر ہو اس کے کفر میں کسی کا اختلاف نہیں، اگر چہ وہ تمام عمر بندگی میں مصروف رہے،

هكذا في معيار الحق اور فتاوی معیار صفحہ ۶ میں لکھا ہے کہ درمختار میں ہے:

" مبتدع اى صاحب بدعةٍ وهى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندةٍ بل بنوع شبهةٍ "

یہ تعریف اہل بدعت کی ہے یعنی بدعت یہ ہے کہ معتقد ہونا خلاف اس کے جو معروف رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم،

قال الشامی جیسے پیروں پر مسح کرنا اور اور مسح خفین سے شیعوں کا انکار کرنا (ردالمختار) مگر یہ خلاف بسبب عناد کے نہ ہو بلکہ بسبب شبہ کے ہو۔ قولہ:

" لا بمعاندةٍ اما لو كان معانداً للادلة القطعية التى لا شبهة له فيها اصلا كانكار الحشر او حدوث العالم و نحو ذٰلك فهو كافر قطعاً "

(ردالمختار)

الغرض انکار حشر اور قدم عالم کا قائل کافر ہے کیونکہ نصوص قطعیہ کا انکار ہے۔ اس میں تاویل اور شبہ کی گنجائش نہیں اور درمختار میں ہے:

" وان انكر بعض ما علم من الدين ضرورةً كفر بها كقوله ان الله تعالىٰ جسم كالاجسام وانكاره صحبة الصديق "

اور صاحب شامی و خلاصہ نے یوں لکھا ہے:

" وان انكر خلافة الصديق او عمر فهو كافر "

یعنی اگر کوئی شخص حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت سے انکار کرے تو بے شک کافر ہے، اور صاحب قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اور علم و ذات و احکام میں نکتہ چینی کرے یا عیب لگائے یا حقیر جانے یا کسی کو مانے اور کسی سے انکار کرے یا آپ کے لباس مبارک کو برا جانے یا آپ کے رتبہ کو گھٹائے تو بے شک ان صورتوں میں کافر ہو جاتا ہے اور کتب عقائد و کتب فقہ میں لکھا ہے کہ جو شخص گناہ کبیرہ یا صغیرہ کو حلال سمجھے یا ہلکا جانے یا کسی حکم شریعت پر استہزاء اور مخول کرے یا جو حکم ثابت اجماع امت سے ظاہر ہو چکا اس سے انکار کرے یا کسی نبی کی شان کو اپنے سے نیچی جانے یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم مبارک کو بے ادبی سے پکارے یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور علماء عظام کی اہانت کرے یا کسی کافر و مبتدع کے افعال و اقوال بد کو اچھا سمجھے یا شیخین یعنی حضرت ابو بکر صدیق و

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت سے انکار کرے یا ان پر طعن وتبرے بکے یا حضرت عثمان ذوالنورین پر طعن کرے اور کہے کہ اس نے قرآن مجید سے چند سورتیں نکال دی ہیں اور قرآن مجید کو موجودہ صورت میں ناقص تصور کرے یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو خاتم النبیین تصور نہ کرے یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی اور کو بھی نبی تصور کرے اور انکار معجزات انبیاء علیہم السلام وانکار معراج جسمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کرامات اولیاءِ کرام کرے یا خداوند کریم کی ذات کے لئے کوئی جہت مقرر کرے، یا اس کی ذات کے اوصاف حادث جانے یا قرآن کریم میں لفظی یا معنوی تحریف کرے، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انبیاء سے بہتر تصور کرے، تو ان تمام صورتوں میں بھی انسان بے دین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تصانیف حضرت احمد رضا خان صاحب مجدد مائۃ حاضرہ وفتاویٰ عالمگیری و جوہر نیرہ شرح قدوری اشباہ والنظائر و بحرالرائق وتبیین الحقائق وخزانۃ المفتین وعقود الدریہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۹۲ و ۹۳ حکم المرتدین میں ملاحظہ فرمائیں:

" الروافض کفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر منها انهم ینکرون الشیخین و منها انهم یسبون الشخین سود اللہ وجوههم فی الدارین فمن انصف بواحدٍ من هذه الامور فهو کافر الخ متلفظاً "

اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ترکہ نہیں پا سکتا، چنانچہ درمختار صفحہ ۲۸۳ میں مذکور ہے:

" موانعة الرق والقتلِ واختلاف الملتین اسلاما و کفراً "

اور فتاویٰ عالمگیر جلد ۶ صفحہ ۳۵۸ میں اس طرح پر ہے:

" المرتد لا یرث من مسلم ولا من مرتد مثله کذا فی المحیط "

اور برجندی شرح وقایہ وظہیریہ میں ہے کہ یہ لوگ رافضی ہیں بوجہ عقائد کفریہ کے اسلام سے خارج ہیں:

"وهولاءِ القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین کما فی الظهیریة "

اور مجمع الانہر جلد اول صفحہ ۶۱۸:

" من شک فی کفرہٖ وعذابه فقد کفر "

یعنی جس میں کفر ہے، اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے، اور اسی طرح شفا شریف میں ہے اور بحرالرئق میں لکھا ہے کہ جو مبتدع کی بات پر راضی ہو جائے وہ بھی منہم شمار کیا جائے گا:

" من احسن کلام اهل الهوآءِ وقال معنوی او کلام به معنی صحیح ان کان ذٰلک کفراً من القائل کفر المحسن "

اور بعض لوگ جو بے ساختہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ:

" من صلی صلوٰتنا او استقبل قبلتنا او اکل ذبیحتنا فذٰلک المسلم "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جو ہماری سی نماز پڑھے اور قبلے کا استقبال کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے۔ پس وہ مسلمان ہے تو یہ کہنا ان کا کہاں تک صحیح مانا جائے گا جب کہ کتب عقائد اسلامیہ و کتاب و سنت سے یہ امر متحقق ہو چکا ہے کہ نہ بمجرد استقبال قبلہ کے مسلمان ہو سکتا ہے اور نہ باوجود ان کا ضروریات دین کے کلمہ پڑھنا مسلمان ہونے کو کفایت کر سکتا ہے اگر ایسا ہی ہوتا تو منافق خارج اسلام سے کیوں کہے جاتے باوجودیکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز ادا کرتے اور آپ کی معیت میں جہاد کرتے تھے، غرضیکہ لزوم کفر سے کفر ہی لازم آتا ہے۔

نقل از معیار

سوال: ''ما انا علیه و اصحابی'' سے کون فرقہ اسلامیہ مراد ہے۔ وہابی ہیں یا نیچری یا مرزائی یا چکڑالوی یا اہل سنت والجماعت؟

جواب: '' ما انا علیه و اصحابی '' سے مراد فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہے اور ناجی فرقہ ہونے کے لئے مختصر طور پر دلائل اور ہر ایک مذہب کے عقائد لکھے جاتے ہیں تاکہ ناظرین خود انصاف کر لیں اور سمجھ لیں کہ نجات کا کونسا راستہ ہے اور کون ناجی ہے:

قال اللہ تعالیٰ ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾

یعنی اے ایمان والو تم اللہ سے ڈرو جیسا کہ حق ڈرنے کا ہے اور نہ مرو تم مگر اس حالت میں کہ فرمانبردار [illegible] ہو۔ یعنی ایسی روش اختیار کرو کہ جب مرو۔ تو باایمان ہو کر مرو یہ تب ہو سکتا ہے کہ تمام احکام خداوند کریم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دِل و جان سے مان کر ان پر عمل بھی ہو لقولہٖ تعالیٰ:

﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ﴾

اور یقین ہے کہ جو شخص اس رسی کو مضبوط پکڑے گا وہ ضرور ایمان سے مرے گا اور حبل سے مراد باختلاف دین اللہ و قرآن مجید و اتباع اہل سنت ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ مراد ہیں ''سخن حبل اللہ الذی، قال اللہ تعالیٰ:

﴿ واعتصموا بحبل ...... الخ ﴾

(صواعق محرقہ) اور ترمذی میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ ہے کہ آپ نے بروز حجۃ الوداع ناقہ پر بایں طور خطبہ فرمایا:

'' یا ایھا الناس ''

یعنی اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں اگر تم اس کو پکڑو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے:

''کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی ''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی کتاب اللہ اور میری عترت اہلبیت اور مسلم و مشکوٰۃ میں بھی اسی مضمون کی حدیث وارد ہے اور خداوند کریم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ اتفاق جماعت میں قائم رہو، اور غیر راہوں کی طرف مت جاؤ:

" ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله "

اس سے معلوم ہوا کہ اجماعی طور سے جس نے اس رسی کو پکڑا وہی ایمان پر مرے گا، کیونکہ یہی سواد اعظم جماعت ہے۔ چنانچہ اور حدیث میں ہے:

" اتبعوا سواد الاعظم "

یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو کیونکہ" لا يجتمع امتي على الضلالة "اسی کی تائید پر ہے اور قرآن مجید میں بھی صاف صاف اسی طرح ذکر ہے ناجی فرقہ وہ ہے جو ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ کے لوگوں کی اتباع کا خواہشمند ہے وہ لوگ مقدس و برگزیدہ ہیں اور ان کی پیروی کرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے اور وہ لوگ یہ ہیں:

﴿مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ﴾

اور انہی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آجاتے ہیں اور ان کی اتباع کرنے کا نام" ما انا عليه واصحابي "ہوا اور جو سبیل المومنین کی پیروی سے منحرف ہوا وہ یقیناً ناری ہوا کما قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَمَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾

اور یہ بھی جان لینا چاہئے کہ بہتر فرقے کس لئے ناری ہیں کیا وہ خدا کو نہیں مانتے اور رسول و خدا کو پیشوا نہیں جانتے، اور قبلہ و کعبہ کی طرف نماز نہیں پڑھتے سب کچھ کرتے ہیں لیکن خلاف" ما انا عليه واصحابي "کے ہو کر طرح طرح کے راستے مطابق نفس و ہوا کے نکالتے ہیں۔ اور تقلید شخصی کو حرام و شرک و بدعت قرار دے رکھا ہے حالانکہ صحابہ کرام ایک دوسرے کی تقلید کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس حضرت عثمان ذی النورین کو کہا کہ قرآن مجید میں ذکر آچکا ہے:

" فان كان له اخوة فلامه السدس "

یعنی میت کے کم از کم تین بھائی بہنیں ہوں تو ان کی ماں کو چھٹا حصہ ملنا چاہئے، چونکہ اخوۃ جمع کا صیغہ ہے جو زبان عرب میں تین سے کم پر نہیں بولا جاسکتا اور آپ دو بہن بھائی پر بھی بطور رواج ماں کو چھٹا حصہ دلا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے میں ان کی پیروی نہ چھوڑوں گا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک روز عوام الناس کو اس طرح کہا کہ میں ابوبکر صدیق کی رائے کو کبھی نہ چھوڑوں گا کیونکہ وہ ہم سے بہتر ہیں (اور ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک روز عوام الناس کو اس طرح کہا کہ میں ابوبکر صدیق کی رائے کو کبھی نہ چھوڑوں گا کیونہ وہ ہم سے بہتر ہیں) اور ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے خزانے کو بیت المال کی طرح تقسیم کر دینے کا خیال ظاہر کیا اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ایک اصحابی نے کہا کہ آپ کے دونوں رفیقوں نے یہ کام نہیں کیا ہے تو فرمایا کہ میں ان کی پیروی کو نہ چھوڑوں گا۔ پس ان دلائل مختصرہ سے یہ معلوم ہوا کہ بدون تقلید شخصی ائمہ و مجتہدین کے کسی فرد کا چارہ نہیں اور اس لئے ہمارے بزرگان دین نے لکھ دیا ہے کہ جو شخص ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا پیرو ہو کر نہ چلے وہ ناری اور اہل بدعت ہے۔ چنانچہ طحطاوی حاشیہ درمختار سے نقل کیا ہے:

"من كان خارجاً من هذا المذهب الاربعة فى ذٰلك الزمان فهو من اهل البدعة والنار"

اور صاحب مجالس الابرار نے صفحہ ۱۳۰ پر لکھا ہے کہ اہل بدعت گناہگار سے بدتر ہے کیونکہ گناہگار اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہے اور شرمندہ ہوتا ہے اور مبتدع اپنی بدعت سے توبہ و استغفار نہیں کرتا، بلکہ وہ اس کام کو طاعت سمجھ کر ادا کرتا ہے۔

"لان المعاصى يتاب عنها والبدعة لا يتاب عنها و صاحب المعاصى يعلم يكون مرتكب المعاصى فيوجى له التوبة والاستغفار واما صاحب البدعة يعتقد انه فى طاعة و عبادة ولا يتوب ولا يستغفر"

اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کہ مبتدع کے ساتھ موانست و مجالست نہ کی جائے اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھی جائے اور گنہگار کے ساتھ نماز کا ادا کرنا مکروہ تحریمہ ہے چنانچہ حاشیہ طحطاوی میں لکھا ہے:

"اما الفاسق العالم فلا يقدم لان فى تقديمه تغظيم وقد وجب عليهم اهانة شرعاً و مفاد هذا كراهة التحريمة"

اور برادران اسلام کو واضح ہو کہ ذرا انصاف سے عقائد فرقہ غیر مقلدین مسمی باہلحدیث و نیچری و مرزائی وغیرہ کے ملاحظہ فرما کر خود انصاف اور وزن کرلیں وھو ھذا۔

عقائد غیر مقلدین:

خدا پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے اور اس کا عرش پر مکان کرنا کرسی پر پاؤں رکھنا اور یا رسول اللہ کہنے سے منع کرنا اور ذکر میلاد مبارک کو جنم گھنیا سے مشابہت دینا اور گیارہویں وعرس بزرگان دین کو بدعت کہنا اور آپ کی ذات کا علم شیطان سے کم سمجھنا اور علم غیب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مطلقاً انکار کرنا اور آپ کے علم غیب کو تشبیہ مجنون و بہائم و جمیع حیوانات سے دینا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم چھوٹے بڑے بھائی جیسی سمجھنی اور تمام انبیاء و اولیاء کرام کو خدا کے سامنے چمار سے ذلیل بیان کرنا اور آپ کے تصور کو نماز میں گاؤ و خر سے بدتر سمجھنا اور ائمہ اربعہ اور خاص کر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ہر مسئلہ میں مخالف احادیث سمجھ کر مرجیہ اور رائی اور اپنے سے کم فہم اور لاعلم تصور کرنا اور تمام کتب حنفیہ کو بری نظر سے دیکھنا اور حقارت سے کہہ دینا کہ ان تمام کتب متداولہ حنفیہ کو جلا دینا چاہئے، کیونکہ ان کے پڑھنے سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

تمام مقلدین احناف بزرگانِ خدا کو رافضی پلید اور گدھے اور نالائق اور مشرک و بدعتی و منکرِ احادیث و مثل منافق و قبر پرست و جہنمی کہنا اور سلسلہ نبوت کا حضور کے بعد جاری سمجھنا اور تقلید شخصی کو شرک و بدعت کہنا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ وقوع طلاق ثلاثہ سے صاف انکار کرنا (از رسالہ اہل حدیث ثناء اللہ) اور استمداد اولیائے کرام سے صاف انکار کرنا بعض معجزات سے انکار اور بعض کا قائل ہونا وغیرہ اگر کسی صاحب کو شک ہو تو رسالہ اہل حدیث ثناء اللہ و معیار تقلید و تقویۃ الایمان و بوئے غسلین و شعار الحق و براہین قاطع و تحذیر الناس و حفظ الایمان و اشتہار فقیر اللہ در حق ثناء اللہ و تفسیر ثنائی و اصولِ زندگی و فتاویٰ رشیدیہ و ظفر المبین وغیرہ وغیرہ کا مطالعہ کرے۔

عقائد مذہب شیعہ:

خلافت حقہ اصحاب ثلاثہ سے صاف انکار اور ان پر لعن طعن کرنا اور گالیوں سے ان کو یاد کرنا اور قرآن مجید کو محرف سمجھنا:

"لیس من کلام اللہ بل ھو محرف عن موضعہ"

(کلینی)

اور آدم علیہ السلام پر اصول کفریہ ثابت کرنا (تفسیر صافی و کلینی) اور حضور علیہ السلام و انبیاء کو تبلیغ احکام میں قاصر سمجھنا (روضہ) اور صحابہ پر لعن طعن کرنے کو ثواب سمجھنا (مصائب النواصب) اور خلیفہ اول کو غاصب و خائن اور تمام صحابہ کو بغیر چار پانچ کے مرتد سمجھنا اور مائی صاحبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت سے انکار کرنا (حق الیقین) اور بعض حضرت علی کو خدا بھی کہتے ہیں، انبیاء تقیہ ساز اور خداوند کریم کے لئے جسم بھی مقرر کر لیتے ہیں، باقی عقائد اور مسائل ان کے حقیقت (ا) مذہب شیعہ میں مطالعہ کریں۔

عقائد نیچری: اور نیچری صاحب تو ضروریاتِ دین کے صاف صاف منکر ہیں، دوزخ، جنت، بعث و نشر، عذاب قبر، خیر و شر من اللہ و معجزات کے منکر اور قرآن مجید ان کے ہاں قابل ترمیم ہے۔ وحی، مجذوانہ کلام، تاثیر اسماء اور وجود آسمان کوئی چیز نہیں (کمافی تفسیر سید احمد) اور ندوہ تمام کا مجوعہ ہے۔

(نقل از معیار الحقائق)

ا: حقیقت مذہب شیعہ ۴ جلدوں میں ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

عقائد قادیانی:

" انا انزلناه قریباً من القادیان "

قرآن میں ہونا اور مرزا صاحب کا زمین و آسمان نئے سرے بنانا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معراج جسمی سے انکار کرنا اور قرآن مجید کو اپنے منہ کی باتیں کہنا (اشتہار لیکھرام مارچ ۱۸۹۷ء) اور فرشتے کو اکب کا نام تصور کرنا فرشتوں کا اپنے پر نازل ہونا اور انبیاء کو کاذب سمجھنا۔

(ازالہ صفحہ ۶۲۷)

اور آپ کی وحی کو غلط کہنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا فرزند سمجھنا اور اپنے والد کی بنائی ہوئی مسجد کو مسجد حرام سمجھنا اور معجزات کو مسمریزم کہنا اور اپنی کتاب براہین کو خدا کا کلام تصور کرنا، (ازالہ صفحہ ۳۳۳) اور اپنے آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھنا۔

(دافعالبلا صفحہ ۱۱)

اور خداوند کریم کے لئے اولاد کا ثبوت کرنا "انت منی بمنزلۃ ولدی وانت منی وانا منک اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے سے حقیر سمجھنا وہ یہ ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو   اس سے بہتر غلام احمد ہے

علیٰ ہذا القیاس مشتے نمونہ از خروارے چند عقائد (۱) لکھ دیئے گئے۔

مسئلہ اسقاط:

سوال: اسقاط کے کیا معنی اور کیوں کی جاتی ہے اور میت کو اس سے کیا فائدہ؟ اور اس کا ثبوت کیا ہے؟

جواب: اسقاط بمعنی گردانیا چنانچہ کتب لغات کتاب وجیز الصراط میں بایں الفاظ عبارت تحریر ہے کہ "اسقاط آں چیز است کہ رد کردہ شود از ذمہ میت بایں قدر کہ میسر شود"

اور اسقاط اس لئے کی جاتی ہے کہ انسان سے اکثر بوجہ نسیان احکام شرعیہ عمداً یا سہواً رہ جاتے ہیں۔ مثل نماز و روزہ و کفارہ یمین و ظہار و حج وقتال وغیرہ پس وہ امور اس کے ولی کے ادا کرنے پر میت سے گر جاتے ہیں اس لئے ولی کو لازم ہے کہ جس طرح ہو سکے ان کو ادا کرے، جیسا کہ کتاب نسائی فی سنۃ الکبریٰ اور عبدالرزاق فی کتاب الوصایا و نصرۃ الحق و شرح برزخ میں مذکور ہے:

۱: باقی عقائد و جوابات مرزا کتاب قہر یزدانی بر قلعہ قادیانی میں ملاحظہ کریں قیمت صرف ۸۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" عن ابن عباسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یصلی احد عن احدٍ ولا یصوم احد عن احد ولکن یطعم عنہ مکان کل یومٍ مدین من حنطۃٍ "

(رواہ النسائی فی السنۃ الکبریٰ (ونصرۃ الحق)

یعنی ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نماز نہ پڑھے اور نہ روزہ رکھے کوئی کسی کی طرف سے مگر یہ کہ طعام دیوے اس کے ہردن کے عوض دومدّ گندم اور مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۷۰ باب القضاء میں بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما بایں الفاظ حدیث مذکور ہے:

" عن نافعٍ عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال ومن مات وعلیہ صیام شھر رمضان فلیطعم عنہ مکان کل یومٍ مسکیناً رواہ الترمذی وقال الصحیح انہ موقوف علی ابن عمر "

یعنی جس کے ذمہ نماز وروزہ اگر رہ جائے تو اس کا ولی ان کے بدلے کسی مسکین کو کھانا کھلاوے اور سرخود ان کو ادا نہ کرے اور اس کی تائید پر یہ حدیث بھی مشکوٰۃ ومؤطا باب مذکور میں بایں الفاظ موجود ہے:

" ان بن عمر کان یسئل ھل یصوم احد عن احدٍ او یصلی احد عن احدٍ فیقول لا یصوم احد ولا یصلی احد عن احد "

(رواہ فی المؤطا)

اور کتاب شرح برزخ میں بروایت ابن عباس مذکور ہے:

" عن ابن عباسٍ قال لا یصلی احد عن احدٍ ولا یصوم احد عن احدٍ ولکن یطعم عنہ "

اور اگر کوئی غیر مقلد اعتراض کرے کہ بخاری ومسلم میں بروایت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

" من مات و علیہ صوم صام عنہ ولیہ"

یعنی جس کے ذمہ روزہ رہ جائے تو اس کے عوض میں ولی روزہ رکھے پس ہم اس کا جواب چندوجہ پر دیں گے اور تو یہ حدیث منسوخ ہے چنانچہ کتاب وجیز الصراط میں لکھا ہے:

" وما ورد من قولہ ﷺ فصومی عن امک وقولہ ﷺ من مات ولیہ صوم صام عنہ ولیہ فمنسوخ کذا فی البرھان وغیرہ ھکذا قال الطحطاوی وغیرہ "

اور دوسرا یہ ہے کہ اس میں نماز کا ذکر نہیں ہے صرف روزہ کا ذکر ہے جو کہ دوسرا بھی رکھ سکتا ہے، علاوہ اس کے غیر مقلد غزنوی امرتسری صاحب نے ترجمہ مشکوٰۃ کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے کہ ہر دوصورت جائز ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہے کہ نزدیک مذہب حنفیہ وجمہور علما وبقول شافعی رضوان اللہ علیہم اجمعین بعوض ان کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

طعام مسکینوں کو دیا جائے وھو ہذا:

" وذھب الجمھور الی انه لا یصوم عنه وبه قال ابوحنیفة و مالک و شافعی فی اصح قولیه عند اصحابه وقول الحدیث بان المراد اطعام الولی عنه وتکفیره عنه فعندنا ان اوصی فیؤخذ من ثلث وعندنا الشافعی اوصیٰ اولم یوص فیؤخذ من کل مالہٖ "

(نقل از حاشیہ مشکوٰۃ)

اور قرآن مجید میں مطلقاً فدیہ ادا کرنے کا ذکر ہے۔لقولہ تعالیٰ :

﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَه، فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴾

یعنی اوپر ان لوگوں کے جو طاقت رکھتے ہیں کھانا ہے ایک مسکین کا اور شرح وقایہ میں ہے کہ جو شخص رمضان مبارک میں بیمار ہو جائے اور پھر چند روز صحت پا کر مر جائے تو اس کا والی اس کی طرف سے روزوں کے قضاء کے بدلے مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اسی طرح مسافر کی طرف سے۔

" وان مات فی سفرٍ من مرض فان صح او قام ثم مات فدی عنه ولیه، بقدر ما فات عنه "

اور یہ بھی لکھا ہے کہ ثلث مال سے نماز وروزہ کا فدیہ ادا کریں اور فدیہ نماز کا مثل روزوں کا ہے۔

" وتصح من ثلث و فدیة کل صلوٰۃ کصوم یوم وھو الصحیح "

اور شرح الیاس میں یوں لکھا ہے:

" ویعتبر فدیة کل صلوٰۃٍ فاتت کصوم یوم ای کفدیة صومٍ "

اور صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ اگر میت نے وصیت کی تو ولی کو لازم ہے کہ نصف ٹوپہ گندم سے اور دو ٹوپہ جو اور کھجوروں کے بدلے ہر نماز روزہ کے ادا کرے، وہ عبارت یہ ہے:

" من مات وعلیه قضاء رمضان فاوصیٰ بہٖ اطعم عنه ولیه لکل یوم مسکینا نصف صاعٍ من برٍ او صاعٍ من تمر او شعیرٍ لانه عجز من الاداء وکذٰلک اذا اوصیٰ بالاطعام عن الصلوٰۃ "

پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنے بھائی غریب مسلمان پر رحم کریں اور خاص کر اس وقت تو نہایت درجہ پر میت عاجز ہوا کرتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے میت کے ولی پر یہ حکم لگا دیا ہے کہ بعوض نماز وروزہ کے کھانا مسکینوں کو کھلائے تاکہ اس سے عذاب کی تخفیف ہو جائے چنانچہ اس حدیث میں ہے:

" عن ابن عمر قال لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احدٍ ولکن ان کنت فاعلا تصدقت عنه او اھدیت "

(رواہ عبدالرزاق فی کتاب الوصایا ونصرۃ الحق)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور صاحب درمختار جلد اول باب القضاء الفوائیت وغایۃ الاوطار نے لکھا ہے:

" ولو مات وعلیه صلوات فائتة و اوصیٰ بالکفارة یعطیٰ لکل صلوٰةٍ نصف صاعٍ من بر کالفطرة وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث ماله ولو لم یترک مالا یستقرض وارثه نصف صاعٍ مثلا یدفعه لفقیرٍ ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم فقط "

یعنی اگر شخص مرا اور اس کے ذمہ نمازیں فوت شدہ ہیں اور وصیت کی کفارہ دینے کی تو دیا جائے ہر نماز کے لئے آدھا صاع گیہوں مانند صدقہ فطر کے اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی ان میں سے ہر ایک کے عوض صدقہ فطر کی مانند دینا چاہئے اور یہ کفارہ میت کے تہائی مال سے دیا جائے اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا یا اتنا ہو کہ سب نمازوں کے کفارہ کو کافی نہ ہو تو میت کا وارث یہ تدبیر کرے کہ نصف صاع یعنی قرض لے اور اس کو فقیر کے حوالے کرے پھر وہ فقیر ہبہ کرے اور وارث پھر فقیر کو دے اسی طرح بار بار کرے یہاں تک کہ فدیہ تمام ہو جائے۔

(درمختار)

اور اگر کوئی غیر مقلد اس مقام میں اعتراض کرے کہ نماز قضا کے عوض صدقہ دینا کس حدیث میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بروایت سمرہ بن جندب بایں طور مذکور ہے کہ کہا جندب نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جس نے جمعہ کو بے عذر چھوڑا وہ صدقہ دے ایک دینار اور جس کو جمعہ نہ ملا وہ نصف دینار صدقہ دے اور ایک روایت میں ہے آدھا درہم اور دو درہم اور ایک مد اور نصف مد بھی آیا ہے اور دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک درہم یا ایک صاع یا ایک مد گندم سے دیا جائے اور مد سیر کا ہوتا ہے اور صاع میں چار مد آتے ہیں۔ ہو ہذا:

" عن سمرة ابن جندبٍ قال قال رسول الله ﷺ من ترک الجمعة من غیر عذرٍ فلیتصدق بدینارٍ فان لم یجد فنصف دینار "

(رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ مشکوٰۃ باب الجمعہ صفحہ ۱۲)

اور علاوہ اس کے دو مد گندم دینے کا ذکر حدیث نمبر اول میں گذر چکا ہے۔ اب غیر مقلد صاحب کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض ہے کہ ذرا انصاف اور ایمان سے ایک سال نماز روزں کا حساب لگا کر بیان کریں کہ کتنا غلہ و نقد فدیہ فی سال کا دینا پڑتا ہے فتدبر۔

سوال: مریض کو پہلے مرنے کے یعنی عند الموت کیا کیا وصیت کرنی چاہئے اور اسقاط قبل از دفن کی جائے یا اس کے بعد؟

جواب: آدمی کو چاہئے کہ قبل از موت اپنے عزیزوں اور ہمسایوں سے اور جن لوگوں کے کچھ حق ہیں ان سے بخشا لے اور جن کا ادا ہونا بہت مشکل ہو جیسا کہ حقوق اللہ تعالیٰ مثل نماز، روزہ، حج اور ان کے لئے ثلث

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مال سے وصیت کرے، چنانچہ کتاب مجالس الابرار صفحہ ۳۳۸ میں مذکور ہے وہو ہذا:

" ویوصی بما لم یتمکن من ادائه فی الحال حتی لو کان علیه حق من حقوق الله تعالیٰ کالصلوٰة والزکوٰة والصوم والحج وغیر هایجب علیه ان یوصی لهذا الحقوق بثلث ماله ان یحتج والیه وان لم یکن علیه الیه حق من هذه الحقوق.لایجب علیه الوصیة بل ینبغی له ان ینظر الی حال الورثة فانهم ان کانوا صغاراً فافضل له ترک الوصیة "

یعنی متوفی قبل از انتقال اقرباء و ماں باپ و ہمسایہ وغیرہ سے معافی طلب کرے اور جن کا ادا کرنا مشکل ہو جیسا کہ حقوق اللہ تعالیٰ مثل نماز وروزہ وزکوٰۃ وحج وغیرہ تو ان کے ادا کرنے کے لئے وصیت کرے اور یہ واجب ہے کہ ثلث مال سے وصیت کرے اگر اس کے ذمہ کوئی حق اللہ تعالیٰ کا باقی نہیں رہا تو پھر وصیت کرنا واجب نہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ اگر متوفی نے موافق حکم شریعت کے جس کام کی وصیت کی ہے اس کو ضرور ادا کریں۔ اگر اس نے وصیت نہیں کی تو ان کے لئے صدقہ دے کر ان کے لئے ثواب بخشیں چنانچہ نسائی میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے پوچھا کہ یا حضرت والدہ میری مرگئی ہے اور اس نے وصیت نہیں کی، کیا اس کے لئے صدقہ کریں، اس کو پہنچے گا، فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاں بے شک پہنچے گا اور وہ حدیث یہ ہے:

" عن ابن عباسٍ ان سعداً سأل النبی ﷺ ان امی ماتت ولم نوص افا تصدق عنها قال نعم ایضا رجلاً قال یا رسول الله ان امته توفیت انفعها ان تصدقت عنها قال نعم "

اور صدقہ میت کے لئے بخشنا اس صورت میں مستحب ہے اور علامہ کرمانی شارح بخاری اور کتاب شرح برزخ میں یوں لکھتے ہیں:

اگر کوئی تم سے مرجائے تو اس کے لئے ضرور صدقہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ اس دن میں نہایت درجہ پر عاجز ہوا کرتا ہے وہو ہذا

" قال ما یتصدق به الرجل اخر یوم من الدنیا اول یومٍ من الاٰخرة "

اور اس کے آگے یوں لکھا ہے:

" ای احق زمانٍ تصدق فیه الرجال فی احواله اخر عمره "

اور حدیث شریف میں ہے:

" فارحموا موتاکم "یعنی تم اپنے مردوں پر رحم کرو اور اسقاط قبل از دفن کرنی چاہئے، چنانچہ شرح الصدور شرح برزخ صفحہ ۱۲۳ بروایت ابی ابن کعب حدیث تحریر ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ موت مقام خوف ہے پس صدقہ کرو پہلے دفن کرنے سے وہ حدیث یہ ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" اخرج ابی ابن کعب ان النبی ﷺ قال الموت فزع فتصدقوا له قبل الدفن فاقرؤا ما تیسر من القرآن اجعلوا له ؛ "

اور حدیث معلق واجب العمل ہے مانند حدیث متصل کے اوصاحب شرح برزخ وغیرہ نے لکھا ہے کہ پہلے یہ کام کرنا سنت ہے جیسا کہ حدیث مذکور کے تحت میں لکھا ہے:

" افادالحدیث ان التصدق لروح المیت قبل الدفن سنة لو ختم له القرآن لکان جائزاً یرجیٰ فیه نجاة المیت و کان السلف علیٰ ذٰلک "

یعنی صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسا ہی کیا کرتے تھے اور اغر مزنی سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ تم صدقہ کا ثواب دفن کرنے سے پہلے کر دیا کرو اور وہ یہ حدیث بایں الفاظ معلق ہے:

" اخرج اغر المزنی ان النبی ﷺ قال تصدقوا موتاکم قبل الدفن لعل الله تعالیٰ ینجیه بذٰلک "

(نقل از شرح برزخ)

اور کتاب طحطاوی اور شرح الصدور میں بایں الفاظ حدیث مذکور ہے:

" قال علیه السلام تصدقوا لموتاکم قبل الدفن لیکون ذٰلک فدیةً من ایدی ملٰئکة العذاب "

یعنی فرمایا اپنے مردوں کے لئے صدقہ کرو پہلے دفن کرنے سے پس ہوگا یہ فدیہ سامنے فرشتوں کے عذاب سے اور بخاری کتاب بلوغ المرام میں بایں الفاظ حدیث وارد ہے کہ ایک عورت نے قوم جہینہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ میری ماں مرگئی ہے اور اس نے نذر مانی تھی کہ میں حج کروں گی، کیا میں اب اس کی طرف سے حج کروں، آپ نے فرمایا بے شک تیری ماں کے ذمہ کسی کا قرضہ رہ جاتا تو تو ادا کرتی یا نہ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ ضرور ادا کرتی آپ نے فرمایا یہ تو خداوند کریم کا اس کے ذمہ قرضہ ہے، اس کو ضرور ادا کر، پس اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ حقوق اللہ اگر میت کے ذمہ ہے تو ولی اس کو ضرور ادا کرے تا کہ میت عذاب الٰہی سے نجات پا جائے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کسی کے ذمہ کچھ قرضہ رہ جاتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کا جنازہ نہ پڑھتے تھے، تاوقت یہ کہ اس کو ادا نہ کر لیتے اور مشکوٰۃ باب النذر میں ہے کہ ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ یا حضرت میری ماں مرگئی ہے اور اس کے ذمہ نذر ہے اب میں کیا کروں، آپ نے فرمایا کہ تو اس کو ادا کر، ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی نے نذر ادا نہ کی ہو تو کفارہ قسم کا ادا کرے، اگر کوئی غیر مقلد کہے کہ ہم صدقہ دینے سے منع نہیں کرتے بلکہ ہم تو اسقاط کو بدعت کہتے ہیں کیونکہ یہ کسی صحابی سے ثابت نہیں ہوئی تو اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے احکام شرعیہ کے ادا کرنے میں سستی وغفلت نہیں کی، بلکہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے کوئی حکم صادر ہوتا تو فی الفور بلا دریغ اسی وقت اس کو مان کر ادا کر لیتے، اگر کسی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

صحابی سے کسی عذر کے سبب سے کوئی حکم رہ جاتا، تو پھر اس کو ادا کرتے، ورنہ اس کے عوض میں ان کے وارث فدیہ ادا کرتے، اگر کوئی حکم فی نفسہٖ کرنے کے قابل ہوتا، تو اس کو سرخود ادا کرتے، اگر میت کے ذمہ کوئی حکم مثل نماز و روزہ و حج و کفارہ یمین و ظہار و نذر کا نہ رہ جاتا، تو پھر بھی میت کے لئے قرآن مجید و صدقہ کا ثواب پڑھ کر بخشتے، چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قربانی کیا کرتے اور مائی خاتون جنت اور امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے روٹی پکا کر بخشتیں اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے فرزند ابراہیم کے لئے شیر و طعام و کلام کا ثواب پڑھ کر بخشا اور الفاظ اس حدیث شریف کے آگے تحریر کئے جائیں گے اور علاوہ اس کے آثار صحابہ و احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ جس کے ذمہ نماز و روزہ حج زکوٰۃ و کفارہ نذر و کفارہ یمین کا رہ جاتا تو آپ ان کے ولیوں پر ان کے ادا کرنے کا حکم لگا دیتے اور وہ جو حکم قابل سرخود کرنے کا ہوتا تو اس کو خود ادا کرتے ورنہ ان کے عوض میں فدیہ دیتے کیونکہ قبل از دفن ایسا فدیہ ادا کرنے سے میت پر عذاب کی تخفیف ہو جاتی اور اس لئے اس فدیہ کا نام اسقاط رکھا گیا ہے کہ بایں طور ادا کرنے سے وہ امور جو اس کے ذمہ رہ جاتے ہیں وہ گر جاتے ہیں اور زبان عرب میں اس کا نام اسقاط رکھا گیا ہے اور تمام کتب فقہ حنفیہ شافعیہ میں لکھا ہے کہ قبل تقسیم و انصاف ثلث مال سے ادا کریں اور پھر باقی ماندہ ورثہ موافق شریعت کے آپس میں تقسیم کر لیں۔

مسئلہ: اسقاط کرنا واجب کس حالت میں ہے

سوال: اگر متوفی نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد ضرور اسقاط کریں اور وہ شخص مر گیا اور اس کا ورثہ کچھ نہ نکلا یا کچھ نکلا تو اسکے مال کے مالک یتیم ہیں تو اس وقت کس طرح کیا جائے۔ اگر کچھ بھی نہیں نکلا تو کس قدر قرضہ لے کر اسقاط کرنا جائز ہے اور اسکا مال بہت نکلا اور اس کا وارث کوئی نہیں تو پھر کس طرح کیا جائے۔

جواب: اگر اس صورت میں متوفی کا مال کچھ نکلے یا نہ نکلے تو ہر دو صورت میں ولی پر اسقاط کرنا واجب ہے اگر میت قرضدار ہوا تو قریبی رشتہ دار اپنی طرف سے ادا کریں کیونکہ میت کے ذمہ احکام شریعت مثل نماز و روزہ و ظہار کے رہ چکے ہیں اگر ورثہ نکلے تو ثلث مال سے ادا کریں، چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہے:

" قال فی الطحطاوی وینفذ الوصیة من الثلث بشرط ان لا یکون فی الترکة دین من دیون العباد حتی لو کان ینفذ ذٰلک من ثلث الباقی الا اذ لم یکن له وارث فحینئذٍ ینفذ من جمیع ما بقی"

اگر کچھ مال کے مالک یتیم ہوں اور اگر اس وقت بدوں تقسیم ترکہ کر کے ان کے حق سے اسقاط نہ کی جائے اور ان کے

1: یہ عبارت قاضیخاں جلد اول فصل فی مسجد اور دوسری عبارت عالمگیری جلد ۵ باب الہدایا والضیافات میں ملاحظہ کریں فقط۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مال سے ایک درہم نہ پکڑا جائے چنانچہ عالمگیری میں (ا) ہے:

" وان اتخذ طعاماً للفقراء كان حسناً اذا كانت الورثة بالغين ان كانت فى الورثة صغيرا لم يتخذوا ذلك من التركة كذا فى التاتارخانية وان اتخذوا ولى الميت طعاماً للفقراء كان حسنا الا ان يكون فى الورثة صغيرا فلا يتخذوا ذلك من التركة "

اوراگر اس صورت میں ولی قرضہ لے کر اسقاط کرے تو بھی جائز ہے جیسا کہ درمختار میں بھی مذکور ہے۔

مسئلہ: علمائے دین کا حق لوگوں پر واجب ہے۔ ثبوت حیلہ وطریقہ اسقاط ومستحقین آں

سوال: اسقاط کس طرح کی جائے اور اگر مال اندک ہو تو پھر کیا حیلہ کیا جائے اور حیلہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور مال اسقاط کس کا حق ہے؟

جواب: اگر متوفی کے ذمہ روزے رمضان شریف وکفارہ یمین وسجدہ سہو وتلاوت وواجبات میں سے کوئی حکم رہ جائے اور متوفی اس کے ادا کرنے کے لئے وصیت بھی کر جائے تو ثلث مال سے اسقاط کریں۔ اگر متوفی نے وصیت تفسیر امور متروکہ کی نہیں کی اور لوگوں کو بھی معلوم نہیں کہ اس کے ذمہ کون کون حکم باقی ہیں پس اگر وہ ان کو ادا کرنا چاہیں تو اس کی عمر شماری کا حساب کریں اگر مرد ہو تو اس کی عمر سے بارہ سال حساب نکال دیں، اگر عورت ہو تو اس کی عمر سے نو سال اور بدلہ فی روزہ نیم سیر گندم اور آدھ سیر نماز پنجوقتی اور دوثار برائے نماز وتر پس بایں حساب باقی ماندہ سالوں کا اندازہ لگا کر مال اسقاط محتاجان جان وغریباں کو بانٹ دیں اگر علمائے دین غریب ہوں یا ان کے ساتھ بوقت معین کرنے کے وعدہ کیا گیا ہو تو بھی اس صورت میں مال اسقاط انہیں کا حق ہو جاتا ہے چنانچہ فتاوٰی اصول العماوی وجیز الصراط میں ہے:

" اذا عينو هم لامامهم شيئا من الاوقاف والصدقات والهدايا وغيرها ولزمهم اداؤها "

اور فتاوٰی جواہر صفحہ ۲۳۶ میں لکھا ہے: "معلم ومتعلم کی خدمت اہل اسلام پر واجب ہے"

" من اشتغل يتعلم العلم واجب على المسلمين كفاية واذا كان العالم والمتعلم فى بلدٍ ليس له من بيت المالِ وظيفة يجب على الاغنياءِ تلك البلدة نفقته وكسوته "

اگر اس قدر ثلث مال نہ ہو اور کوئی چیز قیمتی مثل قرآن مجید یا مرداریدلے کر محتاجان وغیرباں کو برائے متوفی دے دیں، اگر ایسا نہ کریں تو اس طور پر حیلہ کریں کہ اپنی طرف سے اندک قرضہ لے کر مساکین کو دے دیں پھر وہ مسکین اس کو دے دے اور اس طرح حساب پورا کریں، چنانچہ صاحب طحطاوی نے لکھا ہے اگر میت کے ترکہ سے کچھ مال نہ نکلے تو ولی ضرور ان امور کو ادا کرے۔ وہو ہذا:

" ولو لم يترك مالا يستقرض وارث نصف صاع من بر ويدفعه الفقير الوارث ثم وثم حتى يتم هكذا فى درمختار باب قضاء الفوائت (ا) "

حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

’’اور قرآن مجید و حدیث صحیحہ سے حیلہ کرنا ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام نے حالت بیماری میں غصہ میں آ کر قسم کھائی تھی کہ میں اپنی بیوی کو سولکڑی ماروں گا تو جب ان کو صحت ہوئی اور متفکر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حیلہ بتادیا کہ تم اپنی عورت کو سوتیلہ جھاڑو کا مارو، تو قسم تیرے ذمہ سے اتر جائے گی اور وہ آیت یہ ہے: قال اللہ تعالیٰ:

﴿ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ وَلَا تَحْنَثْ ﴾

اور اسی طرح حافظ محمد لکھنوی صاحب غیر مقلد اپنی کتاب زینت الاسلام حصہ دوم صفحہ ۳۴ میں بایں الفاظ ابیات تحریر کرتے ہیں:

ابیات

وارث اتے فرض جو فدیہ صوم صلوٰۃ تمامی
تریجا حصہ ترکیاں دیویں مسکیناں انعامی
جے سارا فدیہ طاقت ناہیں حیلہ ایہ کچیوے
کل نمازاں روزے فدیہ کنک حساب گنیوے
فر کنک ساری دی قیمت موجب کرنے جمع روپیئے
جے سٹھ روپیہ بنیا مثلاً چیز کوئی پھر لیوے!
قیمت جدی پنج روپیئے مِلک فقیر کچیوے
موڑ فقیر وارث نوں بخشے پھر اسنوں بخشیوے
جد یاراں واری اینویں کرسن سٹھ تھیوے
ایہ حیلہ شرعی کچیوے میت شاید اوہ بخشیوے

۱: درمختار جلد اول باب قضاء الفوائت میں یوں لکھا ہے:

’’ ولو مات وعليه صلوات فائتة واوصىٰ بالكفارة يعطىٰ لكل صلوةٍ نصف صاعٍ من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وانما يعطىٰ من ثلث ماله ولو لم يترك مالاً يستقرض وارثه نصف صاعٍ مثلا ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم و ثم يتم‘‘

اگر کسی صاحب نے زیادہ تحقیقات کرنی ہو تو رسالہ احسان الاموات بالصدقات والاسقاط مولفہ مولوی نبی بخش صاحب حلوائی ملاحظہ کریں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اورانواع مولوی عبداللہ مطبوعہ لاہوری صفحہ ۳۹ میں یوں لکھا ہے:

ست ویہاں من اٹھ من ست وچوں سیر گھا　　　اے ورہے راتیں اسقاط میت شاہ جہانی آ

اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۶۶ میں طریقہ اسقاط یوں تحریر ہے کہ اگر " شخصے بمیر دبرائے فدیه او هفت چیز جمع کنند قدرے زرده نقره و مس و قران و پارچه و جامه و غله و قند جمع نموده وارث اوبگوید خداوند فلاں ترك فرض وواجب و سنت کرده باشد ، ودریں حالت قضائے آں ممکن نیست و هر چه حرام و مکروه هست بجا آورده باش از توبه آں عاجز است اگر چه عمر اوچهل است و زیاده همیں هفت روز باز گردد ، ایں هفت چیز بمقابله تقصیرات هفت روز میدهم ، وشخص دیگر قبول کند ، خداتعالےٰ آں میت رادر اول شب گوردرباغ بهشت کند "

(و هکذا فی جامع الرموز)

اور قرآن مجید ایک دوسرے کو بار بار دینا اور لینا چنانچہ موجود زمانہ میں اکثر مُلّا کیا کرتے ہیں، اس کا کوئی ثبوت نہیں، ہاں اگر صرف قرآن مجید محض للہ بروحِ میت بایں الفاظ دے دے کہ خداوند اس شخص سے کچھ احکام تیرے ادا ہوئے اور کچھ ادا نہیں ہوئے اب یہ ادا کرنے سے عاجز ہے اور عوض ان کے یہ قرآن مجید اس درویش کو دیتا ہوں اور لینے والا کہے کہ میں نے قبول کیا۔

سوال: بسم اللہ شریف یا کلمہ شہادت یا کوئی اور اسم ذاتی یا صفاتی میت کی پیشانی یا کفنی پر لکھنا خاک یا سیاہی سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بسم اللہ شریف یا کلمہ شہادت واسم ذاتی یا صفاتی خاک سے پیشانی یا کفنی پر لکھنا مستحب ہے جیسا کہ درمختار باب جنازہ جلد اول میں بایں الفاظ عبارت تحریر ہے:

" و کتب علیٰ جبهته او عمامته او کفنه عهدنا معه یرجیٰ ان یغفر المیتُ "

اور صاحب زاویہ نے روایت کی ہے! کہ فاروق کے گھوڑوں کی رانوں پر جو کہ طبیلہ میں رہتے تھے اسم الٰہی لکھے جاتے تھے۔ " روی انه کان مکتوبا علی فخاذ افراسٍ فی اصطبل فاروق جلیل فی سبیل الله " اور کثیر ابن عباس نے اپنے کفن کے اطراف پر یہ کلمہ تحریر کیا جیسا کہ عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں کثیر ابن عباس کا یہ حال لکھا ہے:

" کتب فی اطراف اکفانه یشهد کثیر ابن عباس ان لا اله الا الله هکذا فی نصب الرایة "

اور علامہ شامی و بزاز اور تاتارخانیہ وفتاویٰ عبدالحی جلد ۳ و وجیز الصراط وغیرہ احباب نے اس امر کو جائز لکھا ہے اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

صاحب فتح القدیر نے سورہ یسین وغیرہ کو مکروہ لکھا ہے۔ اگر کوئی اسم لکھنا ہو تو خاک سے لکھنا چاہئے اور میت کو قبل از جنازہ قدمی دینا سنت ہے:

" عن ابی هريرة قال من حمل الجنازة بجوانب الاربع فقد عفی الله عليه ايضا محمد بن حنيفة حدثنا ابو حنيفة ثنا منصور بن معتمر قال من السنة حمل الجنازة بجوانب السرير الاربع "

(رواہ ابن ماجہ نقل از وجیز الصراط مقالہ ۶)

مسئلہ: جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور قدمی دینا

سوال: نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں اور میت کے پاؤں غسل دینے کے وقت کس طرف کرنے بہتر ہیں؟

جواب: جنازہ پڑھنے کے بعد نزدیک علمائے سلف وخلف دعا مانگنا جائز ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کا جنازہ پڑھا اور سلام پھیر کر یہ دعا اس میت کے لئے مانگی، وہ حدیث یہ ہے:

" وصلى عليه وقال اللهم اغفر وارحمه وادخله جنتك وقال الحاكم هذا الحديث صحيح"

(رواہ البیہقی)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات جلد اوّل کتاب الجنازہ فصل ثانی میں فرماتے ہیں:

" احتمال دارد که آنحضرت ﷺ درجنازه فاتحه بعد از نماز یا پیش ازاں بقصد تبرك خوانده باشند چانچه آلاں متعارف است "

اور اسی طرح محدث فتح محمد برہانپوری نے اپنی کتاب مفتاح الصلوٰۃ میں بایں طور تحریر کیا ہے کہ " چون از نماز فارغ شوند مستحب است که امام صالح دیگر فاتحه بقرتا مفلحون طرف سر جنازه فاتحه بقر یعنی ﴿آمن الرسول﴾ طرف پائیں بخواند که در حدیث وارد است در بعض احادیث بعد از دفن واقعه شده هر دو وقت که میسر شود مجوز است"

ونہر الفائق شرح کنز الدقائق جلد اول باب الجنائز میں ہے:

" ويقول بعد صلاةِ الجنازة اللهم لا تحرمنا اجره' ولا تفتنا بعده' واغفرلنا له' "

اور ہدایہ جزو ثانی جلد اول باب الجنائز کے ابتداء میں بیہقی سے روایت ہے کہ جب صحابی براء بن معرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال کیا تو حضور نے خود ایسا کیا، چنانچہ گذر چکا ہے کہ صاحب قنیہ وزاہدی نے اس بات کو مکروہ لکھا ہے تو یہ ہر دو صاحب معتزلہ ہیں، لہذا ان کے اقوال پر کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ان کا یہ قول مخالفِ حدیث صحیح وعلماء سلف وخلف رحمۃ اللہ علیہم کے ہے۔

(نقل از کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۱۳)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور میت کے پاؤں قبلہ کی طرف بوقت نہلانے کے کرنے بہتر ہیں جیسا کہ بوقت بے طاقتی نماز پڑھنے کے لئے۔ جاتے ہیں جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے۔

" وحبب یومی ایماءً مستلقیا طولا علی قفاءٍ ورجلاہ نحو القبلۃ کما یوضع فی الصلاۃ بالایماءِ وعلیہ المشائخ واختار البعض من اصحابنا ان یوضع مستلقیا علی قفاہ عرضا راسہ' نحو القبلۃ کما یوضع فی نحو القبر وعلیہ المتأخرون "

(نقل از مجالس الابرار و شرح برزخ صفحہ ۱۲۰)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جس طرح آسانی سے جگہ تختہ کی ملتی ہو اسی طرح سے رکھا جائے۔

(ھکذا فی ظھیریہ و فتاویٰ عالمگیری)

واللہ اعلم والصواب

مسئلہ: قبر پر قرآن پڑھنا اور فاتحہ خوانی دانوں پر کرنا اور چراغ وغیرہ قبروں پر جلانا

سوال: قبر پر میت کو تلقین اور دانوں پر فاتحہ خوانی یا قبر پر چراغ جلانا یا کوئی یوم مقرر کر کے ہفتہ تک روٹی دینی یا قبر پر جمع ہو کر قرآن پڑھانا یہ سب امور جائز ہیں یا بدعت؟

جواب: بے شک میت کی قبر پر تلقین کرنا اور فاتحہ خوانی اور جمع ہو کر قرآن شریف قبر پر پڑھنا پڑھانا جائز ہے چنانچہ صاحب شامی ودرمختار ومضمرات وغرائب وفتاویٰ جواہر نے لکھا ہے:

" قرأۃ القرآن عند القبور مکروۃ عند الحنیفۃ و عند محمدٍ لا وعلیہ الفتویٰ من المضمرات والاصح انہ لایکرہ' "

یعنی قرآن شریف کا پڑھنا قبر کے پاس امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے اور نزدیک امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی خوف نہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ ہے اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ (۱) نہیں ہے۔

(نقل از فتاویٰ جواھر صفحہ ۴۴۳)

اور ائمہ دین سلف وخلف اسی بات پر ہیں کہ قاریوں کا قبر پر بیٹھنا کوئی مکروہ نہیں اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۶۳ میں یوں لکھا ہے:

" واذا دفن المیت ینبغی ان تجلسوا ساعۃً عند القبر بعد الفراغ ویدعوا للمیت وقراءۃ القرآن عند القبور لا یکرہ ھکذا فی العالمگیریۃ و عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری و فتح القدیر و تکمیل الایمان وامام زرقانی مالکی شرح موطا "

۱: قرآن مجید کا قبر پر پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، مشکوۃ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں اور امام صاحب کے نزدیک بھی قرآن مجید مسلمانوں کی قبر پر پڑھنا جائز ہے۔ ہاں کافر ومنافق وبدمذہب کی قبر پر قرآن پڑھنا ناجائز ہے اور گلی ہوئی میت پر مکروہ ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور اس بات پر تمام علماء احناف کا اتفاق ہے کہ قاریوں کا بٹھانا قرآن مجید پڑھنا جائز بلا کراہت ہے اور فتاویٰ نجم الدین وکتاب مجالس الابرار وغیرہ کتب فقہ اور احادیث میں لکھا ہے کہ صاحب قبر کو ضرور تلقین کی جائے وہو ہذا:

" قوله عليه السلام لقنوا موتاكم شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله "

اور علمائے دین اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا یہ تلقین بوقت سکرات الموت کی جائے اور بعض نے کہا کہ بوقت دفن کی جائے اور فتاویٰ جواہر صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے کہ بعد دفن کے یہ تلقین کی جائے وہو ہذا:

" التلقين بعد الدفن فعله بعض مشائخنا وهو معتادٌ فى بعض البلادِ "

اور مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی مجدد مائۃ حاضرہ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ بعد از دفن میت کی قبر پر اذان ضرور کہی جائے کیونکہ خود آپ ﷺ نے سعد بن معاذ کی قبر پر الفاظ اذان کے بآواز بلند کہے تھے اور اس حدیث کو امام احمد طبرانی وبیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے بیان کیا ہے کہ اگر کسی مصلحت کی وجہ سے کوئی روز معین فاتحہ خوانی کے لئے کیا جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں، چنانچہ خود حضرت مسعود رضی اللہ عنہ نے وعظ کے لئے کسی مصلحت کی وجہ سے جمعرات کا روز معین کر لیا تھا اور یہ ذکر مشکوٰۃ وبخاری ومسلم میں موجود ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اخیر میں جمعہ کے روز کو وعظ کے لئے مقرر کر رکھا ہے حالانکہ قرآن مجید میں وعظ کرنے کے لئے کسی روز اور وقت کی قید نہیں۔

مسئلہ: تیسواں، چالیسواں

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے: " مستحب است که صدقه کرده (۱) شود از موت بعد از دفن واز عالم تا هفت روز " اور صاحب سراج المنیر نے یوں لکھا ہے:

" ويستحب ان يتصدق عن الميت بعد موته سبعة ايام "

پس اس امر میں دوسرا اور چوتھا اور ساتواں سب داخل ہوئے اور تفسیر در منثور میں تحت آیۃ کریمہ عقبی الدار کے لکھا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مع صحابہ احد میں شہداء کی قبروں پر سال بسال ضرور جایا کرتے تھے۔ ہو ہذا:

" كان يأتى احد على راس كل عامٍ وسلم علىٰ قبور الشهدآءِ ويقول سلام عليكم "

۱: تیسواں چالیسواں کرنا جائز ہے چنانچہ کتاب برزخ وکتاب عین العلم شرح زین العلم صفحہ ۱۲۶ میں نیز بایں طور لکھا ہے " ويتصدق الولى قبل مضى ليلة بشئ ان تيسر والا يصلى ركعتين بالفاتحة واية الكرسى والتكاثر عشرا فى كل ركعة ويهبه الثواب ويقف مستدبر القبلة ويواذب على الصدقة سبعة ايام الخ " اور تفسیر عزیزی جلد آخر صفحہ ۱۱ سورۃ انشقت تحت آیت والقمر فیصلہ تحریر ہے فقط باقی ذکر مقدمہ سلطان الفقہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور کلمہ طیبہ کی گنتی دانوں اور تسبیحوں پر کرنے میں کوئی عیب نہیں۔ چنانچہ حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں سو تسبیح ہزار دانہ کی ایک صندوق میں پڑی ہوئی ہے اور وفات میت پر تیسرے روز یا اول روز یا جس وقت چاہتے ہیں جمع ہو کر ان پر پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخش دیتے ہیں۔

مسئلہ: عرس شریف و فاتحہ خوانی دانوں پر

اور درالمنظوم فی ترجمۃ ملفوظات المخدوم صفحہ ۲۰ و صفحہ ۸۴۷ اور حضرت مجدد الف ثانی جلد ثانی میں یوں تحریر کرتے ہیں:

بیاران و دوستاں دعا فاتحہ مسئول ہست اور اس کی تائید پر یہ حدیث وارد ہے:

" قال رسول اللہ ﷺ من قال لا الہ الا اللہ مائۃ الف مرۃٍ وجعل ثوابہ' للمیت غفر اللہ لذٰلک المیت وان کان موجباً للعقوبۃ کما فی زاد الاخرۃ "

یعنی جو شخص ایک لاکھ مرتبہ کلمہ طیب کو پڑھ کر کسی میت کو اس کا ثواب بخشے گا اور اس کی برکت سے میت کو خداوند کریم بخش دے گا، اگرچہ میت مستحق عذاب ہو اور کلمہ شریف کا ذکر تمام ذِکروں سے افضل ہے اور جمع ہو کر ذکر کرنا بھی جائز ہے چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جو شخص ہم کو مجلس میں یاد کرتا ہے، میں اس کو اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔ ایک روایت صحیح میں یوں بھی مذکور ہے کہ جس مجلس میں ذکر خداوند کریم ہو رہا ہو وہاں چپ ہو کر مت بیٹھو، بلکہ تم بھی ذکر کرو اور اگر کوئی کہے کہ قرآن مجید اور کلمات طیبات کی اجرت لینی تو حرام ہے یہ علماء و درویش کیوں لیتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہم کتاب اللہ پر مزدوری لیویں فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاں بے شک مزدوری لو، کیونکہ قرآن مستحق تر ہے کہ تم اس پر اجر لو اور یہ حدیث بخاری شریف و مشارق الانوار میں بایں الفاظ مذکور ہے:

" فقالوا یا رسول اللہ ﷺ ان الحق ما اخذتم علیہ اجرًا کتاب اللہ "فقط۔

مسئلہ: قبروں پر چراغ جلانا

اور قبروں پر بے فائدہ چراغ جلانا گناہ ہے۔ ہاں اگر رات کو وہاں جا کر بیٹھتے ہوں یا ذکر اذکار کرتے ہوں یا کوئی خوف ہو تو پھر ان صورتوں میں چراغ اور آگ جلانا جائز ہے چنانچہ تفسیر روح البیان تحت آیۃ کریمہ

﴿اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ﴾ کے لکھا ہے:

" وکذا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء فالمقصد فیھا مقصد حسن ونذر الزیت والشمع لاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیما و حجۃ فیھم جائز الاینبغی المنھی عنہ "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اوراسی طرح علامہ محمد حسن سندھی میر پوری اپنی تصنیف مفاتحہ میں لکھتے ہیں:

"واسراج السراج علی قبور الاولیآء لاستراح الناس مباحٌ"

اور جہاں کہیں قبروں پر چراغ جلانے کی ممانعت کتب فقہ واحادیث میں ارد ہوئی ہے۔ وہاں بے فائدہ قبروں پر چراغ جلانا مراد ہے فقط۔

(هكذا في مجمع البحار و فتاوى سنديه)

مسئلہ: قبروں پر قبہ بنانا

سوال: قبروں پر قبہ بنانا اور پھول چڑھانا اور بوسہ لینا اور غلاف قبر پر ڈالنا جائز ہے یا بدعت؟

جواب: نزدیک بعض علماء کے یہ سب افعال مکروہ ہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ سب افعال مستحسن ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ" انداختنِ غلاف بر قبر شریف وافروختن چراغ وغیرہ تکلیفات کہ بر مزار ہائے اولیاء جملہ از مستحسنات اند......الخ" اور بدعت کہنا ان امور کو جائز نہیں کیونکہ ان امور کا ثبوت احادیث صحیحہ سے پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سنن ابوداؤد میں قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"قال دخلت علیٰ عائشة رضی الله عنها فقلت یا اماه اکشفی لی عن قبر رسول الله ﷺ وصاحبیه فکشف لی ثلثة قبور .... الحدیث"

یعنی قاسم بن محمد اکابر تابعین اور فقہائے سبعہ مدینہ طیبہ علی صاحبہ التحیۃ والسلام صحابہ سے ہیں چنانچہ طبقات میں ہے کہ حضرت ام المحدثین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں عرض کی کہ کھولو ہمارے سردار سید الابرار ﷺ کے مزار اقدس کو اور آپ کے دونوں یاروں کی قبر منور کو پس حضرت ام المؤمنین نے تینوں قبروں کو کھولا پس ان پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ان کو اٹھادیا اور طوالع الانوار کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے:

"وتقبیل (!) بغیر المصحف کقبور الانبیاء ومن یتبرک بهم فللعلماءِ فیه کلام کرهته بعضهم واستحسنه بعضهم حتی ان الشافعی اباحه مطلقاً"

اور فتاوی سندی صفحہ ۱۳۷ میں لکھا ہے کہ علمائے اربعہ کا فتویٰ اس کی عدم کراہت پر ہے اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں ذیل اس حدیث کے یوں لکھا ہے:

"عن ابن عباسٍ قال مر النبی ﷺ بقبور المدینة فاقبل علیهم بوجهه وقال بعض العلمآءِ لا بأس بتقبیل قبر الوالدین"

ا: نہایہ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو اپنے والدین کی قبر کو بوسہ دینے کی اجازت دی چونکہ اس نے نذر مانی ہوئی تھی فقط اصل الفاظ حدیث شریف سلطان الفقہ کے مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور امام بخاری جامع الصحیح اور امام نووی کے مناسک میں یوں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور جس منبر پر بیٹھ کر وعظ فرمایا کرتے تھے، اس جگہ پر ہاتھ مل کر منہ پر ملتے تھے اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن شریف کو چوم کر چہرہ پر ملتے تھے۔

" وان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما وضع یدہ علی مقعد النبی ﷺ من المنبر ثم وضعھا علی وجھہ "

(نقل از فتاویٰ سندی)

اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ نعلین مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چومنا بھی جائز ہے اور بزرگان دین کی قبروں پر گنبد بنانا برائے جلالیت ان کی کے اور قاریوں کے قرآن مجید پڑھنے اور بیٹھنے کی خاطر اور عوام الناس کی زیارت کے لئے بلا کراہت جائز ہے۔ چنانچہ کتاب کشف النور صاحب تفسیر روح (۱) البیان جلد اول صفحہ ۸۸۹ نے لکھا ہے:

" ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ المقصود الشرع یسمی منہ فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء امر جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی عین العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب ھذا القبر "

اور صاحب ذوالفقار حیدری سندی اور علامہ ملا علی قاری حنفی شرح مشکوٰۃ اور مشکوٰۃ المصابیح تعلیقات بخاری سے یوں تحریر کیا ہے:

" الحسن بن الحسن بن علی ضربت امرأۃ القبۃ علیٰ قبرہٖ سنۃ ......الخ "

یعنی وصال کیا حضرت امام حسن للثنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو آپ کی بیوی نے آپ کی قبر پر ایک سال تک خیمہ کھڑا کیا تھا۔ اور علامہ قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں با ایں الفاظ بیان کیا ہے:

" الظاھر انہ لاجتماع احباب اللہ والقرأۃ وحضور اصحاب الدعآءِ بالمغفرۃ والرحمۃ "

اور جو آپ نے قبروں پر مکان وغیرہ بنانے کی ممانعت فرمائی ہے وہاں بھی کراہت پر محمول ہے نہ اس کی حرمت پر اور وجہ اس کی یہ ہے کہ لوگ بوجہ تفاخر مال و دولت کو قبروں کی عمارت برباد کر دیتے تھے، چنانچہ آج کل یہودی و نصاریٰ کی قبروں پر عمارتیں بنی ہوئی جیسا کہ ابن الہمام نے اس مسئلہ کی تشریح تخصیص قبور کی شرح میں کر دی ہے:

" ھذا الحدیث محمول علیٰ ما کانوا یفعلونہ من تعلیۃ القبور بالبناء الحسن العالی کما فی حاشیۃ الترمذی و حاشیۃ نسائی "

۱: مطبوعہ مصر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور مجمع البحار میں ہے پس بزرگان دین کی عظمت ورفعت شان اور برائے رعب اسلام کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنے والوں کی خاطر اور زائرین کے آرام کے لئے قبور اولیاء کرام پر گنبد بنانا کوئی گناہ نہیں، چنانچہ علمائے سلف وخلف کا اسی بات پر عمل لگا تار چلا آیا ہے اور بے شک بے فائدہ قبور پر قبہ بنانا جائز نہیں اور مجمع البحار جلد ثانی میں لکھا ہے:

" وقد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء والمشاهیر لیزورهم الناس ویستریحون بالجلوس فیه .... الخ "

اور صاحب درمختار نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

" ولا یرفع علیه بناءٌ وقیل لا بأس به وهو المختارُ "

اور ملا علی قاری نے بھی اسی طرح تحت حدیث ممانعت (۱) کے لکھا ہے۔

مسئلہ: نشان کے طور پر قبور پر جھنڈا کھڑا کرنا

اور قبر پر بطور نشانہ جھنڈا کھڑا کرنا کوئی گناہ نہیں، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عثمان بن مظعون کی قبر پر خود ایک پتھر نشانہ کے طور پر کھڑا کر دیا، وہ حدیث یہ ہے:

" قال لما مات عثمان بن مظعونٍ اخرج بجنازةٍ فدفن امر النبی ﷺ رجلاً ان یاتیه بحجرٍ فلم یستطع حمدها فقام الیها فوضعها عند رأسه وقال اعلم بها لقوله علیه السلام قبر اخی "

اور اس کے تحت میں ملا علی قاری نے یوں لکھا ہے:

" یستحب ان یجعل علی قبرٍ علامة یعرف بها لقوله علیه السلام قبر اخی "

اور ترمذی (۲) ونسائی میں مذکور ہے کہ آپ نے نشان کے طور پر جھنڈا سفید رنگ کا رکھا تھا اور کبھی سیاہ رنگ کا بھی رکھتے تھے۔

" عن ابن عباسٍ رضی الله عنه ان رایة رسول الله ﷺ کانت سوداء ولواءٌ ابیض "

۱: حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں بھی قبہ بنانا اولیاء اللہ کی قبر پر جائز ہے۔ چنانچہ میزان جلد اول ص ۱۹۰ اور رحمۃ ائمہ کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے" ومن ذلک قول الائمة الثلاثةان القبر لا یبنی اولا یخصص مع قول ابی حنیفة بجواز ذلک الخ " ولا یبنی القبور ولا یخصص عن الثلاثة وجواز ذلک ابو حنیفة "
نقل از رحمۃ الائمہ باقی ذکر مقدمہ میں ملاحظہ کریں، خادم شریعت

۲: غرض یہ کہ نشان کے طور پر قبر پر پتھر یا جھنڈا یا کوئی اور شے لگا دینا بغرض پہچان کے منع نہیں، بغرض رسم ورواج بے فائدہ منع ہے۔ خادم شریعت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور قبروں پر پھول چڑھانا مستحب ہے۔

چنانچہ علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں تحریر کیا ہے:

" وقد ورد فی الحدیث انه ﷺ شق جریداً نصفین ووضع علیٰ کل قبرٍ نصفاً وکانا قبرین یعذبهما وقال انی لارجوا ان یخفف عنهما ما لم ییبسا لانهما یسبحان ماداما رطبین الخ"

اور فتاویٰ عالمگیری میں یوں مذکور ہے:

" وضع الورد والریاحین علی القبور حسن هکذا فی کتاب مطالب المؤمنین و فتاویٰ غرائب "

اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ قبر پر پھول چڑھانے سے ان کو کیا فائدہ ہوتا ہے جب کہ وہ مر چکے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ولی اللہ زندہ ہیں اور اس بات پر قرآن شریف خود شاہد ہے کیونکہ ان کا مرنا جینا برابر ہے کما قال اللہ تعالیٰ:

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوْا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ؛ ایضا : وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾

اور کتب تواریخ وکتب احادیث میں لکھا ہے کہ مابین زمین وآسمان کے سیر کرتے ہیں اور اپنے یاروں کی مدد کرتے ہیں اور یاروں کے دشمن ہوں تو ان کو تنبیہ کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری اور رسالہ تذکرۃ الموتی میں بایں طور لکھتے ہیں:

" ان اللہ تعالیٰ یعطی لارواحهم قوة الاجساد فیذهبون من الارض والسماءِ بحنبة وینصرون اولیآئهم ویدفرون اعدائهم انشاء اللہ "

اور اسی طرح مرقات شرح مشکوۃ میں لکھا ہے:

" روح المؤمنین فانها تسیر فی ملکوتِ السمآء والارض وتسرح فی الجنة حیث تشآء وتاوی الی قنادیل تحت العرش ولها تعلق بجسدهٖ ایضاً تعلقا کلیا بحیث یقرء القران فی قبرهٖ ویصلی ویتمهم وینام کنوم العروس "

مسلم نے بروایت انس اخراج کیا کہ فرمایا حضور علیہ ﷺ نے کہ رات معراج کو میں نے دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز گزار رہے تھے اور وہ حدیث یہ ہے:

"مررت بقبر موسیٰ فاذا هو فیه قائم یصلی "

اور ابوداؤد وبیہقی میں یوں مذکور ہے کہ فرمایا آپ نے بروز جمعہ تم کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی مٹی میں کچھ نہیں رہ جاتا، آپ نے فرمایا:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" ان اللّٰہ تعالیٰ حرم اجساد الانبیآء علی الارض "

اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسم مٹی پر حرام کیے ہیں ان کو نہیں کھاتی اور بیہقی میں حضرت انس سے یوں حدیث مذکور ہے:

" قال النبی ﷺ ان الانبیاء لا یترکون فی قبورھم بعد اربعین ولکنھم یصلون بین یدی اللّٰہ حتی ینفخ فی الصور "

یعنی پیغمبر زندہ ہیں چالیس یوم کے بعد اپنی قبروں میں مکلف کیے جاتے ہیں اور قیامت تک اللہ تعالیٰ کے سامنے نمازیں پڑھتے رہیں گے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

" من صلی علی قبری سمعتہ ومن صلی غائبا بلغتہ "

یعنی جو شخص درود پڑھے نزدیک قبر میری کے میں خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھے تو وہ مجھ پہنچایا جاتا ہے اور ایک روایت میں بایں طور مذکور ہے کہا صحابہ نے کہ یا حضرت جو شخص آپ کو مخاطب ہو کر دور سے آپ پر درود پڑھے یا آپ کے بعد تو پھر کیا آپ سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں عشق والوں کا میں خود درود سنوں گا اور دوسروں کا فرشتہ موکل الصلوٰۃ پہنچادے گا وہ حدیث دلائل الخیرات میں بایں طور مذکور ہے:

" قیل لرسول اللّٰہ ﷺ ارایت صلوٰۃ المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یأتی بعدک ما حالھما عندک قال اسمع صلاۃ اھل محبتی واعرفھم وتعرض علی صلوٰۃ غیرھم عرضاً "

اور کتاب شرح برزخ میں بایں طور مضمون حدیث شریف میں وارد ہے کہ بزرگان خدا ہفتہ وار اپنے رفیقوں کے اعمال نامے کا مطالعہ کرتے ہیں اگر ان کے اعمال نامے اچھے دیکھتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں ورنہ ان کے لئے دعا مانگتے ہیں اور اسی طرح ہمارے سردار حضور اکرم ﷺ صبح و شام ہمارے اعمالنامے کا مطالعہ کرتے ہیں اور مفصل ذکر اس کا آگے آتا ہے (۱)۔

مسئلہ: بحث نذر و نیاز حاضر و ناظر و یارسول اللہ کہنے پر

سوال: نذر نیاز بزرگان دین کا دینا اور بوقتِ مصیبت ان کو وسیلہ پکڑنا اور لفظ "یا رسول اللّٰہ ویا علی و یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للّٰہ" پکارنا اور ان کو حاضر سمجھنا کیسا ہے؟

جواب: بے شک نذر کا پورا کرنا ایمانداروں کا کام ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے لقولہ تعالیٰ:

﴿ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا ...... الخ ﴾

یعنی پورا کرتے ہیں نذر اور منت کو اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ اس کی برائی پھیل جانے والی ہے سب پر

(نقل از تفسیر مجددی)

۱: امام شعرانی علیہ الرحمۃ نے مسئلہ امداد پر خوب بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ اولیاء اللہ اپنے مریدوں کی خوب خبر رکھتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور باقی مفصل ذکر مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور یہ آیت کریمہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ جب ان کے فرزند حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہو گئے تھے اور انہوں نے نذر مانی اور اس کو پورا کیا اور اسی طرح حدیث صحیح میں ہے کہ ایک عورت نے نذر مانی تھی کہ میں حضور کے سر پر دف بجاؤں گی، اس کو اجازت دی اور اس نے دف بجائی اور یہ حدیث مشکوٰۃ باب النذر فصل ثانی میں بایں الفاظ مذکور ہے:

" وعن ابن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان امرأۃ قالت یا رسول اللہ انی نذرت ان اضرب علی رأسک بالدف قال اوفی بنذرک رواہ ابو داؤد زادرین قالت و نذرت اذبح بمکانِ کذا و کذا و کذا "

اور ایک حدیث میں یوں مذکور ہے کہ ایک شخص نے یوں عرض کی کہ یا حضرت میں نے نذر مانی تھی کہ جب حضور مکہ فتح کریں گے تو میں دو رکعت نماز بیت المقدس میں ادا کروں گا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو تو ادا کر اور کتاب طوالع الانوار شرح درمختار سے صاحب فتاویٰ سندیہ نے یوں لکھا ہے کہ نذر ماننے والا اس طور پر نذر مانے کہ اللہ میں نے تیرے لئے نذر مانی ہے۔ اگر میرا فلاں عزیز غائب شدہ آجائے، یا میری دلی حاجت پوری ہو جائے یا میرا بھائی صحت پائے، تو میں فلاں بزرگ کے فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا، یا ان کی مسجد میں چٹائی ڈالوں گا، یا تیل، یا ان کے دربار میں فقیروں کو اس قدر روپیہ دوں گا کہ ان کو ان سے نفع ہو تو ایسی نذر کا ادا کرنا ضروری ہے۔

بیان مسئلہ: نذر اور اس کا طریق

تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ جیسے ہمارے زمانہ میں لوگ نذر مانتے ہیں یہ حلال طیب ہے، ان کا کھانا جائز ہے اور وہ یہ ہے:

" ان البقرۃ المنذورۃ کما ھو رسم فی زماننا حلال طیب "

اور رسالہ محمد حسین فی النذر میں بایں الفاظ لکھا ہے کہ " اگر بنام خدا بسم اللہ اللہ اکبر ذبح کردہ باشند اگرچہ دزدل نیت فاسد دارند، ظاھر خوردنش حلال باشد " اور بوقت مصیبت انبیاء علیہم السلام وصلحاء سے مدد مانگنے میں کوئی گناہ نہیں چنانچہ خود حضرت ابوالبشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوسیلہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم مبارک سے بخشش طلب کی۔

مسئلہ: ثبوت یا رسول اللہ ﷺ اور وسیلہ پکڑنے کا

" لما اقترف الخطیئۃ قال یا رب اسئلک بمحمدٍ ﷺ ان تغفرلی فقال اللہ تعالیٰ قد غفرت لک ان سئلتنی بحقہ "

(رواہ مسلم)

اور حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص نابینا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں آیا اور اس نے عرض کیا کہ یا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حضرت میں نابینا ہوں کوئی مجھے دعا فرمایئے کہ میری آنکھوں میں روشنی ہو جائے، تو آپ نے بایں الفاظ تعلیم فرمائی:

" اللھم انی اسئلک اتوجہ الیک بنبیک محمدٍ نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الیٰ ربی فی حاجتی ھذہٖ ان تقضی لی اللھم فشفعہ .... الخ"

یعنی اے الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی ﷺ کے کہ مہربانی کے نبی ہیں یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حالت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول ہو۔ پس اس حدیث سے تینوں طرح کی استعانت بزبان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت ہوئی یعنی اس طرح کہنا کہ یا خداوند بوسطہ فلاں نبی یا ولی کے میرا کام کر یا اس طرح کہنا کہ یا نبی میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں یا اس طرح کہنا کہ یا نبی یا ولی میری طرف دیکھو اور مدد کرو، اس سے انکار کرنا محض جہالت ہے کیونکہ اکثر صحابہ روم وشام کی جنگوں میں بعض وقت تنگ آ کر یا محمد یا محمد کر کے پکارتے تھے اور اسی وقت فتح ونصرت اس اسم مبارک کی برکت سے پا لیتے تھے اور ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں بے حس ہو گیا تھا، تو کہا گیا کہ تم بہترین پیارے کو اس وقت یاد کیوں نہیں کرتے ہو۔ پس اسی وقت عبداللہ بن عمر نے یا محمد کہہ کر پکارا تو اچھا ہو گیا۔ وہ حدیث یہ ہے:

" ان ابن عمر رضی اللہ عنہ خدرت رجلہ فقیل اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمداہُ فانتشرت "

(نقل از کتاب المفرد صفحہ ۱۹۳، تصنیف از بخاری)

اور امام طبرانی نے اپنے معجم میں بروایت عثمان بن حنیف اس طرح بیان کیا ہے کہ خلافت حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا کرتا تھا لیکن آپ اس کی طرف توجہ نہ فرمایا کرتے تھے آخر الامر اس نے عثمان بن حنیف کے آگے یہ معاملہ بیان کیا اور حضرت عثمان بن حنیف نے اس کو یہ وظیفہ فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھ کے اس کے بعد یہ دعا پڑھا کر:

" اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک نبینا محمدٍ ﷺ نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الیٰ ربی فیقضی حاجتی "

جب اس نے یہ دعاء پڑھی تو حضرت امیر المومنین نے ایک آدمی بھیج کر اس کو طلب کیا اور اس کو اپنے پاس بٹھایا اور نہایت مہربانی سے پیش آئے اور فرمایا کہ جب تم کو کوئی حاجت ہوا کرے تو میرے پاس آ جایا کرو اور وہ شخص اس جگہ سے آ کر حضرت عثمان بن حنیف کو جا کر ملا اور کہا کہ حضرت میں آپ کا نہایت مشکور ہوں کہ میری حاجت پوری ہو گئی، آپ نے فرمایا کہ یہ وظیفہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اندھے کو فرمایا تھا۔

(نقل از مسلم و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بیہقی و امام الائمہ ابن خزیمہ و امام ابوالقاسم طبرانی و امام نسائی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور اعلیٰ حضرت مولانا العلامہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنے رسالہ انوار الانبیاء صفحہ ۲۶ بحوالہ فتاویٰ خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاد صاحب درمختار سے بایں الفاظ تحریر کرتے ہیں:

" سئلتُ عمن یقول فی حال الشدائد یا رسول اللہ او یا علی او یا شیخ عبدالقادر هل هو جائز شرعاً ام لا اجبت لهم الاستغاثة باولیاءِ وندائهم وتوسلهم امر مشروعٌ وشئ مرغوب لاینکره الا مکابر او معاند وقد حرم برکة الاولیاءِ الکرام"

اور اسی رسالہ میں نقل از بہجۃ الاسرار حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ سے تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے، اگر کسی شخص کو کوئی مہم سخت پیش آ جائے، تو وہ پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھے پھر گیارہ بار درود شریف پڑھے اور گیارہ قدم عراق شریف کی طرف چلے اور اس وقت یاد کرے نام میرا اور حاجت اپنی کو تو حاجت اس کی روا ہوگی ہو ہذا:

" من استغاث لی فی کربةٍ کشفت عنه ومن نادیٰ باسمی فی شدةٍ فرجت عنه ومن توسل بی الی اللہِ عزوجل فی حاجتہٖ قضیت له ومن صلی رکعتین یقرأ فی کل رکعةٍ بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدی عشر مرةً ثم یصلی علیٰ رسول اللہ ﷺ بعد السلام ویسلم علیه ثم یخطو الی جهة العراق احدیٰ عشر خطوةً ویذکر فیها اسمی ویذکر حاجته' فانها تقضی ...... الخ "

اور مائی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بایں طور فریاد تحریر ہے:

الا یا رسول اللہ کنت رجاء نا — وکنت بنا براً ولم تک جافیاً

اور حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طور سے توسل کیا:

یا رحمة للعالمین ادرک لزین العابدین ☆ محبوس ایدی الظالمین فی المرکب والمزدحم

یعنی رسول خدا دیکھو میری طرف یعنی استعانت کرو زین العابدین کی کہ میں ظالموں کے ہاتھوں میں محبوس ہوں اور مائی زینب بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی طور پر بوقتِ مصیبت استغاثہ کیا:

یا جدی من تکلی وطول مصیبتی — لمّا اعانیه اقوم و اقعد

یعنی اے میرے دادا ایسی بیماری وبیکسی کے وقت کون ہے سوائے تمہارے جو اعانت کرے ہماری اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس طور اپنے قصیدہ میں استغاثہ کیا:

یا اکرم الثقلین یا کنز الوریٰ — خذنی بجودک وارضنی برضاک

انا طامع بالجود منک ولم یکن — لابی حنیفة فی الانام سواک

یعنی یا اکرم موجودات یا خزانہ نعمت ہائے الٰہی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے مجھے بھی بخشیے اور جیسا اللہ تعالیٰ نے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

آپ کو راضی کیا مجھے بھی راضی کیجئے، میں دل سے آپ کی شفاعت وفیض خاصہ کا امیدوار ہوں۔

اور قطب الاقطاب محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استغاثہ

یا رسول اللہ اسمع قالنا   یا حبیب اللہ انظر حالنا

انني فی بحر هم مغرق   خذ یدی سهل لنا اشکالنا

"یعنی یارسول خدا سنو احوال ہمارے کو اے حبیب خدا دیکھو حال ہمارے کو، تحقیق میں ڈوبا ہوا ہوں دریائے غم میں پکڑو ہاتھ میرا اور آسان کرو مشکلات میری کو...... الخ"

﴿ایضاً﴾

اعتصامی سوٰی جنابک لی   لیس یا سیدی الی الاحدی

میرے دادا! میرے سردار آپ کے سوا میرا کوئی معین ومددگار اللہ کے نزدیک دونوں جہان میں نہیں ہے۔

اور حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بایں طور توسل کیا:

اے پیر دستگیر دست مرا بگیر   دستم چناں بگیر کہ گوئیند دستگیر

حضرت بندہ نواز گیسودراز نے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح استغاثہ کیا:

غریبم نامراد یا محی الدین جیلانی   زپا افتادہ ام دستم بگیرا اے غوث صمدانی

اور حضرت مولانا مولوی نورالدین جامی قدس سرہٗ نے بایں طور استغاثہ کیا:

غوثِ اعظم مدد اے یا شہ جیلاں مدد اے   شاہ شاہاں مدد اے مرشدِ پاکاں مدد اے

اور کتاب شرح برزخ میں اس طرح حدیث وارد ہے:

" روی انہٗ ﷺ قال اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باهل القبور "

اور اس حدیث کو ملا علی قاری صاحب نے شرح عین العلم میں بھی تحریر کیا ہے اور علامہ امام مناوی کتاب التیسیر بشرح جامع الصغیر بروایت ابی سعید خدری نے بحث حرف ہمزہ فصل الطاء میں بایں طور حدیث صحیح بیان کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ طلب کرو تم اپنی حاجتیں میری امت کے اصحاب رحمت سے یعنی اولیاء بزرگان دین سے کیونکہ ان کے دل نرم ہیں خوف الٰہی سے اور اگر تم ان سے استمد اد واعانت چاہو گے رزق دیے جاؤ گے یعنی تمہارے دلی مطالب حاصل ہوں گے:

" اطلبوا حوائج ای حوائجکم الیٰ ذوی الرحمۃ من امتی ای الی الرقیقۃ قلوبهم السهلۃ عریکتهم فانکم ان فعلتم ذٰلک ترزقوا او تنجعوا ای تصیبوا حوائجکم وتظفروا بمطالبکم فان اللہ تعالیٰ فی الحدیث القدسی "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور یہ حدیث شرح برزخ صفحہ ۲۴ میں مذکور ہے اور کہا صاحب برزخ نے کہ یہ حدیث امام بیہقی کتاب سنن کبریٰ اور طبرانی اور معجم اوسط میں ابی سعید خدری سے نیز مروی ہے اور کتاب قلائد الجواہر و خیرات الحسان ابن حجر مکی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ اور ملا جامی علیہ الرحمۃ نفحات الانس میں اور نیز دیگر کتاب معتبرہ میں لکھا ہے کہ انبیاء و اولیاء و شہداء زندہ ہیں اور ان سے استمداد و استعانت و استغاثہ کرنا جائز ہے اور تفسیر حسینی روحی مجددی و روح البیان وغیرہ میں لکھا ہے کہ اولیاء و انبیاء و صلحاء قبروں میں حیات ہیں اور ان کے اجسام کو خاک نہیں کھاتی نماز ادا کرتے روزہ رکھتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور دنیا کے تمام امور انہی پر مفوض ہیں اور متوسلین کی حاجات ادا کرتے ہیں اور زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں چنانچہ تاریخ مدینہ جذب القلوب بروایت سعید بن میسب تابعی سے ہے کہ جب یزید کے سپہ سالار نے مدینہ طیبہ کو ویران کیا تو اس وقت تین یوم آذان مسجد نبوی میں نہیں ہوئی، لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک سے پانچوں وقتوں کی آذان و اقامت کی آواز سنائی دیتی اور حضور کے پیچھے تین روز تک تکبیر تحریمہ سے نماز پڑھتا رہا اور تاریخ ابن عساکر میں منہال ابن عمر سے روایت ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دمشق میں لایا گیا تو ایک شخص نے تلاوت قرآن مجید میں یہ آیت بآواز بلند پڑھی:

﴿اِنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا﴾

تو سر مبارک سے فصیح آواز آئی: " اعجب من اصحاب الكهف قتلي وحملي "یعنی میرا شہید ہونا اور اٹھایا جانا اصحاب کہف سے زیادہ عجیب ہے اور آیہ کریمہ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا﴾ سے ہر دو قسم کے شہید مراد ہیں اگرچہ بظاہر شہداء احد کے لئے نازل ہوئی ہے کہ مجاہد حقیقی انبیاء و اصحاب تابعین و تبع تابعین و اولیاء بزرگانِ دین ہیں اور ان کا مجاہدہ ہر ساعت اپنے نفس کے ساتھ رہتا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ المصابیح جلد اوّل کتاب الایمان فصل ثانی بروایت فصلہ کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

" فالمجاهد من جاهد نفسه' في طاعة الله " [1]

[1]: "قال رسول الله ﷺ اذا تحيرتم في الامور فاستعينوا من اهل القبور" نقل از زاد اللبیب وخزانۃ الجلالی و ہدیۃ الحرمین ص ۵۰ و عین العلم شرح مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۱۴ یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب حیران ہو تم کاموں میں پس مدد چاہو تم اہل قبور سے" وقال حجة الاسلام امام محمد غزالی من يستمد في حيوته يستمد بعد وفاته" اور نیز حاشیہ مشکوٰۃ باب زیارت القبور میں لکھا ہے" وقال احدٌ من المشائخ العظام رايت اربعةً من المشائخ يتصرفون في قبورهم كتصرفهم في حياتهم منهم الشيخ المعروف الكرخي والشيخ عبدالقادر جيلاني الخ" خادم شریعت عفا عنہ ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور ایک روایت میں اس طور پر ہے کہ جب تم جہاد ظاہری سے فراغت پا چکو تو پھر اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد کرو، کیونکہ یہ جہاد اکبر ہے اور کہا علامہ سیوطی نے کتاب شرح الصدور میں کہ ولی اللہ زندہ رہتے ہیں مرتے نہیں۔ بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل فرماتے (۱) ہیں اور وہ یہ ہے:

" المراد من اهل الخلود اهل الايمان والولايةِ كما قيل ان اولياء الله لا يموت "

اور شرح برزخ صفحہ ۶۹ بروایت صفوان بن مسلم کہ فرمایا آپ نے کہ اے اہل ایمان تم فناء کے لئے نہیں پیدا کئے گئے بلکہ تم خلود ابدی کے واسطے پیدا کئے گئے ہو اور نقل کئے جاتے ہو ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف وھو ہذا:

" قال يا اهل الايمان انكم لم تخلقوا للفناء وانما خلقتم للابد والبقاءِ ولكنكم تنقلون من دارٍ الىٰ دار "

اور اس کے تحت میں لکھا ہے:

" ان المؤمن بالموت لايفنى حقيقةً بل هو حى بالحيوة الابدية وله مقام عندالله احسن ماكان له' فى الدنيا فلا يبعد منه الشفاعة كما كانت له' "

یعنی مومن کامل نہیں مرتا بلکہ وہ حیات ابدی سے زندہ ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے قرب سے رتبہ ملا ہے وہ اپنے غیروں کی شفاعت و امداد کرے گا اور ابی دینار بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ابن عمر میرے ساتھ ایک پرانے گورستان میں گئے اور ایک صاحب کا سر مبارک قبر سے نکلا ہوا دیکھا اور فرمایا کہ اس کو دفن کر دو اور فرمایا کہ ان کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی:

" الابدان ليس يضرها هذا التراب شيئا "

اور درر السنیہ میں...... نقل ترمذی بروایت ابی سعید خدری تحریر کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کو اس طور توسل کا طریقہ تعلیم فرمایا کرتے تھے:

" اللهم انى اسئلك بحق السائلين عليك "

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے لئے مسجد میں جاتے تھے۔ تو اس طور پر دعا مانگتے تھے:

" بسم الله امنت بالله وتوكلت على الله ولا حول ولا قوة الا بالله اللهم انى اسئلك بحق السائلين عليك وبحق مخرجى "

اور یہ حدیث ابن سنی نے باسناد صحیح حضرت بلال سے بیان کی ہے اور امام مالک سے اس طرح مذکور ہے کہ ایک روز منصور نے حج کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارک کی زیارت سے مشرف ہو کر امام مالک سے پوچھا کہ میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اب کس طرف متوجہ ہوکر دعا مانگوں، یعنی قبلہ کی طرف یا حضور کے روضہ مبارک کی طرف، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کی طرف کیونکہ وہ آپ کے اور آپ کے دادا حضرت آدم علیہ السلام تک وسیلہ ہیں۔

چنانچہ قرآن شریف میں وارد ہے، قولہ تعالیٰ:

﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴾

اور بخاری شریف میں بروایت انس بن مالک سے اسی طرح مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل واستدعاء بارش کے لئے بایں طور کرتے کہ استسقاء کے لئے جب باہر تشریف لے جاتے تو اس طرح کہتے: یا اللہ بوسیلہ اس چچا میرے کے تو بارش کر اور یہ ذکر مجالس الابرار میں ہے اور صاحب مواہب اللدنیہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو جب ہمارے سردار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرح کیا کرتے تھے تو ہم کیوں نہ کریں:

" اللهم انا كنا نتوسل بنبينا محمدٍ ﷺ فتستقينا و انا نتوسل عليك بعم نبينا ﷺ فاسقنا "

اور کتاب الجواہر المنتظم مطبوعہ مصر صفحہ ۶۳ میں بروایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ ایک شخص اعرابی بعد وفات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے مزار شریف پر یوں کہنے لگا کہ یا حبیب اللہ سنا میں نے ...... کہ آپ کی دعاء مستجاب ہوتی ہے اور جو آپ کے پاس آئے تو آپ اس کے لئے بخشش کی دعاء مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضور کو اس بات کا حکم دیا ہے اور میں نہایت درجہ بدکار ہوں لہٰذا میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگو، تو اسی وقت قبر سے آواز آئی تجھ کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے:

" وقد ظلمت نفسى وجهتك ان يستغفرلى الى ربى فنودى من القبر الشريف انه قد غفرلك "

اور اسی کتاب میں طبرانی سے حدیث مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ حضور آپ انتقال کے بعد ہم کو سلام کا جواب دیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں کیونکہ ہمارے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔

(نقل از مشکوٰۃ کتاب جمعہ)

اور امام محدث حافظ ابوبکر بن ابی دینا ابوقلابہ سے بایں طور ذکر کرتے ہیں کہ میں ایک روز بصرہ سے شام کو جارہا تھا، رات کو میں نے وضو کرکے دو رکعت نماز خندق میں اتر کر پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سورہا اور صبح کو صاحبِ قبر نے سامنے ہوکر مجھے کہہ دیا کہ افسوس ہے کہ تو نے شب رات کو آرام کرنے نہیں دیا اور حدیث صحیح میں ہے کہ نیک آدمی صاحب قبر کو برے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہمسایہ سے تکلیف ہوتی ہے اور تمام انبیاء و اولیاء و صلحاء زندہ ہیں چنانچہ قرآن مجید میں سورہ نحل میں ہے لقولہ تعالیٰ:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾

یعنی جو کرے عمل اچھا مرد ہو یا عورت سے بشرطیکہ وہ ایماندار ہو ضرور ہم اس کو زندگی دیں گے پاک اور البتہ بدلہ دیں گے ہم ان کو ثواب ان کا ساتھ بہتر اس چیز کے کہ عمل کرتے تھے۔

مسئلہ: ایک وہابی کے اعتراض کا جواب در بارۂ استمداد غیر اللہ

اور اگر کوئی غیر مقلد اعتراض کرے کہ قرآن میں صاف صاف حکم ہے کہ سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی مدد نہیں دے سکتا جیسا کہ:

﴿ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴾

سے ثابت ہے اور حدیث میں ہے جو چیز مانگو اللہ تعالیٰ سے مانگو وہ خود دے گا اگر غیر سے مانگو یا اس کے سوا کسی نبی ولی کو متصرف مانو گے تو مشرک ہو جاؤ گے۔

اقول: یہ محض فرقہ وہابیہ نجدیہ کی سراسر جہالت و ناسمجھی کی بات ہے کیونکہ ہم بھی کہتے ہیں کہ حقیقۃً معاون و ناصر و ولی خداوند کریم کی ذات پاک ہے، ہاں اگر کوئی مسلمان مستقل متصرف امور میں کسی غیر کو سمجھے تو بے شک و شبہ شرک سے خالی نہیں۔ ہاں اگر مطلق کسی کو ولی یا معاون یا ناصر سمجھے تو مشرک نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایسا شرک تو قرآن پاک سے کئی جگہ ثابت ہے لقولہ تعالیٰ:

﴿ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ﴾ ولقولہ ﴿اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ﴾

یعنی انعام کیا اللہ نے اس پر اور انعام کیا تو نے اے نبی کریم۔ ولقولہ تعالیٰ:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ولقولہ تعالیٰ ﴿ وَيُزَكِّيْهِمْ ﴾

یعنی آپ پاک کرتے ہیں انہیں گناہوں سے۔ ولقولہ تعالیٰ:

﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾

اللہ ہے مددگار تمہارا اور اس کا رسول اور ایمان والے۔

اور حدیث میں دیکھو:

"ما (۱) اغناہ اللہ و رسولہ رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ"

یعنی ابن جمیل کو غنی کر دیا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے۔ وایضاً:

"فان اللہ ہو مولاہ و جبرائیل و صالح المؤمنین"

۱: یہ آیت امام بخاری نے اپنی حدیث میں بیان کی ہے۔ ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ہے اپنے نبی کا مددگار اور جبرائیل اور نیک مسلمان اور حدیث صحیح میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میں خزانہ دیا گیا ہوں اور تقسیم کرتا ہوں اور پہنچاتا ہوں ہر ایک کو حصہ اس کا جو لکھا گیا ہے اس کے لئے اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"اللہ یعطی و انا قاسمٌ و کان یوصل علی کل احدٍ نصیبه الذی کتب له انه اعطی مفاتح الذائن"

اور شرح دلائل الخیرات میں صاحب معیار نے اس طرح لکھا ہے کہ جو کچھ اسباب دنیا وغیرہ کا ملتا ہے یہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ مبارک (۱) سے ہم کو ملتا ہے اور انہی کے دست مبارک میں تمام خزانوں کی کنجیاں ہیں اور ترمذی و حاکم نے انس سے اس طرح ذکر کیا ہے:

" الابدال فی امتی ثلثون بهم تقوم الارض وبهم تمطرون وبهم تنصرون رواه الطبرانی فی الکبیر "

۱: کتاب جواہر المنظم مصری صفحہ ۵۲ و مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ ۲۰۰ میں لکھا ہے کہ تمام خزانے مال و دولت و علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے ہاتھ دے دیے ہیں جن کو چاہیں آپ دیں اور جن کو چاہیں نہ دیں اور آپ کے ہاتھ میں تمام خزائن کی کنجیاں ہیں۔" انه خلیفة الله الاعظم الذی جعل خزائن کرامه و موائد نعمه طلوع یدیه وتحت ارادته یعطی منها من یشآء ویمنع منها من یشآء العالم بالصواب هو الله "از جواہر المنظم اور کتاب بخاری شریف جلد اول کتاب الجنائز باب صلوٰۃ النبی قبل از باب دفن رجلین و مسلم و نووی میں حدیث شریف کے یہ الفاظ ہیں:

" وانی والله لانظر الی حرضی الأن وانی اعطیت مفاتح خزائن الارض ......الحدیث"

باقی ذکر مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت عفی عنہ۔

۲: ہم اہل سنت وجماعت کے لئے آپ کی ذات کے حاضر و ناظر ہونے کے لئے یہ دلائل کافی ہیں:

" عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الله قد رفع لی الدنیا وانا انظر الیها وهو کائن فیها الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذا "

(نقل از مواهب اللدنیه جلد صفحه ۱۹۲ مطبوعه مصر.)

اور اسی جلد کے صفحہ ۳۸۷ میں نیز بایں طور لکھا ہے کہ:

"اذ لا فرق بین موته وحیاته لامته ومعرفته باحوالهم نیاتهم وخواطرهم وعزائمهم الخ "

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر جلد اول پارہ دوم تحت آیت "ویکون الرسول علیکم شهیداً " کے لکھتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے افعال و اقوال و سکنات کو ہمیشہ ملاحظہ فرماتے ہیں اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ذات کا ہر جگہ تصرف ہے اور علاوہ اس کے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب تنویر الملک صفحہ ۸۴ میں لکھتے ہیں۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی میری امت میں تیس ابدال ہیں اور انہی کی برکت سے مینہ برسائے جاتے ہیں اور انہی کی برکت سے تم مدد دیئے جاتے ہو اور انبیاء و اولیاء و صلحاء کو ہر لحظ میں حاضر و ناظر تصور کیا جائے کیونکہ ہر وقت حاضر و ناظر ہونا خداوند کریم کی ذات پاک کا خاصہ ہے اور انبیاء و اولیاء حاضر بحکم (۲) خداوند کریم ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کو بندش نہیں، جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں ''کما مر'' اور کتاب فقہ مثل درمختار و نہر الفائق شرح کنز الدقائق و مراقی الفلاح شرح نور الایضاح و شامی و امام غزالی کتاب احیاء العلوم وغیرہ میں اس طرح لکھا ہے بوقت تشہد ''السلام علیک ایها النبی'' پڑھنے کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات کو حاضر سمجھا جائے اور کلمہ کو حکایت کے طور پر ہرگز نہ پڑھا جائے:

'' وقیل ذٰلک ایها النبی احضر شخصه الکریم فی قلبک ویصدق الملک فی انه یبلغه' ویرد علیک ما هو ادنیٰ منه ایضاً ویقصد بالفاظ تشهد معانیها مرادةً له' علی وجهِ الانشاء کانه' یحی الله تعالیٰ وسلم علیٰ نبیهٖ وعلیٰ نفسه واولیآء هٖ لا الاخبار عن ذٰلک وفی الشامیة لایقصد الاخبار والحکایة عما وقع فی المعراج منه ''

اور قرآن مجید میں صاف صاف حکم ہے کہ جو زبان سے لفظ صادر ہوں دل میں بھی ویسا ہی اعتقاد ہو تب مومن صادق ہوتا ہے لقولہ تعالیٰ:

﴿ یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ﴾

اور معیار میں ہے:

'' ان الرجل لایکون مؤمناً حتیٰ یکون قلبه' مع لسانه مع قلبهٖ اوّلا ''

اور ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ میں ہر مسلمان کی قبر میں حاضر ہوتا ہوں اور میت کو فرشتے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے اور اس کے حق میں تو کیا کہتا ہے تو جواب دیتا ہے کہ یہ بندہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے اور کلمہ پڑھ کر سنا دیتا ہے اور الفاظ حدیث کے یہ ہیں:

'' فیقولانِ ما کنت تقول فی هذا الرجل فیقول هو عبدالله ورسوله واشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده' ورسوله' فقط ''

کہ آپ کی ذات جسم اطہر کے ساتھ اب تک حیات ہیں اور صاحب تصرف ہیں اور آسمان و زمین کی سیر کرتے ہیں اور اس سے کچھ رائی بھر بھی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔

'' ان النبی ﷺ حیٌّ بجسدهٖ و روحهٖ وانه یصرف ویسیر حیث یشاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وبهیئة التی کان علیها قبل وفاتهٖ ولم یبدل منه شیٔ الخ ''

باقی ذکر مفصل جلد ۱۱ میں ملاحظہ کریں (خادم شریعت عفی عنہ)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ : تحقیق وما اھل بہ لغیر اللہ

سوال : اگر کوئی شخص مرغی یا گاؤ یا کسی اور جانور کی اضافت (نسبت) طرف نبی یا ولی کے کرے، چنانچہ بکرا پیر عبدالحکیم کا، یا مرغی شاہ مدار صاحب کی۔ پھر اس جانور کو اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کرے کھانا یا گیارہویں پیر پیران کے نام کی دینی اور میلاد مبارک کرنا اور اس میں تعظیماً قیام کرنا اور طعام اور اشیاء کو روبرو رکھ کر اس پر سورت پڑھ کر فاتحہ دینا یہ تمام افعال جائز ہیں یا بدعت؟

جواب : یہ تمام افعال جائز ہیں اور مسئلہ حلت وحرمت ذبیحہ میں حال وقول نیت ذابح کا اعتبار ہے۔ نہ مالک کا مثلاً اگر مجوسی یا مشرک نے نیت بتوں کی کسی مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور مسلمان نے تکبیر کہہ کر ذبح کی تو اس کا گوشت کھانا بے شک جائز ہے۔ اگرچہ مسلمان کے حق میں یہ بات نہایت مکروہ ہے۔ چنانچہ کتاب سبیل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء وفتاویٰ عالمگیری وتاتارخانیہ وجامعہ الفتاویٰ میں ہے:

" مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارھم او الکافر لألھتھم تو کل لانہ سمی اللہ تعالیٰ ویکرہ للمسلم "

اور ردالمختار میں ہے:

" اعلم ان المراد علی قصد عند ابتداء الذبح "

اور یہ بات ہر عاقل جانتا ہے کہ تمام افعال میں اصل نیت مکارنہ سے اور اضافت بمعنی کبھی عبادت آتے ہی نہیں۔ جیسے کہ فرقہ ظاہر یہ غیر مقلد لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ جس شے میں غیر خدا کا نام آجائے اور اس پر اس کا نام مشہور ہو جائے تو وہ حرام ہے۔ بریں عقل ودانش بباید گریست، حضرات ان اضافتوں سے حرام کیا بلکہ کراہت بھی نہیں آتی چنانچہ نماز ظہر کی، نماز جنازہ کی، نماز مسافر کی نماز، مقتدی کی، نماز بیمار کی، پیر کا روزہ، زکوٰۃ اونٹ کی، کعبہ کا حج، داؤد کا روزہ، والدین کی نماز، مہمان کی روٹی اور ولی کا بکرا کہنے سے غیر مقلدین صاحبان کو کیا زہر چڑھ گیا، جواب دو اور صاحب درمختار نے لکھا ہے:

" ولو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف اکرام اللہ تعالیٰ "

اور حدیث میں ہے:

" من ذبح لضیفہ ذبیحۃً کانت فداہ من النار "

(رواہ الحاکم)

یعنی جو مہمان کے لئے ذبح کرے وہ ذبیحہ اس کا فدیہ ہو جائے گا آتش دوزخ سے۔ اور درالمختار میں بزازیہ سے لکھا ہے کہ جو مطلقاً نیت ونسبت وغیرہ کو موجب جانے اور ﴿ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ﴾ میں تصور کرے تو اس کی جہالت ونادانی ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

"ومن ظن انه لا یحل لانه ذبح لاکرام ابن اٰدم فیکون وما اهل بہ لغیر اللّٰہ تعالیٰ فقط هذا لفظ القرآن والحدیث والعقل سبحان اللّٰہ"

جب نفع دینے میں مخل نہ ہوئی تو فاتحہ وایصال ثواب میں کیا زہر مل گیا اور ﴿وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ بوقت ذبح اگر غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو بے شک حرام ہے۔ چنانچہ تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ:

" وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ وحرام کرد آنچه آواز دارند بآں دروقت ذبح بغیر اللّٰہ برائے غیر تعالیٰ بنام بتاں یا باسم پیغمبراں بکشند" اور صاحب تفسیر بیضاوی وتفسیر کشاف ومدارک و جامع البیان وتفسیر درمنثور وصاحب تفسیر احمدی وغیرہ نے بھی یہی معنی لکھے ہیں:

" ای رفع بالصوت عند الذبح الغنم فیه ان البقرة المنذورة للاولیآءِ کما هو الرسم فی زماننا حلال طیب لانه لم یذکر اسم غیر اللّٰہ علیها وقت الذبح وان کانوا ینذرونها له"

اور صاحب معالم التنزیل نے اس طرح لکھا ہے:

"وما اهل بہ لغیر اللّٰہ ای ما ذبح للاصنام و اطواغیة"

اور صاحب رؤفی نے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ جو تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ اگر کسی بکری کو غیر کے نام سے مشہور کیا گیا ہو پھر اس کو اسم اللّٰہ سے ذبح کیا جائے تو وہ حرام ہوگی، اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ غیر کی تاثیر اس میں آ جاتی ہے، یہ عبارت کسی دشمنِ دین نے ملا دی ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو تفسیر فوز الکبیر کا مطالعہ کرے۔

مسئلہ: ذِکر ثبوت میلاد شریف

اور میلاد پاک و فاتحہ خوانی نزدیک علمائے اہل سنت والجماعت کار خیر ہے۔ چنانچہ رسالہ تنویر فی مولد البشیر مؤلفہ علامہ جلال الدین سیوطی ابن عباس سے اس طور پر حدیث بیان کرتے ہیں:

" انه کان یحدث فی بیتہ وقائع ولادته ﷺ بقوم فیستبشرون ویحمدون علیه الصلوٰۃ فاذاجاء النبی ﷺ قال حلت شفاعتی "

یعنی ایک روز حضرت ابن عباس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کا حال واقعہ روبرو ایک کے ظاہر کر رہے تھے اور حاضرین مجلس خوش ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کرتے تھے۔ اسی حال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے اور فرمایا حلال ہوئی شفاعت میری واسطے تمہارے اور اسی کتاب میں ابی درداء سے یوں ذکر ہے کہ بروز سوموار مع رسول اللّٰہ ﷺ کے عامر انصاری کے گھر گئے اور عامر انصار اپنی اولاد حاضرین مجلس کو میلاد ﷺ کے بارے میں ترغیب دے رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی مجلس میں رحمتِ خدا نازل ہوتی ہے اور فرشتے ایسی مجلس کرنے والوں کے لئے مغفرت کی دعا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مانگتے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میلاد مبارک کرنا اور اس میں خوشبو چراغ روشن کرنے اور حضور کی تعظیم کی خاطر میلاد کے اختتام پر کھڑے ہو جانا جائز بلا کراہت ہے، کیونکہ اجلاس قرآن مجید و احادیث شریف و میلاد مبارک میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوتے ہیں چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نویں صدی کے مجدد شرح الصدور میں بایں طور لکھتے ہیں:

"فقد اخبرنی الثقاۃ من اھل الصلاح انه شاھده ﷺ مراراً عند قرأۃ المولود الشریف و عند ختم رمضان بعض الاحادیث"

اور شرح برزخ صفحہ ۲۹۹ بحوالہ رسالہ ابلغ الکلام ہے کہ مجلس میلاد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک حاضر ہوتی ہے اس وقت قیام کرنا ضروری اور واجب ہے:

"یحضرہ روحانیة ﷺ فعند ذٰلک یحب التعظیم و القیام"

اور ابو زید علیہ الرحمۃ کے مولود شریف میں مذکور ہے کہ:

"عند ذکر ولادته ﷺ القیام واجب لما انه تحتضر روحانیته ﷺ"

اور ایسا ہی امام شعرانی کتاب الانوار القدسیہ میں لکھتے ہیں۔

مسئلہ: مشکوٰۃ باب المعجزات میں لکھا ہے کہ غزوہ تبوک میں صحابہ کو بھوک شدید ہوئی تو کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ یا حضرت ہم لوگوں کا بچا ہوا توشہ منگوالیں پھر ان پر دعا مانگیں تا کہ اس میں برکت ہو۔ فرمایا حضور انور ﷺ نے کہا کہ اچھا پھر دستر خوان چمڑے کا منگوا کر اس پر بچا ہوا توشہ لوگوں کا جو کہ صرف ایک ٹکڑا روٹی اور مٹھی بھر چینا اور ایک مٹھی کھجوروں کی رکھ دی، پھر اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی اور اس کھانے میں اس قدر برکت ہوگئی کہ تمام لشکر نے

نوٹ:- فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۰۳، ۱۰۷ و فتاویٰ عبد الحی جلد سوم و صراطِ مستقیم اسماعیل وہابی نے لکھا ہے کہ فاتحہ دینا طعام و شرینی پر مستحسن ہے اور جائز ہے۔ خادم شریعت عفی عنہ ۱۲

۱: کتاب شرح برزخ واقعی کتب احادیث میں سے ہے اور بستان المحدثین میں شاہ صاحب ایک سو نو کتابیں علم حدیث کی شمار فرماتے ہیں لیکن فرقہ وہابیہ نجدیہ غیر مقلدین کا پیشوا صدیق حسن صاحب ایک ہزار سے زائد کتابیں احادیث کی شمار کرتے ہیں اور کتاب اتحاف النبلا صفحہ ۹۵ میں یہ نسبت کتاب شرح برزخ مخلصاً یہ عبادت مرقوم ہے کہ "شرح برزخ از کتب حدیث است اولش بدأ الموت است و جملہ ابواب او ہفتاد و یک ابواب است ہمہ متعلق با حوال موتیٰ و برزخ درو ے بعد ذکر حدیث شرح میکند الخ" اور صاحب کشف الظنون تو بہت کتب حدیث بیان کرتا ہے اور کتاب شرح برزخ کا مؤلف امام سعید سلمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ہے فقط،

خادم شریعت۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

برتن اپنے پُر کر لئے اور یہ حدیث شریف مسلم نے باب الایمان میں اور طریق پر بھی مروی ہے اور کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۰۱ میں لکھا (۱) ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم فوت ہوئے تو ابوذر صحابی نے چند کھجور خشک کے دانے اور دودھ جس میں جو کی روٹی بھیگی ہوئی تھی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں لا کر رکھ دیے اور آپ نے اس پر سورۂ فاتحہ اور تین دفعہ قل شریف پڑھ کر دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر دعا مانگی اور ابوذر صحابی کو فرمایا کہ اس کو مجلس میں تقسیم کر دے اور وہ حدیث مبارک یہ ہے:

" وکان یوم الثالث من وفاتِ ابراھیم ابن محمدٍ ﷺ جآءَ ابوذر عند النبی بتمرۃٍ یابسۃٍ ولبنٍ فیه خبزٌ من شعیر فوضعھا عند النبی فقرأ رسول اللہ ﷺ الفاتحة وسورۃ الاخلاص ثلث مراتٍ الی ان قال رفع یدیه لدعاءٍ ومسح بوجھه فامر رسول اللہ ﷺ اباذرٍ ان یقسمھا بین الناس وایضاً فیه قال النبی ﷺ وھبت ثواب ھذہٖ لابنی ابراھیم "

اور ایسا ہی فتاویٰ اوزجندی (۱) و کتاب شرح برزخ صفحہ ۲۳۹ میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن مسعود اور ابن ابی دینا نے انس سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دیتے اور اس کا ثواب میت کو پہنچاتے اور امام نابلسی نے صدیقہ ندیہ میں لکھا ہے کہ روبرو فاتحہ دینا اور اس کو تناول کرنا مستحب ہے کیونکہ کھانا یا میوہ یا اور کوئی شے ماکولہ کو رکھ کر حضرت ﷺ کے زمانہ سے لے کر اب تک مسلمانوں کا اس پر عمل چلا آتا ہے۔ کہ کتاب درتعظیم فی فضائل القرآن العظیم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و امام نووی اذکار میں اس طرح لکھتے ہیں:

" روینا عن کتاب السنی عن عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ انه کان یقول علی الطعام اذا قرب علیه اللھم بارک لنا فیما رزقتنا وقنا عذاب النار لا یضرہ ذلک "

اور کتاب مائۃ الفوائد میں بایں طور حدیث وارد ہے:

" قال النبی ﷺ من قال عند اکل الطعام اللھم بارک لنا ما رزقتنا وقنا عذاب النار لم یضرہ ذلک وبورک له فیه "

الغرض روبرو طعام رکھ کر اس پر کوئی سورت پڑھنے کی ممانعت کسی حدیث سے نہیں پائی جاتی۔

۱: اوزجندی کتاب واقعی حضرت مولانا محمد بن عبدالعزیز شمس الائمہ کی ہے اور حضرت تلمیذان حضرت شمس الائمہ کرخی علیہ الرحمۃ میں سے تھے اور حضرت اوزجندی چھٹی صدی کے امام تھے چنانچہ کتاب صدیق الحنفیہ صفحہ ۲۳۹ میں مسطور ہے اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۲۲۷ و صفحہ ۲۵۱ بحوالہ جواہر خلاطی و فتاویٰ زبدہ و محیط سے اپنا دعویٰ ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ فتاویٰ اوزجند بے شک فتاویٰ ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ مولوی عبدالحی وغیرہ کا یہ لکھنا کہ یہ فتاویٰ اوزجندی کوئی کتاب نہیں محض غلط اور کم فہمی پر دال ہے اور جو سی صاحب نے لکھا ہے قال ملا علی قاری فی الاوزجندی یہ محض کاتب کا سہو ہے۔ فقیر کے نزدیک یوں ہونا چاہئے تھا " قال محمد بن عبدالعزیز فی فتاویٰ اوزجندی "۔ فقط العلم عنداللہ خادم شریعت عفی عنہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ : ثبوت گیارہویں شریف اور گیارہویں پیران پیر کی کرنی جائز ہے

چنانچہ کتاب ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۲۷ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے

" هوالذي ادركنا عليه سيدنا الشيخ الامام العارف الكامل الشيخ عبدالوهاب القادرى المتقى المكى فانه' قدس سره' كان يحافظ فى يوم عرسه هذا التاريخ الخ وقد اشتهر فى ديارنا هذا اليوم الحادى عشر وهو المتعارف عند مشائخنا من اهل الهند من اولاده "

یعنی وہ تاریخ ہے جس پر ہم نے اپنے پیشوا مقتداء خدا شناس شیخ کامل عبدالوہاب قادری پرہیزگار مکے والے کو پایا ہے یہ بزرگ اسی تاریخ کو نگاہ رکھتا تھا، یا تو اسی روایت کے اعتماد پر یا اس سبب سے کہ اپنے پیر شیخ کبیر علی متقی کو دیکھا ہو اور ہمارے ملک میں آج کل گیارہویں تاریخ مشہور ہوئی ہے اور یہی متعارف نزدیک ہمارے مشائخ ہند کے اور اولاد ان کی کے ہوئی اور یہ سنت بزرگان دین متاخرین سے ظاہر ہوئی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب.

مسئلہ : ناخن بوقت اذان چوم کر آنکھوں پر رکھنا

سوال : آذان میں بوقت سننے کلمہ" اشهد ان محمداً رسول الله "کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں اور جنازہ کے ساتھ کلمہ شہادت و درود شریف وغیرہ ذکر خیر بلند اور جنازہ کے آگے نعتیں پڑھتے جانا کیسا ہے؟

جواب : بے شک نزدیک اہل سنت والجماعت کے ناخنوں کو چومنا ایسے موقع میں سنت ہے۔ چنانچہ شرح برزخ بحوالہ فتاویٰ مضمرات و حاشیہ و درالمختار و کتاب الاذکار المنتخب الابرار و بروایت دیلمی فی الفردوس حدیث مذکور ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مؤذن سے کلمہ"اشهدُ ان محمدًا رسول الله "سنا، تو دونوں زانگشت کو چوم کر آنکھوں پر ملا اور فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شخص میرے پیارے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کرے گا، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی اور یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور محدثین کے نزدیک حدیث ضعیف بھی فضائل اعمال وترہیب وترغیب میں معتبر ہوا کرتی ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

" ذكر الديلمى فى الفردوس من حديث ابى بكر الصديق رضى الله عنه انه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمدًا رسول الله قال هذا اشهد ان محمداً عبده' ورسوله' رضيتُ بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمدٍ ﷺ نبياً وقبل باطن الانملتين السابتين و مسح عينه' فقال قال رسول الله ﷺ من فعل مثل فعل خليلى فقد حلت عليه شفاعتى فقط "

اور جنازہ کے ساتھ کلمہ شہادت و درود شریف وغیرہ کا ذکر جہر کرنا باتفاق حنفیہ وشافعیہ جائز بلا کراہت ہے۔ چنانچہ فتاویٰ حیدریہ بحوالہ کتاب وسیلۃ النجات صفحہ ۲۵۶ میں حدیث بروایت ابن عمر بایں طور مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جنازہ کے پیچھے چلتے ہوئے ہمیشہ ذکر کیا کرتے تھے وھو ہذا:

" روی ابن ابی شیبة عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما لم یکن یسمع من رسول ﷺ وهو یمشی خلف الجنازة الا قول لا اله الا اللہ "

اور جامع الصغیر من احادیث البشیر امام جلال الدین وعلامہ دیلمی اپنی مسند میں بروایت انس لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنازہ کے ہمراہ کثرت سے کلمہ طیب کا حکم فرمایا کرتے تھے:

" اکثروا فی الجنازة قوله لا الا الا اللہ "

اور طریقہ ندیہ شرح محمدیہ وامام شعرانی عہود المحمدیہ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ جنازہ کے آگے اور پیچھے آواز بلند ذکر کرنا جائز ہے اور اس سے میت ودیگر اموات کی تلقین ہوتی ہے اور غافلوں کے دل اس کی برکت سے روشن ہوجاتے ہیں اور ان کے دل سے غفلت دور ہوجاتی ہے اور اس سے انکار محض جہالت۔

" لکن بعض المشائخ روی ذکر الجهری ورفع الصوت بالتعظیم بغیر تغیر بادخال حرف فی الحلالة قدام الجنازة وخلفها التلقین المیت والاموات والاحیاء "

اور قرآن مجید سورۂ رعد میں ہے کہ ذکر الٰہی سے مومنوں کے دل آرام پکڑتے ہیں:

" قال اللہ تعالی ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ "

اور حرز ابیطی فی کتاب القبور میں لکھا ہے کہ تمام اصحاب انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی یہی عادت تھی کہ جنازہ کے ساتھ سورۂ بقرہ پڑھا کرتے تھے:

" قال سنة فی الانصار اذا حملوا المیت ان یقرؤا معها سورة البقرة ویقول الفقیر فیه دلیل علی سنیة الذکر عند حمل الجنازة لان الذکر من القرآن .... الخ "

اور جو بعض علماء نے ذکر جہر کو جنازہ کے ساتھ مکروہ لکھا ہے وہ باعتبار زمانہ سلف کے ہے اور مکروہ سے مکروہ تنزیہ مراد ہے نہ تحریمہ اور نہ اس کے منع کرنے پر کوئی حدیث وارد ہے۔

مسئلہ : اشارات انگشت تشہد میں

سوال : نماز میں انگشت شہادت (۱) سے اشارہ کرنا بوقت "اشهد ان لا اله الا اللہ" کیسا ہے؟

جواب : اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے جائز کہا بعض نے ناجائز اور جو حدیثیں اس کے جواز پر آئی

۱: شرح وقایہ میں جو جاء علماءنا کا لفظ وارد ہے اس سے مراد صاحب اور ان کے شاگرد نہیں، مؤلف کے گردونواح کے علماء مراد ہیں۔ ابو المنظور عفی عنہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہیں ان میں نہایت درجہ کا اضطراب ہے اور جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت وارد ہوئی کہ آپ ایسا کرتے تھے اور ہم بھی ایسا کرتے ہیں اور امام صاحب کا بھی یہی قول ہے سو یہ روایت بھی از قبیل نوادر ہے جو کہ نزدیک محققین احناف کے قابل عمل نہیں ہوا کرتی اور حاشیہ برجندی وفتاویٰ عتابیہ وغیاثیہ وصلوٰۃ مسعودی وفتاویٰ نادر الجواہر ونفع المفتی وصاحب در المختار وغیرہ نے لکھا ہے کہ اشارہ نہ کیا جائے اور اسی پر فتویٰ ہے:

"ولا یشیر بسبابۃ عند الشھادۃ وعلیہ الفتوی"

اور صاحب خزانۃ الروایات سے تاتارخانیہ نے لکھا ہے:

"واما قول الصحیح عدم الجواز"

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات ۳۱۲ جلد اول صفحہ ۴۴۸ پر عدم جواز رفع سبابہ کا فتویٰ تحریر فرمایا ہے۔ وہو ہذا:

"احادیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام درباب جواز اشارت بسبابہ بیسیار وارد شدہ اند و بعض از روایات فقہ حنفیہ نیز دریں باب آمدہ صفحہ ۴۴۹ وغیرہ ظاہر مذہب است آنچہ امام محمد شیبانی گفتہ"

"کان رسول اللہ ﷺ یشیر وتصنع کما یصنع النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ثم قال ھذا قولی وقول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھما"

"از روایات نادراست نہ از روات اصول وفی المحیط اختلاف المشائخ فیہ"

"منھم من قال یشیر وقد قیل سنۃ وقیل مستحب والصحیح حرام"

"ہر گاہ درروایات معتبرہ حرمت اشارت واقع شدہ باشد و برکراہت اشارت فتویٰ دادہ باشد مامقلداں رانمی رسدکہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت بر اشارت نمائیم مرتکب ایں امراز حنفیہ یا علمائے مجتہدین را علم احادیث معروفہ جواز اشارت اثبات نہ نماید، یا نگارد، کہ اینہا بمقتضائے آرائے خود بر خلاف احادیث حکم کردہ اندبر دوشق فاسداست تجویز نکنند آنرا مگر سفیہ یا معاند ظاہر اصول اصحاب باعدم اشارت است پس عدم اشارت سنت علماء ماتقدم شدہ"

مسئلہ: ثبوت علم باطن

سوال: کیا کوئی علم ایسا بھی ہے جس کی خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مفصل طور پر بیان نہیں فرمائی؟

جواب: بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر ایک علم کو مفصل بیان کر دیا ہے لیکن علم باطن کا اظہار مفصل نہیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

فرمایا، بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اگر میں اس کو ظاہر کردوں گا تو میرا گلا کاٹا جائے گا، اور کتاب مرقاۃ بروایت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے:

" عن الحسن قال العلم علمان فعلم بالقلب فذٰلک العلم النافع وعلم علی اللسان فذٰلک حجۃ اللہ عزوجل علی ابن اٰدم "

(رواہ الدارمی)

یعنی علم دو قسم پر ہے ایک علم قلبی ہے اس کو علم مکاشفہ بھی کہتے ہیں چنانچہ عین العلم میں ہے:

" قال علیہ السلام اذادخل النور فی القلب انشرح "

یعنی عبادت کرتے ہوئے جب دل انسان کا منور ہو جاتا ہے تو اس سے ایسی باتیں اور طرح طرح کے اسرار ظاہر ہونے لگتے ہیں:

" قال علیہ السلام ان من العلم ھیئۃ المکنون لایعلمہ الا اھل المرفۃ باللہ تعالیٰ "

یعنی آپ نے فرمایا کہ ایک علم جس کی ہیئت تو ہے لیکن اس کو بدون اہل اللہ کوئی پہچان نہیں سکتا۔

(نقل از نور مکمل تفسیر سورئہ مزمل صفحہ ۳۲۸ ودارمی و شرح عین العلم (۱))

مسئلہ: ثبوت بیس رکعت تراویح

سوال: نماز تراویح کی کتنی رکعتیں ہیں؟

جواب: نماز تراویح نزدیک محققین مذہب حنفیہ کے بیس رکعتیں ہیں اور امام مالک و شافعی و امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک بیس رکعت سے زائد ہیں چھتیس، انتالیس واکتالیس چنانچہ ترمذی میں ہے:

" اختلف اھل العلم فی قیام رمضان فرای بعضھم ان یصلی احدی واربعین رکعۃً مع الوتر وھو قول اھل المدینۃ والعمل علی ھذا "

۱: تفسیر روح البیان جلد ۳ و مدارج النبوۃ و انسان العیون سے صاحب کلمۃ العلیا صفحہ ۱۰۴ میں بایں طور لکھا ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ مجھے علم الاوّلین وآخرین دیئے گئے ہیں اور کئی قسم کے علوم اللہ تعالیٰ نے تعلیم فرمائے ایک علم ایسا ہے جس کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا گیا ہے کہ میں کسی سے نہ کہوں اور میرے سوا اس کے برداشت کرنے کی کسی کو طاقت نہیں اور ایک ایسا علم ہے جس چھپانے اور سکھانے کا مجھ کو اختیار دیا گیا ہے اور ایک ایسا علم ہے جس کے سکھانے کا ہر خاص و عام امتی کی نسبت حکم فرمایا اور جن و انسان و فرشتے یہ سب آپ کی امت ہیں اور ایسا ہی مناہج النبوۃ کے صفحہ ۳۴۲ جلد اول اور صاحب تفسیر حسینی علامہ کاشفی متوفی ۹۱۰ھ ارقام فرماتے ہیں، ایک ہزار خداوند کریم کی طرف سے آپ کی ذات والاصفات کو خطاب ہوئے یعنی آپ سے کلام ہوئی العلم عند اللہ فقط، خادم شریعت محمد نظام الدین عفی عنہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور روایت ہے حضرت علی و عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رمضان میں بیس رکعتیں ہیں اور یہی قول ہے سفیان ثوری و ابن مبارک کا اور کہا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے:

"ھکذا ادرکت ببلدنا بمکۃ یصلون عشرین رکعۃ"

یعنی میں نے شہر مکہ والوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے دیکھا اور علامہ عینی شرح بخاری نے جمہور علماء بیس رکعت تراویح پڑھنے پر قائم کیا ہے:

"وقال بن عبدالبر وھو قول الجمھور والعلماء"

اور امام بیہقی نے بایں طور حدیث بیان کی ہے:

"عن ابن عباسٍ ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان بغیر جماعۃٍ عشرین رکعۃً"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں بیس رکعت بغیر جماعت پڑھتے تھے اور امام سیوطی نے اپنے مجموعہ میں لکھا ہے کہ بیس رکعت کا پڑھنا بہت بہتر ہے وسنن البیہقی وغیرہ باسناد صحیح:

"عن یزید الصحابی قال کان یقومون علی عھد عمر بن الخطاب فی شھر رمضان بعشرین رکعۃ وفی عھد عثمان وعلی مثلہ"

مجموعہ امام سیوطی صفحہ ۴۲ میں یعنی خلافتِ اصحاب ثلاثہ میں بیس رکعت تراویح لوگ پڑھتے تھے اور یہی سنت ہے خلفاء الراشدین کی جن کی اتباع کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بایں طور حکم فرمایا ہے:

"اتبعوا من بعدی ابی بکر وعمر"

اور جو شخص اتباع سنت خلفاء الراشدین کا منکر ہے وہ دراصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کا منکر ہے اور وہ ناری ہے اور جو حدیث عائشہ صدیقہ سے مسلم و بخاری میں بایں طور مروی ہے:

"سئلت علیٰ قیام رسول اللہ ﷺ فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہٖ علیٰ احدیٰ عشر رکعۃً الخ"

یعنی سائل نے مائی صاحب سے پوچھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں کس قدر قیام کرتے تھے۔ کہا مائی صاحبہ نے کہ رمضان ہو یا غیر ہو آپ کی ذات گیارہ رکعت ادا کرتے تھے۔ صاحبان ذرا غور سے دیکھو کہ اس حدیث میں کہیں تراویح کا نام ہے ہرگز نہیں تو مراد آٹھ رکعت نماز تہجد اور تین رکعت نماز وتر ہیں اور علاوہ اس کے صحاح ستہ میں اس حدیث کے مخالف کئی احادیث ہیں چنانچہ مسلم و بخاری و مشکوٰۃ میں ابن عباس سے روایت ہے:

"صلوتہٗ ثلث عشر رکعۃً"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی آپ نے تیرہ رکعت سے قیام تمام کیا اور سات اور نو رکعت سے بھی آپ قیام فرمایا کرتے تھے اب غیر مقلدین فرمائیں کہ مائی صاحب کا کہنا:

"ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ"

کہاں تک بنا اس کی صحیح تراویح پر تصور کی جائے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے رسالہ تراویح میں اس کی یوں تفسیر کرتے ہیں:

کہ آں روایت محمول برنماز تہجد است کہ در رمضان وغیر رمضان یکساں بود وروایات زیادت محمول برنماز تراویح است کہ در عرف آنوقت بقیام رمضان مسمی بود کہ آنحضرت ﷺ فرمودہ " من قام رمضان" الحدیث......الخ" فقط

مسئلہ: تصورِ شیخ

سوال: تصور کس کو کہتے ہیں اور کس لئے کیا جاتا ہے اور تصورِ شیخ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تصور اس چیز کو کہتے ہیں جو ذہن میں پیدا ہو کر سامنے آتی ہے اور اس کی پہچان سے دوسری چیز کا علم بھی حاصل ہو اور تصورِ شیخ صوفیائے کرام اس لئے کراتے ہیں تاکہ طالب المولیٰ اس کے ذریعہ سے افعال قبیحہ وذمیمہ اور شیطان کے مکروفریب سے ہر ساعت وہر لحظہ بچتا رہے اور یہ بات بھی تجربہ سے معلوم ہو چکی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کا تصور آنکھ میں جمالیتا ہے، تو اس تصور بصری کے اثر سے اس چیز کا عامل ہو جاتا ہے اور قوت جاذبہ بھی بڑھ جاتی ہے جس کے ذریعہ سے رابطہ قلب ومطلوب کا مضبوط ہو جاتا ہے اور ان کے درمیان کشش محبت مقناطیسی ایسی ظاہر ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کی جان ہو جاتے ہیں۔ اس کا ثبوت متواتر صوفیائے کرام سے لگاتار چلا آتا ہے چنانچہ فتاویٰ مولوی عبدالحی جلد ۳ صفحہ ۱۳۲ بحوالہ کتاب قول جمیل تصنیف شاہ ولی اللہ اور کتاب شفاء العلیل مولوی احمد رضا خاں صاحب مجدد مائۃ حاضرہ نے بایں طور نقل کی ہے:

"جب مرشد اس کے پاس نہ ہو تو اس کی صحبت فائدہ دیتی ہے"......الخ۔

اور جو اشیاء ونشانات خداوند کریم نے درمیان آسمان وزمین کے ظاہر کئے ہیں ان میں تفکر وتدبر کرنا ہر ایک انسان کو ضروری ہے، کیونکہ اسی تفکر وتدبر کرنے سے دل مطمئن ہو جاتا ہے، لہذا تصورِ شیخ میں بھی کوئی گناہ نہیں اور ہمارے فاضلان قادری سروری تو تصور اسم ذات کے قائل ہیں اور اپنے پیشوا کے افعال وفضائل وسیرا اپنے دل میں نقش کرتے ہیں اور یہ افعال اپنے وجود میں لا کر فنافی الشیخ کے مرتبہ کو طے کرتے ہوئے بذریعہ تصور اسم ذات فنافی اللہ ہو کر مراتب بقاباللہ پر پہنچتے ہیں لقولہ تعالیٰ:

﴿کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ﴾ ایضاً ﴿وَهُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ﴾ فقط.

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ: دربارۂ سنتہائے صبح

سوال: سنتیں صبح کی بوقتِ اقامت نماز یا قبل از طلوعِ آفتاب پڑھنی جائز ہیں یا نہ؟

جواب: بے شک جماعت سے علیحدہ ہو کر پڑھنا جائز ہے اور اگر کسی وجہ سے رہ جائیں تو طلوع آفتاب کے بعد ادا کر لیں، چنانچہ طحاوی ونصرۃ المجتہدین صفحہ ۶۲ میں حدیث مذکور ہے:

" دخلت فی صلوٰۃ الغداۃ مع ابن عمر وابن عباسٍ والامام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما بن عباسٍ فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر حتیٰ طلعت الشمس فرکع رکعتین الخ وعن علی کان النبی ﷺ یصلی رکعتین عند الاقامۃ"

یعنی کہا حضرت علی نے کہ آپ کی ذات بابرکات ﷺ بوقتِ اقامت دو رکعت ادا کر لیا کرتے تھے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ کی ذات ﷺ میمونہ کے گھر میں دو رکعت نماز سنت بوقت اقامت پڑھ لیا کرتے تھے۔

(نقل از عینی)

شرح بخاری بروایت ابو ہریرہ بایں طور حدیث ترمذی میں مذکور ہے:

" قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلھا بعد ما تطلع الشمس "

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جس نے نہ پڑھی ہوں سنتیں فجر کی پس پڑھے ان کو بعد طلوع آفتاب کے اور بخاری ومسلم میں بروایت ابو سعید خدری حدیث مذکور ہے کہ بعد صبح قبل از طلوع آفتاب کوئی نماز نہ پڑھی جائے:

" لاصلوٰۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس "

اور جو غیر مقلد حدیث قبل از طلوع پیش کرتے ہیں بالکل ضعیف ہے۔

(نقل از ترمذی)

باقی حال جلد ۵ میں مذکور ہے:

مسئلہ: وتر تین رکعتیں ہیں

سوال: وتر میں تین رکعتیں ہیں یا ایک؟

جواب: تین رکعت وتر ہیں چنانچہ مستدرک حاکم وسنن نسائی وموطا امام محمد وآثار امام محمد میں بہت احادیث وارد ہیں

" علمنا اصحاب محمدٍ ﷺ ان الوتر مثل صلوٰۃ المغرب وھذا وتر النھار "

یعنی کہا ابو العالیہ نے کہ ہم کو تعلیم دی وتروں کی مثل نماز مغرب کے اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے:

" کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاثٍ لا یسلم الا فی اٰخرھن "

یعنی آپ کی ذات تین وتر پڑھتے تھے اور نہیں سلام پھیرتے تھے مگر تیسری رکعت پر اور کہا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

"الوتر ثلاث رکعاتٍ"

یعنی وتر تین رکعتیں ہیں اور علاوہ اس کے بخاری و مسلم نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

مسئلہ: شرائط جمعہ

سوال: جمعہ باشرائط فرض ہے، یا بدوں شرائط اور وہ شرائط قرآن شریف واحادیث صحیحہ سے ثابت ہیں یا کہ صرف علمائے دین کے قیاس سے؟

جواب: بے شک فرض عین باشرائط اور وہ بارہ شرطیں ہیں، چھ اس کے وجوب کی اور چھ اس کے ادا کے لئے چنانچہ کتب معتبرہ حنفیہ میں لکھا ہے:

حر صحیح بالبلوغ مذکر ۔ مقیم وذوعقل لشرط وجوبھا

مصر وسلطان ووقت وخطبۃٌ ۔ واذن کذا جمع لشرط ادائھا

یعنی آزاد ہونا غلام پر واجب نہیں، دوم تندرست ہونا بیمار پر واجب نہیں، سوم بالغ ہونا نابالغ پر فرض نہیں، چہارم مرد ہونا عورت پر جمعہ فرض نہیں، پنجم مقیم پر فرض ہے مسافر پر نہیں، ششم عقلمند پر فرض ہے دیوانہ پر نہیں اور باقی شرائط اس کی ادا کی ہیں اگر یہ نہ ہوں تو اس دن کی ظہر اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی بلکہ ظہر پڑھنی پڑے گی وہ یہ ہیں مصر ہونا بستیوں میں جمعہ(۱) فرض نہیں، دوم سلطان یا نائب بدوں اذن ان کے جمعہ پڑھنا جائز نہیں، سوم وقت ظہر، چہارم خطبہ، پنجم اذن عام، ششم جماعت اور یہ تمام شرائط قرآن مجید واحادیث صحیحہ سے پائے جاتے ہیں چنانچہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایماندارو جب آذان ہو نماز کے لئے جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کی طرف اور چھوڑ دو بیچنا...... الخ۔ پس معلوم ہوا کہ اس آیت کا حکم مقید مخصوص منہ البعض ہے نہ عام ہے۔ چنانچہ کتب تفاسیر و کتب اصول فقہ میں لکھا ہے:

" ولاشک ان اطلاق قولہ تعالی فاسعوا مقیداً بخصوص المکان و مخصوص منہ کثیراً کالعبید والمسافرین ...... الخ "

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم "فاسعوا " کا اطلاق خاص کسی مکان کے ساتھ مقید ہے اور اس سے اور بھی بہت خاص کئے گئے ہیں اور صاحب فتح القدیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ جمعہ جنگلوں اور گاؤں میں بھی درست نہیں، چنانچہ قولہ تعالیٰ:

" فاسعوا الی ذکر اللہ لیس علی اطلاقہ اتفاقا بین الامۃ اذ لا یجوز اقامتھا فی البراری اجماعاً ولا فی کل قریۃٍ لا عند الشافعی ...... الخ "

اور دوسری بات یہ ہے کہ کلمہ ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہے اور خطبہ کے لئے قاضی ہوا کرتا ہے جو کہ بادشاہ مسلمان کی طرف سے

۱: اگر گاؤں میں لوگوں نے جمعہ قائم کر دیا ہو تو اس کو بند نہ کیا جائے لیکن ان لوگوں کو چاہیے جمعہ کے بعد اپنی ظہر نماز ادا کر لیں اور مسئلہ کا ثبوت تین سو ساٹھ کتب معتبرہ میں ہے۔ فقط خادم شریعت عفی عنہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

لوگوں کی صلاحیت کی خاطر متعین کیا جاتا ہے اور اس کو پورے طور اختیار حدود شرعیہ کے جاری کرنے کا بھی ہوتا ہے اور یہ بات کسی صاحب علم سے پوشیدہ نہیں اور علاوہ اس کے کلمہ ''وذروا البیع ''جس کے معنی بیچنا وخریدنا ہے، اس سے بھی مراد قصبہ اور شہر ہے جو آباد ہو، چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے حدیث نمبر اول جو کہ وجوب جمعہ پر دال ہے:

''عن جابرٍ ان رسول اللہ ﷺ قال من کان یؤمن باللہ والیوم الأخر فعلیه الجمعة الا مریضٍ او مسافرٍ او امرأة او صبیٍ او مملوکٍ .... الخ''

دار قطنی یعنی جابر سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ پڑھنا ایماندار پر فرض ہے مگر مریض اور مسافر اور عورت اور لڑکے پر اور غلام پر فرض نہیں اور اس کے علاوہ جو ادا کی شرطیں ان پر یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں، حدیث:

''روی ابن شیبة عن علی قال لاجمعة ولا تشریق ولا صلوٰة فطر ولا اضحیٰ الا فی مصرٍ جامعٍ او مدینةٍ عظیمة ابن خزمٍ فی المحلی ورواہ عدلارزاق من حدیث عبدالرحمن السلمیٰ ...... الخ''

یعنی روایت کی ہے ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا حضرت علی نے کہ نہ نماز جمعہ نہ عید فطر اور نہ عید قربانی جائز ہے مگر شہر میں جو جامع ہو یا شہر بڑا ہو اور صحیح بیان کیا اس کو ابن خرم نے اور عبدالرزاق نے بھی عبدالرحمٰن سے اسی طرح حدیث بیان کی ہے اور صاحب فتح الباری نے بھی اس حدیث کو باسناد صحیح لکھا ہے اور فتح الباری جلد دوم صفحہ ۳۱۶ میں بروایت حضرت حذیفہ یوں لکھا ہے:

''قال لیس علیٰ اهل القریٰ جمعة انما الجمعة علی اهل الامصار مثل المدائن''

کہا حذیفہ نے کہ جمعہ شہر والوں پر فرض ہے بستی والوں پر فرض نہیں اور بخاری میں روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے کہ لوگ باری باری جمعہ پڑھنے کے لئے اپنے گھروں سے اور چھوٹے چھوٹے گاؤں سے آیا کرتے تھے:

''کان الناس یتناولون الجمعة من منازلهم والعوالی رواہ بخاری''

اور کتاب بخاری میں:

''من این تؤتی الجماعة''

بروایت حضرت بایں طور مروی ہے:

''قال اذا کنت فی قریة جامعةٍ نودی بالصلوٰة من یوم الجمعةِ فحق علیک''

یعنی کہا عطا نے کہ جب تو قریہ جامع میں ہو اور وہاں آذان دی جائے جمعہ کی نماز کے لئے تو تجھ پر فرض ہوا جمعہ پڑھنا اگر چہ تو نے آذان سنی ہو یا نہ سنی ہو اور قریہ جامع حکم شہر کا رکھتا ہے اور شرط دوم آپ نے فرمایا ہے کہ:

''الجمعة واجبة علیٰ کل مسلمٍ فی جماعةٍ الخ''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی آپ نے فرمایا کہ جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے جماعت میں چار شخصوں پر فرض نہیں، شرطِ سوم بخاری میں بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بایں طور وارد ہے:

" ان النبی ﷺ کان یصلی الجمعة حین تمیل الشمس الخ "

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا اور شرطِ چہارم خطبہ، کہا ابن عمر نے کہ حضور نے خطبہ پڑھا تو آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور لٹکے ہوئے تھے دونوں کنارے دستار مبارک کے پشت مبارک کی طرف، نقل کیا اس کو مسلم نے اور ابوداؤد نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بایں طور حدیث بیان کی:

" کان رسول اللہ ﷺ یخطب خطبتین کان یجلس اذا صعد المنبر حتی یفرغ المؤذن ثم یقوم فیخطب ثم یجلس ولا یتکلم ثم یقوم فیخطب رواہ ابوداؤد "

یعنی کہا ابن عمر نے کہ آپ دو خطبہ پڑھتے تھے جب منبر پر چڑھتے یہاں تک کہ مؤذن آذان سے فارغ ہو جاتا پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے...... الخ اور ششم شرط جمعہ کے ادا کرنے کی بادشاہ مسلمان ہونا ہے یا اس کا نائب:

" قال ابن منذرِ مضت السنة ان الذی یقیم الجمعة السلطان او من قام بھا امرہٗ فاذا لم یکن ذلک صلوٰۃ الظھر "

اس حدیث کو صاحب نبراس نے عینی شرح سے نقل کیا ہے، یعنی کہا ابن منذر نے کہ یہ سنت قدیم سے جاری ہے کہ جمعہ کا قائم کرنا بادشاہ کا حق ہو، اگر یہ بات نہ ہو تو لوگ اپنی ظہر کی نماز ادا کریں جمعہ کی نماز نہ پڑھیں اور بخاری میں مذکور ہے کہ جمعہ قائم کرنا حق بادشاہ مسلمان کا ہے۔ حدیث ابن عمر کو مطالعہ کریں جس میں یہ کلمہ تحریر ہے:

" یقول کلکم راعٍ .... الخ "

اور ابن ماجہ سے بایں طور حدیث بیان کی ہے۔

" من ترک الجمعة ولہ امام عادل او جابر فلا جمع اللہ شملہ "

یعنی فرمایا آپ نے جو شخص ترک کرے جمعہ باوجودیکہ واسطے اس کے بادشاہ عادل یا ظالم ہو پس نہ دور کرے اللہ تعالیٰ پریشانی اس کی:

" وقال حبیب ابن ثابتٍ لایکون الجمعة الا بامیرٍ وخطبةٍ وھو قول اوزاعی و محمد بن مسلمة ویحییٰ بن عمر المالکی ومن مالکٍ اذا تقدم رجل بغیر اذنِ الانام لم یجزھم الخ "

یعنی کہا حضرت حبیب بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ جمعہ بدوں خطبہ کے جو حکم بادشاہ کے جائز نہیں ہوتا اور یہ قول امام اوزاعی و محمد بن مسلمہ و یحییٰ بن عمر مالکی کا ہے اور کہا امام مالک نے: کہ اگر کوئی شخص بدوں اذن حاکم آگے ہو کر جمعہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

پڑھا دے تو تمام لوگوں کی نماز جائز نہ ہوگی اور صاحب البیان نے قول قدیمانہ امام شافعی کا نقل کیا ہے جمعہ نہیں جائز ہوتا مگر پیچھے بادشاہ یا جس کے واسطے اذن دیا گیا ہو اور کہا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ بادشاہ پر چار حق ہیں، ان میں سے ایک جمعہ کا قائم کرنا ہے اور کتاب بیہقی و جواہر النقی جلد اول صفحہ ۲۲۸ میں لکھا ہے:

"عن ام عبدِ اللہ الدوسیۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ الجمعۃ واجبۃ علی اھل القریۃ فیھا امام الخ لان القریۃ اذا کان فیھا نائب من جھۃ الامام ویقیم الحدود یکون حکمہ' حکم الامصار"

(نقل از عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری)

یعنی کہا ام عبد اللہ دوسیہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جمعہ واجب ہے اہل قریہ پر جس میں امام ہو یعنی بادشاہ اور کہا عمدۃ القاری نے کہ جس گاؤں میں نائب بادشاہ اسلام نے مقرر کیا ہو اور وہاں حدود شرعی بھی جاری ہو جائیں تو اس گاؤں کا حکم مثل شہر کے ہو جائے گا اور صاحب مراقی الفلاح نے صفحہ ۹۹ میں لکھا ہے:

"المصر کل موضعٍ لہ امیر قاضٍ ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وھذا فی ظاھر الروایۃ قال قاضیخانٍ وعلیہ الاعتماد"

یعنی مصر وہ جگہ ہے جہاں قاضی ہو یا امیر جو جاری کرے احکام اور قائم کرے حدود شرعیہ کو اور یہ ظاہر روایت ہے اور کہا قاضی خان نے کہ اسی پر اعتماد ہے اور صاحب نبراس نے لکھا ہے کہ مسجد بڑی ہو یا بازار وغیرہ جو شرائط فقہاء نے لکھے ہیں وہ سب لوازم شہر کے ہیں ان شرائط کی چنداں ضرورت نہیں۔

مسئلہ: ولایت کفار میں جمعہ کا کیا حکم ہے

سوال: بعض علمائے دین کہتے ہیں کہ جمعہ ولائت کفار یں پڑھنا جائز ہے اور یہ ملک ہندوستان دار السلام ہے

جواب: بے شک ولایت کفار میں جمعہ پڑھنا بایں صورت جائز ہے کہ اگر ولایت مسلمانوں میں کفار نے غلبہ پالیا ہو اور مسلمان جمع ہو کر بادشاہ کافر کو درخواست دیں اور وہ ان کو اجازت دے دے اور کہہ دے کہ اس صورت میں مسلمان جمع ہو کر جمعہ پڑھیں تو جائز ہوگا۔ چنانچہ صاحب ردالمختار باب القضا میں اس عبارت کی شرح کرتے ہیں:

"بلاد علیھا ولاۃ کفارٍ یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ ویصیر القاضی قاضیا بتراض المسلمین یجب علیھم یلتمسوا والیا مسلماً منھم .... الخ"

یعنی وہ شہر جس میں حاکم کافر ہیں جائز ہے وہاں کے مسلمانوں کو قائم کرنا جمعہ کا اور ہو جائے کوئی والی ساتھ رضا مسلمانوں کے اور واجب ہے ان پر کہ ٹٹولیں یعنی وہ شہر جس میں حاکم کافر ہیں جائز نہیں ہو سکتا ہے اور بعض علمائے فرقہ غیر مقلدین کی بھی چالاکی ہے کہ جلدی سے یہ عبارت معراج الدرایہ و جامع الفضولین کی سنا کر عوام الناس کو دھوکہ میں ڈال دیتے ہیں اور کلمہ "تلتمسوا والیاً مسلماً منھم" کے معنی بھی نہیں کرتے چنانچہ مولوی عبد الجبار غیر مقلد نے اپنے فتاویٰ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

میں عبارت لکھ کر مسئلہ احتیاط الظہر کو اڑا دیا ہے اور اس ملک ہندوستان کو فی الحال نہ دارالاسلام کہہ سکتے ہیں، نہ دارالحرب، چونکہ اس میں نہ تو پورے شرائط دارالاسلام کے پائے جاتے ہیں نہ دارالحرب کے اور نہ ہی ہم مسلمانوں کو اس ملک میں قدرت تنفیذ احکام کی ہے، لیکن اور ملک والوں کو طاقت تنفیذ احکام تو ہے۔ اگر چہ کسی مصلحت کی وجہ سے نہیں کرتے اور ہم لوگ تو مسائل حقہ بیان کرنے سے بھی مجبور ہیں تنفیذ احکام تو درکنار۔ اگر اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کرنی ہو تو فتاوٰی شاہ عبدالعزیز جلد اول کا مطالعہ کرو۔

مسئلہ : ثبوت احتیاط الظہر

سوال : جمعہ کے بعد احتیاط الظہر کیوں پڑھی جاتی ہے اور اس کا ثبوت کیا ہے اور جمعہ کے بعد کتنی رکعتیں پڑھی جائیں اور دو فرض تو ایک وقت میں جمع ہو ہی نہیں سکتے۔

جواب : احتیاط الظہر دفع شک کے لئے پڑھی جاتی ہے کیونکہ اس ملک ہندوستان میں جمعہ کے ادا کے شرائط جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکے ہیں، کچھ اس ملک میں پائے جاتے ہیں اور کچھ نہیں پائے جاتے۔ چنانچہ بادشاہِ مسلم یا اس کا نائب اور حدود شرعیہ کا جاری ہونا اور مصر ظاہر روایت میں اس شہر کو کہتے جس میں بادشاہ یا نائب بادشاہ حدود شرعیہ کے جاری کرے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ متعدد جگہ ایک شہر میں جمعہ پڑھنا نزدیک اکثر علمائے دین کے ناجائز ہے کیونکہ شہر مکہ و مدینہ طیبہ میں ایک ہی جگہ جمعہ پڑھا گیا ہے۔ اس لئے بعض علمائے دین نے کہا ہے کہ اگر کئی جگہ شہر میں جمعہ پڑھا جائے تو جنھوں نے پہلے پڑھ لیا ہوگا ان کا جمعہ ادا ہو جائے گا باقی تمام ظہر کی نماز ادا کریں، اگر سب شک کریں کہ پہلے کونسی جگہ ہوا تو اس صورت میں تمام ظہر کی نماز دوبارہ ادا کریں، چنانچہ میزان الشعرانی میں ہے:

" ومن ذٰلک قول الائمة الاربعة لایجوز تعدد الجمعة فی بلدٍ الخ "

یعنی اس مسئلہ میں چاروں اماموں کا قول ہے کہ کئی جگہ میں ایک شہر میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں، مگر جب ایک جگہ جمعہ ہوتا ہو اور کہا امام مالک نے کہ جنھوں نے پہلے پڑھا ہے ان کا ہوگا اور احتیاط الظہر کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت حسن بن زیاد جو شاگرد حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور ہم پایہ صاحبین کے ہیں، اس سے اور صحابہ تابعین سے ہے چنانچہ کتاب ردالمختار و عینی شرح ہدایہ جلد۲ صفحہ نمبر ۱۰۶ میں لکھا ہے۔

" لما ابتلی اهل المرد باقامة الجمعتین بها مع اختلاف العلمآء فی جوازها امروا باقامتهم باداء الاربعة بعد الجمعة احتیاطاً واختلفوا فی نیتها قیل ینوی الظهر یومه و قیل اخرظهر علیه وهو الاحسن وقیل الاحوطان یقول نویت اخر ظهرادرکت وقته ولم اصلهم بعد وقال الحسن اختیاری ان یصلی الظهر بهذهِ النیة ثم یصلی اربعاً نیة السنة .... الخ "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی جب مردمیں لوگ دوجگہ پڑھنے میں مبتلا ہوئے حالانکہ اس مسئلہ میں علماء کا بہت اختلاف تھا اور حکم دیا گیا کہ تم لوگ جمعہ کو پڑھو لیکن اس کے بعد چار رکعت ظہر احتیاطاً ادا کرلیا کرو اور اس کی نیت میں بھی اختلاف ہوا بعض نے کہا اس روز کی ظہر پڑھنے ، بعض نے کہا کہ یوں کہے کہ آخر ظہر کی نیت جس کا میں نے وقت پالیا اور ابھی اس کو پڑھا نہیں اور امام حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ بہت پسندیدہ امر ہے کہ ظہر اسی طور سے پڑھے پھر چار رکعت سنت پڑھے الخ۔ گویا یہ روایتِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ہے کیونکہ جو روایات ان کے شاگردوں سے حاصل ہوتے ہیں وہ سب امام صاحب سے مروی ہیں دیکھو ردالمختار صفحہ ۴۶ اور نور الشمعہ اور بحرالرائق و ردالمختار و فتح القدیر و میزان الشعرانی نے بوجہ مفقود ہونے شرائط کے دوبارہ احتیاط الظہر کو پڑھنا واجب لکھا ہے اور فتاویٰ خانیہ اور صاحب بحرالرائق نے بھی لکھا ہے کہ ابراہیم نخعی و ابراہیم بن مہاجر جو صحابی تابعین سے ہیں جب دیکھتے اپنے امیروں کو ظالم یا کوئی شرط مفقود تو جمعہ کے اول یا اس کے پیچھے بطور خفیہ ظہر ادا کرتے:

" ولذلک تاویلان وحکی فی الظهرية والخانية عن ابراهيم النخعی وابراهيم ابن مهاجر انهما كانا يتكلفان وقت الخطبة فقيل لابراهيم نخعی فی ذلک فقال انی صليت الظهر فی داری ثم رخت الی الجمعة تقية ولذلک تاويلان احدهما ان الناس كانوا فی ذلک الزمان فريقين منهم لا يصلی الجمعة لانه كان لا يری الجائر سلطانا وسلطانهم يومئذٍ كان جائراً فانهم كانوا لا يصلون الجمعة من اجل ذلک وكان فريق منهم يترک الجمعة لان السلطان كان يؤخر الجمعة عن وقتها فی ذلک الزمان فكانوا يأتون الظهر فی دار هم هم يصلون مع الامام ويجعلونها سبحة ای نافلةً "

پس اس عبارت (۱) سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اصحاب تابعین میں سے بھی سلطان جائر ہونے کی وجہ سے جمعہ کو ترک کردیا کرتے تھے اور ظہر کو ادا کرلیتے تھے اور بعض ظہر کو خفیہ طور پر ادا کرلیتے اور جمعہ کو نفلی طور پڑھتے اور علاوہ اس کے کتب فقہ معتبرہ مثل فتح القدیر و شامی و عالمگیری و غرائب ظہیریہ و قنیہ و عینی شرح ہدایہ و شرح سفر السعادت و نہر الفائق و فتاویٰ رحمانیہ و مجمع البحار وغیرہ میں لکھا ہے:

" ان وقع الشک فی المصر فليصلوا اربعاً فرض الوقت بعد الفراغ من صلوٰة الجمعة واختلفوا فی النية والصحيح ان يقول اصلی لله تعالیٰ اربع ركعاتِ صلوٰة الظهر التی ادركت ولم اصله بعد ...... الخ "

یعنی جب شک پڑجائے مصر میں تو لوگ چار رکعتیں پڑھیں فرضی وقت کے پیچھے نماز جمعہ کے اور اختلاف کیا انہوں

ا: یہ عبارت فتاویٰ قاضیخان کے باب الجمعہ کے خاتمہ پر بھی مسطور ہے۔ خادم شریعت عفی عنہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نے نیت میں اور صحیح یہ ہے کہ کہے نماز پڑھتا ہوں واسطے اللہ کے چار رکعت نماز ظہر جو پائی ہے میں نے اور نہیں پڑھا اس کو اور علاوہ ان دلائل کے فقیر نے ۳۶۰ کتب فقہ معتبرہ میں دیکھا ہے ہر ایک صاحب نے اس کو جائز ہی لکھا ہے اور رشید احمد صاحب گنگوہی نے بھی ۱۲۹۷ھ میں اس کے جواز پر فتویٰ دیا تھا جس کا جی چاہے آ کر دیکھ لے، وھوہذا:

"وہر گاہ در بعض شروط بوجہ ما اشباہ پیدا آید اگر بنظر احتیاط چہار رکعت بگذارد رو است ودریں کسے از کلام نیست واللہ اعلم رشید احمد گنگوہی"

اور علاوہ اس کے جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں دو فرض پڑھنے جائز نہیں سو یہ کہنا بھی صحیح نہیں، کیونکہ حدیث شریف میں اس کی کہیں ممانعت ظاہراً نہیں پائی جاتی۔ حدیث میں صرف یہ الفاظ ہیں:

"لا یصلی بعد صلوٰۃٍ مثلھا"

یعنی نماز پڑھنے کے بعد ویسی ہیئت پر نماز نہ پڑھنی چاہئے اور حالانکہ اس کی تفسیر میں علمائے دین وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نہایت درجہ اختلاف ہے اور کہا صاحب عینی شرح کنز الدقائق نے جس نے یہ تاویل کی ہے کہ اس سے تکرار جماعت مسجد محلہ مراد ہے، سو یہ بہت بہتر ہے اور صاحب ردالمختار نے لکھا ہے کہ اگر ہیئت اولیٰ بدل جائے تو نماز جماعت بلا کراہت جائز ہوگی اور اہل علم پر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ اصحاب کرام اگر تنہا نماز کو ادا کر لیتے تو پھر اگر جماعت مل جاتی تو اسی نماز کو دوبارہ امام کے ساتھ پڑھ لیتے اور اسی امر کی تعلیم بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کو دیتے اور علاوہ ازیں اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز میں کسی طرح کا شک پڑ جاتا، تو اس نماز کو دوبارہ ادا کر لیتے چنانچہ دارمی و نسائی ومشکوٰۃ میں بروایت ابوسعید خدری مروی ہے کہ دو صحابی سفر میں نکلے اور ان کو پانی نہ ملا دونوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی بعد نماز ادا کرنے کے ان کو اسی وقت پانی ملا اور ایک نے وضو کر کے نماز کو دوبارہ پڑھ لیا، اور دوسرے نے ایسا نہ کیا اور دوسرے کی نماز بھی ہوگئی لیکن یہ ثواب نہ ملا اور جمعہ کے بعد آپ دو رکعت سنت پڑھا کرتے تھے اور کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے کہ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے بعد چار رکعت ادا کیا کرو اور ابن عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم چھ رکعت کا حکم دیا کرتے تھے۔

(نقل از ترمذی)

اور علاوہ اس کے عینی شرح بخاری سے صاحب نور الشمعہ نے لکھا ہے بایں طور حدیث نقل کر کے دس رکعت بعد نماز جمعہ کے ثبوت کی ہیں وفی سنن سعید بن مسعود عن ابی عبدالرحمٰن السلمی۔

"قال علمنا بن مسعودٍ ان نصلی بعد الجمعۃ اربعاً فلما قدم علینا علی ابن ابی طالبٍ رضی اللہ عنہ علمنا ان نصلی ستاً"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی سعد ابن مسعود کی سنن میں عبد الرحمٰن سلمی سے روایت ہے کہ ہم کو ابن مسعود نے سکھایا کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھیں، پھر جب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہمارے شہر میں تشریف لائے تو انہوں نے ہم کو سکھایا کہ ہم چھ رکعت پڑھیں......الخ پس اس سے معلوم ہوا کہ چھ چار پر زائد ہیں اور امر زائد مثبت پر ہوا کرتا ہے اور قاعدہ ہے کہ:

" المثبت مقدم علی الثانی "

یعنی مثبت نفی کرنے والے پر مقدم ہوا کرتا ہے، پس بعد جمعہ کے چھ رکعت کا پڑھنا مختار ہوا اور یہ چار رکعت احتیاطی ملا کر دس رکعت ہوئیں، چنانچہ کتب فقہ حنفیہ میں بھی ان کا ذکر ہے:

" انه یصلی بعد الجمعة عشر رکعاتٍ الخ "

(نقل از دوالمختار)

یعنی حاصل کلام کا یہ ہے کہ جمعہ کے بعد دس رکعت پڑھے۔

واللہ اعلم بالصواب.

مسئلہ: بسم اللہ شریف نماز میں جہر نہ پڑھی جائے

سوال: بسم اللہ شریف سورۂ فاتحہ کے اول یا آخر بآواز بلند پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہر دو جگہ آواز بلند سے بسم اللہ کا پڑھنا ناجائز ہے۔ چنانچہ مسلم و برہان شرح مواہب الرحمٰن باب صفۃ الصلوٰۃ حضرت انس سے روایت ہے:

" قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ و ابی بکرٍ وعمر و عثمان فکانوا یستفتحون بالحمد للہ رب العالمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اوّلِ قراۃٍ ولا فی اٰخرها الخ

کہا حضرت انس نے کہ نماز پڑھی میں نے ساتھ آنحضرت ﷺ کے اور اصحاب ثلثہ کے پس وہ شروع کیا کرتے تھے الحمد سے اور نہ ذکر کرتے تھے اول اور آخر اس کے بسم اللہ شریف کو اور نہ ہی کبھی ان سے سنا ہے۔

مسئلہ: عدم جواز فاتحہ خلف الامام

سوال: پڑھنا فاتحہ کا امام کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: فاتحہ کا پڑھنا امام کے پیچھے مقتدی کو ناجائز ہے کیونکہ اس میں خلاف قرآن مجید و آثار جمہور صحابہ کے لازم آتا ہے چنانچہ تفسیر مدارک و حسینی ۲۳۱ سورہ اعراف رکوع آخر میں مذکور ہے:

﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ .... الخ﴾

" در اسباب نزول آوردہ کہ جوانی از انصار در عقب رسول اللّٰہ ﷺ نماز میگذاردو ہر چہ آنحضرت قراۃ میفرمود میخواند آیت ﴿اذا قرئ القرآن﴾ چوں قرآن

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

خواند شود در نماز ﴿فاستمعوا له﴾ بشنوید مرا آنرا ﴿وانصتوا﴾ و خاموش باشید و باامام تلاوت نکنید ﴿لعلکم ترحمون﴾ شاید که رحم کرده شوید"

اور مدارک میں یوں ہے:

" وظاهره' وجوب الاستماع والانصات وقت قرأ ة القرآن فی الصلوٰة وجمهور الصحابة علیٰ انه فی استماع المؤتم .... الخ"

اور تفسیر عماد بن کثیر علی بن طلحٰ وابن عباس سے اس طرح مذکور ہے:

" ان النبی ﷺ کان اذا صلی باصحابه فنزلت هذه الاية فسکت القوم فقرأ النبی ﷺ"

یعنی روایت کی ابن حمید نے اور بیہقی نے ابوالعالیہ سے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھتے صحابہ کے ساتھ قرأت فرماتے تھے تو اصحاب بھی قرأت کرتے تھے پھر یہ آیت اتری اور اصحاب پڑھنے سے چپ ہو رہے اور پڑھتے رہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مشکوٰۃ وموطا وابن ماجہ وابوقتادہ وابوہریرہ وابوموسیٰ اشعری نے بایں طور روایت کی ہے:

" انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا"

یعنی کہا ابوہریرہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو کہ جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو جب وہ پڑھے تم چپ رہو اور کتب معتبرہ وحاشیہ مشکوٰۃ وموطا امام محمد میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمر، وزید بن ثابت وجابر بن عبداللہ سے سوال کیا گیا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ لیا جائے یا نہ، انہوں نے فرمایا:

" لایقرأ خلف الامام فی شیٔ من الصلوٰة"

اور صاحب ہدایہ نے اس پر اجماع صحابہ ثابت کیا ہے اور ابن ماجہ نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ بایں طور حدیث بیان کی ہے:

" من کان له امام فقرأة الامام له قرأة"

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ پڑھنا امام کا مقتدی کا پڑھنا ہے اور مقتدی کو قرأت پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں اور موطا امام محمد میں ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پالیا تو اس کی رکعت ہو جائے گی۔

" من صلی رکعةً لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام"

اور اگر مقتدی بھی قرأت کرے تو دو قرأتیں جمع ہو جائیں گی تو یہ امر غیر مشروع ہو جائے گا اور جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

" اقرأ بها فی نفسک"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

تو اس سے مراد تدبر تفکر ہے اس کے معانی کا دل میں خیال کرنا چنانچہ حاشیہ مشکوٰۃ میں تحریر ہے اور جو حدیث عبادۃ بن صامت سے مروی ہے جس کو غیر مقلدین بحث میں پیش کرتے ہیں، وہ چند وجوہ سے ضعیف اور قابل عمل نہیں دیکھو فتح المبین صفحہ ۱۴۲ و فتاویٰ صابریہ تمام دلائل فرقہ نجدیہ وہابیہ کو جلد گیارہ (۱) میں لکھ کر مع اسناد ان کا ضعف بیان کر دیا گیا ہے۔

مسئلہ: عدم جواز رفع یدین فی القرأۃ

سوال: رفع یدین اور آمین بالجہر نماز میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: رفع یدین کرنا نزدیک امام صاحب کے صحیح نہیں اور جو حدیثیں رفع یدین قبل از رکوع اور اس کے بعد کے کرنے کے بارہ میں وارد ہیں وہ تمام منسوخ ہیں اور قابل عمل نہیں اور نہ صحیح ہیں، چنانچہ عقود الجواہر المنفیہ و فتح القدیر میں مذکور ہے کہ امام صاحب اور امام اوزاعی کا مناظرہ اس بات پر مکہ معظمہ کے بیچ ہوا تو امام صاحب غالب آئے اور امام اوزاعی لاجواب ہو گئے اور امام طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ حدیث بیان کی ہے کہ ابن عمر رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے مگر اول تکبیر میں اور حالانکہ یہ وہی ابن عمر ہیں جو حضور علیہ السلام کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے پھر ترک کر دیا، وھو ھذا:

" حدثنا ان ابی داؤد وقال حدثنا نعیم بن حمادٍ قال ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب بن عبدالرحمن الاسود عن علقمة عن عبدالله عن النبی ﷺ انه' کان یرفع یدیه فی اول تکبیرٍ ثم لایعود "

یعنی تمام ائمہ دین رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ آپ کی ذات ﷺ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے اور جو حدیثیں رفع یدین کرنے کے بارہ میں عبداللہ بن عمر سے بخاری و مسلم میں درج ہیں وہ تمام منسوخ ہیں، چنانچہ عینی شرح بخاری میں لکھا ہے:

" انه کان بدء الاسلام ثم نسخ "

اور اس کے نسخ پر دلیل ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے ایک شخص کو رفع یدین کو رکوع و قومہ کرتے ہوئے دیکھا اور فرمایا کہ ایسا مت کرو، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کام کیا پھر ترک کر دیا اور دوسری دلیل تنسیخ کی یہ ہے جو کہ امام جعفر طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ بیان کی ہے، وھو ھذا:

" حدثنا ابو داؤد قال حدثنا احمدبن عبدالله بن یونس قال اخبرنا ابوبکر عباس بن حصین بن

۱: اس بارہ میں ایک مستقل رسالہ عدم جواز فاتحہ خلف الامام شائع کر دیا گیا ہے جس میں تمام صحاح ستہ کی روایات پر جرح کر دی گئی جن کو وہابی لوگ فاتحہ خلف الامام میں پیش کیا کرتے ہیں اور ان کی اچھی طرح سے تردید کر دی گئی ہے۔ مناظرین ۱۲ روپے روانہ کر کے طلب کریں، اب یہ ذکر جلد گیارہ میں نہیں ہے۔ خادم شریعت۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مجاهد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی تکبیرۃ الاولیٰ .... الخ "

یعنی کہا حصن حصین بن مجاہد نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے ابن عمر کے وہ بدوں پہلی تکبیر کے رفع یدین نہیں کرتے تھے اور ابی شیبہ جو کہ امام بخاری و مسلم کے استاذ ہیں اپنے مصنفہ میں بایں طور لکھا ہے۔

" عن عبداللہ بن مسعودٍ قال صلیت خلف النبی ﷺ وابی بکر وعمر فلم یکن یرفع ایدیھم الا عند افتتاح الصلوٰۃ "

یعنی کہا ابن مسعود نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور ابوبکر اور عمر کے تو وہ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے، مگر پہلی تکبیر میں اور اگر کسی نے زیادہ تحقیق کرنی ہو تو شرح سفر السعادت و فتح المبین و فتاویٰ صابریہ جلد سوم کا مطالعہ کریں۔

مسئلہ: آمین بالجہر خلف الامام

دربارہ آمین بالجہر، آمین بالجہر بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں اور علاوہ اس کے وہ حدیثیں معلولہ و مرجوحہ ہیں چنانچہ شرح سفر السعادت باب نماز میں مذکور ہے اور جس حدیث میں "مدبھا صوته" وارد ہے۔ اس سے بھی آمین بالجہر ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے معنی شارحین نے یہ لکھے ہیں یعنی " مد بالفه وخفته میمه" یعنی الف کو کھینچ کر پڑھتے تھے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ "امین البیت الحرام" اور حدیث صحیح ابن مسعود عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ یہ صاحب چار چیزوں میں اخفاء کا حکم امام کے لئے دیا کرتے تھے۔ وھو ھذا:

اربع یخفیھن الامام التعوذ والثناء والتسمیة والتأمین کما نقله فی فتح القدیر وفتح المبین فتاویٰ صابریه "

اور قرآن مجید میں ہے کہ آہستہ دعا مانگنا چاہئے اور یہی بہتر وانسب ہے:

﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ﴾

اور احادیث صحیح اسی بات پر شاہد ہیں چنانچہ مسند امام احمد و مسند ابوداؤد و ترمذی و تہذیب وآثار و دارقطنی و معجم طبرانی نے بسند صحیح یہ حدیث بیان کی ہے:

" عن وائل واخفیٰ بھا صوته "

یعنی کہا ابن حجر نے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی، تو جب آپ " ولاالضالین " پر پہنچے تو آمین آہستہ کہی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ : ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت

سوال: سینہ پر ہاتھ باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : مذہب حنفیہ میں سینہ پر ہاتھ باندھنا جائز نہیں چنانچہ کتاب آثار امام محمد وسنن ابوداؤد میں آثار صحاح موود ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ زیر ناف ہاتھ باندھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ سنت حضور علیہ کی ہے:

" ان علیا رضی اللہ عنہ قال السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ "

اور اصول حدیث میں لکھا ہے کہ جس جگہ " السنۃ کذا ایا ان من السنۃ کذا " کا کلمہ واقع ہوتو وہاں سنت رسول علیہ السلام مراد ہوا کرتی ہے اور اگر کسی نے بہت دلائل اس بارے میں دیکھنے ہوں تو معانی الآثار و فتح المبین کا مطالعہ کرے۔(۱)

مسئلہ : فرقہ وہابیہ کے ایک اعتراض کا جواب در بارہ پانی نجس و پاک کے

سوال : کنوئیں میں بلی یا چوہا گر کر مرجائے تو کس قدر پانی اس سے نکالا جائے اور فرقہ غیر مقلدین جو یہ کہتا ہے کہ کنوئیں کا پانی بالکل پلید نہیں ہوسکتا اور اپنے دعویٰ میں حدیث بیر بضاعہ کی پیش کرتے ہیں کہ اس میں لتے حیض کے اور مرادر و گوشت کتوں کے ڈالے جاتے تھے تو حضور نے فرمایا کہ پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی اور حضور نے بھی اس کو پیا۔

(نقل از ابوداؤد ترمذی وغیرہ)

جواب : معانی الآثار میں ہے کہا حضرت شعبی نے:

" حدثنا ابوبکر قال ثنا ابوعامر العقدی قال ثنا سفیان عن زکویۃ عن الشعبی فی الطیر والسنور ونحوھما یقع فی البئر قال ینزع منھا اربعون دلواً .... الخ "

یعنی پرندے اور بلی وغیرہ کے لئے کنوئیں سے چالیس ڈول سے کم پانی نہ نکالا جائے اور ایک روایت ابی سعید خدری سے بایں طور دار قطنی وطحاوی میں مذکور ہے:

" حدثنا فھربن سلیمان قال ثنا محمد بن سعید بن الاصبھانی قال ثنا حفص بن غیاث النخعی عن عبداللہ بن سیرۃ الھمدانی عن شعبی وعن ابی سعید خدری الدجاجۃ فی البیئر فتموت فیھا قال ینزع منھا سبعون دلوًا "

یعنی مرغی اگر گر کر مرجائے کنوئیں میں تو ستر ڈول اس سے پانی نکالا جائے اور علاوہ اس کے محمد بن حزیمہ وحجاج ابوعوانہ ومغیرہ بن شعبہ وبراہیم وغیرہ صحابہ نے کہا کہ اگر کنوئیں میں چوہا گر کر مرجائے تو چالیس ڈول پانی اس سے نکالا جائے اور ایک روایت میں بیس اور دس بھی ہے چنانچہ طحاوی ودار قطنی میں بروایت حضرت انس حدیث منقول ہے:

۱: ان تمام مسائل کی تشریح اور تفسیر واضح طور پر بدلائل جلد سوم میں مسطور ہے اور فرقہ غیر مقلدین کے اس بارہ میں جس قدر دلائل ہیں وہ سب کے سب ضعیف اور متروک ومنسوخ ہیں، فقط خادم شریعت عفی عنہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" عن انسٍ انه قال فی الفارة دارقطنی وتقویم اذا ماتت فی البئر واخرجت من ساعتها ینزع منها عشرون دلواً"

یعنی جب کنوئیں میں چوہا مرے اور اسی گھڑی نکالا جائے اس سے بیس ڈول پانی نکالا جائے اور دارقطنی وبیہقی و عبدالرزاق وحاوی نے حدیث بایں طور نقل کی ہے۔

"حدثنا ابوعبدالله ابن القوام عن سعید بن محزمة عن ابن عباس ان زنجیا وقع فی زمزم فمات فانزل الیه رجلا ثم قال انزعوا ما فیها من الماءِ الخ ایضا عن ابن عباس وابن زبیر انهما افتیا بنزع البئر کلها حین مات زنجی فی بیر زمزم "

(اخرجه الدارمی)

یعنی حضرت ابن عباس وابن زبیر سے روایت ہے کہ ایک زنگی چاہِ زمزم میں گر کر مر گیا، پس اتارا ایک آدمی کو اس کی طرف پھر فرمایا پانی نکالو اس سے...... الخ۔ پس جب فتویٰ دیا حضرت ابن عباس وابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تو اس وقت کسی اصحابی نے انکار نہ کیا اور نہ ہی کسی نے:

" الماء طهورٌ لاینجسه شئ "

حدیث پیش کی، باوجودیکہ کثرت جماعت صحابہ رضوان اللہ علیہم کی موجود تھی اور علاوہ اس کے نہ تو کسی تابعین وتبع تابعین وجمہور صحابہ سے اس کا انکار ثابت ہوا ہے چنانچہ ابن مدینی استاذ امام بخاری صاحب نے کہا ہے:

" فامر ابن عباس وابن زبیر بنزع الماء کله بحضور الصحابة ولم ینکر منهم احد فیکون حدیث القلتین مخالفاً للاجماع "

یعنی حدیث قلتین کی مخالف اجماع صحابہ کے اس لئے ہوئی کہ روبرو صحابہ کے ابن عباس وابن زبیر نے فتویٰ دیا تھا پھر کسی اصحابی نے انکار نہ کیا، لہٰذا یہ حدیث مخالف اجماع صحابہ کے ہوئی اور علاوہ ازیں اس حدیث میں اضطراب بھی ہے اور کہا ابن حزم نے:

" لا حجة لهم فی حدیث القلتین لانه ﷺ لم یحده مقدار القلتین "

یعنی حضور علیہ السلام نے مقدار قلتین کی بیان نہیں کی اور بعض روایتوں میں دو قلہ تین قلہ چالیس قلہ اور کوئی چالیس قرب بھی روایت کرتا ہے، اڑھائی مشک قلتین کا اندازہ کسی حدیث صحیح کو چھوڑ کر بلکہ ضعیف سے بھی ثابت نہ ہوگا اور حدیث:

" الماء طهور لاینجسه شئ "

یعنی پانی کو کوئی شے ناپاک نہیں کرتی الخ، اگر اس سے خاص بیر بضاعہ مراد لیا جائے تو وہ ایک کنواں جاری پرنالہ تھا جس سے باغوں کو پانی دیا جاتا تھا۔ اگر اس سے عموم مراد لیا جائے تو صحیحین کی حدیثوں سے منسوخ ہے جس میں پیشاب کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ممانعت، ہاتھ ڈالنے کی نہی وارد ہے، وہو ہذا:

" لا یبولن احدکم فی المآء الدائم الذی لایجری الخ ثم لا یتوضأ منہ او یشرب "

اور ایک روایت میں:

"لایغتسل احدکم فی المآء الدائم وھو جنبٌ "

یعنی پانی کھڑے میں نہ پیشاب کرنا چاہئے اور نہ اس سے وضو کرنا چاہئے اور اگر جنبی نے غسل کرنا ہو تو پانی اس سے لے کر الگ بیٹھ کر نہائے۔ ایضاً:

" لایغمسن یدہٗ فی الاناء حتی یغسلھا ثلاثاً "

یعنی جو شخص تم سے بیدار ہو پھر ہرگز نہ ڈالے ہاتھ اپنا برتن میں یہاں تک کہ دھولے ان کو تین بار کیونکہ اس کو معلوم نہیں کہ رہا کہاں ہاتھ اس کا رات کو اور بعض علمائے دینؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ جب اس کنوئیں کی کیفیت صحابہ نے بیان کی تھی تو اس وقت بالکل صاف تھا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ راوی کا کہنا کہ اس میں گوشت کتوں کا اور لتے حیض کے ڈالے جاتے تھے یہ بالکل خلاف عادت انسانی کے ہے، کیونکہ مسلمان اور منافق اور کافر بھی اس بات کو ناپسند کرتا ہے، پھر اصحاب کبار تابعین ایسا کام کب کر سکتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ نشیب جگہ پر تھا اس میں خود پلیدی واقعہ ہو کر دوسری طرف سے خارج ہو جاتی تھی۔ غرض کہ اس حدیث پر جمہور صحابہ نے عمل نہیں کیا اور حدیث میں ہے:

" ان المسلم لاینجس " ایضاً " ان الارض لاینجس "

یعنی آدمی جنبی مسلمان نجس نہیں ہوتا اور زمین نجس نہیں ہوتی، پس اس حدیث کے معنی بھی وہی

" المآء طھورٌ لاینجسہٗ شیٔ "

کے معنی ہوئے باقی حال شرح طحاوی و فتح المبین میں دیکھو، فقط۔

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بحث شیعہ

"والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ"

اما بعد :

خاکسار ابوالمنظور نظام الدین ملتانی قادری سروری مسلمان بھائیوں کی خدمت بابرکت میں گذارش کرتا ہے کہ شیعہ صاحبان کا دلی مقصود ہمیشہ سے ہی چلا آیا ہے کہ وہ اصحاب ثلاثہ کے فضائل حقہ اوران کی خلافت راشدہ کے انکار میں ہزارہا اوراق سیاہ کریں اوراپنے اباطیل پر طرح طرح کے ملمعے چڑھا کر حق کی جانب جانے والوں کی سدراہ بنیں اوراپنی من گھڑت خلافت بلافصل پرجھوٹی خوشی کے نقارے بجائیں مگران کواب تک اتنا بھی معلوم نہیں کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے، ذرا اپنے مذہب کی کتابوں کی اوراق گردانی تو کرلی ہوتی پھران کو پتہ چل جاتا کہ راستی پرکون ہےاور کذب وافتراء پرکون۔ان کا من گھڑت خلافت بلافصل پراڑے رہنااوراپنی کتابوں کوطاق پررکھے رہناانصاف کاخون کرنانہیں تواورکیا ہے۔بعض ان کا گوشہ نشین بن کردیواروں پرجابجا آہنی تختیاں تارکول سے سیاہ کرکے ان پرسفید حروف سے خلافت بلافصل کی خودساختہ روایت کوکندہ کرتاپھرتا ہےاورکلمہ شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام نامی کوشامل کرکےلوگوں کودھوکا دیتا ہے تاکہ دل کے کچے دام میں پھنس جائیں اوران کواپناہم پیالہ وہم نوالہ بناکراصحابہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے حق میں سب وشتم سے کام لیں اوراپنے سینوں کوجواصحاب ثلاثہ کے ساتھ حسداوربغض کی آگ سے جلے بھنے رہتے ہیں، ٹھنڈے کریں اورخودتراشکردہ روایت غدیر(۱) پرسرتاپازوردےکراس کی صداقت کاگیت گائیں اوراپنی من گھڑتیوں پراڑے بیٹھے رہیں۔یہ ہے ماہیت حضرات شیعان پاک کے مذہب کی۔

۱: "فلما خرجوا من عندہ علیہ السلام فی مرضہ وبقی عندہ العباس "الفضل وعلی واھل بیتہ خاصۃ فقال لہ العباس یارسول اللہ ﷺ ان یکن ھذا الامر فینا مستقرا من بعدک فبشرنا وان کنت تعلم انا نغلب علیہ فاوص بنا فقال انتم المستضعفون من بعدی"

یعنی آپ کی مرض الموت میں تمام حاضرین پوچھنے کے لئے حاضر ہوکر نکلےاورباقی حضرت عباس وفضل وعلی واہل بیت رہےاورعباس بولے کہ امرخلافت بعد آپ کے ہم کوملےتوآپ اس کی بشارت دیں اگرآپ جانتے ہیں کہ ہم بازرہیں گےتوپھرہم کووصیت فرمایئے،توآپ نے فرمایا کہ تم بوجھ اٹھانے سے میرے بعد عاجزہو،کیاحضرت عباس کوواقعہ خم غدیرکایادنہ تھاکہ حضورکے سامنے خلافت کے بارہ میں سوال کیا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مسئلہ: ﴿ثبوت حق خلافت اصحاب ثلاثہ﴾

ہم یہاں پر شیعوں کی کتابوں سے مختصر طور پر اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے فضائل اور خلافت حقہ کا ثبوت دیتے ہیں، وھو ہذا، چنانچہ کتاب نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر الجز والثانی صفحہ ۸ پر خط امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بنام حضرت امیر معاویہ بایں طور تحریر ہے:

"ومن كتابٍ له' عليه السلام الى معاوية انه بايعنى القوم الذين بايعوا ابابكرٍ وعمر وعثمان علىٰ ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاهد ان يختار ولا للغائب ان يرد وانما الشورىٰ للمهاجرين والانصار فان اجتمعوا على رجل سموه اماماً كان ذٰلك لله رضى فان خرج عن امرهم خارج بطعنٍ او بدعةٍ ردوه الى ماخرج منه فان ابى قاتلوه على اتباعه غير سبيل المؤمنين وولاه الله ماتولى والعمرى يامعاوية لئن نظرت بعقلك دون هواك لتجدنى ابرأ الناس من دم عثمان ولتعلمن انى كنت فى عزلةٍ عنه الا ان تتجن مابدلك والسلام"

یعنی بے شک میری اس قوم نے بیعت کی ہے کہ جس نے ابوبکر الصدیق وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم سے کی تھی، اب کسی شخص حاضر اور غائب کو اختیار نہیں کہ اس کی تردید کرے، کیونکہ یہ کام اجماع مہاجرین وانصار کے حکم سے مضبوط ہو چکا ہے جس شخص کو انہوں نے کمیٹی سے نامزد کر دیا ہو وہ اللہ کے ہاں پسند ہے، پس اگر نکلا کوئی شخص اس معاملہ سے طعن یا جدائی کرے پھر لاؤ اس کو جس امر سے بھاگا۔ پس اگر انکار کیا اس نے تو مار ڈالو اس کو مومنوں کے راستے کی پیروی نہ کرنے کے جرم میں پھر پہنچا دے گا اس کو اللہ پسندیدہ بات پر اور قسم ہے مجھے عمر بخشنے والے کی اے معاویہ اگر تو نظر غور سے بیان کرے تو پائے گا تو مجھے بری تمام آدمیوں سے خون عثمان کے سے اور ضرور جانتا کہ تھا میں اس وقت گوشہ میں اس سے اگر تو بدلہ لیتا ہے تو اس سے لے جس پر ثبوت پائے۔ والسلام فقط۔

دوسرا خط امیر المومنین کا جو حضرت امیر معاویہؓ کے دو خطوں کے جواب میں لکھا تھا وہ یہ ہے:

" اما ما ذُكرتُ منازل الخلفاء وفضائلهم فنقول نحن وجدنا افضلهم فى دين الله ابابكر العتيق والصديق ثم عمر الفاروق الذى لا يخاف فى الله لومة لائمٍ ثم ذى النورين عثمان الذى يستحي منه الملئكة ولعمرى ان مكانهم فى الاسلام لعظيم فرحمهم الله الخ"

(اصفهانی شرح نهج البلاغت جلد اول جزو ، مولوی سلطان المحمود)

شیعہ یعنی اے معاویہ! تو مجھے مراتب وفضائل خلفاء کے یاد دلاتا ہے ہم نے دین کے جاری کرنے میں جملہ خلفاء سے افضل حضرت ابوبکر عتیق وصدیق کو پایا ہے پھر حضرت عمر میں جو جاری کرنے احکام دین میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، پھر حضرت عثمان ذوالنورین ہیں جن سے ملائکہ مقربین بھی حیاء کرتے تھے مجھے اپنی عمر کی قسم ہے کہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اسلام میں خلفائے مذکورین کا بڑا مرتبہ ہے، ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور اچھے اجر ان کو ملیں، آمین۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں یاد دلانا تیرا پس خدا کی قسم ہے اصل قاتلین تو دار عثمان میں ہی قتل کئے گئے تھے اور وہ دونوں کنیرہ و سودان ہیں اور ماسوا ان کے محاصرین وغیرہ نے توبہ کر لی ہے اور تو میری بیعت سے انکار مت کر۔

اور تحفۃ الشعریہ مطبع لیوسفی مقصد اول صفحہ ۴۴۷ بروایت کشف الغمہ نقل از مجمع الاحناف سنی:

" سئل الامام ابوجعفر علیة السلام من حلیه السیف هل یجوز فقال نعم قال حلی ابابکر الصدیق سیفه' فقال الراوی اتقول هکذا فوثب الامام علی مکانه فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یکن له الصدیق فلا صدق الله قوله فی الدنیا والأخرة "

حضرت امام ابوجعفر یعنی امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آیا تلوار کو زیور سے آراستہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا آپ نے ہاں ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو آراستہ کیا تھا زیور سے پس کہا راوی نے آیا تم کہتے ہو ایسا یعنی کہ آپ بھی ابوبکر صدیق کہتے ہیں پس اچھل پڑے امام اپنی جگہ سے پس آپ نے تین دفعہ کہا ہاں میں کہتا ہوں صدیق پس جو کوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق نہ کہے اور نہ جانے نہ سچا کیجیو اس کے قول کو دنیا و آخرت میں یعنی ان کی صدیقیت کا منکر دونوں جہان میں جھوٹا ہے اور جھوٹے کی سزا خدا کے نزدیک لعنت (۱) ہے۔

فیصلہ باغِ فدک

کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ مال انبیاء کا صدقہ کا حکم رکھتا ہے چنانچہ کافی کلینی کتاب شیعہ الفصل والجہل باب صفت العلم اصول کافی صفحہ ۷ ابروایت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور اس کی شرح شافی میں ہے:

" ان الانبیاءَ لم یرثوا درهما ولا دینارا وانما یرثوا من احادیثهم فمن اخذ بشیءٍ منها فقد اخذ حظاً "

" یعنی از انبیاء ہرچہ ترکہ است دراں ترکہ حکم نیست"

اور کتب فریقین میں لکھا ہے کہ خاتون جنت نے خلیفہ اول کو بذریعہ قاصد طلب کر کے روبروا اپنے زوج و ابن عباس کے دربارۂ باغ فدک گفتگو کی اور خلیفہ اول نے ان کے جواب میں یہ حدیث بیان کی:

"قال قال رسول الله ﷺ لا نورث ولا نوث ماترکناه صدقة "

اور حاضرین کو کہا کہ تم نے یہ حدیث حضور سے بھی سنی ہے یا نہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک ہم نے سنی ہے تب خاتون جنت نے سکوت اختیار کیا اور کتاب شیعہ نہج الکرامۃ شیخ ابن مظہر علی نے لکھا ہے کہ خاتون جنت کے

۱: مفصل ذکر خلاف اصحاب ثلاثہ کا حقیقت مذہب شیعہ اور جلد چہارم سلطان الفقہ میں ملاحظہ کریں۔ خادم شریعت عفی عنہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

وعظ پر خلیفہ اول نے باغ لکھ کر واپس کر دیا، وہو ہذا:

"لمّا وعظت فاطمة ابابكرٍ فى فدك كتب لها كتاباً"

اور کتاب شرح نہج البلاغت جلد اول جزو۲ میں لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے خلیفہ اول سے روایت کی وہو ہذا:

"وغضب علىّ عليه السلام فى بيعت ابى بكرٍ وقال ما غضبت الا فى المشورة وانا لنرى ابابكرٍ احق الناس لها ام لصاحب الغار وانا لنعرف له سنةً ولقد امره' رسول الله ﷺ بالصلوٰة وهو حىّ الخ "

حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت میں اظہار ناراضگی فرمائی اور کہا یہ اس واسطے ہے کہ میں مشورہ میں نہیں بلایا گیا۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق سب لوگوں سے بڑھ کر اس کے حقدار ہیں یا واسطے صاحب ہونے غار کے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ عمر میں بڑے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی مبارک میں ان کو لوگوں میں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

﴿اصحاب ثلاثہ کا باایمان ہو کر داخلِ خلد ہونا﴾

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ الخ﴾

وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم سے اور کام کئے اچھے البتہ خلیفہ کرے گا ان کو بیچ زمین کے جیسا خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو کہ پہلے ان سے تھے اور البتہ ثابت کر دے گا واسطے ان کے دین ان کا۔

اور علاوہ اس کے یہ طعن جو شیعہ کا ہے کہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم (معاذ اللہ) منافق ہو کر فوت ہوئے اس کے جواب میں یہی ایک آیت کافی ہے اور وہ یہ ہے:

﴿لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِى الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلاً ☆مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلاً"

یعنی البتہ اگر باز نہ رہیں گے منافق اپنی شرارت سے اور وہ جو بیچ دل ان کے لئے بیماری ہے اور بدخبر اڑانے والے بیچ شہر مدینہ کے البتہ پیچھے لگا دیں گے تجھ کو ان کے پھر نہ ہمسایہ رہیں گے تیرے بیچ اس کے مگر تھوڑے دنوں لعنت مارے جہاں پائے جائیں اور قتل کئے جائیں خوب قتل کرنا۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا شیخین رضی اللہ عنہما کے ایمان کامل اور با ایمان فوت ہونے پر یہ قول ہے:

" هما امامان عادلان قاسطان كانا على الحق وماتا على الحق رحمهما الله تعالىٰ فى يوم القيامة "

(از کتاب احقاق الحق شیعہ)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی وہ دونوں امام عادل تھے، (ابوبکر صدیق وعمر فاروق) صاحب انصاف دونوں حق پر تھے اور دونوں حق پر مرے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مہربانی سے رحمت کرے قیامت کے دن تک۔

سوال: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کس قدر تھی، کتب شیعہ سے جواب دو؟

جواب: تین بیٹے اور چار بیٹیاں، چنانچہ اصول کافی مطبوعہ مطبع نولکشور باب مولد النبی ﷺ صفحہ ۲۷۸ تصنیف امام محمد بن یعقوب کلینی میں بایں طور لکھے ہیں:

" وتزوج خديجة وهو ابن بضعٍ وعشرين سنةً فولد له' منها قبل المبعثِ القاسم ورقية وزينب وام كلثوم وولد له' بعد المبعث الطيب والطاهر والفاطمة عليها السلام "

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکاح کیا خدیجہ سے جب آپ کی عمر مبارک قریباً ۲۵ سال کی تھی اور آپ کی اولاد پہلے نبوت کے خدیجہ سے قاسم ورقیہ وزینب وام کلثوم ہوئے اور بعد از نبوت حضرت طیب وطاہر وفاطمہ پیدا ہوئے اور حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور اسی طرح کتاب نخبۃ الاخبار صفحہ ۶۳ مطبع عین الفیوض اور کتاب جد تحقیق صفحہ ۸ میں بعینہٖ اسی طور لکھا ہے، شرف دامادی میں حضرت عثمان اور حضرت علی شریک ہیں، کیونکہ ان کو پیغمبر خدا ﷺ نے یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں دیں، کہ وہ دونوں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پیٹ سے تھیں......الخ۔

(نقل از اعتساف صفحہ ۱۵۹)

غیر مقلدوں کے خیالات کی (۱) تردید

افسوس اس ملکِ ہندوستان میں غیر ملقدین فرقہ محدثہ نے اس قدر احناف کی مخالفت میں کتابیں طبع فرمائی ہیں کہ جن کے دیکھنے سے ہر ایک ایماندار ذی شعور کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور الاماں کہنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک آدھ رسالہ بطور نمونہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔

(۱) بوئے غسلین از قطرات عشرین اور دوسرا بوئے سرگین، ان تمام میں ائمہ دین مجتہدین متقدمین ومتأخرین سلف صالحین پر طعن وتشنیع کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں رکھا اور اپنے زعم میں عالم وفاضل واہل حدیث ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا خدا کی پناہ ایسے اہلحدیثوں سے اور جو کچھ کہ ان کی زبان سے نکلا، چند جملات ان کے بطور مشتے نمونہ از خروارے درج کئے جاتے ہیں تا کہ ناظرین کو یقین آ جائے اور وہ یہ ہیں: اول فقہ حنفیہ کو جلا دینا چاہیئے، دوم کتب اصول فقہ حنفیہ وغیرہ کو

۱: شیعہ لوگوں کا مفصل ذکر حقیقت مذہب شیعہ وبم کا گولہ بررافضی ٹولہ میں مطالعہ کریں۔

خادم شریعت ابو المنظور عفی عنہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

خندق کھود کر دفن کر دینا چاہئے، سوم حضرت عمر فاروقؓ کی طرح متداولہ کتب کو جلانا چاہئے، چہارم کتب متداولہ من الناس کے پڑھنے سے ایمان بالکل خارج ہو جاتا ہے۔ پنجم حنفی لوگ صحابہ کرام کی اتنی عزت بھی نہیں کرتے جس قدر اجمیر کے مجاوروں کی جاتی ہے۔ ششم امام صاحب کے نزدیک مشت زنی واجب اور سود لینا غلام سے مولا کو جائز اور سؤر کے بال پاک اور محرمات ابدیہ کے ساتھ نکاح کر کے وطی کرنے سے حد لازم نہیں آتی اور ان کے نزدیک شراب حلال، کتے کے چمڑے پر نماز پڑھنا جائز، امام صاحب لاعلم تھے چند حدیثیں جانتے تھے اور امام صاحب مرجیہ تھے...... الخ علیٰ ہذا القیاس۔ کسی بزرگ نے کیا سچ فرمایا ہے:

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکاں دہد

بندہ نے بفضل خدا تعالیٰ در جواب "بوئے غسلین از قطرات عشرین" کتاب "جرعہ غسلین در حلقِ غیر مقلدین" تیار کی ہے اور اس جگہ صرف فرقہ محدثہ کی خدمت میں ادب سے عرض کرتا ہوں کہ تم جو کہتے ہو کہ تمام کتب فقہ کو جلا دینا چاہئے ان میں ضعیف اور بناوٹی باتیں ہیں اور بہت سے مسائل امام صاحب نے برخلاف قرآن و حدیث بیان کئے ہیں اور امام صاحب بھی مرجیہ تھے تو اس بارے میں عرض ہے کہ بالفرض آپ کی بے ثبات باتوں کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر فرمایئے کہ آسمانی کتاب کے علاوہ کونسی کتاب ہے کہ جس پر عمل کیا جائے، اگر کہو کہ سب صحاح ستہ صحیح ہیں کہ ان پر اجماع مومنین ہو چکا ہے تو میں (۱) کہتا ہوں کہ یہ بات بھی من گھڑت ہے اور بے دلیل کیونکہ اول تو اجماع مسلمین سے آپ پہلے ہی دست بردار ہو چکے ہیں اور کوئی حدیث بھی ان کے صحیح ہونے پر شاہد نہیں اور نہ ہی ان پر اجماع مؤمنین کا ہوا ہے اور نہ ہی کتب صحاح ستہ ضعف سے خالی ہیں، شرح نخبۃ الفکر مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے:

" ان الرجال الذین تکلم فیھم من الرجال مسلم اکثر عدداً من الرجال الذین تکلم فیھم من رجال البخاری ...... الخ "

یعنی وہ رجال بخاری کے جن میں کلام کی گئی ہے وہ مسلم کے رجال سے زیادہ ہیں اور علامہ ملا علی قاری نے اس مقام پر یوں تشریح فرمائی ہے:

" فان الذین انفرد البخاری بھم اربع مائۃ وخمسۃ وثلثون رجلا والمتکلم فیھم بالضعف نحو

۱: اور مسلم الثبوت مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صفحہ ۱۴۱ میں لکھا ہے کہ بخاری و مسلم کی صحت پر اجماع نہیں چونکہ اس میں راوی قدریہ مرجیہ و رافضی و خارجی اور لامذہب اور بدعتی لوگ ہیں جن کی بات پر اعتماد رکھنا ٹھیک نہیں ہوتا اور یہی فیصلہ ابن الہمام صاحب فتح القدیر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اگر کسی صاحب نے بخاری و مسلم کا پورا حال دیکھنا ہو تو جرح علی البخاری کا مطالعہ کرے۔
خادم شریعت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

من ثمانين رجلا والذين انفرد بهم مسلم ست مائة وعشرون رجلا والمتكلم فيه منهم مائة وستون رجلاً على الضعف كذا ذكره البخاري في شرح الفية العراقي"

(نقل از فتح المبین)

یعنی جن سے امام بخاری نے روایت کی ہے وہ چار سو پینتیس (۴۳۵) آدمی ہیں، جن میں قریباً اسی آدمی ضعیف ہیں اور جن سے مسلم نے روایت کی ہے وہ چھ سو بیس آدمی ہیں۔ جن میں سے ایک سو ساٹھ آدمی ضعیف ہیں اور علاوہ ان کے ترمذی ونسائی وابن ماجہ وغیرہا کتب احادیث کا تو ذکر ہی کیا صرف بخاری ومسلم شریف کا حال ملاحظہ فرمایئے، ان میں ایسی ایسی حدیثیں ہیں کہ جن کے ذکر کرنے سے انسان کو شرم آتی ہے چنانچہ کہانی بندر کی اور بدوں انزال صحبت کرنے ساتھ عورت کے غسل کا لازم نہ ہونا اور صحابہ کا متعہ کرنا اور اصحابِ ثلاثہ کا باہمی جھگڑا اور حضور پر ام المومنین کا ناراض ہونا اور حضور کا پانی نجس کو استعمال کرنا وغیرہ وغیرہ فرمایئے کہ کیا یہ تمام باتیں بناوٹی نہیں یا خلاف قرآن مجید نہیں؟ اور ان کے سوا بخاری و مسلم میں ایک بڑی جماعت فرقہ شیعہ وقدریہ جہمیہ وخارجیہ ومرجیہ کی بھی ہے جن سے انہوں نے روایت کی ہے، کیا اب معترضین کفال کے مطابق ان تمام صحاح ستہ کو جلا دینا چاہئے یا خندق کھود کر دفن کر دینا چاہئے کیا ان کے پڑھنے سے ایمان خارج ہو جاتا ہے، نعوذ باللہ من ذلک، ایسا تو کسی مسلمان کا حوصلہ نہیں پڑتا اور نہ ہی کوئی مسلمان کتب فقہ کے بارہ ایسا خیال کر سکتا ہے:

نباشد نکتہ گیری آدمیّت　　　　که کارِ سگ بود آہو گرفتن

اور اگر کہو کہ ان میں کوئی حدیث ضعیف وغیرہ نہیں بلکہ تمام صحیح اور قابل عمل ہیں تو اگلی پچھلی باتیں سب کھل جائیں گی پس ہمارا منہ نہ کھولو، لو صرف اس جگہ اظہار حق نہ بطور سوئے ظن چند راوی بخاری ومسلم کے نقل کر دیتا ہوں اور ایک ایک حدیث بھی نقل کر دیتا ہوں، تا کہ کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہے، نقل کفر کفر نباشد، بخاری شریف کے شیعہ راوی

(۱) اسماعیل بن ابان شیعہ دیکھو کتاب تہذیب التہذیب جزو اول (۲) خالد بن مخلد الفلوا کی شیعہ کتاب ایضاً جزو ثالث (۳) سعید بن عمرو جزو رابعہ کتاب ایضاً (۴) جریر بن عبدالحمید جزو ثانی کتاب ایضاً (۵) سعید بن فیروز جزو رابعہ کتاب ایضاً

بخاری شریف کے قدریہ راوی:

(۱) ثور بن یزید ثقہ تو ہے لیکن اس کے قدریہ ہونے میں کسی کو شک نہیں، تہذیب التہذیب جزو ثانی (۲) حسان بن عطیۃ المحاربی قدریہ تھا وزکریا بن اسحاق قدریہ تھا، کتاب ایضاً جزو ثالث (۳) حسن بن عمرو قدریہ تھا کتاب ایضاً جزو ثانی (۴) سعید بن عبدالعزیز قدریہ تھا کتاب ایضاً جزو ثالث (۵) عبداللہ بن عمرو قدریہ تھا کتاب ایضاً جزو۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بخاری شریف کے جہمیہ راوی:

(۱) البشیر بن فسری جہمیہ تھا کتاب میزان الاعتدال صفحہ ۴۸ (۲) قطر بن خلیفہ کتاب تہذیب التہذیب جزو ۵ (۳) یحیٰ بن صالح ابوحاظی جہمی تھا کتاب ایضاً و علی بن الجود جہمی تھا کتاب ایضاً بخاری شریف کے راوی جو حضرت علیؓ کے دشمن تھے اسحاق بن سوید العدوی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا کرتا تھا، کتاب ایضاً جزو ثانی (۳) حصین بن الواطی کتاب ایضاً جزو (۴) قیس بن ابی حازم کا بھی یہی حال تھا، کتاب ایضاً جزو ۸۔

بخاری شریف کے خارجی راوی:

(۱) عکرمہ مولیٰ بن عباس خارجی تھا، تہذیب التہذیب جزو سابع (۲) ولید بن کثیر خارجی تھا کتاب ایضاً جزو ۱۱ (۳) عمران بن حطان خارجی تھا کتاب ایضاً جزو ۸ (۴) داؤد بن الحصین شراۃ کا مذہب رکھتا تھا کتاب ایضاً جزو ثالث

بخاری شریف کے مرجیہ راوی:

(۱) شبابہ بن سوار الفراری مرجیہ تھا، تہذیب التہذیب جزو رابعہ (۲) عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی مرجیہ تھا کتاب ایضاً جزو ۶ (۳) عثمان بن غیاث البصری مرجیہ تھا، کتاب ایضاً جزو ۷ (۴) عمر بن ذر الہمدانی مرجیہ تھا کتاب ایضاً جزو ۷ (۵) محمد بن خازم ابومعاویہ الفریری مرجیہ تھا کتاب ایضاً جزو ۱۱ (۶) یونس بن ابی بکر مرجیہ تھا کتاب ایضاً جزو ۱۱ (۷) ابراہیم نعیمی مرجیہ تھا وسالم بن عملان وقیس بن المسلم الجدلی وخالد بن یحیٰ بن صفوان وبشیر بن محمد السختیانی وابراہیم بن طہمان تقریب التہذیب جزو اول۔ ایوب بن عائذ الطائی کتاب الضعفاء الصغیر البخاری صفحہ ۵ اور امام بخاری کے استاذ سلیمان بن مہران اور ابراہیم نخعی بھی دونوں مرجیہ مذہب کے تھے جن کے ذکر سے بخاری وغیرہ کتب حدیث بھری ہوئی ہیں دیکھو بخاری باب ظلم دون ظلم:

" حدثنا بشیربن خالد قال حدثنا محمد عن شعبة عن سلیمان عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله رضی الله عنه لما نزلت الذین امنوا ولم یلبسوا یمانهم الخ "

پس اس میں سلیمان بن مہران وابراہیم نخعی دونوں کا ذکر موجود ہے۔

" حدثنا احمد بن ابی جریح قال حدثنا شبابة الخ "

(باب الصلوٰۃ علی نفساء)

" حدثنا محمد بن خلف ابی بکر قال حدثنا ابی یحی الحمانی "

(بخاری حسن الصوت بالقراۃ)

" وحدثنا ابونعیم قال حدثنا عمر بن ذرا الخ "

(بخاری اذا دعی الرجل فجاهل الیستاذن)

" حدثنا ورقاء عن ابی نجیع الخ "

(بخاری الشک شاہ)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مسلم شریف کے ضعیف راوی:

(۱) احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب کا حافظہ اخیر میں خراب ہوگیا تھا۔ تقریب صفحہ ۲ (۲) ابان بن تغلب یہ شیعہ ہونے کی وجہ سے کلام کیا گیا۔ تقریب صفحہ ۱۱ (۳) ابراہیم بن مہاجرین جابر کا حافظہ خراب تھا۔ تقریب صفحہ ۱۶ (۴) ابراہیم بن یوسف ابن اسحٰق نہایت وہمی تھا۔ تقریب صفحہ ۱۷ (۵) اسحاق بن منصور السلولی اس میں شیعہ ہونے کا کلام ہے۔ تقریب صفحہ ۲۳ (۶) اسماعیل بن رافع کا حافظہ ضعیف تھا۔ تقریب صفحہ ۲۴ (۷) اسماعیل بن زیاح مجہول۔ تقریب صفحہ ۲۴ (۸) اسماعیل بن عبداللہ زبانی بیان کرنے سے خطا کیا کرتا تھا۔ تقریب صفحہ ۲۵ (۹) اسماعیل بن ابی کرابۃ شیعہ اور وہمی تھا۔ تقریب صفحہ ۲۵ (۱۰) اشعث بن سورا الکندری ضعیف۔ تقریب صفحہ ۲۷ (۱۱) الغرض جب بخاری و مسلم کا یہ حال ہے تو پھر کس لئے ان کو پایہ اعتبار سے ساقط تصور نہ کیا جائے گا، جواب دو اور باقی صحاحِ ستہ کا حال دوسرے جلد میں واضح کردیا گیا ہے اور اگر کسی کو مفصل حال دیکھنا منظور ہو تو کتاب الجرح البخاری و اقوال الصحیحہ و اخبار اہل فقہ ۶ ذی قعدہ ۱۳۲۷ھ صفحہ ۶ کو بھی مطالعہ کرے۔

مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اعتقاد

(منقول صفحہ ۲۷ کالم ۲، اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۹/۱۶ ستمبر ۱۹۱۰ء، ۱۳۲۸ھ رمضان المبارک ۱۱/۴)

س نمبر ۲۵۱: ایک شخص نے اپنے جد کی زوجہ سے نکاح کیا اور عورت منکوحہ سے ہمبستر ہو کر مجامعت کی اور بعد چند روز کے اس منکوحہ کو حمل رہا اسی حمل سے لڑکا پیدا ہوا، اب علمائے شریعت اس بارہ میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں، نکاح ہوا یا نہ، لڑکا کس کی جانب قرار دیا جائے گا، اس کے شوہر پر نان ونفقہ واجب ہوگا یا نہ۔

ج نمبر ۲۵۱: (بحکم لَاتَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ) حقیقی والد کی منکوحہ سوتیلی والدہ سے نکاح کرنا تو منع ہے مگر جد (دادا) کی منکوحہ کی حرمت منصوص نہیں اس لئے نکاح مذکور صحیح ہوگا، بچہ بھی صحیح النسب فقط۔ صاحبان یہ ہی اعتقاد مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اور دیگر اعتقادات غیر مقلدوں کے ہر چہار جلد فتاویٰ نظامیہ یعنی سلطان الفقہ میں درج ہیں۔

غیر مقلدوں سے خیر خواہی

(مکہ شریف کے جیل میں مولوی نذیر حسین غیر مقلد کی توبہ جس کی نقل بعینہٖ یہاں تحریر کی جاتی ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆ حامداً و مصلیاً

اما بعد: بندہ عاجز سید محمد نذیر حسین متبع سنت والجماعت عقیدۃً فعلاً اور اس کے سوا جتنے مذاہب ہیں خواہ رافضی خواہ خارجی خواہ وہابی سب کو برا سمجھتا ہوں اور موافق مذہب حنفی کے فتویٰ دیتا ہوں اور حنفی المذہب ہوں:

"وتبت ما اخطأت وصلی اللہ تعالیٰ سیدنا و مولٰینا محمدٍ واٰلہ واصحابہ اجمعین"

راقم سید نذیر حسین بقلم خود ۲۶ ذوالحجہ ۱۳۰۰

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حصہ پنجم

از فتاویٰ:

مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

سوال: قرآن مجید میں کتنے فیصلے اور کتنے احکام ہیں اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قران وحدیث شریف سے کتنے مسائل استنباط کئے ہیں؟

جواب: قران مجید میں صرف تیرہ فیصلے ہیں، جو خداوند عالم نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوگوں کے دریافت کرنے پر معلوم کرائے جیسے:

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ﴾

وغیرہ اور قرآن مجید میں صرف پانچ سو احکام ہیں اور احادیث شریف میں آنحضرت ﷺ کے تین ہزار مسائل ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چند مسائل نکالے اسی طرح سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چند مسائل اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند مسائل نکالے اور اجماع صحابہ و تابعین وغیرہ سے چند مسائل ثابت ہیں، یہ کل مسائل چار ہزار کے اندر ہیں، غور کرو کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان مسائل کے سوائے پانچ لاکھ مسائل قرآن اور حدیث اور اجماع اور اپنے قیاس سے استخراج کئے، جن کے تراسی ہزار قواعد کلیہ ہیں، ان تمام مسائل کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر الروایت میں جمع کیا اور پانچ لاکھ مسائل ہدایہ ووقایہ وکنز الدقائق وغیرہ فقہ میں درج ہیں۔

(نقل از کتاب تفریح الاوثق صفحہ ۳۶۲)

سوال: قرآن مجید وحدیث شریف وفقہ میں کچھ تفاوت ہے یا نہیں؟

جواب: کتاب فتح المبین کے صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ ماخذ فقہ کا قرآن مجید وحدیث شریف ہے۔ پس فقہ وحدیث میں فقط تغایر اسمی ہے، مسمی ایک ہے یا فرق اجمال وتفصیل کا ہے۔ حاصل دونوں کا ایک ہی ہے یا کلیات اور جزئیات کا فرق ہے، مدعا ایک ہے۔ غرض اس قسم کی مغایرت حقیقت مغایرت سے نہیں، علی ہذا القیاس۔

فقہ شافعی و مالکی و حنبلی بھی ہرگز قرآن وحدیث کے مخالف نہیں، بے شک حنفیہ کے نزدیک اس حدیث پر چلنا جائز نہیں جو مؤول اور منسوخ ہو گو وہ بخاری ومسلم میں کیوں نہ ہو۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سوال: دین اسلام میں اصول کتنے ہیں؟ اور منکر اجماع امت وقیاس مجتہد کس گروہ میں شمار کیا جاتا ہے؟

جواب: دین اسلام میں چار اصول ہیں:

(۱) قرآن مجید (۲) حدیث شریف (۳) اجماع اُمت (۴) قیاس مجتہد

جیسا کہ توضیح تلویح وغیرہ کتب دینیہ میں مذکور ہے:

" الادلة الشرعية علىٰ اربعة اركانٍ الكتابُ ثم السنة ثم الاجماع ثم القياس "

ادلہ شریعت چار ہیں:

(۱) کتاب (۲) حدیث (۳) اجماع (۴) قیاس

اور اجماع وقیاس مجتہد کا ثبوت قرآن مجید واحادیث شریف سے ثابت ہے چنانچہ اس آیت کریمہ میں ہے:

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا "

(سورۃ النساء پارہ پنجم)

اور جو مخالفت کرے رسول کی اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کھل چکی اور چلے مسلمانوں کے راستہ کے سوا دوسرے راستہ تو ہم اس کو چلائے جائیں گے اسی راستہ پر جس پرہ چلا اور اس کو دوزخ میں جھونک دیں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

اور مشکوٰۃ جلد اول کتاب العلم فصل ثانی بروایت عبداللہ ابن عمر بایں الفاظ حدیث مذکور ہے:

'' قال قال رسول الله ﷺ العلم ثلثة اٰية محكمة اوسنة قائمة او فريضة عادله' "

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ علم تین ہیں جن کا ماننا ہر ایک مسلمان کو ضروری ہے۔ اول آیت مضبوط، دوم سنت یعنی حدیثیں، سوم فریضہ عادلہ یعنی اجماع امت وقیاس مجتہد اور اسی حدیث کے حاشیہ پر غیر مقلد صاحب مہداۃ صفحہ ۲۶ میں بایں طور لکھتے ہیں اور وہ بعینہٖ عبارت یہ ہے:

'' یعنی فریضہ عادلہ اشارہ ہے جو اجماع اور قیاس جو کتاب اور سنت سے نکلا ہو، فریضہ اس کو اس لئے کہا کہ اس پر عمل واجب ہے جیسے کتاب اور سنت پر اور معنی عادل کے بھی یہی ہیں اور اس حدیث کے حاصل معنی یہ ہوئے کہ اصول دین کے چار ہیں، کتاب وسنت واجماع جو ان کے سوا وہ زائد ہیں، انتھی ''

اور کتاب ترمذی ابن عمر سے مروی ہے:

" ان الله لايجتمع امتى اِو قال امة محمدٍ ﷺ على ضلالة "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی فرمایا آپ نے میری امت نہ اکٹھی ہوگی گمراہی پر اور امام بخاری کتاب الاعتصام السنہ فضائل حرمین جلد ثانی میں بھی بایں طور حدیث بیان کرتے ہیں:

" باب ماذکر النبی ﷺ رخص علی الاتفاق اھل العلم وما اجمع علیہ الحرمان مکۃ والمدینۃ ...... الخ "

یعنی ذکر کیا نبی علیہ السلام نے اور ترغیب دی اہل علم پر کہ جس پر اجماع کیا حرمین مکہ اور مدینہ والوں نے اور اس کے حاشیہ پر علامہ کرمانی نے اس طرح لکھا ہے:

" وقال مالکؒ اجماع اھل المدینۃ حجۃ "

یعنی کہا امام مالک نے کہ اجماع اہل مدینہ والوں کا دلیل شرعی ہے اور اس کا انکار کرنا محض جہالت ہے اور قیاس مجتہد کا ثبوت بھی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے پایا جاتا ہے، وھو ہذا:

" فاعتبروا یا اولی الابصار "

یعنی بعد ذکر کرنے قصہ کفار کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے پس عبرت حاصل کرو اے عقل والو اور اس کے تحت میں بڑے بڑے علمائے دین ومفسرین مانند فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اور صاحب مدارک ومعالم بایں طور تفسیر بیان کرتے ہیں:

" فاتعظوا بحالھم فلا تعذروا ولا تعتمدوا علی غیر اللہ سبحانہ واستدل بہ علیٰ ان القیاس حجۃ "

یعنی نصیحت پکڑو حال ان کے سے اگر تم بھی ایسا کرو گے تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا اور نہ عذر کرو اور نہ بھروسہ کرو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی پر یہی دلیل ہے قیاس مجتہدین پر اور سورۂ انبیاء میں ارشاد ہے:

﴿ وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِيْنَ ☆ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ﴾

اور یاد کرو تم داؤد اور سلیمان کو جب دونوں فیصلہ کرنے لگے ایک کھیت کے بارے میں جب شب کے وقت اس میں چر گئیں کچھ لوگوں کی بکریاں ہمارے روبرو تھا اور ہم نے فیصلہ سمجھا دیا سلیمان کو اور ہر ایک کو عطا کیا تھا ہم نے حکم یعنی پیغمبری اور علم یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک قوم کی بکریاں رات کے وقت آ کر ایک قوم کی کھیتی کو کھا گئیں اور یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پیش ہوا۔ آپ نے کھیتی والوں کو بکریاں دلوا دیں اور جب یہ امر حضرت سلیمان علیہ السلام پر واضح ہوا تو آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ کھیتی والے بکریوں کے دودھ سے اس وقت تک نفع اٹھائیں جب تک کہ کھیتی اپنی اصلی حالت پر نہ آ جائے اور حدیث صحاح ومعالم میں بایں طور مسطور ہے کہ دو عورتوں کے ہمراہ ان کے دو بیٹے تھے، اتفاقاً ایک عورت کے لڑکے کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا، بعد میں انہوں نے سخت جھگڑا شروع کر دیا، آپس میں ایک دوسرے کو کہتی تھیں کہ تیرے بیٹے کو بھیڑیا لے گیا ہے، تب حضرت داؤد علیہ السلام نے لڑکا دونوں میں سے بڑی عورت کو دلوا دیا، فیصلہ کے بعد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جب ان ہر دو عورتوں کا گزر حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہوا تو آپ نے فرمایا چھری لاؤ تا کہ میں تمہارے درمیان اس بچہ کو برابر دو حصہ میں تقسیم کردوں تب دوسری چھوٹی عورت پکار اٹھی کہ خدا آپ پر رحم کرے، ایسا نہ کریں، یہ اصل میں لڑکا بڑی کا ہے، یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے لڑکا چھوٹی کو دلوا دیا...... الخ۔ پس اے منکرین قیاس اب فرمایئے کہ یہ قیاس نہیں تو اور کیا ہے اور حدیثوں کی اور ٹھیک بات نہ نکلی تو اس کو صرف محنت کا ایک ثواب ملے گا اور علامہ قصوری کتاب توضیح الدلائل صفحہ ۲۵ بحوالہ دارمی ونسائی کے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عباس وعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے کوئی مسئلہ پوچھتا تو آپ قرآن مجید سے جواب دیتے، اگر قرآن میں نہ پاتے تو حدیث شریف سے، اگر حدیث میں سے نہ پاتے تو اجماع سے، اگر اجماع میں بھی نہ پاتے تو اپنے اجتہاد سے فتویٰ دیا کرتے اور خود مولوی محمد اسماعیل نے رسالہ اصول فقہ میں لکھا ہے:

" الادلة الشريعة اربعة الكتاب والسنة والاجماع والقياس "

یعنی ادلہ شریعت چار ہیں، قرآن مجید وحدیث واجماع وقیاس الخ اور صاحب نبراس نے بحوالہ کتاب عقد الجید لکھا ہے کہ جو شخص اجماع وقیاس کا منکر ہے وہ خارجی اور شیعہ ہے۔ وھو ہذا:

" من لا يقبل شهادته من المبتدعين لا يصح تقليد القضاء وكذا تقليد من لا يقول بالاجماع كالخوارج او بالاخبار الاحاد كالقدرية او بالقياس كالشيعة "

یعنی جو شخص اہل بدعت سے ہے اس کی شہادت اور اس کو قاضی بنانا بھی درست نہیں اور اسی طرح جو اجماع کا قائل نہیں اس کو بھی قاضی بنانا جائز نہیں کیونکہ اجماع کا منکر مثل خارجیوں کے ہے اور جو اخبار احاد کا قائل نہیں وہ مانند شیعہ کے ہے، انتھی اور کتاب نبراس صفحہ ۴ بحوالہ کتاب مشکوٰۃ الانوار لکھا ہے کہ جو شخص ظاہر روایت پر عمل کرتا ہے وہ فرقہ باطل سے ہے اور فتح المبین صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے کہ جو شخص قیاس مجتہد کا منکر ہے اس کو علمائے دین سے شمار نہ کیا جائے اور تہذیب الاسماء میں لکھا ہے وہ گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے غرضیکہ فرقہ اہل سنت وجماعت کو چاہیئے کہ اس فرقہ ضالہ سے اجتناب کرے۔

سوال: رتبہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بڑے تھے یا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور غیر مقلدوں کا یہ کہنا امام صاحب کو حدیث کا علم نہ تھا صرف سترہ حدیثیں جانتے تھے صحیح ہے یا غلط؟

جواب: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کئی وجوہات سے امام بخاری پر فضیلت رکھتے ہیں، امام بخاری نہ تو تابعی اور نہ تبع تابعین سے ہیں کیونکہ ان کی پیدائش ۱۹۴ ہجری میں ہوئی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ۶۱ یا ۸۰ ہجری (علیٰ اختلاف الاقوال) میں پیدا ہوئے، جو زمانہ خیر القرون تھا چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

" خير القرون قرنى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم الخ "

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دیکھنے والے اور تابعین تبع تابعین کے زمانہ کے ملنے جلنے والے لوگ بہتر ہیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور امام صاحب درجہ تابعی اور تبع تابعین ہونے کا رکھتے تھے کیونکہ آپ کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ درجہ کہاں؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بیس صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا اور تابعی بھی اسی کو کہتے ہیں کہ جس نے بحالت اسلام کسی صحابی کا خواہ ایک لحظہ ہی زمانہ پایا ہو، خواہ اس سے حدیث سنی ہو یا نہ سنی ہو اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو چھ صحابہ اور ایک صحابیہ سے حدیثیں سنیں اور بعض صحابہ امام صاحب کے شروع جوانی تک زندہ رہے اور آپ نے ان کی زیارت کی اور جو آپ کی جوانی تک زندہ رہے وہ تین ہیں۔

(۱) حضرت انس بن مالک خادم رسول اللہ ﷺ جن کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی۔ (۲) سہل بن سعد جن کا انتقال ۹۱ھ میں ہوا (۳) ابوالطفیل بن واثلہ جن کا انتقال ۱۰۰ھ میں ہوا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں تو کوئی اصحابی زندہ نہ تھا پس آپ کو کسی صحابی کی زیارت کہاں نصیب ہوئی، تیسری وجہ فضیلت کی یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس شہر کوفہ کے رہنے والے تھے جو دارالحدیث تھا اور جس میں ڈیڑھ ہزار صحابہ جلیل القدر نے سکونت اختیار کی اور جس میں ستر اصحاب اہل بدر میں سے داخل ہوئے اور یہ کوفہ وہ شہر ہے جس کے بارے میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"رمح اللہ وسیف اللہ و کنز الایمان وجمجمۃ العرب ورأس الاسلام ووجوہ الناس"

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس شہر بخارا کے رہنے والے تھے جس میں کسی اصحابی کا قدم بھی نہیں پہنچا، چوتھی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پرورش و تعلیم امام جعفر صادق ابن امام باقر رضی اللہ عنہما کی گود اور مجلس سے حاصل کی اور یہ رتبہ امام بخاری کو کہاں حاصل ہوا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چار ہزار شیوخ (استاد) تھے۔ جن سے آپ نے حدیثیں روایت کی ہیں، ان کا اور ان کے شاگردوں کا مفصل ذکران شاء اللہ تیسری جلد میں ہوگا۔ تعجب ہے کہ جو شخص ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۱۵۰ھ میں اس کا انتقال ہوا اور بڑے بڑے صحابہ عادل و ثقہ مثل حضرت اسود اور علقمہ، عطا و عکرمہ، مجاہد مکحول و حسن بصری سے روایت کی ہو اور خاندان اہلبیت سے فیض ظاہری اور باطنی حاصل کیا ہو، کیا ایسے شخص کو صرف سترہ حدیثیں ملیں اور ایک شخص جو ۲۰۰ھ میں ایک معمولی شہر بخارا میں پیدا ہوا اور جس نے کسی صحابی کو بھی نہ دیکھا ہو اور نہ ہی خاندان اہل بیت میں سے کسی کی صحبت میں سے کچھ فیض لیا اور گھر میں بیٹھے بٹھائے چھ لاکھ حدیثیں جمع کر لیں، اس بات کو کون صاحب عقل سلیم تسلیم کر سکتا ہے اور اب ناظرین خود تصفیہ فرمالیں کہ کسی کو وسائل و ذرائع و مواقع حدیثوں کے جمع کرنے کا امورات مذکورہ بالا میں زیادہ تر دستیاب ہوا، اہل انصاف خود انصاف فرمالیں کہ امام صاحب کو جن کے صرف حدیث کے چار ہزار استاد ہیں کس قدر بے شمار حدیثیں یاد ہوں گی۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب کا حافظہ بہت خراب تھا نہ مجتہد نہ امام نہ عالم، صرف زاہد اور عابد تھے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

امام صاحب ثقہ نہیں ہیں بلکہ ضعیف ہیں اور مذہب ان کا مرجیہ تھا چنانچہ کتاب الانصاف مصنفہ غیر مقلد عبدالکریم صفحہ ۲۴ میں مذکور ہے۔

جواب: متعصبین ودشمنان ائمہ دین ومجتہدین کا یہ دستور ہے کہ حق بات کو چھپانا اور آگے پیچھے کی عبارت اڑا کر عوام الناس کو دھوکہ دینا اور نکتہ چینی بزرگان دین کی کرتے رہنا۔

نباشد نکتہ گیری آدمیت ۔ کہ کار سگ بود آہو گرفتن

دیکھو بڑے بڑے علمائے دین محدثین نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب تیار کئے اور آپ سے روایات لے کر کتابیں بنائیں اور آپ کے فیض ظاہری وباطنی سے معمور ہوئے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مجتہد، محدث اور فقیہ زماں اور حافظہ اور ثقاہت میں سب سے اعلیٰ ان کے ہم عصر محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں لکھا ہے، وہو ہذا:

"وقال علی بن مدینی ابوحنیفة روی عنه الثوری وابن المبارک وحماد بن زیدٍ وهشیم ووکیع بن الجراح و عباد بن العوام و جعفر بن عون وهو ثقة"

یعنی کہا علی بن مدینی نے کہ ابوحنیفہ ثقہ تھے، ان سے روایت کیا ہے سفیان ثوری وعبداللہ بن مبارک وحماد بن زید ووکیع بن جراح وعباد بن عوام وجعفر بن عون وغیرہ نے۔

(خیرات الحسان صفحہ ٦٩)

اور کتاب خیرات الحسان ابن حجر مکی صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے:

"قال شعبة واللہِ ان ابوحنیفه حسن الفهم جید الحفظ"

یعنی کہا امام شعبہ محدث علامہ نے کہ خدا کی قسم کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فہم میں بہت اچھے اور حافظہ میں بہت جید ہیں اور صاحب نصرۃ المجتہدین صفحہ ۱۸۸ میں بایں طور لکھا ہے:

"قال وقیل لیحی ابن معین یا ابابکر ابوحنیفة کان یصدق فی الحدیث قال نعم صدوق"

کہا موصلی نے کہ سوال کیا ایک شخص نے یحیی بن معین سے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ روایات میں سچے تھے یا نہیں، کہا ہاں وہ صدوق تھے۔ اور ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں لکھتے ہیں:

"مرانه اخذ عن اربعة الاف شیخ من ائمة التابعین وغیرهم ومن ثم ذکره الذهبی وغیره فی طبقات الحفاظ من المحدثین ...... الخ"

یعنی یہ بات گزر چکی ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چار ہزار صحابہ تابعین وغیرہ سے حدیث اخذ کی ہے اس لئے امام ذہبی وغیرہ نے ان کو حفاظ حدیث کے طبقہ میں گنا ہے اور جو شخص قلت حدیث ان سے روایت ہونے کا بیان کرتا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

محض حسد کی وجہ سے ہے کیونکہ چند حدیثیں حاصل کرنے کے سبب سے اس قدر بے شمار مسائل استنباط نہیں کر سکتا......الخ

اور کتاب تقریب التہذیب صفحہ ۳۷۴ میں لکھا ہے:

" النعمان بن ثابتٍ الکوفی ابو حنیفۃ الامام یقال اصلہ من فارسٍ ویقال مولیٰ بن تیم فقیۃ مشھورٌ من السادسۃ مائۃ سنۃ خمسین علی الصحیح "

اور امام شیخ محی الدین نووی شارح صحیح مسلم نے روضۃ الطالبین میں بایں طور لکھا ہے:

" اما الاجتھاد المطلق فقالوا اختتم بالائمۃ الاربعۃ حتی اوجبوا تقلید واحدٍ من ھؤلاءِ علی امتہ ونقل امام الحرمین الاجتماع علیہ "

یعنی کہا علمائے دین نے کہ اجتہاد مطلق ختم ہو چکا ہے ساتھ ائمہ اربعہ کے یعنی امام اعظم وامام شافعی وامام مالک وامام احمد بن حنبل رضوان اللہ علیہم اجمعین کے۔ قیامت تک ان چار کے سوا مجتہد مطلق کوئی ہونے والا نہیں پس واجب ہے کہ تقلید ان چار میں سے ایک کی کرے اور حرمین شریفین نے اس پر اجماع قائم کیا ہے اور جو غیر مقلدین فرقہ ظاہریہ وہابیہ نے بحوالہ غنیۃ الطالبین وتاریخ بخاری میں لکھا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرجیہ مذہب تھے اس لئے بخاری نے ان سے روایت نہیں کی افسوس معترض کے دل میں اتنا خیال بھی نہیں گزرا کہ میری چر بزہ اور بے معنی بات کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں

شیوۂ جور وستم سیکھو نہ ہرگز اے بتو! دیکھو دیکھو ہر کسی کا دل دکھانا منع ہے

اگر امام بخاری وغیرہ نے اس لئے حدیثیں امام صاحب سے نہیں لیں کہ وہ مرجیہ مذہب تھے تو یہ کہنا محض غلط ہے کیونکہ امام بخاری وغیرہ نے تمام مذاہب باطلہ کے لوگوں سے حدیثیں لی ہیں جن کا ذکر جلد اول کے ضمیمہ میں گذر چکا ہے اور خود امام بخاری کے استاذ کے استاذ مرجیہ تھے جن کے نام معترضین کو مختصر طور پر بتلا دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو یقین آجائے:

ابن تیمی مرجیہ تھا۔

(کتاب بخاری باب ظلم دون الظلم)

عمرو بن مرہ مرجیہ تھا۔

(کتاب بخاری باب علامات حب اللہ عزوجل)

زر ہمدانی مرجیہ تھا۔

(کتاب بخاری باب المتیمم بھا ینفع فیھا)

ترمذی ونسائی وابن ماجہ کا حال بھی عنقریب لکھا جائے گا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دار قطنی و بخاری نے مرجیہ لکھ دیا تو آپ کے اور ان کے کہنے میں ان کی شان مبارک میں رائی کے دانہ برابر بھی کمی نہیں آسکتی کیونکہ یہ اعتراض اور اتہام تو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما پر بھی متعصبین نے لگا دیا تھا، دیکھو کتاب اقوال الصحیحہ صفحہ ۱۹۰، و میزان الاعتدال صفحہ ۹ جلد اوّل اور امام صاحب اس اتہام سے تو بالکل بری ہیں کیونکہ خود اپنی کتاب فقہ اکبر مترجم صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں کہ ہم نہیں کہتے کہ مسلمان کو گناہ ضرر نہیں کرتا اور نا ہی ہم کہتے ہیں کہ وہ دوزخ میں نہیں جائے گا اور نہ ہی ہم کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اگرچہ بدکار ہو پھر گیا دنیا سے مسلمان اور نہ ہی ہم کہتے ہیں کہ نیکیاں ہماری خواہ مخواہ مقبول اور گناہ ہمارے معاف ہیں کقول المرجیۃ الخ، یعنی جیسا کہ مرجیہ لوگ کہتے ہیں الخ، اور کتاب عقود الجواہر المنفیہ جز واول صفحہ ۱۱ علامہ سید محمد مرتضی لکھتے ہیں کہ یہ بات بالکل خلاف رائے اور بے اصل ہے، اگر امام صاحب مرجی یا رائی ہوتے تو آپ کے اصحاب بے شک آپ کی رائے کے برخلاف ہوتے، حالانکہ تمام متفق ہیں اور ایک دو شخص کی بات اتنی مخلوقات کے مقابلہ میں کب تسلیم ہو سکتی ہے۔

" ولم یصدق فی دعواہ حتی ان الصلوٰۃ عند ابی حنیفۃ خلف المرجیۃ لاتجوز الخ "

یعنی اس کو اپنے دعویٰ میں سچا نہ تصور کیا جائے گا یہاں تک کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرجیہ کے پیچھے نماز جائز نہیں اور امت کا اجماع اس بات پر ہو چکا ہے کہ امام اعظم ائمہ اربعہ میں سے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہو چکا ہے۔ پس یہ اتہام امام صاحب پر متعصبین کا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر امام بخاری و دارقطنی وغیرہ نے امام صاحب کو مرجیہ مذہب میں گنا ہے تو یہ کہنا ان کا چند وجہ سے قابل تسلیم نہیں کیونکہ یہ لوگ ان کے ہم زمانہ و ہم طبقہ نہیں ہیں کوئی تیسری صدی اور کوئی چوتھی صدی کا ہے اور یہ محض ان کی سنی سنائی باتیں ہیں جن کی کوئی اصل نہیں چنانچہ کتاب الاقوال الصحیحہ صفحہ ۱۹۲ بحوالہ کتاب شرح مواقف و کتاب ملل نحل میں لکھا ہے کہ یہ اتہام فرقہ خارجیہ و معتزلہ وغیرہ دشمنان نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر لگا دیا ہے جیسے کہ عستان کوفی و ابن زہویہ و ابن قتیبہ و جابر جعفی و خطیب بغدادی اور حالانکہ جابر جعفی وغیرہ کاذب و متعصب ہیں چنانچہ کتاب حیوٰۃ الحیوان جلد اول صفحہ ۲۸۰ اور کتاب اقوال الصحیحہ صفحہ ۵۶ اور ابن حجر مکی نے کتاب خیرات الحسان صفحہ ۶۶ و ۶۷ میں لکھا ہے کہ یہ محض بے اصل اور افتراء امام صاحب پر ہے، امام صاحب مرجی نہ تھے اور علاوہ اس کے جو معترض نے غنیۃ الطالبین کا حوالہ دیا ہے پیر صاحب نے امام اعظم کوفی کو مرجیہ لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بڑے بڑے علمائے دین و مؤرخین نے کوثر النبی اور مولوی غلام قادر بھیروی نے کتاب نور ربانی کے اختتام پر لکھا ہے کہ یہ کتاب غنیۃ الطالبین جو مشہور ہے پیر صاحب کی نہیں اور بڑے بڑے بزرگان دین کی زبانی سنا گیا ہے کہ یہ کتاب پیر محی الدین سید عبدالقادر کی نہیں ان کی کتاب واقعی فتوح الغیب ہے اور مولوی عبدالحکیم فاضل سیالکوٹی اسی کے ترجمہ فارسی میں لکھتے ہیں کہ یہ عبارت کسی مبتدع نے ملا دی ہے اور میرا بھی یہی خیال ہے کہ یہ عبارت کسی متعصب دشمن مذہب حنفی نے اس میں درج کر دی ہے کیونکہ اسی کتاب غنیۃ الطالبین مترجم ترجمہ شیخ محی الدین مطبوعہ اسلامیہ صفحہ ۱۲۰ فصل:" والذی یؤمر بہ وینکر علی ضربین " میں لکھا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہے کہ نہیں جائز واسطے فقیہہ اور واعظ کے کہ تردید اور انکار کرنا مسائل اختلافیہ میں جن کو ائمہ اربعہ نے اجتہاد سے اخذ کیا ہے اور نہیں جائز واسطے شافعی اور حنبلی کے کہ تردید کرے مسائل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اور نہیں جائز کسی کو کہ اٹھائے دل کسی شخص کا مذہب شافعی اور حنبلی سے کیونکہ اٹھانا ان کا جماعت میں تفرقہ ڈالنا ہے...... الخ۔ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پیر صاحب کے نزدیک بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب حق اور سچے مذہب والے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ جو اتہام امام صاحب کے مذہب پر مرجیہ ہونے کا اس میں درج ہے کسی متعصب ضدی حسدی وہابی نجدی کا بن بنایا ہے۔ پیر صاحب مذہب حنفی کو اعلیٰ جانتے تھے ورنہ اس مذہب کی تردید کرتے اور کتب تواریخ وتصوف میں لکھا ہے کہ پیر صاحب مذہب حنفی کو اعلیٰ جانتے تھے اور آخری عمر کے حصہ کو اسی مذہب پر پورا کیا اور علاوہ اس کے اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ عبارت پیر صاحب کی ہے تو بھی اس سے امام صاحب کا مرجیہ ہونا ثابت نہیں ہوتا، وہو ہذا:

"واما الحنفية فهم اصحاب ابى حنيفة النعمان بن ثابت ......الخ"

یعنی اے پر حنفیہ وہ یار ابو حنیفہ بن ثابت کے ہیں۔ انہوں نے یہ زعم کیا کہ تحقیق ایمان ومعرفت خدا کی اور اقرار کرنا ساتھ خدا اور اس کے رسول کے اور ساتھ اس چیز کے جو آئی ہے خدا کے پاس سے اجمالی طور پر جیسے کہ ذکر کیا اس کو برہوتی نے کتاب شجرہ میں، انتھی۔ پس اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ اس میں کہاں لکھا ہے کہ امام صاحب مرجی تھے۔ فقط

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

سوال: کتاب بخاری میں کوئی حدیث ضعیف ہے یا نہیں، اگر اس میں ضعیف ہیں تو پھر ان کو اصح کتاب بعد کتاب اللہ کس لئے کہا جاتا ہے اور ترمذی ونسائی وابن ماجہ وابوداؤد کا کیا حال ہے؟

جواب: کتاب بخاری ومسلم وابن ماجہ وترمذی ونسائی وابوداؤد ومسند امام احمد حنبل کے بارہ میں علمائے دین محدثین نے لکھا ہے کہ یہ کتابیں ضعف سے خالی نہیں مانند دیگر کتابوں کے ہیں اور یہ کتابیں جو صحاح ستہ کہاتی ہیں مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید میں بہت اعلیٰ اور صحیح ہیں۔ کیونکہ ان کے مؤلف شافعی المذہب تھے اور بخاری شریف کو اصح بوجہ تغلیب کے کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں اکثر حدیثیں صحیح ہیں اور اس میں بہت کم ضعیف چنانچہ نصرۃ المجتہدین وشرح نخبہ ملا علی قاری وابن حجر وتذکرہ محمد طاہر پٹنی اور الاجوبۃ الفاضلۃ عن الاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ مولانا مولوی عبدالحی وغیرہ میں دیکھو اگر کسی صاحب کو شک ہو تو جلد اول کتاب سلطان الفقہ کے ضمیمہ میں اصل عبارتیں اور صفحہ نوٹ دیکھ لے ورمرد میدان ہو کر صحاح ستہ کے صحیح ہونے پر دلائل بیان کرے۔

سوال: بخاری شریف کی تمام حدیثیں موافق ومطابق قرآن مجید کے ہیں یا نہیں؟

جواب: بخاری شریف کی بہت سی حدیثیں کتاب اللہ کے برخلاف ہیں چنانچہ کتاب بخاری جلد دوم کتاب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

خصومات باب " اذا اظلم المسلم یھودیا " میں حدیث مذکور ہے:

" عن ابی سعید عن النبی ﷺ لا تخیروا بین الانبیاء "

یعنی کہا ابوسعید نے کہ فرمایا آپ نے کہ بعض پیغمبر کو بعض سے بہتر مت کہو:

﴿ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ ﴾

یعنی دی اللہ نے فضیلت بعض کو بعض پر۔

﴿ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ ﴾

بے شک ہم نے بزرگی دی بعض پیغمبروں کو بعض پر

پس ان ہر دو آیت کے برخلاف حدیث مذکور ہے اور یہ کوئی بھی فرد تسلیم نہیں کر سکتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خلاف قرآن مجید کے حکم فرمایا ہوگا اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں درج ہیں جن کا ذکر تیسری جلد میں ان شاء اللہ ہو گا۔

سوال: کیا بخاری میں حدیثیں ایک دوسرے کی مخالفت میں بھی وارد ہیں یا نہیں؟

جواب: بے شک بخاری میں ایک دوسرے کے خلاف بھی بہت حدیثیں درج ہیں چنانچہ کتاب الصوم باب الحجامت میں لکھا ہے:

" ویروی عن الحسن عن غیر واحد الخ مرفوعاً فطر الحاجم والمحجوم ...... الخ"

یعنی روایت کی جاتی ہے حسن سے وہ کئی ایک سے مرفوع کر کے کہ روزہ کھولا سنگی لگانے والے اور لگوانے والے نے:

" عن ابن عباس ان النبی ﷺ احتجم وھو محرم واحتجم وھو صائم "

یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے سنگی لگوائی باوجودیکہ آپ روزہ دار تھے یہ دونوں حدیثیں بالکل ایک دوسرے کی مخالف ہیں، پہلی حدیث سے تو یہ ثابت ہوا کہ خون نکالنے والے اور نکلوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور دوسری سے ثابت ہوا کہ آپ نے حالت روزہ میں خون نکلوایا، پس اگر پہلی حدیث کو صحیح مانا جائے تو دوسری غلط اور اگر دوسری کو صحیح تصور کیا جائے تو پہلی غلط۔

سوال: بخاری میں کوئی حدیث ضعیف بھی ہے یا نہیں؟

جواب: بخاری میں بہت حدیثیں ضعیف ہیں لیکن ناظرین کے واسطے صرف ایک ہی حدیث لکھ دیتا ہوں وھو ہذا:

" ویروی عن ابن عباس وجرھد و محمد بن جحش عن النبی ﷺ الفخذ عورۃ و قال انس حسر النبی ﷺ عن فخذہ الخ "

(کتاب بخاری سپارہ ۳ باب ما یذکر فی الفخذ)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی روایت کی جاتی ہے ابن عباس اور جرہد اور محمد جحش سے وہ روایت کرتے ہیں حضور سے کہ ران ستر ہے کہا انس نے کہ کپڑا اٹھایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ران اپنی سے ......الخ۔ اس حدیث کو علمائے محدثین نے ضعیف لکھا ہے اور اسی طرح مولوی عبدالجبار غزنوی صاحب نے اسی حدیث کے حاشیہ پر بایں طور لکھا ہے اور وہ عبارت بعینہٖ یہ ہے۔

(۲) ابن عباس کی روایت کو ترمذی موصولاً لایا ہے مگر اس کی اسناد میں ابو یحییٰ قتات ضعیف ہے اور جرہد کی روایت کو مالک موطا میں الخ اور خود امام بخاری، اپنی تاریخ میں بسبب اضطراب اس کو ضعیف لکھا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

سوال: چار مذہب کس نے بنائے جب کہ دین محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک ہے تو یہ کیوں ایک نہیں؟

جواب: ان چار مذاہب کا ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی سے ثابت ہے چنانچہ کتاب بحر الاسرار صفحہ ۱۶۰ میں لکھا ہے، وھو ہذا:

"وقد ذکر الشعرانی فی المیزان سند الائمة الاربعة وقدم الامام فقال الامام ابو حنیفة عن عطاء عن عباس عن النبی ﷺ عن جبرائیل عن اللہ عزوجل ثم اعقبه بالامام مالک فقال الامام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ عن جبرائیل عن اللہ عزوجل ثم اعقبه بالامام الشافعی فقال الشافعی عن مالک الیٰ اٰخر السند ثم اعقبه بالامام احمد بن حنبل عن الشافعی عن مالک الیٰ اخر السند رضی اللہ تعالیٰ عنھم الخ"

یعنی تحقیق ذکر کیا شعرانی نے میزان میں سند چاروں اماموں کی اور مقدم کیا ابوحنیفہ کو اور کہا امام ابوحنیفہ نے روایت کی ہے عطا سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے حضرت ﷺ سے انہوں نے جبرائیل اور انہوں نے اللہ عزوجل سے، پھر پیچھے لایا اس کے امام مالک کو پس کہا امام مالک نے روایت ہے نافع بن عمر سے انہوں نے حضرت سے انہوں نے جبرائیل سے انہوں نے اللہ عزوجل سے اور پھر اس کے پیچھے لے آیا امام شافعی کو پھر کہا شافعی نے مالک سے یعنی روایت کی آخر سند تک پھر اس کے پیچھے لایا امام احمد حنبل کو، روایت ہے شافعی سے انہوں نے مالک سے آخر سند تک راضی رہے اللہ تعالیٰ ان سب سے اور ایک روایت ابوہریرہ سے بایں طور مذکور ہے کہ فرمایا آپ ﷺ نے:

"اِنّ اٰدم افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی اسمه نعمان وکنیته ابو حنیفة وھو سراج امتی"

یعنی آدم علیہ السلام نے فخر کیا ساتھ میرے اور میں فخر کرتا ہوں ایک مرد سے اپنی امت میں سے نام جس کا نعمان اور کنیت جس کی ابوحنیفہ ہے اور وہ میری امت کا چراغ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا آپ نے کہ تمام فخر کرتے ہیں مجھ سے اور ہم فخر کرتے ہیں ابوحنیفہ سے جو شخص اس کو دوست رکھے اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے اس کو دشمن رکھا اس نے مجھے دشمن رکھا، ہکذا فی تقدمۃ ابی اللیث اور تقلید شخصی برائے دفع فساد اور باعث مصلحت دین معین ہے چنانچہ کتاب عقد الجید

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

۳۶ میں محدث دہلوی نے تحریر کیا ہے:

" اعلم فی اخذ بھذہ المذھب الاربعة مصلحة عظیمة وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدة کبیرة الخ "

یعنی تقلید آئمہ اربعہ دین اسلام میں بہت بڑی مصلحت ہے اور اس کے چھوڑ دینے میں بہت خرابی ہے چنانچہ ہمارے زمانہ میں مشاہدہ ہو رہا ہے کہ دیکھا دیکھی عوام الناس جن کو نہ علم عربی نہ فارسی نہ مشکلات فقہ سے آگاہی بے دھڑک تقلید شخصی کو بدعت اور شرک کہنے لگے اور اپنے آپ کو میاں مٹھو طوطا کہلوایا، باقی ذکر اس کا تیسرے جلد میں مفصل با دلائل قاطعہ کیا جائے گا۔

سوال: محدث کس کو کہتے ہیں اور یہ جو ہمارے زمانہ میں فرقہ غیر مقلدین صرف صحاح ستہ یا مشارق الانوار و مشکوٰۃ پڑھے ہوئے کو محدث کہہ دیتے ہیں یہ کیونکر ہے؟

جواب: محدث وہ ہوتا ہے جس کے دل پر خداوند کریم کی طرف سے القاء اور الہام اور فرشتے اس سے کلام کریں چنانچہ کتاب تفریح الاحباب صفحہ ۱۲۷ کے حاشیہ پر حدیث ابو ہریرہ مسطور ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

" قال قال رسول اللہ ﷺ لقد کان فیما قبلکم محدثون وان یکن فی امتی احد فکان عمر "
(رواہ بخاری)

یعنی فرمایا آپ نے کہ پہلے نبیوں کی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں اگر میری امت میں محدث ہے تو عمر اور محدث ہونے کے لئے بہت حدود مقرر ہیں چنانچہ نبراس میں لکھا ہے کہ جب کوئی طالب علم امام بخاری کے پاس حدیث سیکھنے کے لئے آتا تو فرماتے:

" یا ابنی الا تدخل فی امر الا بعد معرفة حدودہ الوقوف علی مقادیرہ "

یعنی اے بیٹے میرے مت داخل ہو کسی امر میں مگر بعد پہچاننے حدود اور واقف ہونے اس کے اندازوں کے اور کہا:

" اعلم ان الرجل لا یصیر محدثا کاملاً فی حدیثه الا بعد ان یکتب اربعاً مع اربع کاربع مثل اربع فی اربع عند اربع باربع علیٰ اربع لاربع عن اربع لاربع ...... الخ "

یعنی جان لو تحقیق آدمی نہیں محدث کامل ہوتا اپنی حدیث میں مگر بعد اس کے لکھے چار کو ساتھ چار کے مشابہ چار کے مثل چار بیچ چار کے نزدیک چار کے ساتھ چار کے اوپر چار کے واسطے چار کے واسطے چار کے ...... الخ اور یہ تمام رباعیات نہیں پورے ہوتے مگر بسبب چار کے ساتھ چار کے، پس جب کہ پوری ہو جائیں واسطے اس کے تمام آسان ہوں گے اوپر اس کے ..... الخ۔

(نقل از نبراس علامہ ابن ملا حیون صفحہ ۶۶

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ان شاء اللہ اس کا ذکر جلد چہارم میں کیا جائے گا۔ کتاب حظ باب ۳ فصل ۴ میں لکھا ہے:

" واما فی زماننا هذا فلا یولد فیه حافظ الحدیث ایضاً بل المحدث الکامل بل شیخ الفاضل بل عدم فیه الطالب الصادق والمبتدی الراغب "

(هکذا فی نبراس صفحه ۴۳)

یعنی ہمارے اس زمانہ میں کوئی محدث نہیں ہوتا اور نہ ہی حافظ حدیث بلکہ شیخ کامل اور طالب صادق اور مبتدی راغب بھی معدوم ہے اور صدیق حسن قنوجی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

"فالحدیث فی هذه الزمان قرأة الصبیان دون اصحاب الایقان وهم فی غفلتهم یعمهون الخ"

یعنی حدیث اس زمانہ میں بچوں کے پڑھنے کے لئے ہے نہ واسطے اصحاب یقین کے اور وہ اپنی غفلت میں حیران ہیں۔ پس ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں محدث کامل چھوڑ ناقص بھی نہیں رہا لہذا صاحبان کو چاہئے اس قدر پڑھے ہوئے کو محدث نہ کہیں ورنہ مستوجب سزا کے ہوں گے چنانچہ حدیث میں ہے:

" احثوا التراب فی وجوه المداحین "

یعنی فرمایا آپ نے کہ خاک ڈالوان کے مونہوں میں جو بے جا مدح کرتے ہیں......الخ۔

واللہ اعلم بالصواب

سوال: مناظرہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور مناظر کو بوقت مناظرہ کیا کیا کام کرنا چاہئے؟

جواب: بیشک مناظرہ کرنا بالغرض طلب حق و با نیت خیر جائز ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾

یعنی جب کہ حضور نے مذاہب باطلہ کو اسلام کی طرف دعوت کی تو ان میں سے اہل علم مذاہب باطلہ و عقائد فاسدہ نے کہا کہ ہم تمہاری دعوت کو نہیں مانتے اور نہ ہی ہم تجھ کو صادق سمجھتے ہیں۔ تب کہا اللہ تعالیٰ نے کہ اے میرے حبیب کہو ان کو کہ اگر تم کو شک ہے۔ اس چیز میں جو اتاری اللہ نے اپنے بندہ پر پس لے آؤ اس کو مانند اس کے اور پکارو شاہدوں اپنوں کو سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے، غرض یہ کہ تاریخ معینہ پر مناظرہ ہوا اور وہ تمام عاجز ہو گئے اور ائمہ سلف و خلف سے اس کا ثبوت کتب تواریخ میں موجود ہے اور مناظرہ کو بوقت مناظرہ مضبوط اور پختہ بات کہنی چاہئے اور بے معنی اور کلمہ مہملہ اور ہنسی اور مذاق اور فحش و بیہودہ بات سے اجتناب کرے اور فریق ثانی کی بات کو غور سے سنے اور اپنے وقت معینہ کا خیال رکھے اور غضب و زبان درازی کو روک رکھے چنانچہ کتب مناظرہ میں لکھا ہے:

" ویجب علی المناظر ان یتجرزعمنا لا مدخل له فی المقصود لئلا یخرج الکلام عن الضبط ولئلا یلزم البعد عن المطلوب "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی واجب ہے مناظر کو کہ بچے اس سے جس کو دخل نہیں مقصود میں تا کہ نہ جائے کلام ضبط سے اور نہ لازم آئے دوری مطلوب سے۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہم لوگ امام صاحب کے پیرو ہیں کیونکہ امام صاحب نے کہا جب میرا قول حدیث صحیح کے برخلاف ہو تو اس کو چھوڑ دو اور حدیث صحیح کو مان لو تو ہم لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنے میں فی الواقع وہ امام صاحب کے پیرو ہیں؟

جواب: ان لوگوں کا یہ کہنا کون صاحب عقل سلیم مان سکتا ہے۔

کی بناوٹ بہت سی باتوں میں　　　　پھر کہیں چھپتی ہے بنائی بات

خداتعالیٰ ان کے دھوکے سے مسلمانوں کو بچائے اور یہ ہر ایک فرد اہل سنت و جماعت اس بات کا واقف ہے کہ یہ لوگ ہر وقت ہر مسئلہ میں امام صاحب پر اعتراض کرتے رہتے ہیں اور کتب فقہ حنفیہ کو گندگی اور گوبر سے تعبیر کرتے ہیں اور امام صاحب کو مرجیہ اور لاعلم اور کم عقل اور بے سمجھ اور ضدی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں دیکھو کتاب بوئے غسلین از عبدالجلیل سامروی اور بوئے سرگین غلام یٰسین دہلوی اور الانصاف از عبدالکریم وغیرہ وغیرہ اور یہ جو بعض غیر مقلدین ہر دلعزیز وعظ میں عوام الناس کے سامنے مناقب اور تعریف امام صاحب کی کرتے ہیں یہ ان کی محض دھوکہ بازی ہے ورنہ کسی مسئلہ میں تو امام کی پیروی کرتے اور یہ جو امام صاحب نے فرمایا ہے کہ:

"اترکوا قولی بخبر رسول اللہ اذا صح الخ"

یعنی جب کہ میرے قول کو مخالف حدیث صحیحہ کے پاؤ تو اس وقت اس کو چھوڑ دو، معترض صاحب پہلے تو امام صاحب کا ایسا کوئی مسئلہ ہی نہیں جو کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کے برخلاف ہو اور جس کے ثبوت پر فقیر نے قلم اٹھایا ہے لیکن پھر بھی امام صاحب(۱) کا یہ فرمانا ان کے کمال تقویٰ و دیانت و احتیاط عمل بصحۃ الروایات پر دلالت کرتا ہے کہ امام صاحب نے باوجود تحقیق مسائل شرعیہ و تحقیق دلائل اصلیہ و فرعیہ و قوت توفیق احادیث متناقضہ و ملکہ ترجیح مسلک مختار صحابہ و تنقید رجال و تصحیح اسانید علی درجہ کمال اپنے شاگردوں کو یعنی امام محمد و ابو یوسف وغیرہ جن کو یہ طاقت و قوت اجتہاد و استنباط کی تھی کہ بلا کسی غرض و طرفداری کے فرمایا:

"اترکوا قولی بخبر الرسول اذا صح"

(نقل از فضل الموہبی صفحہ ۱۲ و فتح المبین صفحہ ۳۸۸)

یعنی جب کہ قول میرے کو حدیث صحیح کے برخلاف پاؤ تو اس کو چھوڑ دو اور صاحب موہبی نے بحوالہ ردالمحتار و میزان الشعرانی کے لکھا ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" ولا يخفى ان ذلك لمن كان اهلاً للنظر في النصوص ومعرفة محكمها من منسوخها فاذا نظر اهل المذهب في دليل وعمل به صح نسبته الى مذهب ...... الخ "

یعنی ظاہر ہے کہ یہ اشارہ امام کا اس شخص کے حق میں ہے جو نصوص شرع میں نظر اور ان کے محکم و منسوخ کو پہچاننے کی لیاقت رکھتا ہو تو جب صاحب مذہب دلیل ہی میں نظر فرما کر اس پر عمل کرے تو اس وقت اس کی نسبت مذہب کی طرف صحیح ہے اور بے شک جو شخص چار منازل جو کہ مجتہد فی المذہب کے لئے مقرر ہیں ان کو طے کیا جائے جیسا کہ امام محمد و امام ابو یوسف ہیں تو ایسے شخص کو یہ منصب حاصل ہے نہ کہ صحاح ستہ و توضیح تلویح وغیرہ کتب عبور کنندہ کے لئے۔

چه نسبت خاك را با عالم پاك

اور صاحب فتح المبین علامہ شعرانی نے لکھا ہے:

" وهو محمول على من اعطى قوة الاجتهاد ...... الخ "

یعنی یہ امر اس کے لئے کہ جو شخص طاقت اجتہاد کی رکھتا ہو۔ صاحبان فرقہ وہابیہ کے فریبوں سے بچنا اور ان کے ظاہری معنوں پر مت چلنا فقط۔

سوال : امام صاحب کے کئی مسائل میں صاحبین کس لئے مخالف ہوئے اور ہم مولویوں کو بھی ان پر اعتراض کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

جواب : اوپر کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے کہ وہ صاحب مجتہد فی المذہب تھے اور ان کو اجازت تھی اور امام ابو یوسف صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے امام صاحب کے کسی مسئلہ میں کبھی مخالفت نہیں کی ، دیکھو الفضل الموہبی صفحہ ۱۳ بحوالہ تذکرۃ الخفاء:

" ماخالفته في شئ قط فتدبرته الا رايت مذهب الذى ذهب اليه انجى في الاخرة وكنت ربما ملت الى الحديث فكان هو ابصر بالحديث الصحيح منى "

یعنی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے کسی مسئلہ میں امام صاحب کے خلاف کر کے غور کیا ہو مگر یہ کہ انہیں کے مذہب کو آخرت میں زیادہ سبب نجات کا پایا اور بارہا ہوتا کہ میں حدیث کی طرف جھکتا پھر تحقیق کرتا تو امام صاحب مجھ سے زیادہ حدیث کی نگاہ رکھتے تھے الخ۔ اگر صاحبین اور امام صاحب کے درمیان کہیں اختلاف مسائل میں واقع ہوا ہے تو وہاں مسائل فروع میں ہے نہ اصول مذہب میں اور علامہ شیخ الاسلام نے بایں طور لکھا ہے کہ خبردار کہ کسی مجتہد کے قول پر انکار یا اس کو خطا کی طرف مت نسبت کرنا جب تک کہ ان کے معانی اور رستے جان نہ لو الخ۔ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی عالم فاضل اجل کو بھی یہ حق نہیں کہ ان بزرگان پر اعتراض کرے یا ان کے مخالف ہو کر چلے، فتدبروا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سوال: بدون لیاقت وطاقت اجتہاد واستنباط یعنی فقہ کے علم حدیث پڑھنے سے کیا ہوتا ہے؟

جواب: امام سفین ابن عیینہ محدث جو کہ امام بخاری ومسلم وشافعی واحمد کے استاذ ہیں فرماتے ہیں:

"الحدیث مضلة الا لفقهاء"

(نقل از موہبی صفحہ ۱۰)

یعنی حدیث سخت گمراہ کرنے والی ہے مگر مجتہدوں کو یعنی جس کو، قوت اجتہاد کی ہے اس کو نہیں گمراہ کرتی۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علم حدیث نہ تھا، صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں کیا ان کا یہ کہنا درست ہے یا غلط؟

جواب: یہ محض ان کا تعصب ہے، دیکھو کتاب خیرات الحسان میں ابن حجر مکی نے کیا لکھا ہے ایک روز امام اعمش محدث نے امام صاحب سے چند مسائل دریافت کئے، آپ نے ان کو ہر مسئلہ کا جواب باصواب دیا اور امام اعمش نے کہا کہ یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے، آپ نے کہا جو آپ نے حدیثیں سنی ہیں۔ پھر امام صاحب نے وہ حدیثیں سنا بھی دیں۔ پھر امام اعمش نے کہا:

"حسبک ما حدثتک به فی مائة یوم تتحدثنی به فی ساعةٍ واحدةٍ ما علمت انک تعلم بهذهٰ الاحادیث یا معشر الفقهاءِ انتم اطباءُ ونحن الصیادلة وانت ایها الرجل اخذت بکلا الطرفین الخ"

یعنی بس کیجئے جو حدیثیں میں نے آپ کو سو دن میں سنائی تھیں وہ آپ ایک ساعت میں سنا دیتے ہیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو تم لوگ طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں، یعنی دوائیں پاس ہیں لیکن ان کے استعمال کرنے کا طریقہ یاد نہیں اور تم لوگ مجتہد اچھی طرح جانتے ہو۔

﴿ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾

سبحان اللہ جب کہ بڑے بڑے محدث مثلاً امام حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ وامام موفق رحمۃ اللہ علیہ وامام کروری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مناقب میں کتابیں تیار فرمائیں تو ان متعصبین کی بات کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے فافهم۔

سوال: کوئی شخص صرف کتب صحاح ستہ وترجمہ قرآن مجید اور قدرے علم معقول بھی جانتا ہو کیا ایسے شخص کو کسی مجتہد کے فتویٰ پر عمل کرنا چاہئے، یا صرف قرآن مجید واحادیث کے ظاہری معنوں پر عمل اور فتویٰ دینا چاہئے؟

جواب: ایسے شخص کو ظاہر معنی قرآن مجید وحدیث شریف پر عمل کرنا اور فتویٰ دینا نہ چاہئے چنانچہ فاضل سندھی کتاب ذوالفقار صفحہ ۸ بحوالہ کتاب نضرۃ الحنفیہ علامہ ملا علی قاری میں لکھا ہے:

"اما العمل بظواهر القرآن والاحادیث فلیس شان المحققین ولا برهان المدققین من اهل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

السنة وانما هو طریق واو'د الظاهری وامثاله من اهل البدعة "

یعنی قرآن اور احادیث کے ظاہر معنی پر عمل کرنا شان محققین فقہاء کرام کی نہیں کیونکہ یہ طریقہ داؤد ظاہری اور مانند اس کے اور اہل بدعت کا تھا۔

غرض یہ کہ جب تک علم قران مجید اور حدیث شریف کی واقفیت پورے طور پر نہ کرے اور علم معانی ولغات عرب ناسخ و منسوخ صحیح اور غیر صحیح اور طاقت اجتہاد پیدا نہ کر لے اس کو قرآن مجید اور حدیث شریف کے ظاہری معنوں پر فتویٰ نہ دینا چاہئے اور نہ ہی ظاہر معنوں پر عمل کرنا چاہئے چنانچہ کتاب عقد الجید صفحہ ۳۳ میں مذکور ہے:

" وفی المسئلة قولٌ اٰخر وهو انه اذ لم یجتمع الاٰف الاجتهاد لایجوز له الحمل الحدیث بخلاف مذهبهٖ لانه لایدری انه منسوخٌ او مؤل او محکمٌ محمولٌ علیٰ ظاهره ومال الیٰ هٰذا القول ابن الحاجب فی مختصرهٖ وتابعوهٗ "

اس مسئلہ میں ایک اور قول ہے وہ یہ ہے کہ جب تک سامان اجتہاد کے نہ ہوں تو مذہب کے خلاف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا اس کی کوئی اور تاویل کی گئی ہے یا یہ حدیث محکم اپنے ظاہر پر ہے اور ابن حاجب مع اپنے تابعین اپنی کتاب مختصر میں اس قول کی طرف مائل ہے۔

(نصرة المجتدین)

فیتدبروا ، واللہ اعلم

سوال : قرآن مجید وحدیث سمجھنے کے لئے کس قدر علم ہونا چاہئے؟

جواب : علم صرف ونحو، لغت اور معانی وغیرہ قواعد سے ضرور اور ماہر ہونا چاہئے، تاکہ دھوکہ میں نہ پڑ جائے چنانچہ کتاب نبراس بحوالہ کتاب حط فصل وباب اول سے لکھا ہے:

" لا بد ان یتقدمه' العربیة لانه' متوقف علیها وهی علم اللغة والبیان ونحو ذٰلک ... الخ "

یعنی ضروری ہے کہ سیکھے پہلے علم عربی اس لئے کہ علم قرآن مجید وحدیث شریف اس پر موقوف ہے اور وہ علم لغت ونحو، بیان وغیرہ ہے۔

" عن هذا العلم وهی کونه حقیقة و مجازا وکنایةً وصریحاً و عاماً وخاصاً ومطلقاً و مقیداً و محذوفاً و مضمراً و منطوقاً و مفهوماً و اقتضاء واشارة وعبارة و دلالة تنبیهاً وایماء ونحو ذٰلک مع کونه علی فان العربیة الذی بنینه النخاة بتفاصیلهٖ وعلیٰ قواعد الاستعمال العرب وهو المعبر عنه بعلم اللغة "

یعنی جو شخص نہ جانے زبان عربی ساتھ اقسام اس کے کہ وہ ایک طرف ہے اس کے سمجھنے سے اور ہونا اس کلام کا حقیقت ومجاز وکنایہ وصریح وعام وخاص ومطلق ومقید ومحذوف ومضمرات ومنطوق ومفہوم واقتضاء واشارت عبارت وتنبیہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

وایماء اور مانند اس کے قادر ہو اور قاعدہ کے جو بیان کیا اس کو نحویوں نے اور استعمال کرنے قاعدہ عرب کے جس سے تعبیر کرتے ہیں ساتھ علم لغت کے الخ۔ پس جس کو اس قدر علم نہیں اس کو قرآن مجید کی تفسیر کرنا جائز نہیں۔

سوال: علم فقہ کا کیا ثبوت ہے؟ اس کو کس نے رواج دیا؟ قرآن مجید اور حدیث شریف سے جواب دو؟

جواب: علم فقہ کا ثبوت قرآن مجید و احادیث صحیحہ سے ہے، وہو ہذا: لقولہ تعالیٰ:

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً ، فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ ﴾

یعنی مومنوں کو یہ بات جائز نہیں کہ تمام وہ غزا میں جائیں کیوں ہر فرقہ سے باہر نہیں گیا اور باقی لوگ فقاہت حاصل کریں یعنی سمجھ دین میں حاصل کریں، لقولہ تعالیٰ:

﴿ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ﴾

یعنی جس کو سمجھ دین کی ملی اس کو بہت بھلائی حاصل ہوگی......الخ اور فقہ کے معنی سمجھنے اور جاننے کے ہیں اور اس کا پڑھنا ہر ایک مسلمان کو ضروری ہے اور اس کی فضیلت پر کتب علم حدیث مالا مال ہیں چنانچہ بخاری و ترمذی و سنن دارمی وغیرہ میں یہ حدیث مذکور ہے:

" من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين "

یعنی فرمایا آپ نے کہ جس کے ساتھ اللہ نیکی کرنا چاہتا ہے تو اس کو دین میں سمجھ اور شریعت کا بھید اس پر کھول دیتا ہے اور مشکوٰۃ شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" فقيه واحدٌ اشد على الشيطان من الف عابدٍ "

یعنی فرمایا آپ نے کہ ایک فقیہ ہزار عابد سے بڑھ کر شیطان پر سخت تر ہے اور ترمذی اور ابوداؤد میں ہے کہ آپ نے معاذ بن جبل کو قاضی بنا کر یمن کو بھیجا اور فرمایا کہ اگر کوئی مقدمہ تیرے پاس آئے گا تو اس کا کس طرح فیصلہ کرے گا، انہوں نے کہا کتاب اللہ سے، آپ نے فرمایا کہ اگر تو اس سے نہ پائے تو پھر کیا کرے گا۔ انہوں نے کہا سنت رسول اللہ سے آپ نے فرمایا اگر یہ بھی نہ پائے تو پھر کیا کرے گا۔ انہوں نے کہا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیر لا اور انہوں نے شکریہ ادا کیا اور حدیث میں ہے کہ آپ کی ذات ایک دو صحابہ کے گروہ پر گذری تو فرمایا کہ یہ ایک گروہ دوسرے سے افضل ہے، ایک تو رغبت اور عاجزی کے ساتھ دعا مانگتا ہے چاہے اللہ تعالیٰ ان کا مقصود دے یا نہ دے اور دوسرا گروہ فقہ سیکھتا ہے اور جاہلوں کو سکھاتا ہے۔ لیکن یہ ان سے افضل و اکمل ہے اور مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ فرمایا آپ نے آئیں گے آدمی تمہاری طرف اقطار زمین کے سے سمجھ لینے کے لئے پس جب آئیں تو تم ان کے ساتھ بھلائی کرو اور ان کو قبول کرو اور صاحب شامی نے لکھا ہے کہ فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعود نے بویا اور علقمہ بن قیس نے اس کو سینچا اور ابراہیم نخعی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نے اس کو کاٹا اور حماد بن مسلم نے اس کو مانڈا، یعنی بھوسہ سے اناج کو جدا کیا اور ابو حنیفہ نے اس کو پیسا اور ابو یوسف نے اس کو گوندھا اور محمد بن حسن نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی اس کے کھانے والے ہیں غرض یہ کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کمال پر پہنچایا اور بابوں پر کتابیں مرتب کیں اور امام مالک نے بھی انہی کی پیروی کتاب موطا میں کی، یہاں تک کہ علم فقہ کی ترقی ہوتی گئی۔

(هكذا فی كتاب الحنفيه صفحه ۱۵)

سوال: مسائل مذہب حنیفہ کے کتنی قسم پر ہیں؟

جواب: تین قسم پر ہیں پہلی قسم ظاہر الروایۃ جو کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وصاحبین سے مروی ہو اور ظاہر الروایۃ کی چھ کتابیں ہیں اور انہی کو اصول ستہ بھی کہا جاتا ہے وھو ہذا:

(۱) مبسوط (۲) جامع الصغیر (۳) جامع الکبیر (۴) زیادات (۵) سیر صغیر (۶) سیر کبیر

اور یہ سب کتابیں امام محمد کی تصنیف ہیں اور ان کتابوں کے سوا جو امام محمد و امام ابو یوسف وحسن بن زیاد کی تصانیف ہیں وہ نادر الروایت کہلاتی ہیں اور جو کتابیں ان کے شاگردوں نے تصنیف فرمائی ہیں ان کا نام واقعات رکھا گیا ہے اور بوقتِ تعارض فتویٰ ظاہر الروایت پر دیا جاتا ہے نہ نادر و واقعات پر اور مولانا مولوی حاجی نور بخش صاحب فاضل صوفی لاہور نے لکھا ہے کہ افسوس کہ بجز کتاب جامع الصغیر کے یہ سب اب تک غیر مطبوع ہیں اور ان کا ایک جا ملنا بھی دشوار ہے۔ پس مفتی کو چاہئے کہ ان امور کو یاد رکھے۔

سوال: اگر کسی عورت کا خاوند عرصہ چھ سال سے گم ہو گیا ہو اگر وہ عورت کسی عالم حنفی سے فتویٰ لے کر دوسری جگہ نکاح کر لے تو جائز ہے یا نہیں اگر عالم حنفی المذہب کو اس صورت میں جواز نکاح کا فتویٰ دینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر عالم حنفی نے یہ نکاح پڑھا دیا تو اس پر کچھ تعزیر ہے یا نہیں، جواب دو؟

بقلم خود مندا محمد الدین حکیم حجام از کلاسکے ۱۲

جواب: عورت مذکورہ جس کا خاوند عرصہ چھ سال سے مفقود الخبر ہے۔ وہ نکاح دوسری جگہ بدون خبر پانے موت یا طلاق ثلاثہ اپنے خاوند کی سے نکاح نہیں کر سکتی اور شارح علیہم اسلام نے اس کی حلت کے دو سبب بیان کئے ایک تو طلاق دوسرا موت اور شک سے کبھی نکاح ٹوٹ نہیں سکتا اور اس کے نکاح منعقد ہونے پر یقین ہے اس لئے اس کا نکاح دوسری جگہ کرنا حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ ﴾ یعنی منکوحہ عورتیں تم پر حرام ہیں یعنی ان سے نکاح کرنے کا قصد مت کرو اور اسی پر فتویٰ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واصحاب وتابعین وتبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ وھو ہذا:

"عن المغيرة بن شعبة قال قال رسول الله ﷺ امرأة امرأة المفقود امرأته حتى يأتيها البيان اخرجه دارقطنی".

(وتقويم صفحه ۳۳)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی روایت ہے ابن شعبہ سے فرمایا آپ نے کہ عورت گم شدہ مرد کی زوجہ ہے یہاں تک کہ آئے اس کے پاس کوئی واضح خبر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور مذکور ہے:

" ان علیاً رضی الله عنه قال فی المراة المفقود هی امراء ته ابتلیت فلتصبر حتی تأتیها موت اوطلاق اخرجه عبدالرزاق "

کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیچ حال گم شدہ مرد کے وہ عورت مبتلا ہے پس چاہئے کہ وہ صبر کرے یہاں تک کہ آئے اس کے پاس خبر موت یا طلاق کی اور کتب معتبرہ میں لکھا ہے:

" روی نحوه عن عثمان وعلی قیل واجمع الصحابة علیه ولم یعلم مخالف فی عصرهم وعلیه جماعته من التابعین ...... الخ "

(عبدالحی جلد اول صفحه ۱۴۰)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بعد اختلاف کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بات پر متفق ہوئے کہ وہ عورت مفقود الخبر کی ہے یہاں تک کہ آئے اس کو خبر موت یا طلاق کی اور عالم حنفی المذہب کو فتویٰ اس امر میں امام مالک وغیرہ کے مذہب پر نہ دینا چاہئے ورنہ اس پر تعزیر ہوگی چنانچہ ردالمختار شرح درالمختار جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۹۲ میں مذکور ہے:

" حنفی ارتحل الی مذهب الشافعی یعزر ، ای اذا کان ارتحالاً لا لغرضٍ محمودٍ شرعاً کما فی التتا تارخانیه "

اور صفحہ ۱۹۱ میں ہے کہ:

" اما انتقال غیره من غیر دلیل بل لم یرغب من غرض الدنیا او شهوتها فهو المذموم الاثم المستوجب التادیب والتعزیر لارتکابه المنکر فی الدین واستحفافه بدینه ومذهبه ...... الخ "

یعنی حنفی شافعی مذہب کی طرف پھر گیا تو تعزیر دی جائے جس وقت کہ اس کی غرض نیک نہ ہو چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے اگر وہ صاحب اجتہاد کا نہیں اور غرض دنیا اور شہوت پرستی کے لئے یہ کام کیا تو اس پر تعزیر ہونی چاہئے کیونکہ اس نے اپنے مذہب اور دین کو حقیر سمجھا اور بدکار اور گناہگار رہوا اور ردالمختار باب القضاء میں لکھا ہے:

" واما المقلد المحض فلا یقتضی الا بما علیه العمل والفتوی فلیس الحکم الا بالتصحیح المفتی به فی مذهبه "

یعنی قاضی مقلد کو چاہئے کہ فتویٰ نہ دے اور اس طرح تفسیر احمدی میں ہے اور کتاب نور الہدایہ صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے:

" لا خیر فی ان یکون حنفیاً فی بعض المسائل وشافعیاً فی بعض اخر الخ "

یعنی نہیں بہتر کہ حنفی ہو بعض مسائل میں اور شافعی ہو بعض میں اور شرح عین العلم میں ہے کہ چاہے شافعی ہو یا حنفی ہو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اس کو اسی مذہب پر رہنا چاہئے اور اگر عالم حنفی المذہب ہو کر ایک دو مسئلہ میں ایک دو وقت دوسرے مذہب پر عمل کرے گا تو ایسے عالم کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اور نہ ہی ایسا شخص مذہب معین کا مقلد ہو سکتا ہے کیونکہ جب مقلد نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس مذہب پر چاہا فتویٰ دے دیا اور عمل کر لیا تو اس میں تلفیق ہے اور وہ باطل ہے، ایسا شخص مرتکب حرام کا ہوتا ہے کیونکہ موصل الی الحرام ہوا کرتا ہے لہذا ایسے عالم سے پرہیز کرنا چاہئے۔

واللہ اعلم بالصواب

سوال: موطا امام مالک بروایت حضرت عمر فاروق ہے کہ کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ جس عورت کا خاوند چار برس سے گم ہو جائے تو وہ عورت چار ماہ عدت گذار کر بے شک دوسری جگہ نکاح کر لے اور اسی پر فرقہ غیر مقلدین جیسا کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ومیاں عمر الدین وزیر آبادی وغیرہ نے فتویٰ دیا ہے اور بعض ملا حنفی بھی اس پر فتویٰ دیتے ہیں چنانچہ مولوی نادر شاہ سمڑیالی ومولوی عبداللہ ٹونکی فاضل اجل وگنگوہی صاحب وغیرہ وغیرہ یہ کیونکر ہے؟

جواب: بے شک یہ حدیث موطا امام مالک میں ہے لیکن ہم لوگ حنفی چند وجہ سے اس کا جواب دیتے ہیں اول تو یہ فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قرآن مجید وحدیث مرفوع اور فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ واصحابہ تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے برخلاف ہے اور جس کو خود فرقہ غیر مقلدین خاص کر مولوی ثناء اللہ امرتسری رسالہ اہل حدیث صفحہ ۱ے وقوع طلاق ثلاثہ سے انکار کرتے ہیں وہ عبارت بعینہٖ یہ ہے۔

"اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عمر کا یہ حکم شرعی ہے کچھ شک نہیں کہ یہ شرعی نہیں، یعنی ایسا نہیں کہ یہ حکم شریعت کا مسئلہ قرار دیا جائے......الخ۔"

سبحان اللہ جب کہ یہ جواب یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فتویٰ اس شخص کے بارہ میں دیا تھا جس کو جن اٹھا کر لے گئے تھے۔ پھر اس کے بعد حضرت عمر فاروق نے خود حضرت علی کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا چنانچہ کتاب عینی شرح کنز وفتاوی عبدالحی جلد ۳ وغایۃ الاوطار صفحہ ۵۵۴ وہدایہ جلد ۲ مذکور ہے:

" ولان النکاح عرف ثبوتہ والغیبۃ لاتوجب الفرقۃ والموت فی حیز الاحتمال فلا یزال النکاح بالشک وعمر رضی اللہ عنہ رجع الیٰ قول علی رضی اللہ عنہ "

یعنی " ثبوت نکاح معلوم است و غائب شدن شوہر موجب فرقت نیست و موت آن محتمل است پس نکاح آن زوال نخواہد شد ، بسبب شک جواب مالک اینست کہ عمر رجوع نمودہ بسوئے قول علی رضی اللہ عنہ "

پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ زوجہ مفقود الخبر کا دوسری جگہ نکاح جائز نہیں کیونکہ نکاح اس کا معروف ہو چکا ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اورموت احتمال شک ہے اورشک سے نکاح ٹوٹ نہیں سکتا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رجوع کرلیا تھا لہٰذا معترض کو فیصلہ عمر رضی اللہ عنہ کا پیش کرنا کچھ مفید نہیں اور مولوی نادر شاہ سمبڑیالی وعبدالرشید گنگوہی کو علمائے احناف نے فرقہ غیر مقلدین میں گنا ہے اور مولوی عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ نہیں بلکہ یہ کسی غیر مقلد متعصب نے ان کے فتاویٰ میں یہ عبارت ملادی ہے صرف یہی نہیں بلکہ کئی اور مسائل میں بھی ایسا ہی کیا ہے دیکھو کتاب تعزیر المفتری اور علمائے احناف کو چاہیئے کہ فتاویٰ عبدالحی مرحوم پر سوچ کر فتویٰ دیا کریں اور مولانا مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی کا حال تو ناگفتہ بہ ہے، بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

﴿ اِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بحالت غضب اپنی منکوحہ موطوءہ کو ایک جلسہ میں یکبارگی تین طلاق دے دے تو ایک ہی واقعہ ہوگی چنانچہ کتب صحاح ستہ وغیرہ میں ہے اور علمائے حنفی غلطی پر ہیں یہ کیونکر ہے جواب دو؟

جواب: علمائے احناف سلف وخلف وآئمہ اربعہ وغیرہ کے نزدیک ایک دفعہ ایک جلسہ میں تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہو جاتی ہیں۔ اس میں کسی اہل سنت وجماعت کو شک واختلاف نہیں۔ صرف اختلاف تو اس امر میں ہے کہ یہ امر مشروع ہے یا نہیں۔ امام شافعی وثوری واحمد بن حنبل اس کو مشروع کہتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے اور امام مالک وابوحنیفہ واوزاعی ولیث وغیرہ اس طور پر طلاق دینا حرام وممنوع سمجھتے ہیں لقولہ تعالیٰ:

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ "

یعنی طلاق دوبارہ ہے پھر یا تو بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے (یعنی رجوع کرلینا) یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور اگر کوئی اس مقام پر اعتراض کرے کہ جب یہ امر جائز نہیں تو نفاذ کیا معنی تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی امر کا ممنوع ہونا اور چیز ہے اور نافذ ہونا دوسری چیز ہے چنانچہ باپ کو اولاد میں کم وبیش جائیداد سے حصہ کردینا ممنوع اور حرام ہے۔ اگر کسی نے ایسا کر بھی دیا تو اس امر کا نافذ ضرور ہوگا۔ دیکھو تاریخ شبلی اور ایسا ہی اگر کسی نے اپنی زوجہ کو یکدفعہ تین طلاق دے دی تو تین ہی واقعہ ہو جائیں گی لیکن طلاق دینے والا گنہگار ہوگا چنانچہ سورۂ طلاق میں مذکور ہے:

﴿ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ ﴾

یعنی جس نے حدود الٰہی سے تجاوز کیا (یعنی خلاف سنت کے تین طلاق دے دیں) بے شک اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۶ پر حدیث بایں طور مذکور ہے:

" عن مالکٍ بلغہ ان رجلاً قال لعبد اللہ بن عباسٍ انی طلقت امرأتی مائۃ تطلیقۃٍ فماذا تریٰ علی فقال ابن عباسٍ طلقت منک بثلثۃٍ وسبعٌ وتسعون اتخذت بھا اٰیٰت اللہ ھزوا رواہ فی المؤطا "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی ایک شخص نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ میں نے اپنی عورت کو سو طلاق دے دی ہے۔ پس میرے لئے اب کیا حکم ہے پس کہا ابن عباس نے کہ تین طلاق سے تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی اور باقی ستانوے رہیں سو پکڑا تو نے ساتھ ان کے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھٹھا۔

" وعن محمودِ بن لبیدٍ قال اخبر رسول اللہ ﷺ عن رجلٍ طلق امرأته ثلث تطلیقاتٍ جمیعاً فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللہ عزوجل وانا بین اظهرکم حتی قام رجل فقال یارسولِ اللہ الا اقتله ...... الخ "

(رواہ النسائی)

یعنی کسی نے حضور کو خبر دی کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں اکٹھی دے دیں۔ پس آپ غصہ میں کھڑے ہوئے اور کہا کیا کھیلا جاتا ہے ساتھ کتاب اللہ کے اور باوجودیکہ میں تمہارے درمیان ہوں یہاں تک کہ ظاہر ہوا ایک شخص اور کہا یارسول اللہ کیا میں اسے قتل نہ کردوں اور بخاری و مسلم میں ہے کہ عورت رفاعہ قرضی کی طرف سے اور کہا کہ مجھ کو رفاعہ نے تین طلاقیں دے دی ہیں اور بعد اس کے میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کیا ہے اور اس کو مانند سر کپڑے کے پایا یعنی جماع کے قابل نہیں پس فرمایا آپ نے کہ تو چاہتی ہے کہ میں رفاعہ کے پاس لوٹ جاؤں، اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا کہ تو نہیں جاسکتی یہاں تک کہ تو اس سے لذت نہ چکھے اور وہ تیرے سے:

" وعن حبیب بن ثابتٍ قال جآء رجل الی علی بن ابی طالبٍ فقال انی طلقت امرأتی الفاً قال علی یحرمها علیک ثلاث وسامرهن اقسمهن بین نسائک"

(رواہ دار قطنی)

یعنی ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو ہزار طلاق دے دی ہیں تو فرمایا حضرت علی نے کہ تین طلاقوں نے تجھ پر عورت کو حرام کردیا اور باقی کو اپنی عورتوں پر تقسیم کردے۔

" وعن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن علیٍ کرم اللہ وجهه' فیمن طلق ثلاثاً قبل الدخول قال لا تحل له' حتی تنکح زوجاً غیره' "

(رواہ البیهقی وابحاث)

یعنی ابن لیلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس شخص کے حق میں کہ جس نے اپنی زوجہ کو پہلے دخول کے تین طلاقیں دیں فرمایا علی رضی اللہ عنہ نے کہ وہ پہلے پر حلال نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ دوسرے سے نکاح نہ کرے۔

" و محمد قال اخبرنا ابوحنیفة عن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی حسیان عن عمرو بن دینار عن عطاء عن ابن عباس قال اتاه رجل فقال انی طلقت امرأتی ثلاثاً قال یذهب احدکم فیتلطخ بالنتن ثم یأتینا اذهب فقد عصیت ربک وقد حرمت علیک امراتک لا تحل لک حتی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

تنکح زوجاً غیرک وقال محمد وبه نأخذ وهو قول ابی حنیفة و قول العامة لا اختلاف فیه"

یعنی ابن عباس کا یہ فتو ۵۹

اہل سنت وجماعت کو اختلاف نہیں لیکن اہل ہوا کو وہو ہذا:

" ومذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم منهم الاوزاعی والنخعی والثوری وابو حنیفة واصحابه ومالک واصحابه والشافعی واصحابه واحمد واصحابه واسحاق و ابوثوری وابو عبیده واخرون کثیرون علی ان من طلق امرأته ثلاثا وقعن لکنه یأثم وقالوا من خلف فیه فهو شاذ مخالف لاهل السنة وانما تعلق به اهل البدع"

یعنی تمام علمائے دین اہل سنت وقوع سہ طلاق فی کلمۃٍ واحدۃٍ کے قائل ہیں لیکن مخالف اس کے شاذ لوگ ہیں جن کا تعلق اہل بدعت سے ہے اور مولوی عبدالجبار غیر مقلد غزنوی حاشیہ مہتدی میں لکھتے ہیں کہ جمہور علمائے دین کے نزدیک یکبار تین طلاق دینے سے واقعہ ہوجاتی ہیں اور جو غیر مقلد حدیث مسلم وغیرہ کی پیش کرتے ہیں اس کا چند وجہ سے جواب دیا جاسکتا ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ اخباری وتاریخی طور پر حال واقعہ ہے جس پر چند وجہ محدثین نے بیان کی ہیں اور ان روایات کو ضعیف قرار دے کر بالکل رد کردیا ہے اگر اس کا کسی صاحب نے مفصل حال دیکھنا ہوتو الابحاث کا مطالعہ کرے اور میں کہتا ہوں کہ جب یہ امر قرآن مجید واحادیث صحیحہ وآثار صحابہ وائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بالکل خلاف واقعہ ہے تو پھر کس طور قابل تسلیم ہے اور صاحبان کو لازم ہے کہ اس فرقہ ظاہریہ وہابیہ سے ہرگز کوئی مسئلہ دریافت نہ کریں اور اپنے مذہب پر قائم رہیں۔

سوال: جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ تین طلاق یک دفعہ ایک جلسہ میں کہنے سے طلاق رجعی واقعہ ہوتی ہے، ایسے شخص کو کس مذہب میں گنا جائے۔

جواب: ایسے شخص کو رافضی اور مبتدع گنا جائے چنانچہ کتاب غنیۃ الطالبین مترجم صفحہ ۲۵ مطبوعہ اسلامیہ لاہور میں میں مذکور ہے:

" وکذلک الروافض والیهود لا تری علی النساء عدةً وکذلک الرافضة والیهود لا تری فی طلاق الثلث شیئاً الخ"

یعنی اسی طرح رافضی اور یہودی نہیں دیکھتے عورتوں پر کچھ عدت اور اس طرح رافضی اور یہودی نہیں دیکھتے تین طلاق میں کچھ چیز یعنی طلاق یک دفہ دینے سے حرام نہیں سمجھتے۔

(هکذا فی عینی شرح بخاری)

طحاوی میں ہے:

" عن مالک بن الحارث قال جاء رجل الی ابن عباس فقال ان عمی طلق امرأته ثلاثة فقال ان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

عمک عصی اللہ فاثمه واطاع الشیطان فلم یجعل له مخرجاً فقلت کیف تری فی رجل یحلھا له فقال من یخادع اللہ یخادعه رواہ الطحاوی "

یعنی مالک بن حارث سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس سے مسئلہ پوچھا کہ میرے چچا نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں آپ نے کہا کہ چچا نے نافرمانی کی اللہ کی اور گناہ کیا اور شیطان کا حکم مانا، اب اس کے نکلنے کی اللہ نے کوئی تدبیر نہیں کی اور ابن حارث نے کہا جو شخص اس عورت کو اس پر حلال کر دے اس کے حق میں آپ کی کیا رائے ہے آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کو فریب دے گا اللہ اس کے فریب کی اس کو خوب سزا دے گا، پس مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے شخص کے ساتھ موانست نہ کریں۔

واللہ اعلم بالصواب

سوال: خلع کرنا جائز ہے یا نہیں اور خلع طلاق ہے یا فسخ اور اس کی عدت کیا ہے؟

جواب: بے شک خلع کرنا جائز ہے جب کہ عورت اور خاوند کے درمیان ایسی کوئی نزاع پیدا ہوگئی ہے کہ وہ بالکل مٹ نہیں سکتی، پس اس صورت میں عورت مبارح ہے کہ خلع کرالے چنانچہ آیت کریمہ میں ہے:

﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ ...... الخ ﴾

یعنی اگر خوف کرو تم کہ نہ قائم رکھ سکیں گے اللہ کی حدوں کو تو نہیں گناہ ان دونوں پر اس چیز میں کہ بدلہ دے عورت ساتھ اس کے اور خلع طلاق ہے نہ فسخ اور اس کی عدت بھی مانند عورت مطلقہ کے ہے چنانچہ کتاب تقویم صفحہ ۲۸۷ و دار قطنی و ابن عدی و مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و موطا امام مالک میں ہے، وہو ہذا:

" عن ابن عباسٍ قال قال رسول اللہ ﷺ الخلع تطلیقة بائنة اخرجه الدار قطنی "

یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ خلع کرنا طلاق بائنہ ہے اور ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۴ میں بایں طور حدیث مذکور ہے:

" لقوله علیه السلام الخلع تطلیقة بائنة ولانه یتحمل الطلاق ...... الخ ، وعن ابن عمر رضی اللہ عنھما انه قال عدة المختلعة عدة المطلقة اخرجه مالک فی الموطا "

یعنی فرمایا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ بے شک عدت خلع والی عورت کی مانند عدت طلاق والی کی ہے۔ پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ یہی فیصلہ آپ کی ذات اور صحابہ کرام و ائمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے اور ان کے برخلاف فتویٰ دینے والا گمراہ اور مبتدع ہے فقط۔

سوال: نماز جنازہ فرض کفایہ ہونے کی کیا دلیل ہے اور غائب میت پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور کئی مرتبہ ایک میت پر مختلف گاؤں میں جنازہ ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

بقلم خود مولوی حبیب اللہ کمالیہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جواب: نماز جنازہ کے فرض ہونے پر یہ دلیل ہے:

﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾

یعنی اے نبی ان پر نماز پڑھو کیونکہ نماز تمہاری ان کے واسطے آرام ہے اور فرض کفایہ پر یہ دلیل شاہد ہے کہ آپ نے ایک مردے پر خود نماز نہ پڑھی اور اصحابوں کو کہا کہ تم اپنے صاحب پر نماز پڑھو پس اگر فرض ہوتی تو آپ ترک نہ کرتے اور خود پڑھتے اور نزدیک علمائے محققین اہل سنت و جماعت کے غائب پر نماز جنازہ پڑھنی جائز نہیں اور جو حدیث بخاری وطحاوی شریف میں مذکور ہے کہ آپ نے ایک نجاشی بادشاہ حبش کے رہنے والے پر نماز جنازہ جماعت سے پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خاصہ آپ کی ذات کا تھا اور خصوصیت محض اس کے لئے تھی چونکہ اس کا تخت سامنے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رکھا گیا تھا اور مولوی عبدالجبار غزنوی بخاری شریف پارہ پانچ صفحہ ۴۷ باب الصفوف علی الجنازہ حدیث ابوہریرہ کے حاشیہ پر بعینہٖ بایں طور لکھا ہے: ”اس حدیث سے جنازہ غائب پڑھنے کے جواز پر سند پکڑتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ یہ حدیث ہر ایک صورت میں دلیل نہیں ہوسکتی اس وجہ سے کہ نجاشی پر حبش میں جنازہ نہیں ہوا تھا کیونکہ وہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ سو اگر کسی میت پر ایک شہر والے جنازہ پڑھ چکے ہیں تو دوسرے شہر میں اس کا جنازہ پڑھنے پر کوئی دلیل اس حدیث میں نہیں ہے علاوہ ازیں اس صورت کا جنازہ اگر مسنون یا مستحب ہوتا تو سلف صالحین سے اس کی کوئی نہ کوئی نظیر ضرور پائی جاتی۔ باوجودیکہ ایسے ہزارہا واقعہ ہر زمانہ میں ہوتے رہتے ہیں اور سلف صالحین سے جو ہر طرح خیر پر حریص تھے اس کی کوئی نظیر نہیں پائی گئی الخ اور جو معاویہ بن معاویہ مزنی اور زید بن حارثہ اور جعفر طیار پر آپ نے جنازہ پڑھا تھا جیسا کہ واقدی اور طبرانی نے بیان کیا ہے یہ بات مان لی جائے تو آپ کے زمانہ میں کئی آدمی غیر ملکوں میں مرے تو پھر آپ نے ان کا جنازہ کس لئے نہ پڑھا جواب دو اور میت پر دوبارہ جنازہ پڑھنا جائز نہیں جب کہ اس کا وارث ادا کر چکا ہو چنانچہ شرح ہدایہ صفحہ ۱۶۱ میں ہے:

” و ان صلی الولی لم یجز لاحدٍ ان یصلی بعدہ‘ لان الفرض یتادیٰ بالاول والنفل بھا غیرہ مشروع وکذا راینا الناس ترکوا عن اٰخرھم الصلوٰۃ علی قبرالنبی ﷺ وھو الیوم کما وضع “

” یعنی اگر ولی میت نماز جنازہ گذار دو دیگر رانمی رسد کہ اعادہ آں نمائد زیرا کہ بسبب گذار دن ولی نماز جنازہ فرض ادا میشود، و بعد ازاں اگر کسے دیگر بار بگذار دپس ایں نفل خواہد بود و نماز جنازہ بطریق نفل مشروع نیست لہذا مردمان نماز جنازہ نمیگذارند برقبر بغیر صلعم وحالانکہ جسد مبارک آں حضرت موجود است در قبرالآن کما کان “

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اوراگر کوئی کہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ چھ مرتبہ کس لئے پڑھایا گیا جب کہ جائز نہ تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ چھ مرتبہ عوام الناس نے پڑھا تھا اور پھر جب ان کے فرزند ارجمند حماد نے ادا کیا تو پھر کسی نے نہیں پڑھا چنانچہ کتاب خیرات الحسان صفحہ ۶۲ میں مذکور ہے:

" ومن صلی علیه فقیل بلغوا خمسین الفاً وقیل اکثرو اعیدت الصلوٰة علیه ست مراتٍ اخرها ابنه حماد الخ "

سوال : نماز جنازہ عورت یا مرد کا کس جگہ کھڑے ہو کر امام ادا کرے؟

جواب : اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے لیکن صحیح تر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے وسط میں امام کو کھڑے ہونا چاہئے اور مرد کے سینہ کے برابر چنانچہ طحاوی صفحہ ۲۳۸ باسناد صحیح حدیث ابراہیم سے مذکور ہے:

"عن ابراهیم قال یقوم الرجل الذی یصلی علی الجنازة عند صدرها "

یعنی مرد کے جنازہ میں سینہ کے برابر کھڑا ہونا چاہئے اور بخاری پارہ ۵ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک عورت کے جنازہ کی نماز پڑھی اور وسط میں کھڑے ہوئے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بایں طور مذکور ہے:

" ان رسول الله ﷺ کان یقوم عند رأس الرجل وعجیزة المرأة الخ "

یعنی آپ مرد کے سر کے قریب کھڑے ہوا کرتے اور عورت کے جنازہ میں وسط اور ایک روایت صاحبین و امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بایں طور مذکور ہے:

" عن محمد بن الحسن عن ابی یوسف عن ابی حنیفة قال یقوم من الرجل والمرأة بحذاءِ الصدر "

اور شرح ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۶۲ میں اس طرح لکھا ہے:

" یقوم الذی یصلی علی الرجل والمرأة بحذاء الصدر لانه موضع القلب وفیه نور الایمان فیکون القیام عنده اشارةً فی الشفاعة الایمان ، وعن ابی حنیفة انه یقوم من الرجل بحذاء رأسه ومن المرأة بحذاءِ وسطها "

یعنی زیر آنچه سینه موضع دل است و درآں نور ایمان است وپس استادن بمحاذی آں اشارت است بسوئے اینکه شفاعت درحق میت بجهت ایمان ویست وازابی حنیفة مردیست که ایستادہ شود امام بر جنازئه مرد بمحاذی سراو وبرجنازئه زن بمحاذی کمروزیر آنچه انس رضی اللّٰه عنه چنیں کردو گفت که ایں سنت رسول خدا ﷺ است فقط ۔

واللہ اعلم بالصواب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سوال : جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں کہنی چاہئیں یا پانچ ؟

جواب : نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں چنانچہ کتاب بخاری جلد اول میں حدیث مذکور ہے:

" ان رسول اللہ ﷺ نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیه وخرج بهم الی المصلی فصف بهم وکبر علیه اربعة تکبیراتٍ "

یعنی حضور نے نجاشی کی موت کی خبر سنائی کہ جس دن وہ فوت ہوا اور نکال لے گئے اصحابوں کو نماز جنازہ کی جگہ میں پھر صفیں بنوائیں اور کہیں اوپر اس کے چار تکبیریں الخ اور جو آپ سے مختلف جنازوں پر پانچ چھ سات آٹھ تکبیریں کہنی ثابت ہیں وہ تمام حدیثیں منسوخ ہیں چنانچہ شرح مسلم جلد اول صفحہ ۲۱۰ میں لکھا ہے:

" ھذا الحدیث عند العلماءِ منسوخ دل الاجماع علی نسخه ...... الخ "

یعنی یہ حدیث نزدیک علمائے دین کے منسوخ ہے اور دلالت کرتا ہے اجماع امت اس کے نسخ پر اور عبدالبر وغیرہ نے اجماع ثابت کیا ہے کہ چار تکبیروں سے زائد نہ کہی جائیں اور صحیح تر بھی یہی ہے اور صاحب نصرۃ المجتہدین صفحہ ۴۰ بروایت ابن عباس سند صحیح سے بایں طور مذکور ہے:

" اکبر ما کبر رسول اللہ ﷺ علی الجنائز اربعاً وکبر عمر علی ابی بکرٍ اربعاً وکبر عبداللہ بن عمر اربعاً وکبر الحسن علی علیٍ اربعاً وکبر الحسین علی الحسن اربعاً وکبرت الملئکة علیٰ ادم اربعاً "

یعنی آخر فعل آپ کا چار تکبیریں کہنا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اور عبداللہ بن عمر نے جنازہ عمر پر اور امام حسن نے جنازہ علی پر اور حضرت حسین نے جنازہ حسن پر اور ملائکہ نے حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام پر چار تکبیریں کہیں اور فتح المبین صفحہ ۱۴۸ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازہ کی نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں اور حضرت علی اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن ابی اوفٰی اور براء بن عازب اور ابن عمر اور ابوہریرہ اور عقبہ بن عامر وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے چار تکبیریں کہیں اور اس پر اتفاق کیا اور سنن ابی حنیفہ کے حاشیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ میں لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ کا بھی چار تکبیریں کہنے پر اتفاق ہے، وہو ہذا:

" اعلم ان اتکبیرات الجنازۃ باتفاق الائمة الاربعة اربعٌ ...... الخ "

فقط واللہ اعلم بالصواب .

سوال : نماز میں رفع یدین و آمین بالجہر و فاتحہ خلف الامام و نماز جمعہ کے بعد احتیاط الظہر کا اور نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : ان تمام سوالات کا جواب جلد اول میں گذر چکا ہے ہاں اس جگہ صرف اتنا واضح کر دینا کافی ہے کہ سینہ پر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہاتھ باندھنا ائمہ اربعہ وکسی اہل علم سے ثابت نہیں ہوا، وہو ہذا:

" والعمل علی ھذا عند اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین ومن بعدھم یروی ان یضع الرجل یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ ورأی بعضھم ان یضعھما فوق السرۃ ورأی بعضھم ان یضعھما تحت السرۃ وکل ذٰلک واسع عندھم "

صفحہ ۳۴ یعنی عمل اس حدیث پر اہل علماء اصحاب النبی ﷺ اور تابعین اور تبع تابعین وغیرہ کے نزدیک ہے کہتے ہیں کہ رکھے مرد اپنا ہاتھ داہنا بائیں ہاتھ پر نماز میں کہا بعض نے ناف کے اوپر کہا بعض نے نیچے ناف کے اور یہ ہر دو امران کے نزدیک جائز ہیں اور صاحب ترمذی نے دو گروہ بیان کئے ہیں لیکن سینے پر ہاتھ باندھنا تو کسی کا مذہب بیان نہیں کیا اور شرح مسلم صفحہ ۱۷۳ میں امام نووی نے بایں طور لکھا ہے:

" یجعلھما تحت صدرہٖ فوق السرۃ ھذ مذھبنا المشھور بہٖ قال الجمھور من علمائنا وقال ابو حنیفۃ وسفیان الثوری واسحاق بن راھویہ وھو اجل شیوخ البخاری وابو اسحٰق الخ "

یعنی رکھے دونوں ہاتھوں کو سینے کے نیچے ناف کے اوپر یہ ہمارا مذہب مشہور ہے اور یہی جمہور ہمارے علماء سے کہتے ہیں اور کہا امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری اور اسحٰق بن راہویہ بڑے استاذ امام بخاری میں سے ہیں اور ابو اسحاق ہمارے اصحاب سے یعنی شافعیہ سے کہ رکھے دونوں ہاتھ نیچے ناف کے الخ غرضیکہ مردوں کو سینے پر ہاتھ باندھنے کسی صاحب مذہب ومحدث کے نزدیک جائز نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ضرور صاحب مسلم وبخاری وترمذی وامام نووی شافعی بیان کرتے اور حدیث خزیمہ کو لاتے اور جو بعض کتب فقہ میں لکھا ہے کہ شافعی مذہب میں ہاتھ سینہ پر باندھنا سنت ہے تو اس کا جواب علمائے دین نے بایں طور دیا ہے کہ یہ روایت غیر مشہور ہے جو قابل تسلیم نہیں ورنہ امام نووی وغیرہ محدث جو شافعی مذہب تھے کس لئے اس سے انکار کرتے اور حدیث خزیمہ کی تاویل کرتے اور تحت الصدور کا حکم لگاتے۔

(نقل از نصرۃ المقلدین صفحہ ۵۰)

سوال: نماز جنازہ مسجدوں میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجدوں میں جنازہ کی نماز بدون کسی عذر شدید وخوف وفتنہ کے پڑھنی جائز نہیں چنانچہ ابوداؤد نے ابو ہریرہ سے بایں طور حدیث بیان کی ہے:

" قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی میتٍ فی المسجد فلا شیئاً لہ "

یعنی فرمایا آپ نے جس نے نماز پڑھی میت پر مسجد میں نہیں اس کو کچھ ثواب

" وقال محمدٌ لا یصلی علیٰ جنازۃٍ فی المسجدِ "

یعنی نہ نماز پڑھی جائے میت پر مسجد میں اور اگر نماز جنازہ مسجد میں جائز ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نجاشی کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جنازہ مسجد سے باہر لے جا کر کس لئے ادا کرتے۔

" روی عن النبی ﷺ لمّا نعی النجاشی خرج یصلی علیه فی المصلی ولو کان یجوز الصلوٰة فی المسجد لم یکن للخروج معنیً "

یعنی جب نجاشی کی موت کی خبر آپ نے دی اور اس پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا اور واسطے ادا کرنے نماز کے باہر گئے اگر جائز ہوتی نماز جنازہ مسجد میں تو نہ نکلتے بلکہ مسجد میں ادا کر لیتے اور شرح مسلم جلد اول صفحہ ۳۱۲ امام نووی نے لکھا ہے کہ اصحاب مسجد میں جنازہ پڑھنے کو عیب سمجھتے تھے، وہو ہذا:

" فبلغهن ان الناس عابوا ذلک وقالوا ما کانت الجنائز یدخل بها المسجد الخ "

یعنی خبر پہنچی ازواج مطہرات کو کہ صحابہ نے عیب جانا اس کو اور کہا نہیں جائز کہ جنازے داخل کئے جائیں مسجد میں اور جو حدیثیں مسجد کے بیچ جنازہ کے جواز پر آئی ہیں وہ تمام منسوخ ہیں، اگر شک ہو تو کتاب معانی الآثار صفحہ ۳۰۷ اور فتح المبین صفحہ ۱۱۲ میں مطالعہ کریں۔

سوال : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ منورہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا اور اس سے حاجت طلب کرنا اور آپ کی ذات کو غیب داں سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : بے شک بخاطرِ زیارت رضہ ٔ مدینہ منورہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر کرنا قرآن مجید و احادیث صحیحہ و اجماع امت سے ثابت ہے، وہو ہذا:

﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴾

یعنی اگر یہ لوگ ظلم کریں اپنی جانوں پر (اے محمد ﷺ) اور آپ کے پاس حاضر ہو کر بخشش چاہیں اور آپ بھی ان کے لئے بخشش طلب کریں تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے اور رحم کرنے والا پائیں گے۔ ایضاً لقولہ تعالیٰ:

﴿ وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِکْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللهِ ﴾

یعنی جو شخص اللہ اور رسول کی محبت میں اپنے گھر سے بارادۂ ہجرت نکلا اور راستہ میں وہ فوت ہو گیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔ پس ان ہر دو آیت سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارک پر جانے میں بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے اور آپ اور آپ کی ذات مہاجرین اور سائلین اور فاجرین کے لئے اللہ تعالیٰ سے طلبِ مغفرت کرتی ہے اور آپ کی ذات کا طلب مغفرت کرنا صرف زمانہ حیات میں مقید نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے چنانچہ کتاب جوہر المنظم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعد وفات چند روز ایک شخص آپ کی قبر مقدس پر آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

میں بدکردار گنہگار آپ کے در پر طلب بخشش کے لئے آیا ہوں اب میرے لئے خداوند کریم سے مغفرت طلب کریں کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ جو بدکردار آپ کے دربار میں آئے تو آپ اس کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ قبر منور سے آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے اور صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ کی ذات اہل بقیع اور شہداء احد پر تشریف لے جاتی ہے اور علامہ ابن حجر مکی کتاب الجواہر المنظم صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں:

" من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی "

یعنی فرمایا آپ نے جو شخص حج کرے کعبہ کا اور نہ زیارت کرے میری پس اس نے مجھ پر جفا کیا، لقولہ علیہ السلام:

" من زار قبری وجبت له شفاعتی "

یعنی فرمایا آپ نے جو شخص زیارت کرے مزار میرے کی پس اس کے لئے شفاعت میری واجب ہے۔ وقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

" من زارنی بعد موتی فکأنما زارنی فی حیاتی "

یعنی جو شخص بعد وفات میری زیارت کرے گا وہ گویا میری حیاتی میں زیارت کرے گا۔

(نقل از کتاب طبرانی و جوهر منظم و بیهقی و درالسنیه)

پس ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کے روضہ منورہ پر جانا ضروری ہے جو شخص بدوں کسی عذر کے آپ کے روضہ مقدس پر نہ گیا اس نے حضور کی ذات پر ظلم کیا ان ظالموں کے لئے مطلق یہ فرمان خداوند کریم کا ظاہر ہے:

﴿ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾

یعنی ظالموں پر خدا کی لعنت ہے اور یہ جو حدیث غیر مقلد پیش کرتے ہیں کہ فرمایا آپ ﷺ نے:

" لا تشدوا الرحال الا الیٰ ثلثةِ مساجد الحرام ومسجدی هذا والمسجد الاقصیٰ "

تو اس کے یہ معنی مراد ہیں کہ خیال نماز وتعظیم کی خاطر سفر کرنا سوان تینوں کے نہ چاہئے یعنی کعبہ ومسجد نبوی وبیت المقدس کے کیونکہ ان کی طرف تعظیم ونماز کی خاطر ضرور سفر کیا جاتا ہے اس لئے محدثین نے لکھا ہے کہ اس عبارت کا مقدر کرنا لازمی ہے ورنہ تمام سفر ناجائز ٹھہریں گے حالانکہ ان کا کوئی منکر نہیں اور دوسری حدیث جو مانعین اپنے دعویٰ باطلہ پر بیان کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے:

" لاتجعلوا قبری عیداً "

یعنی میری قبر کو عید نہ بناؤ تو اس کا جواب بایں طور محدثین نے دیا ہے کہ اول تو یہ حدیث چند وجہ سے قابل تسلیم نہیں کیونکہ اس کے سلسلہ اسناد میں بہت اختلاف ہے ایک روایت میں " لاتتخذوا قبری عیداً " وارد ہے اور ایک میں "لاتجعلوا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مبری وثنا" واقع ہے۔

اب خدا معلوم کہ " عید " کا لفظ صحیح ہے یا" وثناً " کا اور علاوہ اس کے یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کے طرق میں عبداللہ بن نافع ہے جو کہ مجروح ہے اور دوسرے طرق میں جعفر وہ مجہول الحال ہے۔ دیکھو رسالہ مولوی علاؤالدین صفحہ ۴۹ اور وسیلہ پکڑنا بوقت مصیبت آنحضور کے مزار اقدس کا جائز ہے چنانچہ مشکوٰۃ باب الکرامۃ ابی جوز سے باین مضمون حدیث مذکور ہے کہا انہوں نے کہ قحط زدہ ہوئے اہل مدینہ قحط سخت میں پس شکایت کی لوگوں نے پاس حضرت عائشہ کے، پس فرمایا حضرت عائشہ نے کہ دیکھو قبر پیغمبر کو اور کرو قبر شریف سے چند سوراخ طرف آسمان کے تا کہ نہ حائل رہے درمیان قبر اور آسمان کے چھت، پس لوگوں نے ایسا ہی کیا پس برسا پانی بہت یہاں تک کہ پیدا ہوئی گھاس اور فربہ ہوئے اونٹ یہاں تک کہ پھٹ گئے چربی سے یعنی کہ خوب تیار ہو گئے...... الخ۔ پس اس حدیث سے صاف صاف معلوم ہوا کہ زمانہ خیر القرون میں بھی لوگوں نے مزار اقدس علیہ سے حاجت طلب کی اور پائی اور اگر لوگ بزرگان دین کے مزاروں پر حاجات بوقت مصیبت جا کر مانگیں اور فیض حاصل کریں تو اس میں کوئی گناہ نہیں اور ثبوت اس کا جلد اول میں مفصل گذر چکا ہے اور انوار الابنا بحوالہ کتاب مواہب و مدخل ابن حاج مکی میں لکھا ہے:

" قد قال علماء نا رحمهم الله تعالیٰ لا فرق بین موته و حیاته ﷺ فی مشاهدته لامته و معرفته باحوالهم و عزائمهم و خواطرهم و ذلک جلی عنده لاخفاء به "

یعنی کہا ہمارے علماءِ دین نے کہ نہیں فرق ہمارے نبی علیہ کی حیات اور اس حالت میں کچھ اور دیکھتے میں اپنی امت کے تمام حال اور پہچانتے ہیں احوال اور نیات ان کی اور اس حال ان پر روشن ہیں کوئی ان پر پوشیدہ امر نہیں اور اسی طرح ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

" لا فرق لهم فی الحالین ولذا قیل اولیاء الله لا یموتون ولکن ینقلبون من دارٍ الیٰ دارٍ الخ "

اولیاء کی دونوں حالت حیات و ممات میں کچھ فرق نہیں اور ہر دو حال میں اپنے مریدوں کو مدد دیتے ہیں کما مر۔

سوال نمبر ۲ کا جواب: بے شک رسول اللہ علیہ کو مطلق علم غیب وغیر استقلالی و بالعرضی تھا اور اس سے انکار کرنا کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ علیہ کا انکار لازم آتا ہے، وھو ہذا:

﴿ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى ﴾

(سورہ جن)

یعنی وہ جاننے والا ہے غیب کا پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی کو مگر جس کو پسند کرتا ہے اپنے پیغمبروں میں سے ولقولہ تعالیٰ:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾

(پ ۴)

یعنی نہیں اللہ خبردار کرتا تم کو اوپر غیب کے لیکن اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے سے جس کو چاہے۔ لقولہ تعالیٰ:

﴿ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴾

(سورہ تکویر)

یعنی وہ نہیں اوپر غیب کے بخیل یعنی وہ غیب کی خبر بتانے پر بخیلی نہیں کرتا اور کتاب مواہب اللدنیہ باب اخبار الغیوب روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بایں طور مذکور ہے:

" ان الله قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذا "

یعنی فرمایا آپ ﷺ نے کہ خداوند تعالیٰ نے تمام دنیا کو میرے سامنے کیا اور میں اس کو دیکھ رہا ہوں جو کچھ اس میں ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اور دنیا کے تمام اطراف و جوانب میرے سامنے اس طرح ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے میدان بدر میں کہا کہ فلاں صحابی کے فلاں بیٹے کی یہاں اور یہاں قبر ہوگی سو ویسا ہی ہوا اور عینی شرح بخاری صفحہ ۶۸ جلد ۸ اور قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۱۸۵ میں مذکور ہے کہ آپ کے سامنے ایک صحابی نے قصیدہ پڑھا جس میں یہ شعر تھا اور آپ سن کر خوش ہوئے اور دعاء دی وہ شعر یہ ہے:

واشهدُ ان الله لا رب غیره ، وانک مامون علی کل غیب

یعنی گواہی دیتا ہوں کہ سوا خدا کے کوئی معبود نہیں اور یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ آپ کی ذات تو ہر غیب پر مامون ہے پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذات کو علم غیب مطلق و بالعرض تھا اور اس سے انکار کرنا صریح کفر ہے اور جہاں کہیں نفی علم غیب حضور ﷺ وارد ہوئی ہے وہاں مراد علم غیب استقلالی و بالذاتی ہے جو خاصہ خداوند کریم کا ہے۔ نہ علم غیب مطلق حضور ﷺ کے سے۔

﴿ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾

سوال: اپنے آپ کو مذہب محمدی کہلانا کیسا ہے؟

جواب: اپنے آپ کو محمدی مذہب سے مشہور کرنا محض جہالت اور بے وقوفی ہے چنانچہ کتاب تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۷۵ ردسوال شیعہ میں لکھا ہے کہ:

" امام نائب نبی است و نائب صاحب شریعت است نہ صاحب مذہب زیرا کہ مذہب نام رائے است کہ بعض امتیاں رافہم شریعت کشادہ شود و بعقل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

خود چند قاعدہ قرار دہد کہ موافق آں قواعد استنباط مسائل شرعیہ از مأخذ آں نماید لہذا متحمل صواب و خطا میباشد ، وچوں امام معصوم از خطا است بزعم شیعہ) و حکم نبی دارد نسبت مذہب بأو نمودن ہیچ معقول نیست لہذا مذہب رابسوئے خداوند جبرائیل ودیگر ملائکہ وانبیاء نسبت کردن کمال بیخردی است چنانچہ لا مذہبان خود رابمذہب محمدی مشہور میکنند پس اینہم کمال بیخردی شد ...... الخ"

واللہ اعلم بالصواب

سوال : بوقت ملاقات مصافحہ اور بعد نماز عید وغیرہ کے معانقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : بے شک بوقت ملاقات مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا اور معانقہ بعد نماز عید وغیرہ کے بنیت اظہار محبت اور کپڑوں کے جائز بالاجماع ہے اور بخاری میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ کہا انہوں نے :

"علمنی رسول اللہ ﷺ وکفی بین کفیہ اتشہد ...... الخ "

یعنی حضور علیہ السلام نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مجھے تحیت تعلیم فرمائی اور نیز امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بایں طور حدیث بیان کی ہے :

"حدثنی اصحابنا یحییٰ وغیرہ' عن اسماعیل ابن ابراھیم قال رأیت حماد بن زیدٍ وجاؤہ ابن المبارک بمکۃ بکلتا یدیہ "

یعنی مجھ سے میرے اصحاب یحییٰ ابو جعفر بیکندری وغیرہ نے اسماعیل بن ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے زید بن حماد کو دیکھا اور ابن مبارک ان کے پاس مکہ معظّمہ میں آئے تھے تو انہوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور کتب فقہ معتبرہ میں ہے :

" یجوز المصافحۃ والسنۃ فیھا ان یضع یدیہ من غیر حائلٍ من ثوبٍ او غیرہ کذا فی خزانۃ الفتاویٰ "

اور قنیہ وشرح تنویر سے علامہ مجدد مائۃ حاضرہ نے لکھا ہے :

" السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ "

اور شرح مشکوٰۃ فارسی محدث دہلوی نے بایں طور لکھا ہے :

" مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باید کہ ہر دو دست بود "

اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے اور جن حدیثوں میں لکھا ہے کہ اصحاب ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا کرتے تھے وہ تمام حدیثیں ضعیف ہیں اور قابل عمل نہیں ۔ اگر غیر مقلد کسی حدیث صحیح سے دکھا دیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہاتھوں سے مسافحہ کرنے کو منع فرمایا یا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا حکم فرمایا تو دس روپیہ انعام لیں اور معانقہ کرنا بھی جائز ہے

چنانچہ کتاب خانیہ و مجمع الانہر میں لکھا ہے:

" ان كانت المعانقة من فوق قميصٍ اوجبةٍ جاز عند الكل الخ .ان كان عليهما قميصٌ او جبة جاز بالاجماع وهو الصحيح هكذا فى درمختار و شرح وقايه "

اور صاحب ابی دینا نے ودیلمی سند الفردوس ابو جعفر سے حدیث بیان کی ہے:

" قال سألت رسول الله ﷺ عن المعانقة فقال تحية الامم وصالحٌ الخ "

یعنی فرمایا آپ نے معانقہ تحیت امتوں کی اور ان کی اچھی دوستی بے شک پہلے معانقہ کرنے والا ابراہیم خلیل اللہ ہے اور بخاری ، مسلم میں ہے کہ آپ خاتون جنت کے گھر میں تشریف لے گئے اور حسنین کو طلب کیا اور اس وقت خاتون جنت نہلا رہی تھیں۔ اس لئے دیری ہوئی اور حسنین جب نہا چکے تو دوڑتے ہوئے آئے اور ان کے گلے میں ہار تھا اور آپ نے ان کو گلے سے لگا لیا اور وہ آپ سے لپٹ گئیا ور ام المؤمنین سے مروی ہے:

" قالت رايت النبى ﷺ التزم علياً وقبله' الخ "

یعنی کہا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ دیکھا میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہ آپ نے مولا علی کو گلے سے لگا لیا اور بوسہ دیا اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حدیث بیان کی ہے کہ حضرت حسین وہ اپنے والد سے بایں طور حدیث بیان کرتے ہیں:

" ان رسول الله ﷺ عانق عثمان بن عفان وقال قد عانقت اخى عثمان فمن كان له' اخٌ فليعانقه' الخ "

یعنی آپ نے عثمان بن عفان سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے بھائی سے معانقہ کیا اور جس کا کوئی بھائی ہو وہ بھی چاہے تو اپنے بھائی سے معانقہ کرے اور سنن ابوداؤد میں ام المومنین سے بایں طور مروی ہے۔

" كانت اذا دخلت عليه ﷺ قام عليها فاخذ بيدها فقبلها واجلسها فى مجلسه وكان اذا دخل عليها قامت عليه فاخذت بيده فقبلته واجلسته' فى مجلسها الخ "

یعنی جب حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور پرنور قیام فرماتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور جب کہ آپ ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ حضور کے لئے قیام فرماتیں اور ہاتھ مبارک پکڑ کر بوسہ دیتیں اور حضور والا کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں اور سید احمد طحطاوی حاشیہ انوار الایضاء میں لکھا ہے:

" كذا تطلب المصافحة فهى سنة عقب الصلوٰة "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور حاشیہ درمختار میں ہے:

" تستحب المصافحة بل هی سنة عقب الصلوات كلها وعند كل لقاء "

یعنی سنت ہے بعد ہر نماز کے مصافحہ کرنا اور بوقت ہر باری ملاقات کے اور اگر کسی صاحب نے مفصل حال دیکھنا ہو۔ تو الجین نامہ حاضرہ کو مطالعہ کرے فقط۔

سوال: ضاد کو ظ یا ز یا ذ پڑھنا قرآن مجید میں جائز ہے یا نہیں اور ض کو مشابہ ظ کے پڑھے جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں جواب دو؟

جواب: ضاد کو مشابہ ظ، یا، ز، یا، ذ، کے پڑھنا سخت حرام و گناہ عظیم ہے کیونکہ ان کے تبدل ہونے سے معنوں میں بھی تغیر آ جاتا ہے اور یہ صریح مفسد نماز ہے جیسے کہ عظیم و عذیم و ضالین، ظالین و مغضوب مغظوب و مغذوب میں کس قدر معنوں میں تبدیلی ہوگئی ہے۔ اس لئے علامہ امام برہان الدین محمود نے محیط برہانی میں لکھا ہے کہ جو شخص قصداً ض کو ظ پڑھتا ہے کافر ہے وہو ہذا:

" سئل الامام الفضلي عمن يقرأ الظاء المعجمة مكان الضاد المعجمة او على عكس فقال لاتجوز امامته وتعمد يكفر "

اور قاضی خان میں لکھا ہے:

" ان قرأ غير المغضوب بالظاء وبالذال تفسد صلوته "

یعنی جو غیر المغضوب کی جگہ مغظوب یا مغذوب پڑھے تو نماز فاسد ہوگئی اور ایسے شخص کی امامت بھی جائز نہیں اور فتاویٰ محمدی بحوالہ فتاویٰ حمادی میں لکھا ہے۔

اگر ظاء سے پڑھے گا ضالین وہ نماز اس کی ہے فاسد بالیقین
اور امامت فاسد ہے اس کی تمام یاد رکھ یہ مسئلہ اے ذی احترام

(نقل از ضیاء الرشاد صفحہ ۳۱)

اور حدیث شریف میں ہے:

" اقرأ القرآن بلحون العرب واصواتها رواه البيهقي "

یعنی فرمایا آپ نے کہ قرآن کو لہجہ عرب و آواز عرب سے پڑھے کیونکہ وہ بہت فصیح ہے بنسبت تمام عجمی کے اور مولوی عبدالجبار غزنوی امرتسری غیر مقلد صاحب نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۲۲۷ میں بایں طور لکھا ہے کہ ضالین ظالین اور مشابہ ض کو ظ پڑھنا بالکل قائل نہیں ہوں۔

سوال: جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اکثر فرقہ غیر مقلدین و مرزائی اس کے قائل ہیں اور اس پر حدیثیں بھی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بیان کرتے ہیں۔ یہ کیونکر ہے؟

جواب: اگر جرابیں مجلدین ومنعلین اور چلنے پھرنے اور دوڑنے سے اپنی جگہ پر قائم رہیں اور نہ گریں تو بے شک ان صورتوں میں ان پر مسح کرنا جائز ہے ورنہ ناجائز چنانچہ ہدایہ جلد اول صفحہ ۴۸ میں ہے:

"ولا یجوز المسح علی الجوربین عند ابی حنیفة والا ان یکونا مجلدین او منعلین وقالا یجوز اذا کانا ثخینین لا لیشفان ، ولو کان الجرموق من کرباسٍ لا یجوز المسح علیه الخ "

اور جو حدیثیں جرابوں کی مسح کے جواز ترمذی وابوداؤد میں آئی ہیں وہ نزدیک محدثین کے ضعیف ہیں قابل عمل نہیں چنانچہ بیہقی نے لکھا ہے کہ کہا سفیان ثوری وعبدالرحمٰن بن مہدی واحمد بن حنبل ویحییٰ بن معین نے کہ حدیث مغیرہ جو ترمذی میں ہے وہ ضعیف ہے:

" اتق علی الحفاظ علی تضعیفه ولا یقبل قول الترمذی انه حسن صحیحٌ "

اور جو حدیث ابوداؤد میں موسیٰ سے مروی ہے:

" لیس بالمتصل ولا بالقوی "

اور علاوہ اس کے خود مولوی عبدالجبار غزنوی نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۱۰۲ میں لکھا ہے کہ "جرابوں پر مسح بالکل جائز نہیں اور نہ ہی اس بارے میں کوئی حدیث صحیح اس کے جواز پر وارد ہوئی اور یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ وہ جراب جس پر مسح کیا گیا تھا۔ وہ چمڑے کی تھی یا سوت کی یا اون کی کیونکہ جراب کا اطلاق چمڑے کی جراب پر بھی آتا ہے لہذا ان جرابوں پر مسح کرنا نہیں چاہیے۔

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین ان مسائل میں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں، ان کا جواب سند صحیح سے دیا جائے۔

سوال اوّل: یہ قدم جو پتھر پر لگا ہوا اکثر گداگر لوگ لے کر گلی کوچوں میں چلتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ قدم مبارک آنحضرت ﷺ کا ہے آیا صحیح ہے؟

سوال دوم: نکاح کی اجرت نکاح خواں کو لینی جائز ہے یا نہیں اور باکرہ اور ثیبہ کی اجرت میں فرق ہے یا نہیں؟ اور کتنی اجرت لینی چاہئے؟

سوال سوم: یہ عام لوگ جو زراعت پیشہ فی کھلیان (خلواڑہ) ٹوپہ غلہ ملّا کو دیتے ہیں جس کا نام رسول واہی ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

سوال چہارم: یہ جو غیر مقلد کہ اگر کوئی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کو ایک جلسہ میں ہزار طلاق دے دے تو ایک ہی واقعہ ہوتی ہے کیا یہ ٹھیک ہے؟

سوال پنجم: اگر کوئی شخص مشرف باسلام ہو اور اس کے والدین کفر پر ہی مرے ہوں تو اس کو نماز میں ان کے لئے بخشش کی دعا مانگنی جائز ہے یا نہیں جیسے کہ نماز میں آتا ہے:

﴿رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ﴾ وغیرہ، فقط۔

<u>بقلم خود خاکسار غلام رسول امام مسجد جامع دینکرے تارڑ، جنوری مورخہ ۱۵/۹/۱۹۱۹ء</u>

جواب سوال اوّل: کتب حدیث وتواریخ میں لکھا ہے کہ یہ قدم جو ہندوستان میں پتھر پر لگا ہوا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ صرف بعض مداحوں نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کر دیا ہے چنانچہ کتاب "قرۃ العیون" جلد ۶ صفحہ ۳۶ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے:

"ذکر کثیرٌ من المداح ان النبی ﷺ کان اذا مشی علی الصخرۃ غاصت قد ماہ فیہ ولا وجود لذالک فی کتب الحدیث الخ وقد انکرہ امام برھان الدین الناجی د مشقی الخ" "وقال انہ لم تکف لہٗ علی اصل ولا سند ولا رای من خراجہ فی شئِ من کتب الحدیث لایوجہ فی کتب الحدیث والتواریخ کیف یسوغ نسبۃ النبی ﷺ الخ"

یعنی ذکر کیا بہت مداحوں نے کہ جب چلتے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو گھس جاتے تھے دونوں قدم ان کے پتھر میں اور حالانکہ نہیں وجود اس کا کتب حدیث میں اور انکار کیا اس کا امام برہان الدین ناجی دمشقی نے اور کہا انہوں نے نہیں پائی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جاتی اصل اور سند اس کی اور نہ دیکھا کسی کو سلف معتبرین سے کہ اس کا کچھ اصل بیان کرتے اور کہا صاحب شافی نے کہ جس کا ثبوت کتب حدیث اور تواریخ میں نہ پایا گیا ہو پھر کب جائز ہوگا نسبت کرنا اس کا طرف آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور بال مبارک اور پارچہ جات وغیرہ اشیاء آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثبوت کتب حدیث وتواریخ میں موجود ہے اور ان کی زیارت کرنا غایت درجہ کا ثواب اور برکت ہے چنانچہ "قرۃ العیون" جلد ۶ صفحہ ۵۸ میں لکھا ہے کہ داہنی طرف کے بال آپ نے سب ابوطلحہ کو دیے اور بائیں طرف کے بالوں کو لوگوں میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا اور اصحاب آپ کے بالوں کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب رکھتے تھے اور یہ اس لئے کیا تاکہ لوگوں کے پاس باقی رہے اور یادگیری ہو۔

مرا از لف تو موئے پسند است　　فضولی میکنم بوئے پسند است

جواب سوال دوم: اجرت نکاح کی نکاح خواں کو لینی جائز ہے کیونکہ اس ملک اور زمانہ میں دستور ہے کہ جب اوّل امام مسجد مقرر کرتے ہیں تو اس سے پہلے یہ وعدہ کر لیتے ہیں کہ اس قریہ یا محلہ میں جو کچھ آمدنی ہوگی وہ سب ملک تیرا ہوگا جیسا کہ قربانی کی کھالیں اور ٹوپہ غلہ فی کھلیان (خلواڑہ) اور فی نکاح پانچ روپیہ و روپیہ بانگ وغیرہ جو ہوگا وہ سب تجھ کو ملے گا تو اس صورت میں ضروان کو دینا واجب ہوگا ورنہ سخت گنہگار رہوں گے کیونکہ قرآن مجید وحدیث شریف میں ہے کہ ایماندار لوگ جو کسی سے وعدہ کرتے ہیں اس کو پورا کرتے ہیں لیکن منافق پورا نہیں کرتے:

﴿ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا ﴾

اور حدیث شریف میں ہے:

" لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عهد لہ" (رواہ البیہقی)

یعنی جو امانت میں خیانت کرے یا وعدہ کو پورا نہ کرے وہ منافق اور بے دین ہے اور فتاویٰ الفصول العمادی میں ہے:

" اذا عینوا لامامهم شئ من الاوقاف والصدقات والهدایا وغیرها لزمهم ادائها الخ "

اور علامہ ابن جیون نے اپنی کتاب وجیز صفحہ ۳۴ میں لکھا ہے:

" واگر بظاہر نگفته اند وقت نصب مقرر بطریقه رسم و عادت و رواج بلاد خود اور امام کردند پس دریں صورت ہم حصه مرسومه آں بلاد بریشاں ادا کردن پس امام خود واجب است "

" لان المعروف كالمشروط الخ "

اور فتاویٰ نوادر صفحہ ۲۳۶ بحوالہ فتاویٰ جامع میں لکھا ہے:

" عن المشتغل بتعلم العلم وجب على المسلمين كفاية ...... الخ فقط "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جواب سوال سوم: رسول واہی معلوم ہوتا ہے کہ اصل لفظ رسول اروا ہی ہے اور رسولِ واہی بھی درست ہے کیونکہ رسول لفظ عربی ہے اور واہی ہندی ہے جس کے معنی پہنچے ہوئے کھیت کے ہیں یعنی کھیتی انجام پر پہنچ گئی اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اصحاب انصار جو زمینداری کا کام کرتے تھے جب ان کی کھیتی پکنے لگتی تو ان سے عمدہ اور اعلیٰ میوہ اور غلہ چن کر مسجد نبوی کے کونے میں جا کر رکھ دیتے تاکہ مہاجرین محتاج اور مفلس کھائیں اور دعا کریں اور ایک روز ایک زمیندار نے اس مال میں دو سو صاع کھجوریں ناقص لا کر ڈال دیں، یہ فعل اس کا خداوند کریم کو ناپسند آیا اور فرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ ...... الخ ﴾

یعنی اے ایماندار و خرچ کرو راہ خدا میں اس چیز سے جو کمایا تم نے اور اس چیز سے جو نکالا ہم نے واسطے تمہارے زمین سے اور نہ قصد کرو بُری چیز دینے کا اور سیپارہ ربع اول میں ہے:

﴿ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ...... الخ ﴾

یعنی ہر ایک کھیت اور میووں سے جس وقت پھل لائے اگرچہ کچا ہو اور دو حق میوے کا یعنی صدقہ کرو جس دن کھیت کاٹو اور درخت گراؤ اور میوے چنو۔ یہ اہتمام سے صدقہ دینے اور دیر نہ کرنے کے لئے ہے تفسیر حسینی وغیرہ اور مولوی عبداللہ نے انواع جلد دوم صفحہ ۱۶۶ میں بحوالہ فتاویٰ عالمگیری لکھا ہے کہ ضرور جب غلہ مانڈا جائے اور بھوسہ سے غلّہ صاف ہو جائے تو اس خلواڑہ سے پہلے گنتی ٹوپہ کے صدقہ کیا جائے۔

واللہ اعلم بالصواب

جواب سوال چہارم: سوال کا جواب نہایت توضیح سے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۸۰ سے شروع ہوتا ہے۔ مطالعہ فرمائیں۔

جواب سوال پنجم: دعاء طلبِ مغفرت کی مسلمان شخص کو اپنے والدین کے لئے جو بحالت کفر مرے ہیں نماز وغیرہ میں نہیں مانگنی چاہیے۔ لقولہ تعالیٰ:

﴿ وَمَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰی ﴾

یعنی نہیں لائق واسطے نبی ﷺ کے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں یہ کہ بخشش مانگیں مشرکوں کے واسطے اگرچہ وہ صاحبِ قرابت ہی کیوں نہ ہوں اور ایسے شخص کو چاہیے کہ اور دعائیں پڑھے جیسا کہ بخاری وغیرہ میں الفاظ وارد ہیں:

"اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر واعوذبک من فتنۃ المسیح الدجال"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سوال : بعض لوگ نیچری خیال کے کہتے ہیں کہ قبر میں عذاب نہیں ہوتا اور نہ ہی میت کو زندہ کیا جاتا ہے یہ کیونکر ہے؟

جواب : عذابِ قبر برحق ہے اس کا ثبوت قرآن مجید واحادیث شریف واجماع امت سے ثابت ہے اور اس سے انکار کرنا کفر وضلالت ہے۔ لقولہ تعالیٰ:

﴿ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴾

(پارہ۱۱)

یعنی قریب عذاب کریں گے ہم ان کو دوبارہ پھر پھیرے جائیں گے بڑے عذاب کی طرف۔ آیت دوم:

﴿ وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ☆ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾

یعنی گھیر لیا فرعون والوں کو عذاب کی برائی نے وہ آگ کہ حاضر کئے جاتے اوپر اس کے صبح وشام اور جب ہوگی قیامت کہا جائے گا داخل کرو فرعون والوں کو سخت عذاب میں پس ان ہر دو آیت سے عذاب قبر اور عذاب قیامت ثابت ہوا اور بخاری شریف سیپارہ ۵ میں براء بن عازب سے مروی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب بٹھلایا جاتا ہے مومن کو بیچ قبر کے پھر آتے ہیں آنے والے (ملائکہ) اور پھر گواہی دیتا ہے کہ نہیں کوئی لائق بندگی کے مگر اللہ اور پیغمبر اس کا رسول ہے:

" فذلک قوله يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت فی الحيوٰة الدنيا وفی الآخرة "

پس قول اللہ تعالیٰ جس کے معنی یہ ہیں کہ ثابت رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ساتھ بات محکم کے بیچ زندگانی دنیا کے اور آخرت میں اور کہا صحابہ نے یہ آیت نازل ہوئی ہے بیچ عذابِ قبر کے اور بخاری میں ہے کہ سوال کیا حضرت عائشہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عذاب قبر سے فرمایا آپ نے عذاب قبر برحق ہے اور سعید بن عاص سے مروی ہے کہ:

" سمعت النبی ﷺ وهو يتعوذ من عذاب القبر "

یعنی سنا میں نے نبی ﷺ سے کہ آپ پناہ مانگتے ہیں عذاب قبر سے اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے:

" فما رأيت رسول الله ﷺ بعد صلى صلوٰة الا تعوذ من عذاب القبر "

یعنی کہ نہیں دیکھا میں نے رسول خدا ﷺ کو بعد اس کے کہ پڑھی ہو کوئی نماز مگر پناہ مانگی آپ نے عذاب قبر سے اور کتاب بخاری باب الجنائز میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے:

" ان رسول الله ﷺ قال ان العبد اذا وضع فی قبره وتولى عنه اصحابه انه يسمع قرع نعالهم اتاه ملكان فيقعد انه فيقولان ما كنت تقول فی هذا الرجل لمحمدٍ الخ "

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب بندہ رکھا جاتا ہے قبر میں اور پیٹھ پھیرتے ہیں ساتھی اس کے تحقیق وہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

البتہ سنتا ہے آواز جوتیوں ان کی اور آتے ہیں اس کے پاس دو فرشتے پس بٹھلاتے ہیں اس کو اور کہتے ہیں کیا کہتا تھا تو بیچ حق اس شخص کے پس کہتا ہے مومن میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ بندہ اللہ کا ہے اور پیغمبر اس کا ہے:

" انه يفتح له في قبره "

یعنی پھر اس کو جنت کی بشارت دی جاتی ہے اور قبر اس کے لئے فراخ کی جاتی ہے اور کہا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ کافر سے بھی ایسا ہی سوال ہوتا ہے پس کہتا ہے:

" لا ادری کنت اقول ما یقول الناس فیقال لا دریت و لا تلیت ویضرب من حدید

فیصیح صیحۃً الخ "

پس کہتا ہے میں نہیں جانتا اور میں کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، پس کہا جاتا ہے نہ جانا تو نے اور نہ پڑھا تو نے قرآن اور مارا جاتا ہے لوہے کی گرزوں سے یکبارگی مارا جاتا پس نہایت چیختا چلاتا ہے اور سوائے جنوں اور آدمیوں کے سب آس پاس والے اس کی آواز کو سنتے ہیں الخ۔ ان دلائل کے سوا ہزارہا اور بھی دلائل اس پر شاہد ہیں اور تمام کا اس بات پر اتفاق ہے اور عقل بھی اس سے مانع نہیں کہ خدا تعالیٰ اس کے تمام بدن یا اس کے کچھ حصہ میں روح ڈال دے اور اس کو دکھ یا سکھ پہنچائے اور اگر کہو کہ انسان قبر میں ایک ساعت بھی زندہ نہیں رہ سکتا کیونکہ وہاں ہوا بالکل بند ہوتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ خدا قادر ہے جیسا چاہتا ہے کرتا ہے اور اس کے لئے کچھ مشکل نہیں چنانچہ اصحاب کہف کا قصہ اس پر شاہد ہے، وھو ہذا:

" ولبثوا فی کھفھم ثلث مائة سنین وازدادوا تسعاً "

یعنی رہے وہ بیچ غار اپنی کے تین سو برس اور زیادہ رہے نو برس اور وہ پس سوتے تھے اور کروٹیں بدلتے ہیں ہم ان کی داہنی طرف اور بائیں طرف اور کتا ان کا پھیلا رہا ہے دونوں ہاتھ اپنے الخ۔ پس ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ وہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور نہ ان کو وہاں کچھ پہنچتی ہے اور نہ ان کو کچھ خبر ہے چنانچہ اس آیت میں ہے:

﴿ قَالَ قَائِلٌ مِنهُم كَم لَبِثتُم قَالُوا لَبِثنَا يَومًا اَو بَعضَ يَومٍ ...... الخ ﴾

کہا ایک کہنے والے نے ان میں سے کتنا رہے تم، کہا انہوں نے ایک دن یا تھوڑا حصہ دن سے الخ۔ غرضیکہ خداوند کریم جس جگہ کسی بشر وغیرہ کو رکھنا چاہتا ہے اسی جگہ کے موافق اس کے مزاج کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں معترضین کو جنین کی حالت پر غور کرنا چاہئے کہ باوجود یکہ کئی پردوں میں رحم کے اندر جہاں اس کو کسی طرف سے بھی ہوا نہیں ملتی کس طرح زندہ رہتا ہے پرورش پاتا اور پیٹ کے اندر حرکت ڈال کر زندہ کر دیتا ہے۔ فقط قادر کی کس قدر حکمت پائی جاتی ہے۔ اس طرح خدا تعالیٰ قبر کے اندر بھی مردہ میں روح ڈال کر زندہ کر دیتا ہے، فقط۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سوالات از جانب چوہدری غلام یٰسین
از فیض پور چک نمبر ۴۴۰ علاقہ سمندری

سوال : جو اشیاء خوردنی ہندو یا عیسائی یا اور کسی غیر مذہب کے ہاتھوں کی بنی ہوئی ہوں ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : بے شک ہندو و عیسائی وغیرہ بد مذہب کی دستی اشیاء ماکولہ بنی ہوئی سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ یہ لوگ ناپاک و پلید پانی استعمال کرنے سے پرہیز نہیں کرتے اور ان سے عیدوں میں ہدیہ نہ لیا جائے چنانچہ خزانۃ الروایات و محیط ذخیرہ میں مذکور ہے:

" لا ینبغی للمؤمنین ان یقبل ھدیۃ الکافر فی یوم عیدھم ولو قبل لا یرسل الیھم شیئاً "

اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۱۷ میں لکھا ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ نہ کھانا مل کر کھایا جائے اور نہ ہی ان کے برتنوں میں کھانا کھایا جائے کیونکہ یہ لوگ مشرک ہیں اور شراب و خنزیر و حرام اشیاء کو حلال تصور کرتے ہیں لیکن اگر کسی خاکروب کو کوئی مسلمان لاٹھی سے یا کھاری میں روٹی باندھ یا رکھ کر دے اور خاکروب اسی طرح اٹھا کر دوسرے مسلمان کو جا دے تو اس میں کوئی قباحت نہیں آتی جیسا کہ فتاویٰ عبدالحیی میں ہے، فقط۔

سوال : کفار کی نوکری کرنی جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کونسی نوکری جائز ہے؟

جواب : " نوکرئ کفار ان دربعض امور جائز و دربعض ناجائز چنانچہ درفتاویٰ شاہ عبد العزیز جلد۲ صفحہ ۱۱۱ مذکور است اگر نوکری ارتکاب معصیت کبیرہ متوقع باشد مانند محاربہ بامسلمین در پلٹنہا و مانند آں شراب و گوشت مردار و خنزیر وغیرہ خدمتگاران را ایں قسم روزگار ممنوع است ودیگر روزگار کہ در آں ایں چنیں منہیات نباشد مانند نوشتن امور عدالت و مانند منشی گری و مانند قافلہ رسانی و نگہبانی پولیس و مانندآں ممنوع نیست فقط "

سوال : کتب فقہ کو تہمت لگانے والا اور منکر فقہ کون ہوتا ہے؟

جواب : کتب فقہ معتبرہ سے انکار کرنے والا محقق علماء کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے بالعکس شافعیہ و حنبلیہ وغیرہ کے چنانچہ فتاویٰ عزیزی جلد اول صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے کہ:

" اگر منکر شود بجہت آں کہ ایں کتاب از علوم دینیہ است پس ایں خود کفر است "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اوراسی طرح فتاویٰ عبدالحی جلد اول صفحہ ۱۸ میں لکھا ہے:

" لانه اهان الذين ومن اهان الدين فقد كفر "

اور فتاویٰ بزازی میں ہے:

" اذا القى الفتوىٰ علىٰ الارض او قال عند رؤيه الفتوىٰ ردىٌ او قال " ایں چه شرح است يكفر لانه رد حكم شرع "

فقط واللہ اعلم

سوال: جوعورت حیض سے پاک ہو اور غسل نہ کیا ہو اس سے وطی کرنی جائز ہے یانہیں؟

جواب: بے شک اگر عورت ایام معینہ حیض سے پاک ہو جائے اور اس پر وقت نماز کا بھی گزر جائے تو پھر قبل از غسل اس سے وطی کرنا جائز ہے لیکن بہتر ہے کہ غسل کے بعد وطی کرے چنانچہ فتاویٰ عالمگیر و جامع الفوائد و شرح وقایہ و برجندی میں مذکور ہے:

" وحل وطى من قطع دمها الا اكثر الحيض او النفاس قبل الغسل دون من قطع الاقل منه الا اذا مضى وقت يسع الغسل والتحريمة "

اور انواع مولوی عبداللہ دفتر اول صفحہ ۱۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ " بمجرد پاك شدن وطى او حلال گردد ، وليكن مستحب است كه بعد از غسل وطى كنند ۔ اما زينكه پيش از عادتِ خود پاك شود وطى حلال نبود اگرچه غسل كند تادميكه ايام عادت او تمام نگزرد"

فقط واللہ اعلم

سوال: نماز کی ہر رکعت میں بسم اللہ شریف پڑھنی جائز ہے یانہیں؟

جواب: بے شک سورۂ فاتحہ کے قبل ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنی چاہیے، ہکذا فی کتب الفقہ۔

سوال: بڑا بھائی یا کوئی اور ولی نکاح بالغہ کا جبراً کرسکتا ہے یانہیں؟

جواب: بے شک لڑکی عاقلہ بالغہ کا نکاح بر صیغہ جبر نہیں ہوسکتا چنانچہ ہدایہ وشرح وقایہ وقدوری میں ہے:

" ولا يجوز لولى اجباراً لبكر البالغة على النكاح "

یعنی نہیں جائز ولی کو جبر کرنا کنواری بالغہ کو نکاح پر (ہاں) اکراہ سے نکاح جائز ہے۔

"والبكر البالغه لاينجيه عندنا "

(نقل از شرح وقایہ چلپی صفحہ ۵۳)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سوال: ورثہ جو کہ شرعی حساب سے لڑکیوں کو ملتا ہے اس ملک میں چونکہ رواج نہیں ہے پھر مومن ورثہ اپنا لڑکیوں کو دیتا ہے، کیا اس ملک میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ضروری دینا چاہئے کیونکہ رواج زمانہ بمقابلہ نص ربانی معتبر نہیں بلکہ مردود و متروک ہوا کرتا ہے اور قرآن مجید میں ہے:

﴿ یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِ کُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ﴾

یعنی اللہ تمہیں وصیت کرتا ہے۔ تمہاری اولاد کے حق میں، مردوں کے لئے ہے مانند حصہ دو عورتوں کے الخ اور ترکہ لڑکیوں کو بوجہ رفتار زمانہ کے نہ دینا سخت گناہ ہے اور منکر اس کا کافر ہے۔ ہکذا فی کتب الفقہ، فقط۔

سوال: بیع فاسد کون کونسی ناجائز ہے اور کون کون سی جائز ہے؟

جواب: ہر ایک اشیاء بن بیع فاسد ناجائز ہے اور وہ مثل مردار خون و شراب و خنزیر و حر و بیع ام ولد و مدبر مطلق و کاتب اور اسباب عوض شراب وغیرہ کے ہے اور بیع باطل بھی جائز نہیں اور ان کی مثالیں بہت ہیں، فقط۔

سوال: اگر نفاس کی حد کے اندر خون بند ہو جائے تو نماز روزہ تلاوت وطی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک اگر عورت نفاس سے ہمیشہ چالیس یوم کے اندر پاک ہو جاتی ہے اور خون پھر بالکل اس کو چالیس یوم کے اندر کبھی نہ آتا ہو تو اس عورت سے وطی وغیرہ جائز ہے۔

بہتی مدت حیض دی دہ چالی نفاس　　　　تھوڑی مدت نہ کجھ جتھے رہے تتھے پاک

(از انواع عبداللہ)

سوال: بیعت کسی بزرگ سے کرنی فرض ہے یا واجب یا سنت؟

جواب: بیعت بزرگان سنت ہے۔ خواجہ کائنات علیہ السلام اور آل واصحاب کرام ومشائخ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے یہ معمول ہے چنانچہ قرآن مجید واحادیث صحیحہ میں مذکور ہے آیت شریف:

﴿ فَاسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ آیت شریف ﴿ وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ﴾

یعنی جو شخص میری طرف رجوع ہوا اس کے رستے کی پیروی کرو اور فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے کہ یہ طریق سنت ہے اور قرآن مجید میں ہے:

﴿ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ ﴾

سوال: جس شخص کو مرض سلسل البول کی ہو وہ کپڑا کتنی مدت کے بعد دھوئے اور اس کے وضو کی حد کتنی ہے؟

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جواب : وضوء کی مدت وقت نماز تک ہے کپڑا بار بار دھونے اور بدلانے کی چنداں ضرورت نہیں تاوقتیکہ عذر دور نہ ہو، فقط۔

سوال : محبت کفار وشیعہ ونیچری ومرزائی وغیرہ سے کرنی جائز ہے یانہیں؟

جواب : بے شک ان کے ساتھ موانست ومجالس ومواکلت کرنا حرام ہے چنانچہ تفسیر عزیزی وغنیۃ وصواعق محرکہ میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

" ان اللہ اختارنی واختارلی اصحاباً وانصاراً وسیأتی قومٌ یسبونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم الخ "

باقی حال سلطان الفقہ حصہ اول وسیف النعمان میں دیکھیں۔

سوال : مونچھوں کا بڑھانا اور داڑھی کا منڈوانا اسلام میں کیسا ہے؟

جواب : بے شک داڑھی کا منڈوانا اور مونچھوں کا بڑھانا گناہ کبیرہ ہے چنانچہ مشکوٰۃ باب الترجل وترمذی میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

" قال من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا "

یعنی جو شخص لبوں یعنی اپنی مونچھوں کو نہیں لیتا یعنی کترتا وہ ہم سے نہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کتراؤ یہ حدیث مسلم وبخاری میں ہے:۔

" خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واخفوا الشوارب "

اور قرآن مجید میں ہے:

﴿ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي ﴾

یعنی حضرت ہارون نے اپنے بھائی کو کہا کہ میری داڑھی نہ پکڑ اور کتاب شیعہ اطواق الحمایت میں لکھا ہے:

" ثم قبض علی لحیتہ وھی بیضاء وقال علیہ السلام من قطع اللحیۃ قبل القبض اسود وجھہ یوم القیامۃ ولم ینک شفاعتی "

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو داڑھی قبل مشت ہونے کے کٹاتا ہے۔ اس کا منہ قیامت کے دن سیاہ ہوگا اور میری شفاعت سے محروم ہوگا۔

(نقل از فتاوی برخوردار محمد)

" قال اخبرنا ابو حنیفۃ عن الھشیم عن ابن عمر انہ کان یقبض علی لحیہ ثم یقص ما تحت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

القبضة قال محمد وبه ناخذ وهو فعل ابی حنیفة"

(نقل از آثار امام محمد صفحہ ۲۲۲)

" روی الامام الطحاوی انه قال النبی ﷺ من قطع شعرةً من لحیته او من تحت لحیته لا یستجاب دعاؤہ، ولا تنزل علیه الرحمة ولا ینظر الله الیه نظر رحمة وتسمیة الملئکة ملعوناً وهو عندالله بمنزلة الیهود والنصاریٰ "

یعنی فرمایا آپ نے جو شخص کٹاوے بال داڑھی اپنی سے نہیں قبول کی جاتی دعاء اس کی اور نہیں اترتی اس پر رحمت اللہ کی اور نہ نظر کرے گا اللہ طرف اس کے رحمت کی اور فرشتے اس کا نام ملعون رکھتے ہیں اور نزدیک اللہ تعالیٰ کے ہوتا ہے بمنزلہ یہود و نصاریٰ کے اور شرح فقیہہ میں ہے:

" ان من حلق او قصر لحیته، لا تجوز امامته، وفی صلوٰة نفسه کراهة "

یعنی جس نے داڑھی منڈائی یا کترائی اس کی امامت جائز نہیں اور فی نفسہ بھی اس کی نماز مکروہ ہے۔

سوال : گلے میں زنجیر اور سونے کی انگوٹھی مرد کو جائز ہے یا نہیں؟

جواب : دستِ چپ انگشتِ خنصر چاندی بقدر سہ ماشہ کی انگشتری اگر بادشاہ یا قاضی یا نمبردار یا متولی وغیرہ کو جسے مہر لگانے کی ضرورت ہو جائز ہے سوائے ان کے اوروں کو اس سے ترک افضل ہے اور سونے کی انگشتری مردوں کو بالاتفاق حرام ہے۔

" وہر کسے را کہ حاجت مہر کردن باشد مثل متولی وغیرہ نیز حکم قاضی دارد کذا فی درالمختار" اور مالا بدمنہ میں ہے" بادشاہ وقاضی را انگشتری برائے مہر داشتن سنت است و دیگراں را ترک افضل است " وزنجیر سونے اور چاندی کی مردوں کے لئے حرام ہے اور لڑکوں کو زیور پہنانا بھی ناجائز ہے۔

سوال : رشوت کس کو کہتے ہیں؟

جواب : " کسے کہ مے آید و میر و دمیاں راشی و مرتشی و زیادہ میکند برائے یکے زیادہ میکند برائے دیگر آنرا بلغتِ عرب رائش میگوئیند و رشوت دادن و گرفتن حرام است و مرتکب و مستحق حرام ناراست چنانچہ ترمذی وابن ماجہ از عبداللہ بن عمر روایت میکند"

" لعن رسول الله ﷺ الراشی والمرتشی "

یعنی " لعنت کردہ رسول اللہ ﷺ رشوت دہندہ ورشوت گیرندہ را " اور مالا بدمنہ میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

لکھا ہے مگر " آنکه دادن رشوت برائے دفع ظلم جائز است "اور میرے خیال میں ہرگز دینا جائز نہیں اور ڈراوادے کر لینا بھی مسلمان کو حرام ہے اور رشوت یہ ہے کہ زید اور عمر کے درمیان بکر کوئی امر خوف کا ڈال کر کچھ لے لیوے یا ایک طرف سے کمی کرنا اور دوسری طرف ناحق زیادتی کرنا اور ان سے کچھ لے لینا رشوت ہے جیسا کہ اکثر اوقات محکوم لوگوں سے سرکاری آدمی کچھ لے کر چھوڑ دیا کرتے ہیں ہاں کسی کا کام اگر محض برصیغہ اخوت کیا اور اسے کچھ بطور ہدیہ خود بخوددے کر اپنی رضامندی سے روانہ کر دیا تو یہ لے لینا جائز ہے یا اگر کسی نے کہا تو میرے ساتھ فلاں جگہ چل اور میرا کام کر دے تو میں اس قدر دوں گا اس نے کہا اس قدر روپیہ دے تب میں یہ کام کروں گا تو اس صورت میں یہ اجرت جائز ہے۔

سوال : سودخوار کی امداد اور سود دلوانا اور گواہی سود والے کی اگر سچی ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب : بے شک ازروائے شرح شریف امداد سودخوار اور سود دلوانا اور گواہی سودخوار کی عدالت میں جا کر دینا حرام ہے چنانچہ بخاری شریف پارہ ۶ میں ہے:

" اکل الربو وشاهده کاتبه "

یعنی ہر تینوں پر خداوند کریم کی لعنت ہے اور قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾

یعنی برے کاموں پر امداد مت دو کیونکہ برے کاموں میں کسی کو امداد دیتا ہے وہ منہم ہی شمار ہوتا ہے لقولہ تعالیٰ:

﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ﴾

" عن جابر لعن رسول الله ﷺ اکل الربوا وموکله و کتابه وشاهدیه وقال هم سواء "

(رواہ مسلم)

یعنی جابر سے مروی ہے کہ لعنت کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود کھانے والے کو اور سود کھلانے والے کو اور کاغذ لکھنے والے کو اور اس کے گواہوں کو روایت کیا اس کو مسلم نے اللہ تعالیٰ ایسے برے افعال سے ہر مومن کو بچائے۔

آمین ثم آمین

☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

نقل فتویٰ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت

مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی:۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم غیر مقلد جو کہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر جائے اور اس کی نماز جنازہ ایک غیر مقلد پڑھائے اور اس غیر مقلد کے پیچھے ایک عالم حنفی المذہب غیر مقلد متوفی کے اعمال کو اور غیر مقلد کے اقتداء کو جائز سمجھ کر نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے پڑھے حالانکہ خود عالم حنفی المذہب قبل ازیں لوگوں کو عقائد غیر مقلدین سے منع کرتا ہو پس اس حالت میں جب کہ عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد کی نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے جائز تصور کر کے ادا کی ہو تو اس پر از روئے شرع محمدی کیا تعزیز ہوتی ہے اور کیا بلا توبہ و استغفار ایسے عالم حنفی کی اقتداء جائز۔ عقائد وعملیات عالم غیر مقلد متوفی وامام غیر مقلد وائمہ اربعہ مجتہدین کے مسائل استنباط و اجتہادیہ کہ خلافِ حدیث سمجھنا اور ان کے برعکس فتویٰ دینا اور عمل کرنا مثلاً:

۱: نماز تراویح ۲۰ رکعت سے کم ہرگز کسی امام کے نزدیک نہیں۔ وہ آٹھ رکعت کا حکم دیتا اور عمل کرتا ہے۔

۲: مسئلہ طلاق ثلاثہ جو کہ فی کلمۃٍ واحدۃٍ اوجلسۃٍ واحدۃٍ کے کہی گئی ہوں اس طلاق ثلاثہ کو حکم رجعی طلاق کا دے کر بدون نکاح شوہر ثانی اس کے ساتھ نکاح کرا دیتا ہو اور تقلید شخصی سے بالکل انکار کرتا رہا ہو علاوہ ازیں آمین بالجہر کہنا امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہاتھ سینہ پر باندھنا سورۂ فاتحہ وغیرہ میں ض کی جگہ ظ پڑھنا وغیرہ وغیرہ جائز سمجھنا اور اس پر مداوت کرنا۔ بینوا و توجروا

خاکسار محمد ظہیر الدین خان ثمن برج وزیر آباد

جواب: سائل نے جو فہرست گنی ہے وہ غیر مقلدین کے بعض فروعی مسائل باطلہ واعمال فاسدہ کی ہے ان کے عقائد اور ہمیں جن میں بکثرت کفریات ہیں، ان میں بعض کی تفصیل رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ میں ہے جس میں ستر وجہ سے ان پر اور ان کے پیشوا پر بحکم فقہائے کرام لزوم کفر ثابت کیا ہے۔ کسی جاہل صحبت نایافتہ کی نسبت احتمال ہوتا کہ وہ ان کے عقائد ملعونہ سے آگاہ نہیں۔ ظاہری صورت مسلمان دیکھ کر اقتداء کر لی اور نماز جنازہ پڑھ لی مگر جسے عالم ہونے کا دعویٰ ہو اور ان کے عقائد پر مطلع ہو اور لوگوں کو ان سے منع کرتا رہا ہو پھر انہیں اچھا جان کر ان کے جنازہ کی نماز پڑھے اور ان کی اقتداء کرے تو ضرور اس کے عقیدہ میں فساد اور اس کے ایمان میں خلل آیا اور وہ بھی منہم شمار ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اب اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں اور اس پر توبہ وتجدید اسلام لازم ہے اور اگر عورت رکھتا ہو تو بعد توبہ وتجدید اسلام تجدید نکاح کرے۔

" واللہ یھدی من یشآء الی صراطٍ مستقیم ، ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً ، ومن نکث فانما ینکث علی نفسہٖ ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید ، ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین نسئل اللہ العفو و العافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم "

مہر مدرسہ اہل سنت والجماعت بریلی (مہر محمد اسمٰعیل ابومطہر بریلوی) (مہر محمد امجد علی رضوی بریلوئی) (مہر مصطفیٰ رضا خاں آل الرحمٰن ابوالبرکات محی الدین جیلانی) (مہر محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی (مہر عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں حنفی قادری) الجواب صحیح ، واقعی فرقہ وہابیہ نجدیہ کے پیچھے نماز عالم حنفی کی جائز نہیں ہوتی کیونکہ ان کی نوبت کفر تک پہنچ گئی۔

احقر المسکین امام الدین کھوکھر حنفی سکنہ جلال پور جٹاں

☆☆☆☆☆

نقل فتویٰ مولوی اصغر علی صاحب روحی:

اقول و باللہ التوفیق ، فرقہ غیر مقلدین جو وہابیہ نجدیہ کے طریق پر چلتے ہیں بوجہ چند عقائد باطلہ کے اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں لہٰذا وہ لوگ طریق حضرات سلف یعنی صحابہ وتابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ اجمعین کے برخلاف ہیں کیونکہ قرون ثلاثۃ مشھود لھا پس فرقہ وہابیہ جن کے عقائد مشہور دور ونزدیک ہیں اہل السنّت کا فرقہ نہیں کہلا سکتا بلکہ اہل بدعت وہوا ہیں اور مبتدع از روئے احادیث صحیحہ ہرگز قابل حرمت نہیں ، بلکہ ان کے احترام پر وعید وارد ہوئی ہے۔ امامت منصب احترام ہے لہٰذا ایسے مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اور جو حنفی ان کے عقائد کو جائز سمجھ کر پڑھے وہ بھی بدعتی ہے اس کی امامت بھی جائز نہیں۔

فقط۔ خاکسار اصغر روحی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور۔

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نقل مختصر از فتویٰ مولوی نور اللہ شاہ صاحب فاضل اجل چک ۱۶۰ ابا نگا علاقہ لائلپور:

بے شک فرقہ غیر مقلدین ضل اور مضالہ ہے ان کے پیچھے ہرگز نماز حنفی مذہب کی جائز نہیں اور جو ان کے پیچھے جائز سمجھ کر پڑھے اس کو علانیہ توبہ کرنی چاہئے اور تعزیر، فقط۔

نقل فتوائے علمائے نعمانیہ لاہور:

ان تینوں فتووں کے ساتھ مجھ کو اتفاق ہے۔ یقیناً غیر مقلدین فرقہ ضالہ ہے اور قابل امامت نہیں۔ بے شک غیر مقلدین کے پیچھے نماز درست نہیں اور جو شخص دیدہ دانستہ ان کی اقتداء کرے مبتدع ہے۔

فقط نور محمد کیملپوری

واقعی غیر مقلدین قابل امامت مقلدین کے نہیں ہیں۔ مقلدین اہل سنت والجماعت کو ان سے من کل الوجوہ احتراز لازمی ہے۔

۱۲ غلام محمد خان ساکن جنڈیال ضلع کیملپور

فرقہ وہابیہ کا اعتقاد ہے کہ انبیاء و اولیاء خدا تعالیٰ کے نزدیک مثل چمار کے رتبہ رکھتے ہیں۔
(نقل از تفویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل پیشوائے ایں فرقہ)

اور اپنا نام موحد رکھا ہوا ہے اور حنفیہ کرام کو یہ لوگ مشرک کہتے ہیں اور ظاہر ہے جو مسلمان کو کافر کہے وہ کافر ہوتا ہے۔ مولانا مولوی شیخ احمد کاشمیری رسالہ رجوم الشہابیہ فی رد وہابیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

کہ بلا شک ایں خبیثان کافر مطلق اند کہ مہینِ انبیاء و مکفر اہل حق اند

پس جب ایسے اجل علماء کے ان کے کفر پر فتوے ہیں تو پھر ان کی نماز جنازہ اور ان کی اقتداء کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔ الغرض غیر مقلدوں کی اقتداء ہرگز جائز نہیں۔

کتبہ:

محمد عالم امام مسجد گمٹی بازار لاہور

غیر مقلدین کے پیچھے نماز مقلدین کی چند وجوہات سے ناجائز ہے۔ کتبہ:

محمد امین امام مسجد متصل برو د خانہ لاہور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

از جانب مولوی معنوی ابراہیم چک گا گر ضلع ملتان

سوال: حقہ پینا نزدیک علمائے دین شرع متین کے جائز ہے یا حرام؟

جواب: اس مسئلہ میں علمائے دین کا بہت اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک مکروہ اور بعض کے نزدیک حرام اور فقیر کہتا ہے کہ بہرحال اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے کیونکہ مکروہ پر دوام عمل کرنا بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور کتاب درالثمین مؤلفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی صفحہ ۹ میں لکھا ہوا ہے کہ ایک شخص نے صرف حقہ مہمانوں کے لئے اپنے گھر میں بنا رکھا تھا اور اس سبب سے وہ آپ ﷺ کی زیارت سے محروم رہا، وھو ہذا:

" اخبرنی سید الوالد قال کان رجل من اصحابنا لا یشرب التنباک ولکنه' کان قد هیا القدرة لاضیافه فرأی النبی ﷺ فی النوم اوالیقظة لا ادری ای ذٰلک مقبلاً الیه ثم اعرض وخرج ذٰلک المکان قال فشد نشذذت الیه وقلت یارسول الله ما ذنبی فقال فی بیتک القدرة ونحن نکرهها ...... الخ "

جناب کے والد کا بیان ہے کہ ہمارے یاروں میں سے ایک شخص خود تو حقہ نہ پیتا تھا لیکن اس نے مہمانوں کے واسطے بنا رکھا تھا تو اس نے دیکھا نبی علیہ السلام کو نیند یا بیداری میں (یہ دریافت نہیں) کہ آپ تشریف لائے اس کی طرف اور منہ پھیر لیا اور اس مکان سے باہر تشریف لے گئے اور کہا اس نے آپ گریزاں ہوئے۔ میں آپ کے پیچھے دوڑا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھ سے کیا خطا ہوئی۔ فرمایا تیرے گھر میں حقہ ہے جو ہمیں برا معلوم ہوتا ہے فقط۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ جب اس کا بزرگانِ خدا کے نزدیک گھر میں رکھنا اس قدر برا ہے تو پھر اس کا استعمال کرنا کس طرح جائز ہوگا اور بخاری شریف میں حدیث بدیں مضمون وارد ہے کہ آپ کی ذات خوشبودار چیز کو بہت محبوب رکھتی تھی، نہ بدبو کو اور فرمایا کہ تم اپنے منہ کو مسواک سے صاف اور پاک رکھو اور مسجد میں تھوم و بصل خام کھا کر مت داخل ہو کیونکہ ان کے کھانے سے منہ سے بدبو آتی ہے اور فرشتوں کو ایذاء پہنچتی ہے اور یہ حرام ہے اور فتویٰ جامع الفوائد ۴۲ بحوالہ علام الرحمٰن فی نفی حل شرب الدخان لکھا ہے:

﴿شعر﴾

یہ حقہ بڑ بڑ کرتا ہے ایہ شیطون کا خایہ ہے
ایہ لمبا کانا ایسا ہے جیسا شیطون ذکر چھپایا ہے
کتنے پیر پیغمبر گزرے کسے نہ دھواں کھایا ہے
ہن ملاں قاضی پیون لگے انہاں بھی دین ونجایا ہے

پس برادران اسلام وصوفیائے کرام کو چاہیئے کہ اس سے اجتناب کریں اور راہِ مستقیم پر چلیں اور باقی مفصل ذکر اس کا ان شاء اللہ جلد نمبر ۳ میں آئے گا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ کتب صحاح ستہ میں یعنی بخاری ومسلم وابن ماجہ وترمذی وابوداؤد میں کہیں امام صاحب کا نام نہیں اگر وہ محدث ہوتے تو ضرور ان کا نام اوران سے روایات مسطور ہوتیں؟

جواب: کتاب الحنفاء صفحہ ۱۴۱ میں محدث جونپوری نے بایں طور اس کا جواب تحریر کیا ہے کہ فرقہ وہابیہ نجدیہ کو ابتداء سے امام اعظم کوئی حامی سنت سے عداوت تھی، ممکن ہے کہ انہوں نے امام صاحب کا نام تمام صحاح ستہ سے بوجہ عداوت نکال دیا ہو، کیونکہ اول یہ کتابیں قلمی تھیں اوران میں امام صاحب موصوف کا نام تھا اور جو ہندوستان میں چھپی ہیں ان میں کہیں نام ونشان امام صاحب کا نظر نہیں آتا چنانچہ کتاب ترمذی کے آخر کتاب العلل میں اس عبارت کو خاص اڑوایا ہے، وھو ھذا:

"حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو یحی الحمانی قال سمعت ابا حنیفة یقول ما رأیت اکذب جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح"

یہ عبارت مصر کی چھپی ہوئی ترمذی میں موجود ہے اور اسی پر ناظرین کو قیاس کر لینا چاہئے اور علاوہ اس کے انہی کتابوں میں امام صاحب کے شاگردوں کے شاگردوں کے اسماء سے جب یہ کتابیں بھری ہوئی ہیں پھر امام صاحب لاعلم اور ضعیف کہلائیں، سبحان اللہ یہ کونسی عقل اور ایمانداری کی بات ہے۔ دیکھو بخاری کی سندوں میں عبدالرزاق، حفص، بن غیاث حفص بن عمر، حفص بن غیاث، عبدالرحمٰن بن مہدی، ابونعیم ابن ابی زائد، یونس ابن ابی مریم، عثمان ابن ابی شیبہ، وکیع ابن المبارک علی بن المدینی، علی بن الجعد، وغیرہ یہ سب امام صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں اور خود امام بخاری امام صاحب کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اور کوئی محدث امام صاحب کے بعد نہیں گزرا جس نے امام صاحب موصوف سے کسی نہ کسی واسطہ سے علم حاصل نہ کیا ہو اور فقیر ان شاء اللہ تعالیٰ تیسرے اور چوتھے جلد میں بطور شجرہ دکھادے گا اور اس جگہ بھی بخاری کے شاگرد ہونے کا نقشہ لکھ دیتا ہے۔

(نقل از کتاب الحنفاء صفحہ ۲۸)

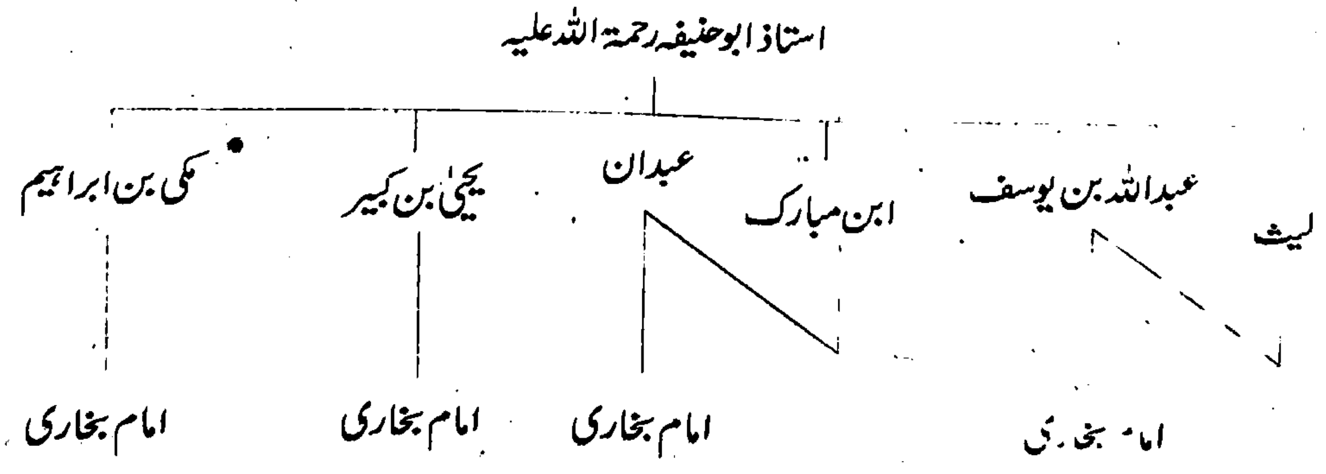

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

پس اگر امام صاحب ضعیف ہیں تو یہ سب کے سب ان کے نزدیک ضعیف ٹھہریں گے اور تمام صحاح ستہ قابل عمل نہ رہا۔

سوال: از جانب میاں حسن محمد صاحب ٹھیکیدار ڈھونیکے، ابراہیم غیر مقلد کہتا ہے کہ مذہب حنفی میں کتے کی کھال پر نماز پڑھنی جائز ہے، یہ کیونکر ہے؟

جواب: یہ محض ان کی دھوکہ بازی اور ناسمجھی ہے کیونکہ اب تک کسی عالم حنفی نے نہ یہ فعل کیا ہے اور نہ ہی اس پر فتویٰ دیا ہے اور علاوہ اس کے ابوالمکارم نے لکھا ہے کہ کتا نجس العین اور صحیح یہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں کیونکہ اس کا شکار پکڑا ہوا کھانا جائز ہے چنانچہ قاضی خاں میں ہے اور جو بعض کتب فقہ حنفیہ میں لکھا ہے کہ اگر چمڑہ کتے کا دباغت دیا گیا ہو تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے تو اس کا جواب چند وجہ پر دیا جاتا ہے، اول تو یہ روایت مرجوح اور ضعیف ہے جو کہ قابل عمل نہیں چنانچہ کتاب نصرۃ المجتہدین صفحہ ۲۴۳ میں مذکور ہے:

"ما وقع فی بعض الروایات الضعیفة المرجوحة من جواز لبس جلود السباع فذلک انما هو ضرورة ودفع الحرج عمن لا یجد غیرها واما مع وجود الثیاب فلم یقل بجواز لبسها احدٌ ولم یذکر فی کتبنا الخ"

یعنی جو بعض روایات ضعیفہ مرجوحہ میں ہے کہ درندوں کا چمڑہ پہننا درست ہے پس وہ حکم بوقت ضرورت ہے اس شخص کے حق میں جس کو اور کوئی چیز ستر چھپانے کے واسطے نہ ملے اور بوقت کپڑوں کے ملنے کے کسی حنفی نے اس کے جواز کا حکم نہیں دیا اور نہ کسی کتب حنفیہ میں اس کا ذکر ہے، الخ۔ اور بوقت اشد ضرورت تو مردار و لحم خنزیر بھی مباح ہے خود قرآن مجید شاہد ہے

ترمذی میں حدیث ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

"ایما اهابٌ دبغ فقد طهر"

یعنی جس قسم کا چمڑہ دباغت دیا جائے گا وہ بے شک پاک ہو جائے گا الخ۔ اب حضرات غیر مقلدین کو چاہیے کہ آئندہ کسی ضعیف اور مرجوحہ روایت پر فقہ حنفیہ میں جو درج ہے اعتراض نہ کریں اور ذرا اپنے مذہب کی کتابوں کو بھی دیکھیں اور جواب دیں وہو ہذا:

"ایما اهابٌ دبغ فقد طهر شعر الانسان والمیتة والخنزیر طاهر"

(کنز الحقائق صفحہ ۱۳)

یعنی کہا وحید الزمان نے کہ دباغت سے آدمی کے بال و چمڑا مردار و سوئر کا بھی پاک ہو جاتا ہے اور اسی صفحہ میں لکھا ہے کہ لعاب و پسینہ کتے کا بھی ایک قول میں پاک ہے اور طریقہ محمدیہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ اگر پانی قلیل ہو تو نجاست پڑنے سے پلید نہیں ہوتا اور فتح المغیث صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے کہ اگر بلی یا کتا یا سور کنوئیں میں گر کر مر جائے یا ایک لوٹا یا پیالہ یا گھڑے میں اس قدر گوبر یا موت یا شراب یا کوئی نجس شے پڑ جائے جس سے اس کا رنگ اور بو اور مزہ نہ بدلنے پائے یا اس میں کتا یا سور منہ ڈالے تو وہ پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے۔ وضوء نماز اس سے درست اور پینا اس کا جائز اور طریقہ محمدیہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

صفحہ ۷ سے صاحب فتح المبین صفحہ ۵۶ میں بایں طور لکھا ہے۔ وھو ہذا:

بول پسر شیر خوار اور پیشاب اور گوبر سور کا اور بول کتے گدھے اور گھوڑے اور خچر اور بندر اور ریچھ اور بھیڑیئے اور بلی اور شیر وغیرہ حیوانات کا و براز و چربی و خون و منی و شراب یہ سب چیزیں پاک ہیں۔

(نقل از فتح المغیث صفحہ ۵)

پس اب حضرات غیر مقلدین اس پر عمل کریں اور اپنے بال بچوں اور بیبیوں کو بھی یہ تعلیم دیں اور ہم مذہب حنفیہ کو مہربانی فرما کر قرآن مجید و حدیث صحیح سے ان کا ثبوت دیں، فقط۔

سوال: کوئی ایسا بھی وظیفہ ہے جو ہر حاجت و ہر مراد دینی و دنیاوی کے لئے کافی ہو اور ہر مصیبت کے لئے مشکلکشاء ہو؟

جواب: بے شک ایسے بہت سے وظائف ہیں لیکن بندہ کے نزدیک وظیفہ " یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاًللہ " کا بہت اعلیٰ اور ہر ایک مصیبت و رفع بلیات کے لئے تیر بہدف ہے اور بندہ نے کئی بار تجربہ کیا ہے اور اس کی ترکیب یہ ہے پہلے دو رکعت نماز نفل بنیت طلب حاجت پڑھے اور ہر دو رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد سر بسجود ہو کر یہ کلمات پڑھے:

" یا شیخ الثقلین یا قطب الربانی یا محبوب السبحانی یا محی الدین ابا محمدٍ سید عبدالقادر جیلانی اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی ھذہ یا قاضی الحاجات "

پھر کھڑا ہو کر بغداد کی طرف گیارہ قدم چلے اور ساتھ ہر قدم کے آواز بلند یہ کلمات پڑھے:

" یا شیخ الثقلین یا قطب الربانی یا غوث الصمدانی یا محبوب السبحانی ابا محمد السید عبدالقادر جیلانی "

اور بعد ازیں مراقبہ کرے اور مراقبہ میں ایک سو ساٹھ بار کلمہ توحید پڑھے پھر سجدہ کرے اور سجدہ میں یہ کلمات تیس بار پڑھے:

" یا روح القدس و یا جنود اللہ و عباداللہ اغیثونی وامددنی فی قضاء حاجتی ھذا یا قاضی الحاجات آمین آمین "

اور ان کلمات کے پڑھنے سے پہلے خوشبودار دھونی دہکاوے اور گیارہ مسکینوں کو حسب طاقت کھانا کھلائے یا صدقہ دے اور یہ کام بوقت شب بطہارت بدن ولباس جگہ صاف اور گوشہ میں کریا اور اپنے پاس خوشبوئی بھی رکھے، ان شاءاللہ جس کام کے لئے اور جس نیت سے اس کو بطریقہ مذکورہ بالا پڑھے گا وہ بفضل خدا پورا ہوگا اور قلب بھی منور ہو جائے گا اور اس کی اجازت عزیزان و خریداران فتاویٰ ہذا کے لئے ہے۔ بے شک آزمائیں اور فقیر کو دعا دیں اور اس کے جواز کا ثبوت جلد اول

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

میں مفصل گزر چکا ہے اور کتاب تکملہ امام یافعی و بہجۃ الاسرار وتفریح الخاطر صفحہ ۶۸ اور کتاب نور ربانی علامہ بھیروی صفحہ ۵۶ بحوالہ قصیدہ شیخ عبدالقادر جیلانی سے بایں طور لکھا ہے:

﴿ابیات﴾

و مریدی اذا دعا نی بشرقٍ او بغرب او نازل بحرطام

اغثه لو کان فوق هواء انا سیف قضاء لکل خصام

انا فی الحشر شافع لمریدی عند ربی فلا یرد کلامی

انا شیخ و صالح وولی انا قطب وقدوة للانام

انا عبدالقادر لطاب وقتی جدی المصطفیٰ شفیع الانام

فعلیه الصلوٰة فی کل وقتٍ وعلی اله بطول الدوام

یعنی میرا مرید جب پکارے مجھ کو مشرق میں یا مغرب میں یا تلے دریا چڑھے ہوئے کے اس کی فریاد کو پہنچوں گا اگر ہو اوپر ہوا کے اگر چہ میں تلوار ہوں قضاء کی واسطے ہر خصومت کے میں قیامت میں سفارش کرنے والا ہوں اپنے مرید کا اپنے رب کے پاس سو میری کلام نہ رد کی جائے گی۔ میں شیخ الاسلام ہوں اور مقبول عنداللہ اور دوست خدا میں قطب ہوں اور پیشوائے خلق ہوں۔ میں عبدالقادر ہوں خوش ہوا وقت میرا، جد میرے مصطفیٰ ﷺ ہیں جو شفاعت کرنے والے ہیں خلق کے پس ان پر صلوات ہر وقت ہو اور ان کی آل پر بھی ساتھ درازی دوام کے۔

فقط اللهم اغفرلی ولمن سعیٰ

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ان اعتراضوں کے جواب جو میرزائی اہل سنت والجماعت پر کرتے ہیں:

استفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسائل ذیل میں جو نمبر وار درج کئے جاتے ہیں:

۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری سے آسمان پر اٹھائے گئے یا صرف روح؟

۲: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک زندہ ہیں یا نہیں، اگر زندہ ہیں تو کیا کھاتے ہیں کیونکہ انسانی زندگی کا مدار اس پر ہے

۳: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آسمان سے کب ہوگا اور کس شریعت پر ان کا عمل ہوگا اور اپنے آپ کو نبی کہلائیں گے یا امتی؟

۴: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس ذریعہ سے آسمان پر گئے، ہوا یا بجلی یا کسی تخت پر سوار ہو کر چلے گئے؟

۵: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں دفن ہوں گے اور کتنی مدت دنیا میں رہیں گے؟

۶: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ونزول آسمانی سے انکار کرنا کفر ہے یا نہیں؟

۷: نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟ اور خلیفہ کے کیا معنی اور اس کی تعریف کیا ہے؟

۸: مجدد کے کیا معنی اور کس کو کہتے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی نے جو دعویٰ کیا کہ میں نبی اور رسول اور مجدد زماں اور کرشن جی ہوں اب اس کو کیا مانا جائے مسلمان یا اس کے برعکس یا اس کے دعویٰ کے موافق؟

۹: مرزا صاحب کو کوئی شخص نبی یا رسول یا مجدد کرشن جی مانے یا صرف اس کے افعال کو اچھا سمجھے تو ایسے شخص کا مذبوحہ یا ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا یا ناطہ لینا دینا از روئے مذہب اہل سنت والجماعت جائز ہے یا نہیں، قرآن وحدیث سے بلا تاخیر تحریر فرمائیں۔

جواب ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ہوا ہے نہ کہ صرف روحانی کیونکہ قرآن شریف میں روح کا ذکر نہیں قتل وصلیب کی تردید کی گئی ہے کہ " وما قتلوہ وما صلبوہ "یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا اس نص قرآنی سے رفع جسمانی ثابت ہے کیونکہ قتل اور صلیب کا فعل جسم پر وارد ہوتا ہے نہ کہ روح پر پس جس چیز کو قتل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور صلیب سے بچایا اسی کو اٹھایا اور روح کو نہ کوئی قتل کرسکتا ہے اور نہ صلیب پر چڑھا سکتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ جسم کا رفع ہوا کیونکہ قتل اور صلیب سے جسم ہی بچایا گیا۔

(۲) جسم و روح مرکبی حالت کا نام عیسیٰ تھا ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ میں جو ضمیریں ہیں وہ حضرت عیسیٰ جو کہ روح و جسم دووں کی مرکبی حالت کا نام ہے ان کی طرف راجع ہیں جب عیسیٰ مرکبی حالت میں بچایا گیا اور اسی حالت میں اٹھایا گیا تو ثابت ہوا کہ رفع جسمانی ہوا۔ انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح شاگردوں کو دعا دیتا ہوا اور شہد و روٹی کھاتا ہوا اٹھایا گیا جس سے ثابت ہوا کہ جسمانی ہوا کیونکہ صرف روح نہ کھاتا ہے اور نہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرسکتا ہے، پس جسم مع روح کا رفع بحالت زندگی ہوا چنانچہ شیخ شہاب الدین المعروف ابن حجر تلخیص الجیر مطبوعہ دہلی مطبع انصاری جلد۲ صفحہ ۳۱۹، ۳۲۰ پر لکھتے ہیں:

" واما رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علی انه رفع ببدنه حیاً "

یعنی اس پر اتفاق ہے حدیثوں اور تفسیروں کا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن کے ساتھ بحالت زندگی اٹھائے گئے۔

جواب نمبر ۲: حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں جیسا کہ اجماع سے ثابت ہے حیاً اٹھایا گیا، اس کے کھانے پینے اور بول و براز کا جواب یہ ہے کہ آسمانی کرہ ہر ایک زمین سے کئی حصے زیادہ ہے اور جدید علم حکمت سے ثابت ہے کہ ہر ایک دنیاوی اشیاء آسمانی تاثیرات سے معرض ظہور میں آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿رَزَقُكُمْ فِي السَّمَآءِ﴾

یعنی تمہارا رزق یعنی روزی آسمان میں ہے۔ دوم حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط آسمان سے نصوص قرآنی سے ثابت ہے پس جو کھانا پینا وغیرہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو ملتا تھا وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملتا ہے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھانا نہیں ملتا اور بھوکے رہتے ہیں، کوئی آسمان پر گیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکایت سن آیا ہے تو بتادے یہ صرف علوم حکمت و فلسفہ سے ناوقفیت کا باعث ہے کہ ایسے ایسے اعتراض کئے جاتے ہیں جب آسمان پر ہیولے یعنی مادہ اور عناصر موجود ہیں تو آسمانی مخلوق کو رزق کا ملنا کیا قیاس فاسد ہے جب کہ علوم جدیدہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ مریخ، چاند و سورج وغیرہ اجرام فلکی میں نہریں اور جنگل ہیں اور آبادیاں ہیں تو یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ عیسیٰ کھاتا کہاں سے ہوگا، سوم جب نص قرآنی سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کے واسطے خوانچہ بالکل تیار پکا پکایا آسمان سے نازل ہوتا تھا تو پھر ایسے ایسے اعتراض مضامین قرآنیہ سے ناواقفیت کا باعث ہے۔

جواب نمبر ۳: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ حضرت عیسیٰ کا نزول، دابۃ الارض کا نکلنا، دجال کا خروج وغیرہ وغیرہ پس جب قیامت آنے کو ہوگی تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہوگا۔ معراج میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کو دیکھا تو قیامت کے بارہ میں گفتگو ہوئی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پہلے بات حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ڈالی گئی انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو خبر نہیں کہ قیامت کب ہوگی پھر حضرت موسیٰ پر بات ڈالی گئی انہوں نے بھی فرمایا مجھ کو خبر نہیں، پھر بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ڈالی گئی انہوں نے فرمایا کہ قیامت کی تو مجھ کو بھی خبر نہیں مگر اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ عہد ہے کہ میں زمین پر جاکر دجال کو قتل کروں گا۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور دجال بھی نکلے گا، پس ثابت ہوا کہ قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے ۱۲۔

جواب نمبر ۴: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی بذریعہ بدلیوں کے ہوا جیسا کہ انجیل اعمال باب آیت ۹ میں لکھا ہے یہ کہ ان کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا اور بدلی نے اسے ان کی نظروں سے چھپا لیا یہ بدلی کا لفظ ثابت کررہا ہے کہ رفع جسمانی ہوا ورنہ روح کے واسطے بدلی کا ہونا بالکل فضول ہے کیونکہ روح خود عالم علوی سے ہے اور تمام جہان جانتا ہے کہ روح اٹھانے کے واسطے کبھی بدلی نہیں آئی، پس مسیح آسمان پر بدلی کے ذریعے سے اٹھایا گیا ہے۔

جواب نمبر ۵: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۴۵ برس زمین پر رہ کر پھر فوت ہوں گے اور مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے جیسا کہ حدیث کے الفاظ ہیں:

"فیدفن معی فی قبری"

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے مقبرہ میں مدفون ہوں گے چونکہ گنجائش ان مختصر جوابوں میں اس قدر نہیں کہ تمام حدیثیں لکھی جائیں، اگر کسی نے انکار کیا تو پھر پوری پوری حدیثیں لکھی جائیں گی۔

جواب نمبر ۶: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول شرائط الساعۃ میں سے ایک شرط ہے یعنی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ﴾

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور یہ مسئلہ اصول ہے۔ کہ:

"اذا فات الشرط فات المشروط"

یعنی جب شرط فوت ہو تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے جب نزول عیسیٰ علیہ السلام شرط ہے قیامت کی جب شرط یعنی نزول عیسیٰ سے انکار ہوا، مشروط یعنی قیامت سے بھی انکار ہوا اور یہ ظاہر ہے کہ قیامت کا انکار کفر ہے پس ثابت ہوا کہ نزول عیسیٰ کا منکر منکر قیامت ہے اور قیامت کا منکر بے شک مسلمان نہیں، نزول کے واسطے حیات شرط ہے کیونکہ طبعی مردے کبھی واپس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نہیں آتے زندہ شخص دوبارہ واپس آسکتا ہے جس سے ثابت ہے کہ حیات مسیح کا منکر نزول اصالتاً کا منکر ہے اور کافر ہے۔

جواب نمبر ۷: نبی و رسول میں یہ فرق ہے کہ نبی صاحب کتاب و شریعت نہیں ہوتا اور رسول صاحب شریعت ہوتا ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اپنی کتاب فصوص الحکم فصل ۱۲ میں لکھتے ہیں:

نبی وہ ہے جو خلق کے پاس ہدایت کے لئے اور اس کمال کے راستہ بتلانے کے لئے بھیجا گیا ہو جو حضرت علمیہ میں ان کے اعیان ثابتہ کے استعداد کے مقتضاء پر ان کے لئے مقدر ہے اور وہ نبی کبھی صاحب شریعت ہوتا ہے جیسے رسل علیہم السلام ہیں اور کبھی صاحب شریعت جدید نہیں ہوتا بلکہ پہلی ہی شریعت میں اس کے حقائق کو ان کی استعداد کے موافق تعلیم کرتا ہے جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء ہیں انتھی۔ شیخ اکبر کی عبارت سے صاف ظاہر ہے رسول صاحب شریعت جدید ہوتا ہے اور نبی صاحب شریعت جدید نہیں ہوتا یعنی نبی صرف نبی ہوتا ہے اور رسول نبی بھی ہوتا ہے اور رسول بھی خلیفہ تو صاحب حکومت ہوتا ہے اور حدود شریعت کا نگہبان ہوتا ہے وہ رسول و نبی نہیں ہوتا بعد خاتم النبیین کے صرف خلفاء ہوں جو شریعت کی حفاظت کریں گے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل ادب سکھائے جاتے تھے، نبیوں سے جب ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی مبعوث ہوتا مگر چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے یعنی غیر تشریعی نبی جو شریعت سابقہ کی پیروی کرے اور خود بھی نبی کہلائے نہ ہوگا اس لئے میری امت کے امیر یا خلیفے یعنی بادشاہ حدود شریعت کی نگہبانی کریں گے اور چونکہ میں خاتم النبیین ہوں اس واسطے نبی کوئی نہیں کہلائے گا مشکوۃ شریف میں یہ حدیث ہے مفصل دیکھنا ہو تو دیکھ لیں اور خلیفوں کی صفات وغیرہ کا بھی ذکر اسی کتاب میں ہے یہاں گنجائش نہیں کہ صفات خلیفہ بھی لکھی جائیں، مختصر یہ کہ بزدل نہ ہو بہادر ہوتا کہ جنگ میں بھاگ نہ جائے اور اس قابل ہو کہ بیرونی دشمن اسلام کا مقابلہ کر سکے اور جنگ سے ہرگز نہ گھبرائے اور حدود شریعت کی نگہبانی کر سکے اور حدود جاری کرے تا کہ ملک میں امن قائم رہے۔

جواب نمبر ۸:- مجدد کی تعریف رسول اللہ ﷺ نے خود ہی فرمادی ہے کہ:

"من تجدد لها دينا"

یعنی مجدد ہر ایک صدی کے سر پر ہوا کرے گا جو دین اسلام کو تازہ کر دیا کرے گا، مرزا صاحب غلام احمد قادیانی ہرگز مجدد نہ تھے کیونکہ انہوں نے دین محمدی کو ہرگز تازہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی مردہ سنت نبوی کو زندہ کیا بلکہ دین عیسوی کو زندہ کیا اور عیسائیوں کے مسئلہ ابن اللہ کی تصدیق کی دیکھو الہام مرزا صاحب "انت منی بمنزلة ولدی" یعنی اے مرزا تو ہمارے ولد یعنی بیٹے کی جا بجا ہے۔

(دیکھو صفحہ ۸۶ حقیقة الوحی)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

دوسری طرف مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں مثیل عیسیٰ ہوں اور عیسیٰ بقول عیسائیوں کے خدا کا بیٹا ہے تو مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا ہونا اپنے الہام سے ثابت کر دیا کیونکہ جب مثیل عیسیٰ بمنزلہ یعنی بجائے خدا کے بیٹے کے ہے تو اصل عیسیٰ ضرور اصلی بیٹا خدا کا ثابت ہوا کیونکہ جب مثیل مسیح کو خدا کہتا ہے کہ تو میرے بیٹے کی جا بجا ہے تو ثابت ہوا کہ اصل مسیح خدا کا اصل بیٹا ہے، مجدد دین محمدی تو نص قرآنی ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ کے برخلاف ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ خدا نے مجھ کو الہام کیا ہے کہ میرے بیٹے کی جا بجا ہے پھر مرزا صاحب نے مجسم خدا جو کہ عیسائیوں کا مسئلہ تھا اس کو تازہ کیا ہے کہ آپ اپنی کتاب البریہ صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں، جب مرزا صاحب خود خدا بن گئے تو عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ثابت ہونے میں کیا شک رہا کیونکہ جب حضرت عیسیٰ کا مثیل خدا بن گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بغیر باپ پیدا ہوئے کیونکر نہ خدا بن گئے پھر مرزا صاحب نے یہ غضب کیا کہ خدا کے نطفہ سے حقیقی صلبی بیٹے بن بیٹھے چنانچہ اپنی کتاب اربعین نمبر ۳ کے صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں کہ خدا نے مجھ کو الہام کیا کہ:

"انت من ماءِ نا وسھم منْ فشل،"

یعنی اے مرزا تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے اور وہ لوگ خشکی سے اس الہام میں تو مرزا صاحب حضرت عیسیٰ اور عیسائیوں کو بھی مات کر گئے اور خدا کے حقیقی بیٹے بن گئے اب آپ خود فیصلہ کریں کہ مرزا صاحب دین محمدی کے مجدد ہیں یا دین عیسوی کے جن جن باطل مسائل کو ۱۳ سو برس سے اہل اسلام نے مٹایا تھا وہ مرزا صاحب نے اسلام میں داخل کئے اور پھر مجدد دین محمدی:

کارِ شیطان میکند نامش ولی　　گر ولی اینست لعنت بر ولی

اگر یہی مجدد کا نشان ہے تو بے شک ایسے مجدد کا نہ آنا امت محمدی کے واسطے بہتر ہے پھر مرزا صاحب کا دعویٰ کرشن ہونے کا بھی ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ خدا نے مجھ کو الہام کیا کہ ہے اور گوپال تیری مہماں گیتا میں لکھی گئی ہے، دیکھو لیکچر سیالکوٹ اگر مرزا صاحب کا یہ الہام سچ ہے تو پھر مرزا صاحب کھلے بندوں اسلام سے خارج ہیں کیونکہ کرشن جی کا اوتار مرزا صاحب تب ہی ہو سکتے ہیں جب ان کے مذہب کی پیروی کریں اور کرشن جی کا مذہب یہی تھا جو آج کل آریہ صاحبان اہل ہنود کا ہے یعنی قیامت سے انکار اور آواگرن یعنی تناسخ کا اقرار اور قیامت کا انکار صریح کفر ہے پس مرا صاحب اپنے مقرر کردہ اصول سے کہ میں متابعت تامہ محمد ﷺ کے باعث محمد ہو گیا ہوں درستی اصول کی پابندی سے یعنی متابعتِ تامہ کرشن سے کرشن ہوئے، جب کرشن ہوئے تو تناسخ کے قائل ہوئے اور کافر ثابت ہوئے میں نیچے کرشن جی کا مذہب لکھتا ہوں، شری کرشن جی ارجن کو فرماتے ہیں سوچ لو ہم تم اور سب راجے مہاراجے کبھی تھے یا نہیں، آئندہ ان کا کیا جنم ہوگا ہم سب گزشتہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جنموں میں بھی پیدا ہوئے تھے اور اگلے جنموں میں بھی پیدا ہوں گے جس طرح انسانی زندگی میں لڑکپن جوانی اور بڑھاپا ہوا کرتا ہے اسی طرح انسان بھی مختلف قالب قبول کرتا ہے اور پھر قالب کو چھوڑ دیتا ہے دیکھو گیتا مصنفہ کرشن جی مہاراج شلوک ۲۲ ر ادھاے دام شیخ فیضی نے بھی گیتا کا ترجمہ کیا ہے وہ بھی سن لو:

زکارِ نکو میرو ددر بہشت — بقعر جہنم برد کار زشت
بقید تناسخ کند داورش — بانواع قالب دروں آردش
بہ بتہائے معہود در میروند — بجسم سگ وخوک درمیروند

(صفحہ ۱۳۶ گیتا مترجمہ فیضی تقطیع خورد)

اب صاف ہوگیا کہ کرشن جی قیامت کے منکر تھے جب مرزا صاحب بھی قیامت کے منکر ہوئے تو کافر ہوئے کیونکہ متابعت تامہ سے یہ درجہ پایا ہے اور متابعت تامہ یہ ہے کہ پورا پورا پیرو ہو، پس کرشن جی کی پیروی یہی ہے کہ قیامت سے انکار کیا جائے اور تناسخ مانا جائے وغیرہ وغیرہ۔

جواب نمبر ۹: جب مرزا صاحب اصول اسلام کے پابند ہی نہیں رہے جس امر کے واسطے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے اور قیامت کی خبر دیتے آئے اور تناسخ کی تردید کرتے آئے پھر جب مرزا صاحب نے قیامت سے انکار کر دیا تو مسلمان کیسے؟ اب تو یہ معاملہ ہے۔

مصرع: جس جگہ تھا نور ایماں اب وہاں ہے آوا گون

یعنی تناسخ اور مرزا صاحب کے مرید بھی اسی اعتقاد کے ہوں گے کیونکہ پیر و مرید کا اعتقاد ایک ہی ہوتا ہے پس اگر مرزا صاحب کا یہ الہام سچا ہے کہ میں کرشن ہوں تو پھر ہرگز مسلمان نہیں اور مریدوں کو بھی ساتھ ہی لے ڈوبے ہیں پس ان سے لین دین اور معاملات مسلمانوں والے نہیں ہو سکتے، تاوقتیکہ توبہ نہ کریں اور تجدید اسلام نہ کریں، المجیب۔

پیر بخش صاحب پوسٹماسٹر

الجواب صحیح نظام الدین ملتانی

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بحث شیعہ

دنیا بھر کے اہل تشیع صاحبان اصحاب ثلاثہ کے حق میں ہمیشہ زہر اگلا کرتے ہیں اور ان کے اعتراضوں کے جواب بالصواب ان کی ہی کتابوں سے مکرّر سہ کرر اہل سنت و جماعت کی طرف سے دیئے جا چکے ہیں مگر پھر بھی یہ لوگ اپنے کرتوتوں سے باز نہیں آتے چنانچہ وزیرآباد کے شیعہ صاحبان نے بھی آج کل ایک ایسا انوکھا اعتراض کیا ہے کہ جس کا نہ سر نہ پاؤں، خدا کے فضل سے ہم نے اس اعتراض کا جواب نہایت سنجیدگی اور متانت سے ان کی ہی کتابوں سے ایسا دیا ہے کہ شائقین پڑھ کر خود داد دیں گے اور اچھی طرح سے معلوم کرلیں گے کہ شیعہ صاحبان ہمیشہ اوٹ پٹانگ ڈینگیں مارتے رہے ہیں۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ جو عنایت علی شاہ صاحب وزیرآبادی مؤلف کتاب تربیت اولاد نے کیا ہے وہ عبارت ہم بعینہٖ لفظ بلفظ درج ذیل کرتے ہیں، شائقین ان کی علمی لیاقت کی ضرور داد دیں اور ان کی املاء کو پڑھ کر ان کی علمیت کا گیت گائیں اور وہ یہ ہے:

"جناب رسالت مآب کا جنازہ اصحابِ ثلاثہ نے قبل از دفن ہونے آنحضرت ﷺ نہ پڑھا اور یہ بات کسی معتبر حدیث اہل سنت، اہل حدیث یا شیعہ سے ثابت ہو تو میں مذہب عشاعشری قطعاً ترک کردوں گا (نوٹ) میرے عقیدہ میں اصحاب ثلاثہ دشمن رسول تھے"۔

سید عنایت علی

جواب: آیئے شیعہ صاحبان اور بگوش ہوش ہو کر سنیئے، آپ کے مذہب کی کتاب معتبر جلاء العیون میں بایں طور آپ کے افتراء کا جواب تحریر ہے کہ وقت نماز جنازہ حضرت رسول خدا ابوبکر نے چاہا کہ پیش امام ہو، امیر المؤمنین نے ہٹا دیا ہے اور خود امامت کی بعد اس کے اجازت دی، اصحاب دس دس داخل ہوتے اور درود بھیجتے تھے، یہاں تک کہ اہل مدینہ واطراف مدینہ حضرت پر درود بھیجتے تھے الخ اور ایسا ہی کتاب اظہار الہدی صفحہ ۲۰۵ میں ہے اور اصول کافی ۲۳۶ معتبر کتاب شیعہ امام جعفر علیہ السلام سے مذکور ہے:

" عن ابی جعفرٍ علیہ السلام قال لما قبض النبی ﷺ وآلہ وسلم صلت علیہ الملئکۃ والمھاجرون والانصار فوجا فوجاً الخ "

یعنی کہا حضرت امام جعفر محمد باقر نے کہ جب آنحضور علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو تمام ملائکہ وتمام مہاجرین وانصار نے فوجاً فوجاً نماز جنازہ آپ کی ذات پر پڑھی اور کتاب اخبار ماتم جلد اول صفحہ ۶۵ میں بھی لکھا ہے:

" عن ابی جعفرٍ علیہ السلام قال قال الناس کیف الصلوۃ علیہ فقال علی علیہ السلام ان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

رسول اللہ ﷺ امامنا حیا و میتا فدخلوا علیہ عشرۃ عشرۃ فصلوا علیہ یوم الاثنین ولیلۃ الثلثاءِ حتی الصبح ، ویوم الثلثاء حتی صلی علیہ صغیرھم و کبیرھم و ذکر ھم وانثا ھم و نواحی المدینۃ بغیر امامٍ ...... الخ "

یعنی کہا امام جعفر نے کہ لوگوں نے آپس میں کہا کہ آپ کی ذات کا جنازہ کیونکر پڑھیں گے پس کہا حضرت علی متقی نے کہ آپ کی ذات حیاتی ومماتی میں ہماری امام ہے لہٰذا آپ کی ذات پر دس دس آدمی کھڑے ہوکر نماز جنازہ پڑھو پس روز دوشنبہ نماز شروع ہوئی سہ شنبہ ومنگل تک برابر بارہ پہر تک نماز اسی صورت میں ہوتی رہی اور تمام چھوٹوں اور بڑوں اور عورتوں اور مردوں نے اور تمام گردونواح مدینہ والوں نے بغیر امام کے نماز ادا کی اور کتاب اہل سنت شمائل ترمذی صفحہ ۳۰ کے حاشیہ پر بایں طور مسطور ہے:

"قال ابوبکر یدخل قومٌ فوجا فوجاً و کل واحد منھم یصلی علیحدۃ وقال علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ما یوم علیہ لانہ امامنا حال حیاتہ وامامنا حال مماتہ وقال ابوبکرٍ ان النبی ﷺ کان اوصی بذٰلک الوجہ وقع التاخیر فی دفنہ الخ "

یعنی فرمایا حضرت ابوبکر صدیق نے لوگ فوج فوج داخل ہوکر آنحضور علیہ السلام کے جنازہ کی نماز ہر ایک نے ان میں سے علیحدہ علیحدہ پڑھی اور کہا حضرت علی نے کہ کوئی امام نہ بنے، کیونکہ آپ کی ذات ہماری حیات وممات میں امام ہے اور کہا حضرت ابوبکر صدیق نے اسی طرح حضور نے وصیت فرمائی تھی اور اسی لئے حضور کے دفن کرنے میں دیر ہوئی اور فتح المبین صفحہ ۱۴۸ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی الخ۔ پس ان عبارات سے صاف صاف معلوم ہوا کہ تمام اصحاب مہاجرین وانصار نے آپ کو دفن کرنے سے پہلے نماز جنازہ کی ادا کی اور اس پر یہ دلیل بھی شاہد ہے کہ جب آپ کی ذات کا جنازہ تیار ہوا اور دس دس آدمی داخل ہوتے اور نماز پڑھتے تو حضرت عمر فاروق دروازہ میں کھڑے ہوکر لوگوں کو کہتے کہ خالی کرو جنازہ کو اہل اس کے کہ وہ یہ ہے:

" نادیٰ عمر ابن الخطاب خلوا الجنازۃ واھلھا ...... الخ "

(نقل از ما ثبت بالسنۃ صفحہ ۱۲۴ مؤلفہ شیخ عبدالحق)

اور اگر شیعہ صاحب کہیں کہ اصحاب ثلاثہ تو خلافت کے جھگڑے میں مشغول رہے اور جنازہ آپ کا نہ پڑھا۔ اگر پڑھا بھی تو بعد دفن کے پڑھا ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اوپر کی تمام عبارتوں سے صاف معلوم ہو چکا ہے کہ قبل از دفن آپ کے تمام صحابہ نے جنازہ ادا کیا اور اگر معترضین صاحب کو سمجھ نہیں آئی تو فقیر دوبارہ تحریر کر دیتا ہے کہ کتاب ما ثبت بالسنۃ صفحہ ۱۱۸ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ نے پیر کے روز ۱۱ھ میں ربیع الاوّل کی ۱۲ تاریخ کو انتقال فرمایا، تو اس الم سے حضرت عمر وعثمان وعلی وتمام صحابہ دیوانوں کی طرح ہو گئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق اپنے خانہ سے دوڑتے ہوئے آئے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور آپ کے چہرۂ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور روئے اور بوسہ پیشانی مبارک کا لیا اور جب ان کو ہوش آئی تو ابوبکر صدیق نے کہا صبر کرو اور خطبہ پڑھا اور کہا کہ یہ فنا کا مقام ہے ہر ایک چیز ماسواء اللہ کے فنا ہونے والی ہے اور اسی اثناء میں ایک محلہ بنی ساعدہ میں تنازعہ دربارۂ خلافت شروع ہوا، اہل مدینہ یعنی سعد بن عبادہ کے گھر مشورہ کے لئے تشریف لائے اور وہاں تمام مہاجرین وانصار سے گفتگو کی اور تمام مہاجرین وانصار نے ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر خلیفہ اول نے منبر پر خطبہ پڑھا اور حضرت علی اور زبیر کو بھی طلب کیا اور انہوں نے بڑی خوشی سے خلیفہ اول کی بیعت کی اور یہ بہت صحیح ہے۔

(نقل از تصریح الاحباب صفحہ ۳۴)

اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے کتاب مذکورہ صفحہ ۱۲۶ میں لکھا ہے کہ یہ مقدمہ طے ہوا تو پھر تمام اصحاب مہاجرین و انصار آپ کی تجہیز وتکفین کی طرف متوجہ ہوئے، وہو ہذا:

" ولما فرغ الناس من بيعة ابى بكرٍ و جمعهم الله ومما اهتم به اصحابه بعد موته ﷺ وتقرر الامر على ابى بكر اقبلوا على تجهيز النبى ﷺ والاشتغال به الخ "

یعنی جب لوگ ابوبکر کی خلافت سے فارغ ہوئے اور اللہ نے ان کو متفق کر دیا اور اس سے کہ جس کا صحابہ نے حضرت ﷺ کی موت کے بعد اہتمام کیا تھا اور خلافت ابوبکر پر ٹھہر گئی تو پھر حضور علیہ السلام کی تجہیز وتکفین اور اس کاروبار پر متوجہ ہوئے اور سب سے پہلے تمام صحابہ سے حضرت علی وابن عباس و بنو ہاشم نے آپ پر نماز پڑھی پھر مہاجرین میں سے ابوبکر صدیق وغیرہ نے پھر تمام اصحاب انصار رضی اللہ عنہم نے۔ پس اب معترض شیعہ صاحب کو لازم ہے کہ اس مذہب کو چھوڑ کر توبہ خالص سے مذہب حقہ میں داخل ہو کر نجات حاصل کرے اور اپنے وعدہ کو پورا کرے، ورنہ جواب دے تاکہ فقیر ۳ جلد میں اس کا جواب تحریر کر دے۔

نظام الدین ملتانی بقلم خود۔

سوال: شیعہ کہتے ہیں کہ وضو میں پاؤں کا دھونا لازم نہیں صرف مسح کرنا کافی ہے کیونکہ اسی طرح قرآن شریف میں ہے۔ اب کتب شیعہ سے جواب دو؟

جواب: یہ ان کی غلطی ہے، دیکھو کتاب استبصار معتبر شیعہ میں لکھا ہے:

" عن على عليه السلام قال جلست اتوضأ فاقبل رسول الله ﷺ حين ابتدأ ت فى ضوءٍ فقال لى تمضض واستنشق واسنن غسلت وجهى ثلثاً فقال قد يجزيك من ذلك المرتان قال غسلت زراعى و مسحت برأسى مرتين فقال قد يتجزيك من ذلك المرة وغسلت قدمى فقال لى يا على خلل بين الاصابع لا تخلل بالنار...... الخ "

روایت ہے حضرت علی سے کہا بیٹھا تھا میں وضوء کرنے، پس آ گئے رسول خدا جس وقت شروع کیا میں نے وضوء کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

پس فرمایا واسطے میرے کہ غرغرہ کر اور ناک میں پانی ڈال اور دانتوں کو صاف کر، پھر دھویا میں نے منہ اپنا تین بار پس فرمایا کافی ہے تجھ کو دو مرتبہ پھر دھوئے میں نے کہنیوں تک ہاتھ اپنے اور مسح کیا میں نے سر کا دو مرتبہ پس کہا حضرت نے مجھ کو کافی ہے تجھ کو ایک مرتبہ پھر دھوئے میں نے دونوں پاؤں اپنے اور فرمایا مجھے علی خلال کر تو انگلیوں کے درمیان تا کہ نہ خلال کی جائیں آگ سے الخ اور اسی کتاب ترتیب وضوء میں لکھا ہے:

"ان نسیت المسح رأسک حتی غسلت رجلیک فامسح رأسک ثم اغسل رجلیک"

(یعنی کہا حضرت علیہ السلام نے) اگر تو (علی) وضوء میں سر کا مسح کرنا بھول جائے یہاں تک کہ تو نے اپنے دونوں پاؤں دھولئے (اور پھر تجھے سر کا مسح کرنا یاد آجائے) سر کا مسح کرلے پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھو پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ پاؤں کا دھونا لازمی امر ہے ورنہ حضرت علی دوبارہ پاؤں نہ دھوتے اور نہ ہی آپ کی ذات یہ تعلیم تاکیداً فرماتی اور علاوہ اس کے یہ جو شیعہ نے کہا ہے کہ قرآن مجید سے بھی مسح پاؤں کا ثابت ہے سو یہ کہنا ان کا محض جہالت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں جو کلمہ: ﴿ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ ﴾ وارد ہے اس کے معنی دھونے منہ اور ہاتھوں کے ہیں۔ ﴿وَاَرْجُلَكُمْ ﴾ ﴿ فَاغْسِلُوْا ﴾ کا مفعول معطوف ہے تو اس ترکیب نحوی کے مطابق بھی پاؤں دھونے کے معنی ہوئے، فقط اور اگر ﴿ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ ﴾ کے متعلق ہوتا تو مجرور ہوتا اور قرآن مجید میں منصوب ہے فقط۔

سوال: محرم میں تعزیہ نکالنا و گریہ زاری و سیاہ کپڑے پہننا اور نوحہ کرنا اور ڈھول بجانا اور غیر محرم عورتوں کا اس میں داخل ہونا جائز ہے یا حرام؟ کتب شیعہ سے جواب دو؟

جواب: یہ تمام افعال ناجائز ہیں چنانچہ تفسیر عمدۃ البیان میں آیت:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ ﴾

کے ذیل میں لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت امام حسین کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ جو کچھ اس آیت میں لکھا ہے وہ ان کے حال پر ہی صادق آتا ہے اور رونا ان کی مصیبت پر ثواب عظیم رکھتا ہے لیکن اکثر آدمی محرم میں بدعتیں کر کے اپنے ثواب کو ضائع کرتے ہیں، باجے بجاتے اور بجواتے ہیں اور مرثیوں میں جھوٹی روایتیں اپنی طرف سے ایجاد کر کے داخل کرتے ہیں اور غلو کی روایتوں کو مجلس میں بیان کر کے لوگوں کے ایمان کو فاسد کرتے ہیں اور جوراگ شرع میں ممنوع ہے اس میں مرثیوں کو پڑھتے ہیں اور عورتیں بلند آواز سے مرثیوں کو پڑھتی ہیں اور نامحرم ان کی آواز کو سنتے ہیں ان امور سے مومنین کو ضرور اجتناب چاہئے اور تعزیوں میں محتاج آدمی اپنی احتیاج کی عرضیاں باندھتے ہیں اور ان میں تصویریں انسان کی بناتے ہیں، یہ سب فعل ناجائز اور شرک ہیں، الخ اور کتاب معتبر شیعہ انارۃ البصائر مطبوعہ نولکشور جلد ۲ صفحہ ۲۹۵ میں بروایت امام باقر علیہ السلام لکھا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے قریب وفات اپنی جناب سیدہ کو فرمایا کہ فاطمہ جب میں اس عالم سے انتقال کروں تو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اپنے منہ کو میرے لئے زخمی نہ کرنا اور اپنے بالوں کو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کہنا اور میرے اوپر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا جیسا کہ عرب میں رسم تھی۔

(من عینہ)

اور اسی کتاب جلد۲ صفحہ ۲۹۷ میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی ہمشیرہ زینب کو کربلا میں کہا کہ میری مفارقت پر صبر کرو، پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ اپنا نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہ زہرا کی بیٹی ہو جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا، اسی طرح تم میری مصیبت پر صبر کرنا، الخ۔ اور اسی طرح فروع الکافی مطبع نولکشور جلد ۱ صفحہ ۱۲۱ باب الصبر والجزع اور نیز فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ میں حدیث باسنادِ صحیح امام جعفر صادق سے مروی ہے:

”عن ابی عبدٍ علیه السلام قال قال رسول الله ﷺ ضرب المسلم یده' علی فخذه عند المصیبة حباطٌ لاجره ...... الخ“

یعنی فرمایا آپ نے کہ بوقت مصیبت اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارنا پیٹنا اس کے اجر کو باطل کرتا ہے۔ اور کتاب من لا یحضر الفقیه باب نوادر میں بایں طور مذکور ہے:

”من جدد قبراً او مثل مثالا فقد خرج من الاسلام“

یعنی جس نے از سرِ نو قبر بنوائی یا تصویر کھینچی پس تحقیق وہ اسلام سے خارج ہوا۔

”سئل الصادق من الصلوة هل یلبسوا السواد فقال لا یصلین فیها فانها لباس اهل النار وقال امیر المؤمنین فیما علم اصحابه' لا یلبسوا السواد عنه فانها لباسِ فرعون“

(نقل از کتاب شیعہ من لا یحضر الفقیہ و تکملہ اظہار الھدی صفحہ ۲۴۲)

یعنی سوال کیا گیا امام جعفر صادق سے کہ کیا سیاہ کپڑا پہن کر نماز پڑھیں فرمایا امام نے نہیں نماز ہوتی سیاہ کپڑے سے کیونکہ سیاہ پوشی لباس ہے اہل نار کا اور کہا امیر المؤمنین نے سیاہ پوشی کے بارہ میں کہ سکھلایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحابوں کو کہ نہ پہنو تم سیاہ لباس کیونکہ یہ لباس فرعون کا ہے الخ۔ پس ان دلائل معتبرہ سے معلوم ہوا کہ تعزیہ میں جو امور ظاہر ہوتے ہیں سخت حرام ہیں کیونکہ اس میں اہانت اہل بیت کی ہے۔ اگر شیعہ صاحبان یہ کہیں کہ ہمارا مقصود اہل بیت کی شجاعت اور صدمات ظاہر کرنا ہے تو پھر میں کہتا ہوں کہ گھوڑے کو رنگدار کرنا ڈھول بجانا، راگ سے مرثیوں کا پڑھنا اور پیٹنا کیا معنی، اگر یہ کہیں کہ یزید کا غلبہ اور ظلم اس کا ظاہر کرنا مقصود ہے تو پھر بھی اس میں محبوب کی ذلت اور اہانت ظاہر ہوتی ہے۔ غرضیکہ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے یہ تمام افعال ناجائز وحرام ہیں، اہل اسلام کو لازمی ہے کہ ایسے اعمال فاسدہ اور افعالِ باطلہ کو دیکھنے سے بھی اجتناب و پرہیز کریں ورنہ منہم شمار ہوں گے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نوٹ: فرقہ غیر مقلدین ومرزائی وشیعہ صاحبان کو لازم ہے کہ اس سلسلہ فتاوی نظامیہ کا مطالعہ کریں اور تعصب وکینہ کی پٹی آنکھوں سے اتار کر اپنے عقائد باطلہ کی درستی کریں اور برادران اہل سنت و جماعت کو بھی واضح ہو کہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر غیر مذاہب کے عقائد باطلہ کے شور وشر سے بچنے کے واسطے سلسلہ سلطان الفقہ کا مطالعہ کیا کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ تمام مسائل فقہ ضروریہ کو قرآن شریف، حدیث شریف سے دس جلدوں میں ثابت کر دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ہر ایک مذہب کے اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں تاکہ کسی کو کوئی اور کتاب دیکھنے کی ضرورت نہ رہے خریدیں اور مطالعہ کر کے مذہبوں کے اوچھے ہتھکنڈوں سے بچیں اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو بچائیں۔

تمت بالخیر

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حصہ ششم

از فتاویٰ:

مناظرِ اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملتانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: وضو میں فرض سنتیں اور مستحب کتنے ہیں؟

جواب: وضو میں چار فرض، دس سنتیں اور چھ مستحب ہیں۔

سوال: وہ کون کون سے ہیں؟

جواب: وضو کے چار فرض یہ ہیں اول منہ دھونا پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک، دوم ہاتھوں کا دھونا کہنیوں تک، سوم سر کے چہارم حصہ کا مسح کرنا، چہارم پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا چنانچہ قران مجید پارہ ۶ سورۃ مائدہ میں مذکور ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ (۱) اِلَى الْكَعْبَیْنِ ﴾

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے ایماندارو! جس وقت تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ کو دھولو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور سر کا مسح کرو اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو اور وضو کی سنتیں:

(۱) پہلے ہاتھوں کا دھونا پہنچوں تک (۲) بسم اللہ شریف کا پڑھنا (۳) کلی کرنا (۴) مسواک کرنا
(۵) داڑھی کا خلال کرنا (۶) ناک میں پانی ڈالنا (۷) ہر عضو کو تین تین بار پانی سے تر کرنا
(۸) کانوں کا مسح کرنا۔

اور مستحب یہ ہیں:

(۱) ترتیب سے وضو کرنا (۲) پے در پے ہر عضو کو پانی سے تر کرنا

۱: " وارجلکم " کا عطف " فاغسلوا جوھکم وایدیکم " پر ڈالنا صحیح مذہب ہے چونکہ " الی الکعبین " کا قرینہ دال ہے جو کہ مسح کے لئے مانع ہے۔ خادم شریعت عفی عنہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

(۴) دائیں ہاتھ سے شروع کرنا اور گردن وتمام سر کا مسح کرنا وغیرہ اوران کا ثبوت تمام کتب صحاح ستہ وغیرہ میں موجود ہے۔کہا ابی امامہ رضی اللہ عنہ نے:

"توضأ النبی ﷺ فغسل وجهه ویدیه ثلثاً و مسح برأسه وقال الاذنان من الرأس"

(نقل از ترمذی ص ۱۵)

یعنی وضو کیا نبی ﷺ نے پس دھویا اپنے منہ کو تین بار،اور ہاتھوں کو تین باراور مسح کیا سر کا اور فرمایا آپ نے دونوں کان بھی شامل ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

"قال اذا توضأت فخلل الاصابع یدیک ورجلیک"

فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب تو وضو کرے تو ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر اور عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور روایت ہے:

"رأیت رسول اللہ ﷺ یتخلل لحیته"

کہ میں نے دیکھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی ریش مبارک کا خلال کرتے ہوئے،نقل از ترمذی صفحہ ۱۷، نیز ابی حیۃ سے ترمذی میں بایں طور حدیث مذکور ہے:

"قال رایت علیاً ان توضأ فغسل کفیه حتی انقاهما ثم مضمض ثلثاً واستنشق ثلثاً وغسل وجهه ثلثاً وذراعیه ثلثاً و مسح برأسه مرةً ثم غسل قدمیه الی الکعبین ...... الخ"

یعنی میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا حتیٰ کہ ان کو خوب پاک کیا پھر تین دفعہ کلی کی اور تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا پھر تین دفعہ منہ کو دھویا اور تین دفعہ بازوؤں کو کہنیوں تک تر کیا اور ایک بار سر کا مسح کیا پھر دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھویا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور مذکور ہے:

"عن النبی ﷺ قال ویل للاعقاب وبطون الاقدام من النار"

یعنی ایک روز آپ نے مکہ سے مدینہ شریف کی طرف سفر فرمایا تو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم آگے آگے چلے آئے اور ایک جگہ انتظاری کرنے لگے کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آجائیں تو مل کر نماز ادا کی جائے، یہاں تک کہ انتظار میں عصر کی نماز کا وقت فوت ہونے لگا پس نماز کے فوت ہوجانے کے خوف سے جلدی جلدی وضو کیا اور اچھی طرح سے پاؤں کو نہ دھویا، کچھ تر ہوئے اور کچھ خشک رہے اتنے میں حضور علیہ السلام تشریف لے آئے آپ نے ان کا یہ حال دیکھتے ہی فرمایا:

"ویل للاعقاب من النار"

ہلاکت ہے واسطے ایڑیوں کے آگ سے۔ اور ایسا ہی حدیث متواتر سے پاؤں کا دھونا ثابت ہے اور اس سے کسی صحابی کو انکار نہیں۔ اگر شیعہ صاحبان کہیں کہ حضرت علی اور ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم اس سے برخلاف ہیں تو میں کہتا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہوں کہ ان کا رجوع کرنا بھی اس مسئلہ میں ثابت ہے جس کا ثبوت فتاویٰ نظامیہ جلد دوم میں کتب شیعہ سے دیا گیا ہے جس کو شک ہو اس کا مطالعہ کرے:

" وعن ابی سلمة عن زید بن خالد الجهینی سمعت رسول الله ﷺ یقول لو لا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواک عند کل صلوٰة ولاخرت صلوٰة العشاء الی ثلث اللیل "

یعنی خالد جہینی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ جانتا تو ہر ایک نماز کے لئے ان کو مسواک کرنے کا حکم دیتا اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرتا۔

(نقل از مشکوٰۃ)

اور ترمذی صفحہ ۱۱ میں ہے کہ فرمایا آپ نے:

" لا وضوءَ لمن لم یذکر اسم الله علیه "

یعنی اس شخص کا وضو نہیں جس نے وضو میں اللہ تعالیٰ کا نام یاد نہیں کیا، یعنی اس کا وضو کامل نہیں ہوا۔

عبداللہ بن زید سے مذکور ہے کہ آپ نے دونوں ہاتھوں سے مسح کیا اور دونوں ہاتھوں کو آگے لائے اور پیچھے لے گئے پھر لائے اس مقام پر جہاں سے وضو کیا، فقط۔

" قال رسول الله ﷺ اذا توضأتم فابدؤا بمیامنکم "

(نقل از قویم ص ۸ وابن حزیمہ)

یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب شروع کرو تم وضوء کو دائیں سے کرو۔

کتاب معانی الآثار و دیلمی نے سند الفردوس و تاریخ اصبہان و فتح المبین صفحہ ۴۲۵ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بایں طور نقل کی ہے:

" ان النبی ﷺ قال من توضاء و مسح عنقه امن الغل یوم القیامة "

یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص وضو کرے اور مسح کرے اپنی گردن کا، وہ محفوظ رکھا جائے گا طوق گردن کے عذاب سے روز قیامت میں۔

بخاری و مسلم میں ہے:

" اذا استیقظ احدکم من منامه لا یغمسن یده فی الاناء حتی یغسلها ثلاثاً "

یعنی فرمایا آپ نے جب کوئی تم میں سے نیند سے جاگے تو برتن میں ہرگز ہاتھ نہ ڈالے جب تک کہ دھو نہ لے تین بار۔

سوال: کیا وضو کی آیت مجمل ہے یا مفصل، چکڑالوی کہتے ہیں کہ ہر ایک آیت جو قرآن شریف میں ہے مفصل

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہے یہ کیونکر ہے؟

جواب: وضو کی آیت مجمل ہے مفصل نہیں کیونکہ اس میں وضو کے لئے ہر عضو کو دو تین دفعہ دھونے کا ذکر نہیں اور سر کے مسح کا بھی مفصل ذکر نہیں کہ تمام سر کا مسح کرنا فرض ہے یا بعض حصہ سر کا، اگر" برؤوسکم" کی (باء) کو زائد تصور کیا جائے تو تمام سر کا مسح کرنا لازم آتا ہے اور اگر اسے بعینہٖ مانا جائے تو چوتھا حصہ سر کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ آیت مجمل ہے اور اسی طرح اکثر قرآن مجید میں آیات بینات مجمل ہیں مفصل نہیں اور یہ کہنا فرقہ چکڑالوی کا محض فضول ہے

سوال: وضو کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے، قرآن مجید اور حدیث شریف سے جواب دو؟

جواب: وضو ان چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے جو آگے یا پیچھے کی راہ سے نکلیں، خواہ وہ چیزیں معتاد ہوں یا غیر معتاد چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

﴿ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ ﴾

یعنی وضو ٹوٹ جاتا ہے جب کہ آئے تم سے کوئی پاخانہ سے اور فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

" لا وضوء الا من صوتٍ او ريحٍ "

یعنی نہیں ٹوٹتا ہے وضو مگر آواز سے۔

سوال: اگر خون اعضاء وضو سے یا ناک سے نکل کر اسی جگہ جم جائے یا جاری ہو جائے یا قے آ جائے یا نیند آ جائے ان سب صورتوں میں وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں۔ ثبوت قرآن مجید و حدیث شریف سے دو امام بخاری اور ان کے معتقدین کی ان امور میں کیا رائے ہے؟

جواب: سوال میں جن جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سب سے وضو ٹوٹ جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید اور احادیث شریف سے ثابت ہے۔

﴿ اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا ﴾

یعنی خون بہتا ہوا اور کتاب بیہقی اور تقویم ص ۱۳ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت ہے:

" عن ابی هريرة رضى الله عنه رفعه' يعاد الوضوء من سبع البول والدم السائل والقى ومن وسعة تملأ الفم و نوم المضطجع وقهقهة الرجل فى الصلوة "

ا: فرقہ غیر مقلدین و امام بخاری کے نزدیک صرف جماع کرنے اور ذکر کو فرج میں غائب ہونے پر غسل واجب نہیں ہوتا تا وقتیکہ دونوں کا انزال نہ ہو، نقل از نصر الباری شرح صحیح بخاری سپارہ ۲ صفحہ ۱۴۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے (اور اس کو پیغمبر خدا ﷺ تک پہنچایا ہے) کہ دہرایا جاتا ہے وضو سات چیزوں سے پیشاب اور بہتے ہوئے لہو اور قے سے جو منہ بھر کر آئے اور کروٹ کے بل لیٹنے سے اور آدمی کے ہنسنے سے فقط اور مشکوٰۃ باب الوضو میں بایں طور حدیث مسطور ہے:

"ان الوضوء علی من نام مضطجعاً"

یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تحقیق لازم ہے اس پر وضو جو سو جائے لیٹ کر حدیث دار قطنی و مشکوٰۃ میں ہے:

"الوضوء من کل دمٍ سائل"

یعنی وضو لازم آتا ہے ہر بہنے والے خون سے اور ابی داؤد میں ہے:

"ان رسول اللہ ﷺ قاء و کان صائماً فتوضأ"

یعنی کہا ابو داؤد نے کہ رسول اللہ ﷺ نے قے کی اور آپ روزہ دار بھی تھے، آپ نے وضو کیا۔

اور ایک حدیث مسند امام اعظم میں بایں مضمون درج ہے کہ ایک قوم نماز میں تھی اور ایک اندھا دیکھا کہ وہ گڑھے میں گر پڑا اور قوم نے اس کو دیکھ کر قہقہہ مارا پس فرمایا آپ ﷺ نے جو کھڑا ہوا تم سے قہقہہ مار کر" فلیعد الوضوء والصلوٰۃ" یعنی چاہیے کہ دہرائے وضو اور نماز کو۔

سوال: وضودار اگر ذکر کو ہاتھ لگائے یا آگ کی پکی ہوئی کوئی چیز کھائے تو اس فعل کے کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذکر یا فرج کے چھونے اور آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"قال سئل رسول اللہ ﷺ عن مس الرجل ذکرہ بعد ما یتوضاء قال وھل ھو الا بضعۃ منہ"

(نقل از ابوداؤد وترمذی و نسائی و مشکوٰۃ)

روایت ہے طلق بن علی سے کہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنے ذکر کو چھوئے تو پھر اس کے بعد وضو دوبارہ کرے، فرمایا آپ نے وہ ایک ٹکڑا ہے اس کے گوشت کا۔

اور ابن عباس سے مروی ہے:

"ان رسول اللہ ﷺ اکل کتف شاۃٍ ثم صلی ولم یتوضاہ متفق علیہ"

یعنی بے شک رسول اللہ ﷺ نے گوشت شانہ بکری سے کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو جدید نہ کیا

(نقل از مشکوٰۃ)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سوال: موزوں پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مسافر اور مقیم کے لئے کتنی مدت مقرر ہے، شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ بدعت ہے۔ اس کا جواب حدیث سے دو، اجر ملے گا۔

جواب: موزوں (۱) پر مسح کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے جیسا کہ کتاب قویم صفحہ ۳۰ میں بایں طور مذکور ہے:

"عن جریرٍ انه قال رائت رسول الله ﷺ بال ثم توضأ و مسح علی حفیه اخرجه' ابوداؤد"

یعنی جریر سے روایت ہے کہا اس نے دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہ آپ نے بول کیا، پھر وضو کیا اور پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا اور مدت مسح مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے۔

چنانچہ مسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"عن علیٍ رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ جعل للمقیم یوماً ولیلةً وللمسافر ثلثة ایامٍ لیالیها و اخرجه' مسلم"

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹھہرائی مدت مسح موزوں کی مقیم کے واسطے ایک دن رات اور مسافر کے واسطے تین دن اور تین رات، اخرجہ المسلم پس اس سے انکار کرنا مبتدع اور گمراہوں کا کام ہے اور جرابوں پر مسح کرنا ناجائز ہے ہاں اگر اس پر چمڑا لگا ہوا ہو تو کوئی خوف نہیں اور اس کا مفصل ذکر سلطان الفقہ جلد دوم میں گزر چکا ہے اور امام بخاری اور اس کے پیروؤں کے نزدیک مذکورہ بالا امور سے وضو نہیں ٹوٹتا، نہایت تعجب ہے۔

سوال: نہانے میں کتنے فرض ہیں؟

جواب: نہانے میں تین فرض ہیں۔ منہ اور ناک میں پانی ڈالنا اور تین بار تمام بدن کو خوب طور سے پاک صاف پانی سے تر کرنا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ﴾

یعنی اگر ہو تم جنب میں تو خوب بدن کو پاک کرو اور حدیث ابوداؤد میں ہے:

"تحت کل شعرةٍ جنابة"

یعنی فرمایا آپ نے کہ ہر بال کی نیچے جنابت ہے اور ترمذی میں ہے:

"فاغسلوا الشعر وانقوا البشرة"

۱: مسح موزوں پر کرنا اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ رافضی اس کے منکر ہے حالانکہ یہ مسئلہ اجماع و حدیث متواترہ سے ثابت ہے ۱۲ خادم شریعت۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی دھوؤتم بال اور صاف کرو بدن کو اور دار قطنی وتقویم ص ۱۴ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بایں طور حدیث مذکور ہے:

"عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال المضمضة والاستنشاق للجنب ثلثاً فریضةً"

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا واسطے جنب کے فرض ہے اور کہا مائی میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے آپ کے نہانے کے لئے آڑ کیا اور آپ نہاتے تھے مقام میں پھر دھوئے دونوں ہاتھ، پھر ڈالا دائیں ہاتھ سے بائیں پر پھر دھویا چھپانے کا بدن جہاں مجامعت تھی، پھر ملا اپنا ہاتھ او پر دیوار کے پھر وضو کیا جیسے نماز کا وضو ہوتا ہے سوائے دونوں پاؤں کے پھر بہایا آپ نے اوپر اپنے پانی، پھر کنارہ کیا اور اپنے پاؤں کو دھویا یہ آپ کا غسل جنابت سے تھا۔

(اخرجه الخمسه)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

"یفیض الماء علی جسده کله متفق علیه"

یعنی آپ تمام بدن اپنے پر پانی بہاتے۔ فقط۔

سوال: سبب نہانے کے کیا ہیں؟ اور کتنے ہیں؟

جواب: نہانے کے سبب چار ہیں، احتلام، جماع، ختنان کے ملنے سے اور حیض ونفاس سے جب کہ عورت پاک ہو اس کو نہانا بھی فرض ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾

یعنی قریب نہ ہو تم ان سے یہاں تک کہ وہ خوب پاک نہ ہولیں۔

بخاری ومسلم میں اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ

"فهل علی المرأة من غسلٍ اذ احتلمت قال نعم اذا رأت الماءَ فغطت سلمة وجهها"

یعنی پس کیا عورت پر بھی غسل فرض ہے جب کہ احتلام ہو، فرمایا ہاں جس وقت کہ وہ دیکھے پانی (یعنی آب منی) پس ڈھانپ لیا ام سلمہ نے منہ اپنا۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

"اذا جلس احدکم سعبها الاربع ثم جهدها فقد وجب الغسل وان لم ینزل متفق علیه"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی جس وقت کہ بیٹھے کوئی تم میں سے عورت کی چار شاخوں میں پھر کوشش کرے (یعنی جماع کرے عورت سے) پس واجب ہوا غسل اگرچہ منی نہ نکلے اور اس پر اتفاق کیا گیا ہے۔

اور مائی صاحبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مشکوٰۃ و ترمذی و ابن ماجہ و تقویم ص ۱۸ میں بایں مضمون حدیث مسطور ہے:

"اذا التقی الختنان فقد وجب الغسل"

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب کہ مل گئے دونوں ختنے یعنی تجاوز کیا محل اپنے سے پس واجب (۱) ہوگا غسل۔

اور ترمذی و مشکوٰۃ میں منقول ہے کہ کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ آپ سے دربارۂ مذی سوال کیا گیا، کہ اس سے وضو ہے تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

"من المذی الوضوء ومن المنی الغسل"

یعنی مذی کے نکلنے سے وضو لازم ہے اور منی کے نکلنے سے غسل ہے۔

سوال: عیدین، جمعہ اور عرفہ کے دن نہانا کیسا ہے؟

جواب: مذکورہ بالا ایام میں نہانا سنت ہے چنانچہ تقویم صفحہ ۱۸ میں بحوالہ ترمذی مذکور ہے:

"ان النبی ﷺ کان یغسل یوم الفطر و یوم النحر ویوم عرفة"

یعنی رسول اللہ ﷺ غسل کرتے تھے روز فطر اور یوم قربانی اور عرفہ میں۔

اور ایسا ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پہلے عیدین کے غسل کرتے تھے اور ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بایں طور مذکور ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ غسل جمعہ کا واجب ہے ہر ایک بالغ مسلمان پر اور وہ حدیث یہ ہے:

"غسل الجمعة واجب علیٰ کل محتلم"

اور ایک حدیث میں افضل بھی وارد ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

سوال: کنوئیں میں کتے بلی چوہے اور چڑیا وغیرہ کے گرنے سے پانی پاک رہتا ہے یا ناپاک کیونکہ فرقہ غیر مقلدین مسمی باہل حدیث کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا حیوانوں کے گر جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، یہ کس طرح ہے؟

جواب: مذکورہ بالا حیوانوں کے کنویں میں گر جانے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کا مفصل ذکر سلطان الفقہ

۱: فرقہ غیر مقلدین و امام بخاری کے نزدیک صرف جماع کرنے اور ذکر کو فرج میں غائب ہونے پر غسل واجب نہیں ہوتا تاوقتیکہ دونوں کا انزال نہ ہو، نقل از نصر الباری شرح صحیح بخاری سیپارہ ۲ صفحہ ۱۴۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جلد اول میں گزر چکا ہے، جس کا جواب اب تک فرقہ غیر مقلدین سے میسر نہیں ہو سکا۔

سوال : نماز میں کتنی شرطیں ہیں اور ان کا ثبوت کیا ہے؟

جواب : نماز میں چھ شرطیں ہیں جن کا ثبوت قرآن مجید اور احادیث شریف میں ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) بدن کا پاک ہونا نجاست حقیقی و حکمی سے (۲) کپڑے کا پاک ہونا (۳) جائے نماز کا پاک ہونا

(۴) چھپانا ستر عورت کا (۵) قبلہ کی طرف منہ کرنا (۶) نماز کی نیت کرنا

اور ان کا ثبوت یہ ہے:

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ اپنے کپڑوں کو پاک وصاف کر ﴿إِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ اگر تم جنبی ہو تو پاک کرو اپنے آپ کو ﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ یعنی لو تم زینت اپنی کو ہر نماز کے وقت ﴿فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ یعنی پھیرو تم اپنے مونہوں کو قبلہ کی طرف:

" لقوله عليه السلام انما الاعمال بالنيات "

یعنی حصول ثواب اعمال نیتوں پر منحصر ہے۔

سوال : نماز میں سات فرض ہیں؟ قرآن شریف اور احادیث شریف سے ثبوت دو۔

جواب : نماز میں سات فرض ہیں:

(۱) اللہ اکبر کہنا (۲) قیام کرنا (۳) مطلق قرأت کا پڑھنا قرآن مجید سے (۴) رکوع کرنا

(۵) سجدہ کرنا (۶) اخیر تشہد ادا کرنا (۷) نماز سے کسی کام کے واسطے بفعل خود باہر آنا

اور ان کا ثبوت یہ ہے:

﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْهٗ﴾ اپنے رب کی بڑائی بیان کرو یعنی اللہ اکبر کہو۔ ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ یعنی اللہ اکبر کے واسطے کھڑے ہو بخشوع وخضوع۔ ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ یعنی پڑھو تم جو تم کو میسر ہو سکے قرآن شریف سے۔ ﴿اِرْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا﴾ یعنی رکوع کرو اور سجدہ کرو۔ اور ابوداؤد، دارقطنی وتقویم ونور الہدایہ وغیرہ میں بایں طور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جب سکھایا اس کو تشہد رسول اللہ ﷺ نے پس جب پڑھ چکا " عبده، ورسوله " پس فرمایا آپ نے کہ تمام کر چکا تو نماز اپنی کو اگر چاہے کہ تو کھڑا ہو تو کھڑا ہو جا اور اگر تو چاہئے کہ بیٹھے تو بیٹھ جا۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سوال : غیر مقلد کہتے ہیں کہ مذہب حنفی میں لکھا ہے کہ آمین بالجہر و رفع یدین کرنا مکروہ ہے حالانکہ ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اگر ہے تو بیان کریں؟

جواب : یہ محض ان کی دھوکا بازی اور لاعلمی ہے کیونکہ کتب حدیث ان دلائل سے بھری ہوئی ہیں اور علاوہ اس کے قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے۔ فرد

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمہ آفتاب راچہ گناہ

کوبطور مشتے نمونہ از خروارے بندہ چند حدیثیں اور آیات تحریر کردیتا ہے تا کہ ناظرین کو یقین آجائے:

آیت نمبر ۱ ؛ لقولہ تعالیٰ: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

یعنی اپنے رب کو زاری اور آہستگی سے پکارو بے شک اللہ حد سے گذرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

آیت نمبر (۲) ؛ لقولہ تعالیٰ: ﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا﴾

یعنی حضرت زکریا علیہ السلام نے جب اپنے رب کو آہستگی سے پکارا۔

آیت نمبر ۳ ؛ لقولہ تعالیٰ: ﴿قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا﴾

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری دونوں کی دعا کو قبول کرلیا۔

(جلالین)

آیت نمبر ۴: ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ﴾

یعنی جب سوال کریں بندے میرے مجھ سے پس میں ان کے پاس ہوں۔

آیت نمبر ۵: ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ تَضَرُّعًا﴾

یاد کرو اپنے جی میں گڑگڑا کر۔

پس ان آیات سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعاء عاجزی اور آہستگی سے مانگنی چاہئے چنانچہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ سے آہستگی اور گڑگڑا کر دعائیں مانگیں اور صاحب فتح المبین صفحہ ۳۹۸ میں عطا سے نقل ہے کہ آمین دعا ہے:

" کما نقله البخاری قال عطاء اٰمین دعاءٌ "

یعنی کہا عطاء نے کہ آمین دعا ہے اور صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ فرمایا ابن مسعود نے:

" اربع یخفیهن الامام التعوذ والثناء والتسمیة والتأمین "

یعنی چار چیزیں امام آہستہ کہے اعوذ اور " سبحانک اللهم " اور " بسم الله " شریف اور " آمین " اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

تبیین الحقائق باب صفۃ الصلوۃ میں بایں طور لکھا ہے:

" ولنا حدیث وائل انہ علیہ السلام قال امین وخفض بھا صوتہ رواہ احمد وابوداؤد والدار قطنی قال عمر بن الخطاب یخفی الامام اربعاً التعوذ والتسمیۃ وامین وربنا لک الحمد الخ "

ہمارے پاس دلیل وائل بن حجر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آمین کہی اور اخفا کیا اس کو بیان کیا اس حدیث کو امام احمد وابوداؤد اور دارقطنی نے اور فرمایا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہ امام چار چیزوں کو اخفاء کرے اعوذ باللہ اور بسم اللہ شریف اور آمین اور ربنا لک الحمد اور ایک بڑی جماعت صحابہ کا اس پر اتفاق ہے۔

حدیث نمبر ۱: " عن وائل ابن حجرٍ انہ صلی مع النبی ﷺ فلما بلغ غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین قال امین واخفی بھا صوتہ' "

یعنی وائل بن حجر سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز پڑھی تو آپ جب پہنچے ولا الضالین پر تو آہستہ کہی آمین۔

حدیث نمبر ۲: " عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ ان النبی ﷺ قرأ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقال امین وخفض بھا صوتہ' "

یعنی علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں بے شک حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھا تو آمین کو آہستہ کیا۔ یہ ہر دو حدیثیں مسند امام احمد و مسند ابوداؤد و مسند ابو یعلی و ترمذی و تہذیب الآثار و دارقطنی و معجمہ طبرانی و معلی شرح موطا و مستدرک و طبرانی سے صاحب فتح المبین نے صفحہ ۳۹۵ میں باسناد صحیح لکھا ہے۔

حدیث نمبر ۳: " عن شعبۃ عن سلمۃ بن کھیل عن علقمۃ عن وائل بن حجر قال صلیت خلف النبی ﷺ فلما قال ولا الضالین قال آمین وخفض بھا صوتہ "

یعنی روایت ہے شعبہ رضی اللہ عنہ سے وہ روایت کرتے ہیں سلمہ بن کہیل سے وہ روایت کرتے ہیں علقمہ سے وہ روایت کرتے وائل بن حجر سے، پس فرمایا کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے نبی ﷺ کے پس آپ نے " ولا الضالین" کہا تو کہا آمین آہستگی سے نقل کیا، اس حدیث کو ترمذی وابوداؤد و دارقطنی وغیرہ نے۔

حدیث نمبر ۴: " عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا امین "

از بخاری و موطا امام مالک، یعنی جب امام " ولا الضالین " کہے تو تم آمین کہو، یہ آپ نے نہیں فرمایا کہ جب امام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

تمہارا آمین کہے تو تم بھی کہو اگر اس طرح سے ہوتا تو ضرور ثبوت آمین بالجہر کا ہو جاتا۔

حدیث نمبر ۵: "عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا قال الامام ولا الضالين فقولوا امين فان الملئكة يقولون امين وان الامام يقول آمين"

(نقل از نسائی)

یعنی جب امام کہے ﴿ولا الضالین﴾ تو کہو تم آمین اس واسطے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی کہتا ہے آمین الخ۔ پس اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اگر جہراً آمین کہتا تو آپ کی ذات نے یہ کیوں تعلیم فرمائی کہ امام بھی کہتا ہے اور علاوہ اس کے ﴿قولوا﴾ کے معنی پکارنے کے کہیں نہیں ثابت ہوئے بلکہ "کہو تم" کے ثابت ہوتے ہیں اگر غیر مقلدین کسی مسلمان حنفی کو شبہ میں ڈالیں کہ حدیث میں علقمہ راوی ہے تو اس نے اپنے آپ سے حدیث نہیں سنی اس لئے حدیث مجروح ہوئی سو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کے باب الحدود فی المرأۃ میں سماع علقمہ کا باپ سے ثابت کیا ہے۔ وہو ہذا:

"عن علقمة بن وائل بن حجر سمع من ابيه وهو اكبر من عبد الجبار الخ"

یعنی علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے حدیث سنی ہے اور وہ بڑا ہے اپنے بھائی عبد الجبار بن وائل سے اور عبد الجبار بن وائل نے اپنے باپ سے حدیث نہیں سنی اور اسی طرح صحیح مسلم باب ملازمت جماعۃ المسلمین میں مذکور ہے اور صاحب تہذیب التہذیب نے علقمہ کے باپ سے حدیث سننا ثابت کیا ہے اور جو صاحب تقریب نے لکھا ہے کہ علقمہ کا سننا باپ سے ثابت نہیں سو یہ کہنا ان کا محمول ہوگا ان کے عدم اطلاع پر یا کلام غیر نقل کرنے پر، اس واسطے کہ اثبات مقدم ہے نفی پر، ورنہ کیوں حافظ صاحب خود اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں علقمہ کا باپ سے حدیث سننا ثابت کرتے۔

اور اگر حدیث نمبر ۳ پر فرقہ وہابیہ اعتراض کرے کہ شیعہ کے ثقہ ہونے میں کلام ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب تقریب و عینی شرح بخاری میں لکھا ہے کہ یہ امام المحدثین میں سے ہے اور جو بعض روایت میں ہے:

"مد بها صوته"

وہ وہاں مد عارضی ہے جو کہ اول کلمہ آخر کلمہ میں واقع ہوا کرتا ہے اور مقابل حذف کے ہے نہ مقابل خفض کے اور بعض محدثین نے اس کے معنی اطال کے لکھے ہیں یعنی اس کو کھینچ کر پڑھنا چاہیے۔

(نقل از فتح المبین)

اور اس کا ذکر جلد اول سلطان الفقہ میں بھی گذر چکا ہے اور فرقہ غیر مقلدین اس بارہ میں اکیس ۲۱ حدیثیں پیش کرتے ہیں ان سے نہ تو اکثر فعل آپ کی ذات ﷺ کا ثابت ہوتا ہے اور نہ دائمی اور علاوہ اس کے وہ حدیثیں ضعیف اور منسوخ ہیں اور ان شاء اللہ جلد چہارم میں وہ اکیس حدیثیں جو فرقہ غیر مقلدین اکثر اوقات عوام الناس اور کم علم لوگوں کو دکھا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کردھوکا میں ڈالتے ہیں تحریر کی جائیں گی اور ہر ایک حدیث پر روشنی ڈال کر جرح قدح کی جائے گی پھر ناظرین با تمکین کو اچھی طرح واضح ہو جائے کہ یہ لوگ سراسر جھوٹے ہیں ناحق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہیں اور اپنی زبان سے میاں مٹھو بنتے ہیں۔

گر ھمیں مکتب وھمیں ملا　　کار طفلاں تمام خواھد شد

سوال دوم کا جواب: بے شک مذہب حنفی میں رفع یدین کرنا مکروہ ہے اور مذہب حنفیہ کے دلائل مفصلہ ذیل ہیں:

حدیث نمبر۱: "عن علقمة قال قال عبداللہ بن مسعودٍ الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ ﷺ فصلی ولم یرفع یدیه الا فی اول مرةٍ"

(نقل از ترمذی)

یعنی علقمہ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا عبداللہ بن مسعود نے کیا نہ پڑھاؤں میں تم کو نماز مانند نماز رسول اللہ ﷺ کے پھر پڑھی نماز اور نہ اٹھائے دونوں ہاتھ آپ نے مگر پہلی تکبیر میں اور کہا صاحب ترمذی نے کہ یہ حدیث بہت صحیح ہے اور اسی طرح کی حدیث براء بن عازب سے بھی آئی ہے اور اس حدیث کو صحابہ تابعین نے بھی پسند فرمایا ہے۔

حدیث نمبر۲: "عن البراء بن عازبٍ ان رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه قریب من اذنیه ثم لا یعود"

(نقل از ابوداؤد و فتح المبین)

یعنی کہا ابن عازب نے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے شروع نماز میں دونوں ہاتھ اٹھاتے قریب کانوں کے پھر ساری نماز میں کہیں نہ اٹھائے۔

حدیث نمبر۳: حدثنا ابن ابی داؤدٌ وقال حدثنا نعیمٌ بن حمادٍ قال حدثنا وکیع سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبداللہ عن النبی ﷺ انه کان یرفع یدیه فی تکبیرةٍ ثم لا یعود"

یعنی یہ تمام اصحاب رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے روایت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ اٹھاتے تھے دونوں ہاتھ پہلی تکبیر میں پھر نہ اٹھائے نماز میں یہ حدیث طحاوی میں ہے۔

حدیث نمبر۴: "عن عبداللہ بن مسعودٍ قال صلیت خلف النبی ﷺ و ابی بکرٍ و عمر فلم یرفعوا ایدیهم الا عند افتتاح الصلوٰۃ"

(فتح المبین صفحہ ۴۰۲)

روایت کیا اس کو اپنی تصنیف میں امام شیبہ نے جو کہ استاد ہیں بخاری اور مسلم کے۔

یعنی کہا عبداللہ بن مسعود نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور ابوبکر اور عمر رضی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اللہ عنہما کے سوا انہوں نے رفع یدین نہیں کیا مگر بوقت شروع کرنے نماز کے۔

حدیث نمبر ۵: "عن الاسود قال رأیت عمر بن الخطاب رفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود"

(نقل از طحاوی و بیہقی و فتح المبین صفحہ ۲۰۳)

یعنی اسود سے روایت ہے کہ دیکھا میں نے حضرت عمر بن خطاب کو کہ وہ دونوں ہاتھ اٹھاتے اول تکبیر میں پھر نہ اٹھاتے ساری نماز میں۔

جواب نمبر ۶: "عن عاصم بن کلیب عن ابیه ان علیا کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة ثم لا یعود"

(نقل از عینی و موطا امام محمد)

یعنی عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر ساری نماز میں نہ اٹھاتے تھے۔

جواب نمبر ۷: "عن ابن عباسٍ رضی اللہ عنه ان العشرة المبشرة ما کانوا یرفعون ایدیهم الا فی افتتاح الصلوٰة"

(نقل از نہایہ و کفایہ)

یعنی مروی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ عشرہ مبشرہ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر پہلی تکبیر میں۔

حدیث نمبر ۸: "عن عبداللہ ابن عباس قال قال النبی ﷺ لا ترفع الایدی فی شئ الا فی سبع مواطن فی افتتاح وفی العیدین و عند استلام الحجر وعلی الصفا والمروة وعند عرفاتٍ وعند جمعٍ و عند رمی الجمار"

یعنی کہا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نہ اٹھائے جائیں ہاتھ کسی جگہ نماز میں مگر سات جگہ تکبیر اولیٰ میں اور نماز عیدین کی تکبیروں میں اور بوقت بوسہ دینے حجر اسود کے اور صفا و مروہ میں اور عرفات میں اور مزدلفہ میں اور منیٰ میں بوقت کنکریاں مارنے شیطان کے۔ نقل کیا ہے اس کو امام بیہقی اور صاحب ہدایہ نے باختلاف الفاظ کے اور صاحب کفایہ نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ رفع یدین نماز میں نہ کیا جائے۔

حدیث نمبر ۹: "عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ ونحن رافعوا ایدینا فقال مالی اراکم رفعی ایدیکم کاذھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰة"

(نقل از مسلم و ابوداؤد و نسائی و فتح المبین صفحہ ۲۰۲)

جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ نکلے ہم پر رسول اللہ ﷺ دراں حالیکہ ہم اٹھانے والے تھے اپنے ہاتھوں کو نماز میں تو فرمایا آپ نے کہ کیا ہے مجھ کو کہ تم کو دیکھتا ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں کو اس طرح ہو جیسے سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہیں ہاتھوں کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نماز میں مت اٹھاؤ اور کہا صاحب فتح المبین نے کہ اس حدیث کو محمول کرنا رفع یدین پر بوقت سلام کے تخصیص بلا مخصص ہے۔

حدیث نمبر ۱۰: ”حدثنا ابو داؤد قال احمد بن عبداللہ بن یونس قال اخبرنا ابو بکر ابن عیاشٍ بن حصین بن مجاھدٍ قال صلیت خلف بن عمر فلم یکن یرفع یدیہ الا فی تکبیرۃ الاولیٰ من الصلوٰۃ“

(نقل از طحاوی)

فرمایا امام طحاوی نے کہ حدیث کی مجھ سے ابوداؤد نے کہا انہوں نے خبر دی مجھ کو احمد بن عبداللہ بن یونس نے کہا انہوں نے خبر دی مجھ کو ابوبکر بن عیاس بن مجاہد نے کہا انہوں نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سو انہوں نے رفع یدین نہ کیا مگر پہلی تکبیر میں۔ اگر کسی صاحب نے زیادہ دلائل اس بارہ میں دیکھنے ہوں تو فتح المبین کا مطالعہ کرے، فقط۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ رفع یدین کی حدیثوں کے راوی قوی ہیں یہ کیونکر ہے؟

جواب: یہ محض ان کی دھوکا بازی ہے کیونکہ اس بات کا فیصلہ مکہ معظمہ دار خناطین میں ہو چکا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی کا مناظرہ اس بارہ میں ہوا، سو حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ غالب آئے اور امام اوزاعی صاحب لاجواب ہو کر سوکت کر گئے جس کا ذکر فتح القدیر و جواہر المنفیہ جلد اول صفحہ ۶۰ اور رسالہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ انصاف و کفایہ شرح ہدایہ میں مذکور ہے اور علاوہ اس کے جو روایات بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مذکور ہیں، وہ تمام منسوخ و متروک و مجروح ہیں (دیکھو پاکٹ بک حنفیہ) اور عبداللہ بن عمر نے اس فعل کو خود چھوڑ دیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۰ میں گزر چکا ہے اور صاحب فتح المبین بحوالہ نہایہ (عینی شرح بخاری) سے بایں طور لکھا ہے:

” انہ کان فی بدأ الاسلام ثم نسخ “

یعنی ابتدائے اسلام میں رکوع وغیرہ رفع یدین تھا، پھر منسوخ ہو گیا۔

” عن عبد اللہ بن الزبیر انہ رأی رجلاً یصلی فی المسجد الحرام ویرفع یدیہ عند الرکوع وعند رفع الرأس منہ فقال لا تفعل انہ شئ قد ترکہ رسول اللہ ﷺ بعد ما فعلہ “

یعنی نہایہ میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے ایک آدمی کو مسجدِ حرام میں دیکھا کہ نماز میں بوقت رکوع اور قومہ رفع یدین کرتا تھا، پس منع کر دیا اس کو حضرت زبیر نے، کہ یہ ایک موقعہ کا فعل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا پھر اس کو ترک کر دیا اور امام زیلعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دس برس ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت کی ہے ان واتنی مدت میں رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر پہلی تکبیر میں اور نور الانوار صفحہ ۱۶۱ میں بھی اسی طرح مذکور ہے، فقط۔

واللہ اعلم بالصواب۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ خواہ نماز جہری ہو خواہ سری ہو جب تک امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھی جائے نماز ہرگز جائز نہیں ہوتی کیونکہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، جواب دو اجر ملے گا۔

راقم حسن محمد دارو گر حافظ آباد

جواب: امام کے پیچھے فاتحہ کا پڑھنا خواہ نماز جہری ہو یا سری ہرگز جائز نہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

یعنی جس وقت قرآن مجید پڑھا جائے تم اس کو سنو اور چپ رہو تا کہ تم لوگ رحم کئے جاؤ اس آیت سے دو حکم ثابت ہوئے ایک سننا، دوسرا چپ رہنا اور ہمارا عمل ہر دو حکم الٰہی پر ہے کیونکہ ہم جہری نماز میں قرأت امام کانوں سے سنتے ہیں اور منہ سے چپ رہتے ہیں اور نماز سری مین سننا غیر ممکن ہے لہذا ہم چپ رہتے ہیں چنانچہ صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے:

" ان المطلوب من هذه الآية امران الاستماع والانصات فيعمل بكل منهما والاول يخص والثانى لا يجرى على اطلاقه فيجب السكوت عند القرأة مطلقاً "

اور تفسیر حسینی و تفسیر عماد بن کثیر و تفسیر معالم التنزیل وغیرہ مفسرین نے لکھا ہے کہ مستند و معتبر و صحیح قول یہ ہے کہ آیت قرأت کے بارہ میں نازل ہوئی ہے وہو ہذا:

" قال على بن طلحة عن ابن عباسٍ قوله واذا قرئ القراٰن يعنى فى الصلوٰة المفروضةِ "

یعنی یہ آیت نماز فریضہ میں نازل ہوئی۔

" ذهب جماعة الىٰ انها فى القرأة الصلوٰة "

اور صاحب معالم نے اختلاف مخالفین کا بیان کر کے لکھ دیا کہ:

" والاوّل اولىٰ وهو انها فى القرأة الصلوٰة "

اور مدارک میں ہے:

" وجمهور الصحابة على انه فى استماع المؤتم "

یعنی بڑا گروہ صحابہ کا اس بات پر ہے کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی۔

اور حافظ جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں لکھا ہے:

" اخرج حميد والبيهقى فى القرأة عن ابى العالية ان النبى ﷺ كان اذا صلى باصحابه فقرأ قرأ اصحابه فنزلت هذه الاية فسكت القوم وقرء النبى ﷺ "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی روایت کی ہے عبداللہ بن حمید اور بیہقی نے باب قرأت میں ابوعالیہ سے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے اور قرأت فرماتے تو صحابہ بھی ساتھ ہی قرأت کرتے، پس نازل ہوئی یہ آیت تو چپ ہو گئے اور قرأت کی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے۔

اور اسی طرح تفسیر حسینی میں ہے، جس کی عبارت سلطان الفقہ میں تحریر ہو چکی ہے اور بھی بہت سی حدیثیں اس بات پر شاہد ہیں کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھی جائے کیونکہ یہ دونوں قرأتیں جمع ہو جائیں گی تو یہ امر غیر مشروع ہوگا۔

حدیث نمبر ۱: عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ من کان له امام فقرأة الامام له قرأة رواه ابن ماجة و مؤطا امام محمد "

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ پڑھنا امام کا پڑھنا مقتدی کا ہے۔

حدیث نمبر ۲: عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قرأ الامام فانصتوا "

یعنی روایت ہے ابوموسیٰ اشعری سے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب امام پڑھے تو تم لوگ چپ رہو۔

حدیث نمبر ۳: " عن ابی هريرة قال قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام ليؤتم به اذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا "

(رواه ابوداؤد والترمذی ونسائی و مشکوٰۃ صفحہ ۷۳)

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مقرر کیا گیا ہے امام تاکہ پیروی کی جائے اس کی پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی کہو اور جب وہ پڑھنا شروع کرے تو تم اس کی قرأت کو سنو اور چپ رہو۔

حدیث نمبر ۴: " عن نافع عن ابن عمر انه كان لا يقرأ خلف الامام رواه ابن عدی "

یعنی نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر بے شک امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر ۵: سئل عن عبداللہ بن عمر و زید بن ثابت وجابر بن عبداللہ قالوا لا يقرأ خلف الامام فی شئ من الصلوٰة "

(نقل از طحاوی شرح معانی الآثار و حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۷۳)

یعنی عبداللہ بن عمرو زید بن ثابت و جابر بن عبداللہ سے سوال کیا گیا کہ پیچھے امام کے کچھ پڑھا جائے کہا تینوں

۱: وہابی جواب دیں کہ الحمد شریف قرآن ہے یا نہیں، اگر قرآن ہے تو قرآن کا پڑھنا امام کے پیچھے منع ہے جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے۔ (خادم شریعت)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اصحابوں نے کہ نہیں پیچھے امام کے نماز میں کچھ نہ پڑھا جائے۔

حدیث نمبر ٦: "عن ابی هريرة (١) ان رسول الله ﷺ انصرف من صلوٰةٍ جهر فيها بالقرأة فقال هل قرء معیَ احد منكم انفا فقال رجل نعم يا رسول الله قال انى اقول مالى انازع القران قال فانتهى الناس عن القرأة ...... الخ"۔

(نقل از ترمذی و نسائی و ابوداؤد و ابن ماجه و مشكوٰة ص ٧٣)

یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پڑھ چکے نماز جس میں جہر قرأت پڑھی جاتی ہے۔ پس فرمایا کیا پڑھا ہے کسی نے ساتھ میرے تم سے اب پس بولا ایک شخص ہاں یارسول اللہ ﷺ فرمایا آپ نے کہتا تھا میں کیا ہوا واسطے میرے کہ چھینا جاتا ہے مجھ سے قرآن مجید، پس کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ باز رہے لوگ پڑھنے سے الخ۔

حدیث نمبر ٧: "عن ابن عمر انه كان اذا سئل هل يقرأ احد مع الامام قال اذا صلى احدكم مع الامام فحسبه' قرأة امام و كان ابن عمر لا يقرأ مع الامام"

یعنی کہا نافع نے کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا جاتا کہ امام کے ساتھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں تو فرماتے کہ امام کا پڑھنا مقتدی کو کافی ہوتا ہے اور خود ابن عمر جب امام کے ساتھ ہوتے تو کچھ نہ پڑھتے۔

حدیث نمبر ٨: "ان سعداً قال رددت ان الذى يقرأ خلف الامام فى فمه جمرةٌ"

یعنی حضرت سعد کہتے تھے کہ جو پیچھے امام کے پڑھے اس کے منہ میں انگیارہ ہو۔

حدیث نمبر ٩: "ان عمر بن الخطاب قال ليت فى فم الذى يقرأ خلف الامام الخ"

(از موطا امام محمد)

یعنی تحقیق فرمایا عمر بن خطاب نے کاش بیچ منہ اس شخص کو جو پڑھتا ہے پیچھے امام کے کنکریاں ہو۔

حدیث نمبر ١٠: 'اخبرنا مالک حدثنا وهب بن كيسان انه سمع جابر بن عبدالله يقول من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصلى الاوراء الآمام"

(نقل از موطا امام محمد ص ٣٧)

یعنی جابر بن عبداللہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ تحقیق فرمایا آپ نے جس شخص نے پڑھی ایک رکعت پس نہ پڑھا اس میں الحمد کو پس نماز نہ ہوئی، مگر وہ رکعت ہووے پیچھے امام کے۔

حدیث نمبر ١١: "عن موسىٰ ابن سعد بن زيد بن ثابت يحدثه' عن جده انه قال من قرأ خلف الامام فلا صلوة له'"

(نقل از موطا)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

امام موسیٰ بن سعد اپنے دادا سے حدیث کرتے ہیں تحقیق اس نے کہا کہ جوشخص پڑھے پیچھے امام کے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

حدیث نمبر ۱۲: " حدثنا ابو حنیفة قال حدثنا ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشة عن عبید الله بن شدادٍ عن جابر عن النبی ﷺ من صلی خلف الامام فان قراۃ الامام له قراۃ "

(نقل از موطا و آثار و مسند امام اعظم)

" عن ابی حنیفة و صحیح سنده فی الفتح ص ۱۴۶ ، قال العینی هو حدیث صحیح اما ابو حنیفة و موسیٰ بن عائشة الکوفی من الثقات الاثبات من رجال الصحیحین و عبدالله بن شداد من کبار الشامین "

(نقل از جامع الآثار صفحه ۳۵)

یعنی حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ بے شک فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جوشخص پیچھے امام کے ہو پس قرأت امام کی اس کی قرأت ہوتی ہے۔ روایت کیا اس کو امام محمد نے اپنی موطا میں امام ابوحنیفہ سے ساتھ سند صحیح کے کہا علامہ عینی نے کہ یہ حدیث بہت صحیح ہے چونکہ اس کا راوی موسیٰ بن عائشہ کوفی ثقات میں سے ہے، یہ حدیث صحیحین کی حدیثوں سے زیادہ صحیح ہے اور عبداللہ بن شداد کبار شامیوں میں سے ہیاور کفایہ میں ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ الحمد کا پڑھنا مقتدی کا خلاف دین محمد رسول اللہ ﷺ کے ہے اور صاحب فتح المبین نے عینی سے نقل کیا ہے کہ فرمایا عبداللہ بن مسعود نے کہ مٹی بھر جائے اس کے منہ میں جو امام کے پیچھے پڑھے وہ سنت پر نہیں، ذکر کیا اس کو صاحب طحاوی نے اور کہا ابوبکر بن ابی شیبہ نے جو امام کے پیچھے پڑھے وہ فاسق ہے اور یہ وہ ابی شیبہ ہے جو بخاری و مسلم کا استاذ ہے، فقط۔

(نقل از فتح المبین ص ۲۱۴)

اور علاوہ اس کے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اسی اصحاب فاتحہ خلف الامام سے سخت منع کرتے تھے۔ ان میں سے چند صحابہ کے اسماء ہیں: جابر بن عبداللہ، ابی سعید خدری، ابو ہریرہ، ابن عباس، انس بن مالک، عبداللہ بن مسعود، ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زید بن ثابت، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس۔

(نقل از عینی و فتح المبین صفحه ۲۰۷)

پس اس لئے صاحب ہدایہ نے اس پر اجماع صحابہ کا قائم کیا ہے اور جو حدیثیں غیر مقلد جواز فاتحہ خلف الامام کی پیش کرتے ہیں وہ ضعیف اور نا قابل عمل ہیں کیونکہ اس میں خلاف قرآن مجید و آثار صحابہ و جمہور کے ہے۔

سوال: کیا غیر مقلد لوگ جو حدیثیں جواز فاتحہ خلف الامام یعنی امام کے پیچھے فاتحہ کے پڑھنے کے واسطے پیش کرتے ہیں، ضعیف ہیں اور خلاف قرآن مجید مذکور ہیں یا نہیں، جواب نمبر وار دو؟

وہ حدیثیں جو غیر مقلد جواز فاتحہ خلف الامام کے بارے میں پیش کرتے ہیں مفصلہ ذیل ہیں:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حدیث نمبر ۱: " لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب "

حدیث نمبر ۲: " لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بھا بفاتحۃ الکتاب "

حدیث نمبر ۳: " من صلی صلوٰۃً لم یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداجٌ "

حدیث نمبر ۴: " لا تفعلوا الا بام القراٰن فانہ لا صلوٰۃ لمن لم بھا الخ "

حدیث نمبر ۵: " نحن نکون وراء الامام "

یعنی لوگوں نے کہا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں۔ ابو ہریرہ نے کہا:

" اقرأ بھا فی نفسک "

جواب: حدیث نمبر اول و دوم و سوم سے فاتحہ خلف الامام ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان کے معنی یہ ہیں کہ جب فاتحہ نہ پڑھی جائے نماز نہیں ہوتی۔ سو یہ حکم صرف تنہا کے لئے ہے نہ خلف الامام کے وقت اور اس کے ہم سب لوگ حنفی المذہب قائل اور عامل ہیں چنانچہ ابوداؤد " وقال سفیان لمن یصلی وحدہ " یعنی نہیں نماز ہوتی جو نہ پڑھے الحمد، پس زیادہ کیا سفیان نے جو اس حدیث کا راوی ہے کہ یہ حکم واسطے اس کے ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔

اور کتاب جامع ترمذی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۲ میں صاف لکھا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جب انسان اکیلا نماز پڑھے، وہو ہذا:

" اما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی ﷺ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ، واحتج بحدیث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی رکعۃً لم یقرأ فیھا بام القران فلم یصل الا ان یکون وراء الامام قال احمد فھذا رجل من اصحاب النبی ﷺ فاوّل قول النبی ﷺ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہ "

لیکن امام احمد حنبل نے فرمایا کہ معنی اس قول رسول اللہ ﷺ کا کے کہ:

" لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب "

یہ ہیں کہ جب انسان اکیلا نماز پڑھے اور استدلال ان کا حدیث جابر سے ہے، کہا انہوں نے کہ جو شخص کوئی رکعت سوائے الحمد کے پڑھے۔ تو نماز اس کی نہ ہوگی مگر جب امام کے پیچھے ہو، کہا امام احمد بن حنبل کے کہ جابر بن عبداللہ ایک صحابی ہیں آپ کی ذات ﷺ کے پس انہوں نے مطلب اس حدیث رسول اللہ ﷺ کا:

" لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی پڑھنے والا جب اکیلا ہو۔ ہاں اگر دومنٹ کے واسطے ان کی بات کو تسلیم بھی کرلیں تو پھر بھی ان دلائل سے نفی ذات نہیں نکلتی، بلکہ نفی کمال کی ہے چنانچہ علامہ عینی وصاحب مسعودی وغیرہ نے لکھا ہے:

لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد ولا ایمان لمن لا امانۃ له ''

یعنی نہیں نماز کامل ہوتی مسجد کے ہمسایہ کی مگر مسجد میں اور نہیں ایمان کامل اس شخص کا جس نے امانت میں خیانت کی، اگر اس کے ظاہر معنی لئے جائیں کہ ہمسایہ مسجد کی نماز بالکل نہیں ہوتی اور جو امانتدار نہیں وہ بے ایمان کافر ہے تو پھر یہ قاعدہ جمہور علماء کے برخلاف ہوگا حالانکہ اس امر کا کوئی عالم بھی قائل نہیں اور حدیث نمبر ۴ جس کے یہ معنی ہیں کہ نہ پڑھو کچھ مگر سورہ فاتحہ کیونکہ اس کے سوا نماز نہیں ہوتی۔ سو اس حدیث کے صحیح ہونے میں بہت اختلاف ہے کیونکہ بعض نے اسے صحیح لکھا ہے اور بعض نے ضعیف بھی کہا ہے چنانچہ علامہ زیلعی نے لکھا ہے:

'' فاضعفه احمد وجماعة ''

یعنی اس حدیث کو امام احمد اور ایک جماعت نے ضعیف لکھا ہے اور امام یحیٰی بن معین فرماتے ہیں کہ جملہ استثنائیہ اس کا صحیح نہیں اور طریق اسناد اس کے میں محمد بن اسحاق بن یسار راوی ہے جو قابل سند بیان کرنے کے نہیں کیونکہ اس کے حق میں یحیٰی قطان جن کو تمام محدثین نے مانا ہے وہ محمد بن اسحاق کی نسبت لکھتے ہیں:

'' اشهد ان محمد بن اسحاق كذابٌ ''

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحاق بڑا جھوٹا آدمی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دجال لکھا ہے اور سلیمان بن تیمی نے نیز اس کو کذاب کہا ہے اور صاحب نسائی نے لکھا ہے قوی نہیں ہے اور دارقطنی نے اس سے دلیل پکڑنے کو منع کیا ہے اور صاحب تقریب نے اس کو مدلس لکھا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی کتاب الضعفاء الصغیر کے صفحہ ۲۶ پر لکھا ہے:

'' محمد بن اسحاق ليس بالقوى ''

غرضیکہ یہ حدیث نزدیک محدثین اہل انصاف کے مضطرب ہے قابل عمل نہیں اور حدیث نمبر ۵ جو ابو ہریرہ کا قول ہے کہ:

'' اقرأ بها فی نفسک ''

یعنی دل میں پڑھ سو اس کے معنی محدثین نے تدبر اور تفکر کے لئے ہیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ گلزار محمدی صفحہ ۷ کے حاشیہ پر لکھا ہے:

'' المرادُ به هو التذكر فی القلب لا التلفظ باللسان ''

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور علاوہ اس کے خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے برخلاف روایت بیان کی ہے۔

سوال: مذہب چکڑالوی کی نماز کس طرح پر ہے اور اس کا ثبوت کیا ہے؟ اور کیا یہ نماز موافق حکم خداوند کریم کے ہے یا حبیب خدا ﷺ نے پڑھی ہے یا صرف عبداللہ چکڑالوی کے گھر کی بنی ہوئی ہے۔ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: نماز چکڑالویوں کی صلوٰۃ القرآن جوانہی کی بنی ہوئی ہے اس میں بایں طور مسطور ہے (تکبیر اولیٰ)

﴿مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ (پ۲۱) "سبحانک اللھم" کی بجائے: ﴿اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ الخ﴾ ﴿اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ﴾ وغیرہ اور رکوع کی تسبیح یہ ہے: ﴿سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا﴾ وغیرہ۔
التحیات ان کا یہ ہے: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا الخ﴾ وغیرہ دعائیں مذکور ہیں۔

نماز کی نیت یوں ہے:
﴿وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا﴾

اور درود یہ ہے:
﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾

اور سلام یہ مقرر کر رکھا ہے:
﴿سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ تا ...... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

یہ نماز جو عبداللہ چکڑالوی نے اپنے زعم سے تیار کی ہے اس کا ثبوت قرآن مجید کی آیات بینات کے سیاق و سباق سے ظاہر نہیں ہوتا اور نہ ہی کہیں خداوند کریم نے اپنے حبیب کو بایں طور فرمایا کہ اے رسول اللہ ﷺ تو رکوع اور سجود اور التحیات اور بوقت تکبیر اولیٰ وغیرہ مقامات میں یہ آیات پڑھا کر اور اپنی امت کو بھی اسی طرح تعلیم نماز کی دیا کر اگر کوئی چکڑالوی صاحب بایں الفاظ قرآن مجید سے دکھائے تو مبلغ ایک صد روپیہ انعام لے اور مولوی ثناء اللہ صاحب غیر مقلد امرتسری نے اپنے رسالہ دلیل الفرقان صفحہ ۶ میں نماز ایجاد شدہ کا مفصل جواب تحریر کر دیا ہے لہذا فقیر کو دوبارہ جواب تحریر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں اور علاوہ اس کے مولوی صاحب مذکور نے یہ سوال بھی چکڑالویوں پر کیا ہے جس کا جواب اب تک ان کی طرف سے نہیں ملا اور وہ سوال یہ ہے:

اس ساری صلوٰۃ قرآنی پر ہمارا ایک ہی سوال ہے اور وہ اس کا جواب دیں اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ تمام ملا قرآنی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مل کر بھی چاہیں تو نہ دے سکیں گے اور ہم بھی انہی کی تائید میں ہمیشہ مضمون لکھا کریں گے وہ سوال یہ ہے کہ یہ آیات جو آپ نے موقعہ بموقعہ کے لئے انتخاب کی ہیں سو یہ انتخاب آپ نے محض اپنی رائے سے اور اجتہاد سے کیا ہے یا قرآن مجید کی کسی آیت سے۔ اگر اپنی رائے سے کیا ہے تو کیا دوسرے شخص کا بھی حق ہے کہ ان کے علاوہ اور آیات ان کی بجائے تجویز کرے، اسی طرح تیسرے کا چوتھے کا پھر پانچویں کا علی ہذا۔ دیتا بھر کے جہلا کو جانے دو، علماء کا حق ہے کہ اپنی اپنی سمجھ کے موافق آیات انتخاب کر کے علیحدہ علیحدہ نماز تجویز کر سکتے ہیں پھر کیا سب نمازوں کا نام "صلوۃ القران" ہی رکھیں گے اور یہ بھی دعویٰ کریں گے کہ قرآن نے سب احکام مفصل بیان کر دیے ہیں ایسے ہو تو کسی کو ان کے سمجھنے میں شک نہیں ہو سکتا اور حدیث کی کوئی حاجت نہیں اور اگر یہ انتخاب کسی آیت قرانی سے ہے تو وہ کونسی آیت ہے؟

نوٹ : ان شاء اللہ تعالیٰ اقسام وحی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر جلد چہارم میں مفصل تحریر کیا جائے گا۔

سوال : اہل سنت والجماعت کی نماز قرآن میں کس طرح پر ہے۔ اس کا ثبوت دو؟

جواب : اس کا ذکر اسی جلد میں ہو چکا ہے اور مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری نے بھی اپنے رسالہ میں اسی طرح تحریر کر دیا ہے:

﴿ كَبِّرْ ﴾ (پ ۱۵) ﴿ قُوْمُوْا لِلّٰهِ ﴾ (پ۳) ﴿ اِرْكَعُوْا ﴾ (پ ۱) ﴿ اُسْجُدُوْا ﴾ (پ۲) ﴿ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا ﴾ (پ۳) ﴿ سَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴾ (۲۷) ﴿ سَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ﴾ (پ ۳۰)
﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ﴾ (پ ۲۹)

پس یہ وہ نماز ہے جو خداوند کریم نے اپنے حبیب ﷺ کو بذریعہ وحی سکھلائی اور ائمہ دین اس نماز کو پڑھتے چلے آئے ہیں پس ہم کو بھی اس لئے اسی طرح حکم ہوا:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾

(پ ۲۱)

کہ تم ایماندار بھی رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو کیونکہ وہ تمہارے لئے نیک نمونہ ہے:

﴿ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

استفتاء

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص مسمی کرم الٰہی ناگی غیر مقلد علاقہ سیالکوٹ ساکن موضع کوٹلی لوہاراں غربی نے ایک کتاب بطرز کامن بنائی ہے اور کامن کرم الٰہی ناگی سے مشہور ہے اور اس میں لکھا ہوا ہے کہ میلاد کرنا رسول اللہ ﷺ کا بدعت ہے اور بوقت میلاد آپ کی روح مبارک نہیں آتی اور اسقاط کرنا اور وظیفہ یا شیخ عبدالقادر، یا علی مشکل کشا کرنا اور عورتوں کو بیعت کرنا اور تقلید شخصی کرنا اور حنفیوں کو مشرک و کافر کہنا اور نقشبندی وغیرہ خاندانوں کو بدعتی و مشرک کہنا اور تصور پیر کا کرنا غرضیکہ ان تمام افعال کو بدعت و حرام و شرک لکھ دیا ہے اور پیر جماعت علی شاہ صاحب فاضل اجل اور بزرگ اکمل کی سخت توہین کی ہے، شاید علمائے دین کی نظر سے یہ کتاب گزری ہوگی۔ کیا ایسی کتاب عورتوں کو پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے یا حرام اور اگر حرام ہے تو پھر ایسی کتاب کو کس لئے گورنمنٹ میں درخواست دے کر بند نہیں کرایا جاتا اور اگر اس طرح بند نہیں کرایا جاتا تو پھر اس کا جواب دیں تا کہ عوام الناس اس سے فائدہ حاصل کریں اور کتاب مذکور سے کنارہ کریں۔

السائل خاکسار سلطان احمد از کمالپور علاقہ لائلپور متصل سٹیشن سالار والا

جواب: بے شک یہ کتاب بندہ کی نظر سے گزری ہے۔ اس کتاب کا پڑھنا پڑھانا عورتوں کو ناجائز اور حرام ہے کیونکہ اس میں توہین رسول خدا ﷺ اور علمائے دین وصوفیائے کرام کی موجود ہے اور جو آیات اس میں درج ہیں وہ تمام کفار مکہ وبت پرستوں اور بتوں کی مذمت کے بارہ میں نازل ہوئی تھیں، سو مؤلف کتاب نے ان کا مصداق رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام اور اولیائے عظام کو قرار دیا ہے، وہو ہذا:

" والذین تدعون من دونہٖ ما یملکون من قطمیرٍ ان تدعوھم لا یسمعوا دعآء کم ولو سمعوا استجابوا لکم "

اور جن کو پکارتے ہو اس کے سوا وہ مالک نہیں ایک چھلکے، کے اگر تم ان کو پکارو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے اور اگر سنیں نہیں پہنچیں تمہارے کام پر۔

غرضیکہ مؤلف نے جو آیات اپنی کتاب میں درج کی ہیں وہ سب کی سب بے موقعہ اور بے محل درج کی ہیں اور خواہ مخواہ زور دے کر بزرگان اسلام کو ان کا مصداق بنایا ہے اور مسلمانان حامی دین کو مشرک وبدعتی لکھ مارا ہے۔

خدایا مفتری را روسیاہ کن   زقہر قہر دان خود تباہ کن

ان اعتراضوں کا جواب جلد اول سلطان الفقہ وعقول زندگی در جواب اصول زندگی میں مفصل دیا گیا ہے جن کو شک ہو دیکھ لیں اور بیعت کرنا عورتوں کو بایں طور جائز ہے کہ شیخ کپڑے کا دامن عورتوں کو حجاب میں بٹھا کر ان کے ہاتھ میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

پکڑائے اور شرک و بدعت و منہیات وغیرہ کے ترک کرنے پر تلقین کرے اور گناہ صغیرہ و کبیرہ سے توبہ کرائے اور ان سے بات کا اقرار لے کہ آئندہ ان منہیات پر عمل کرنا ہوگا اور احکامِ خدا اور رسول علیہ السلام پر عمل کرنا ہوگا اور بیعت کرنا عورتوں کا قرآن کریم پارہ ۲۸ میں بایں طور مذکور ہے:

﴿ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰۤی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ الخ ﴾

اور حدیث شریف بھی اس پر شاہد ہے چنانچہ طبرانی و بیہقی و ابوداؤد سے صاحب نور مکمل سورۃ مزمل صفحہ ۲۳۷ میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو کہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کہ جمع کرو عورتیں اہل انصار کو ایک گھر میں پس جب جمع ہوئیں سب عورتیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دروازے کے باہر بیٹھ کر ان کی طرف کپڑے کا دامن کیا اور کہا پکڑو اس کو اور بیعت کرو اس بات پر کہ ہم شرک اور بدعت اور برے کام نہ کریں گی۔

اور ایک روایت حضرت مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بخاری میں بایں طور مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قولی بیعت عورتوں سے لی۔

اور ایک روایت بخاری میں بایں طور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ ایک باندی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ہاتھ پکڑ کر جس جگہ چاہا لے گئی:

"عن (۱) انس قال کانت امة من اماء اهل المدینة تأخذ بید رسول الله ﷺ فتنطلق به حیث شاءت رواه البخاری"

پس ان دلائل قاطع سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو بیعت کرنا جائز ہے اور اس کا انکار کرنا گمراہوں کا کام ہے۔

اور علاوہ اس کے امید ہے کہ حضرت زبدۃ العلماء پیر جماعت علی شاہ صاحب کتاب کامن کرم الٰہی ناگی اور زلیخا عبدالستار اور اصول زندگی و بوئے غسلین کو زیر نظر فرما کر بہت جلدی کوئی تجویز فرمادیں گے کیونکہ یہ انہی کا فرض ہے۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نماز فجر اور عصر و مغرب پڑھ چکا ہو پھر جماعت مل جائے تو اس میں شریک ہو جانا اس کو جائز ہے یہ کیونکر ہے اس کا جواب حدیث شریف سے دو؟

جواب: مذہب حنفی میں ان تینوں نمازوں میں بعد ادا کرنے نمازوں کے جماعت میں شریک ہونا جائز نہیں چنانچہ صحیح مسلم میں ابوامامہ سے حدیث مذکور ہے:

"صل الصبح ثم اقصر عن الصلوة حتی تطلع الشمس"

ا: یہ حدیث بخاری سے اہل حدیث کے لئے لی گئی ہے ورنہ اہل سنت والجماعت کے ہاں قابل عمل نہیں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ صبح کی نماز پڑھو بعد اس کے نہ نماز پڑھو یہاں تک کہ آفتاب طلوع کرے اور سنن بیہقی صاحب نصر نے صفحہ ۶۷ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور حدیث نقل کی ہے:

"کان رسول اللہ ﷺ یصلی دبر کل صلوۃ الا الفجر والعصر"

یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ ہر نماز فرض کے بعد نفل پڑھتے تھے۔ مگر فجر اور عصر کے نہیں پڑھا کرتے تھے۔

اور ابی سعید خدری سے مسلم نے بایں الفاظ حدیث بیان کی ہے:

"لاصلوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس ولا صلوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس"

یعنی نماز نفلوں کی جائز نہیں بعد نماز صبح کے جب تک سورج طلوع نہ کرے اور نہ بعد عصر کے جب تک سورج غروب نہ ہو اور بخاری میں ہے کہ کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ منع کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان ہر دو وقتوں کے بعد نماز پڑھنے کو، فقط۔ واللہ اعلم بالصواب .

سوال : غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب کے مذہب میں اندھے کی امامت مکروہ ہے یہ کیونکر ہے؟

جواب : صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ اندھے کی امامت اس وقت مکروہ تنزیہی ہے کہ اگر اس قوم میں اور کوئی ایسا عالم اور پرہیزگار مثل اس کے ہو، ورنہ اندھے کی امامت جائز بلا کراہت ہوگی۔

اور صاحب نصرۃ المجتہدین نے صفحہ ۱۲۹ میں بحر الرائق سے نقل کیا ہے:

"قید کراھۃ امامۃ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی"

یعنی مقید کیا ہے اندھے کی امامت کے مکروہ ہونے کو محیط وغیرہ میں ساتھ اس کے کہ نہ ہووے اندھا بہتر لوگوں سے اور اگر اندھا اور لوگوں سے علم میں زائد ہو پس اس کا امام ہونا بہتر ہے۔

اور حدیثوں میں جو آیا ہے کہ آپ نے ام مکتوم اور عجتان کو امامت مدینہ کی سپرد کی، تو اس کی بھی یہی وجہ تھی کہ تمام اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین جو صحیح و سلامت تھے جنگوں میں آپ کے ساتھ اپنی جانوں کو نثار کرنے کے لئے چلے گئے تھے اور باقی مدینہ کے رہنے والوں سے وہی بہتر اور علم میں زائد تھے۔ اس لئے آپ نے ان کو ہی خلیفہ مقرر فرمایا۔

(ھکذا فی نھر فائق و نصرۃ وغیرہ)

اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۳۵ میں لکھا ہے:

"امامۃ الاعمی جائز والبصیر افضل من ذلک"

یعنی اندھے کی امامت جائز ہے اور افضل اس سے بینا ہے۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور جن لوگوں نے اندھے کی امامت کو مکروہ لکھا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ اکثر اندھے نجاست میں رہتے ہیں۔ اگر ایسے نہ ہوں تو ان کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے جیسا کہ کتب مبسوط میں مسطور ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: جو شخص کہ عاق والدین اور استاد اور مرشد کا ہو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں اور عاق کن امور سے ہوتا ہے؟

جواب: ایسے شخص کے پیچھے نماز ناجائز ہے تاوقتیکہ وہ ان سے راضی نہ ہو جائیں اور توبہ خالص نہ کرے چنانچہ جامع المتفرقات و جامع العجائب سے صاحب انتباہ نے بایں طور عبارت نقل کی ہے:

"وروی ان السلف رضوان اللہ علیھم کانوا لا یصحبون مع من یجلس فی مجلس العاق ولا یصلون خلفھم مخافۃً باقتدائه قالوا ومن فعل ذٰلک فھو مع عاقٍ"

یعنی متقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے مل کر نہیں بیٹھتے تھے جو عاق کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے اور نہ ہی ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اس خوف کے مارے کہ اس کا اقتدا نہ ہو جائے یعنی ہم ان کے پیرو خیال نہ کیے جائیں پس فرمایا کرتے تھے جس نے ایسا کیا پس وہ عاق ہے اور فتاویٰ جامع الفوائد ص ۳۵ میں لکھا ہے:

"ولا یجوز شھادۃ العاق وامامته، وتسقط عدالته، ولا یعتبر قوله ولا یعمل بفتوته ولو کان مفتیا یعنی ان العقوق من الکبائر المنصوصۃ المسقط لعقدالته"

(نقل از تحفظ الفقھاد خانیه)

یعنی عاق کی گواہی اور امامت اور عدالت شرعاً منظور اور جائز نہیں اور نہ ہی اس کا فتویٰ قابل عمل ہے۔

اور مختار الفتاویٰ میں بایں طور لکھا ہے:

"وینبغی للمتعلم ان یعظم استاذہ، لان فی تعظیمه برکۃ ومن لم یعظم شئتم فھو عاق لا تقبل صلوته، ولا امامته ویفور ویشھد وعلیه الفتویٰ فی زماننا"

اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۴۲۵ میں لکھا ہے کہ جو شخص عاق استاذ کا ہے اس کی مذبوحہ اور امامت اور عدالت نزدیک امام صاحب و امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے جائز نہیں۔

اور صاحب عجائب الاخبار نے بایں الفاظ حدیث بیان کی ہے کہ حق استاذ کا فرض ہے جو اس سے منکر ہو وہ کافر ہے۔

"حق الاستاذ فرض من انکر من الفرض فقد کفر ...... الخ"

(از انتباہ)

اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۴۲۵ میں بدیں مضمون عبارت درج ہے:

"نقل است از امام اعظم رحمۃ اللہ علیه وامام ابویوسف رحمۃ اللہ علیه و

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ و فتاویٰ کامل میگوند که عاق آں را گفته اند که استاذ شاگرد را امر معروف نماند چنانچه نماز و روزه و حج و زکوٰة وغیر آں اگر طاقت آں دارد و شاگرد ابا آرد و منحرف گردد یا بخوابر استاد بنظر شهوت بیند و یا در مذمت و غیبت اشتغال نماید آنگاه و عاق شود ، عقب او نماز درست نمیشود ، وشهادت او درمحکمه عدالت جائز نه بود و بغیر انیها بافعال دیگر عقوق نشود ...... الخ"

اور اسی فتاویٰ میں لکھا ہے:

" ولا تقبل عبادته' ان کان الاستاذ ممن تعلم منه حرفاً من القراٰن او تعلم مسئلة من مسائل الفقه او الحدیث اوالنصیحة من الحسنات اوالذکر اولقن کلمةً طیبة کذا فی الشرعة"

پس طالبانِ حق کو لازم ہے کہ بزرگانِ دین کی تعظیم وتکریم بجالائیں، مثنوی:

کیف مد ظل نقش اولیاء است — گو دلیل نور خورشید خدا است
بے ادب خود را نه تنها داشت بد — بلکه آتش در همه آفاق زد

اور مشکوۃ شریف باب مساجد میں بایں مضمون حدیث مذکور ہے کہ ایک شخص ایک قوم کا امام تھا اس نے قبلہ کی طرف تھوکا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس کے پیچھے نماز مت پڑھو کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء دی ہے۔

اور فتاویٰ ذخیرہ میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عاق کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے، وہو ہذا:

" ولا یجوز الاقتداء علیٰ عاق الاستاذ بالاجماع —فقط "

واللہ اعلم بالصواب

سوال: بے غیرت اور دیوث کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں جائز چنانچہ کتاب مختصر شافی وفتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۳۴ میں مذکور ہے:

" فاذا خرجت المرأة من بیت الزوج علی رضائه ولا یمنعها فهو دیوث لایجوز الصلوٰة خلفه لانها ما امرت بالقرار فی البیت "

یعنی جب کہ عورت گھر سے نکلے اور مرد منع نہ کرے تو وہ مرد دیوث ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب .

سوال: قرأت کتنے آواز بلند سے پڑھنی چاہئے اور قرأت میں سریں بنا بنا کر قرآن شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک اس قدر بلند پڑھنا جائز ہے کہ پڑھنے والے کو تکلیف محسوس نہ ہو چنانچہ موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

میں حدیث مذکور ہے:

" ان عمر بن الخطاب کان یجھر بالقرأۃ فی الصلوٰۃ وانہ کان یسمع قرأۃ عمربن الخطاب عند دار ابی جھم قال محمدؒ الجھر بالقرأۃ فیما یجھر فیہ بالقرأۃ حسن ما لا یجھد الرجل نفسہ‘ ...... الخ "

یعنی تحقیق حضرت عمر بن خطا صفحہ ۳۵ میں بایں طور تحریر کیا ہے:

" امام بلند نحواند کہ صف اول بشنود وسخت بلند بخواند الخ "

اور اگر کوئی شخص قرآن مجید میں خوش الحانی برائے حصول ثواب وکمالیت ترتیل بلا تکلف اقتضاء طبیعت کے پڑھے اور رعایت اخفاء اور اظہار اور غنہ اور قلقلہ وغیرہ حروف بھی کرے تو یہ تغنی جائز بلکہ مسنون ہے چنانچہ بخاری ومسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" ما اذن اللہ بشیء ما اذن النبی حسن الصوت بالقراٰن یجھر بہ "

یعنی نہیں سنتا اللہ تعالیٰ کسی چیز کو مثل نبی کی آواز کے کیونکہ وہ خوش آوازی سے پڑھتا ہے قرآن کو۔

اور ابن ماجہ ودارمی وغیرہ میں مروی ہے:

" عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ زینوا القراٰن باصواتکم "

یعنی زینت دو قرآن کو آوازوں سے۔

اور ایک روایت میں اس طرح بھی آیا ہے:

" سمعت رسول اللہ ﷺ حسنوا القراٰن باصواتھم فان الصوت الحسن یزید القراٰن حسناً " (رواہ الدارمی)۔

یعنی براء بن عازب سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے کہ فرماتے تھے اچھی طرح پڑھو قرآن کو ساتھ آوازوں کے اس واسطے کہ خوش آوازی زیادہ کرتی ہے قرآن کی خوبی کو۔

اور ایک روایت بخاری میں اس طرح بھی مذکور ہے:

" قال رسول اللہ ﷺ لیس منا من لم یتغن بالقراٰن "

یعنی کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ نہیں وہ شخص ہمارے کامل طریقہ پر جو نہ خوش آوازی کرے ساتھ قرآن کے۔

اور ایک دن کا ذکر ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے کہ دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی قرأت سن رہے ہیں۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر مجھ کو پتہ ہوتا تو میں ضرور قرأت قرآن

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مجید کی خوش الہانی سے کرتا پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ خوش الحانی و ترتیل و تحسین صوت سے قرآن شریف کا پڑھنا جائز ہے اور اس سے کسی سلف صالحین نے انکار نہیں کیا اور جو خوش الحانی اقتضاء طبیعت سے صادر نہ ہو بلکہ اظہار اس کا بناوٹ اور مطابق قواعد الحان موسیقی اور حرفوں اور شدوں اور مدوں میں کمی اور زیادتی پیدا ہو جائے تو ایسی خوش الحانی حرام اور مکروہ نزدیک سلف صالحین کے ہے چنانچہ شرح منیر الکبیر میں امام سرخسی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا ہے:

" انه كان ﷺ يكره رفع الصوت عند القرأة والوعظ ...... الخ "

اور مشکوٰۃ شریف میں ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ پڑھو قرآن مجید کو مطابق الحان عرب کے اور ان کی آواز کے اور بچو تم طور اہل عشق اور اہل کتاب کے سے کیونکہ وہ بطور موسیقی کے پڑھتے ہیں اور آئے گا وہ زمانہ کہ وہ قرآن پڑھیں گے اور پر طریقہ نوحہ اور راگ کے پس حالیکہ ان کے حلقوں میں نہ تجاوز کرے۔

سوال: امام اور مؤذن کو اجتماع اہل محلّہ کے نماز کے لئے کسی امیر کے واسطے انتظاری کرنا جائز ہے یا حرام ہے

جواب: انتظاری کرنا بعد اجتماع محلّہ کے نماز میں امراء وغیرہ کے لئے ناجائز ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص شریر اور فسادی ہو تو دفع شرارت کے لئے فقہاء نے انتظاری کرنا جائز لکھا ہے، وہو ہذا:

" لاينظر الامام والمؤذن اواحد بعينه بعد اجتماع اهل المحلة الا ان يكون شريرًا وفى الوقت سعة فيعذر الخ لا ينتظر لرئيس المحلة لان فيه ريآء وايذاءٌ " فقط.

(نقل از جامع الرموز و تنیه واشباه وشرح منیه و فتاوی جامع الفوائد ص ۳۵)

سوال: نماز تراویح میں اگر امام نابالغ ہو تو بالغ اس کی اقتداء کریں یا نہ؟

جواب: اس مسئلہ میں علمائے دین کا بہت اختلاف ہے۔ لیکن صحیح تر یہ ہے کہ نابالغ کی اقتداء نہ کریں اور اسی پر فتویٰ ہے۔ فقط۔

(نقل از ترغیب الصلوٰة و خزانه و فتاوی جامع الفوائد صفحه ۳۴)

سوال: اگر کوئی شخص فرض عشاء کے پڑھ چکا ہو۔ پھر نماز تراویح امام کے ساتھ پڑھے یا نہ؟

بقلم خود عمر الدين ولد حاجي نظام الدين فتحريحان

جواب: بے شک اس مسئلہ میں اختلاف ہے، لیکن صحیح تر یہ ہے کہ جماعت تراویح و وتروں میں اس کو شریک ہو جانا صورت بالا میں جائز ہے چنانچہ علامہ ابراہیم حلبی نے شرح منیہ میں لکھا ہے:

" اذ لم يصل الفرض مع الامام قيل لا يتبعه فى التراويح ولا فى الوتر وكذا اذا لم يصل مع التراويح لا يتبعه فى الوتر والصحيح انه يجوز ان يتبعه فى ذلك كله "

ہٰکذا فی فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۷۶ اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہوں تو وتر امام کے کیساتھ نہ پڑھے، ہکذا فی الحواشی لیکن قول اول بہت صحیح ہے۔

واللہ اعلم بالصواب ۔

سوال : کسی شخص نے نماز تراویح پڑھ لی ہو یا کچھ امام کے ساتھ پڑھی ہو تو پھر وہ وتر امام کے ساتھ پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب : بے شک اس کو ہر صورت میں امام کے ساتھ وتر پڑھنے جائز ہیں چنانچہ فتاوی قنیہ وابوالمکارم وفتاوی عالمگیر میں لکھا ہے:

" واذا صلی معه شیئاً من التراویح او لم یدرک شیئاً منها او صلیاً مع غیرہ له ان یصلی الوتر معهم هو الصحیح "

(نقل فتاوی سعدیه صفحه ۷۶ و جامع الفوائد صفحه ۴۳)

سوال : دیوار یا صحن یا سقف مسجد پر تیمم جائز ہے یا نہیں۔

جواب : اس میں اختلاف ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ نہ کیا جائے کیونکہ مسجد جائے ادب ووقف برائے نماز۔ ہکذا فی فتاویٰ سعدیہ ص ۱۸۔

سوال : تیمم کتنی ضرب ہیں۔ حدیث سے جواب دو؟

جواب : دو ضربیں ہیں۔ ایک ہاتھوں کے لئے اور ایک منہ کے لئے جیسا کہ دار قطنی وطبرانی میں حدیث مذکور ہے:

" انه علیه الصلوٰة والسلام قال التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للیدین الی المرفقین "

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ تیمم دو ضربیں ہیں ایک ضرب واسطے منہ کے اور ایک واسطے ہاتھوں کے کہنیوں تک فقط۔

سوال : علمائے دیوبند کے عقائد کیا ہیں ان کی کتابوں کی بعینہ عبارت تحریر کریں تا کہ ناظرین کو یقین آ جائے؟

جواب : ان کے اکثر عقائد تاریخ وہابیہ دیوبندیہ وکوکبہ شہابیہ وحسام الحرمین وغیرہ رسالوں میں درج ہیں اور ان کے ایمان وغیرہ پر علمائے دین مکہ معظمہ کی مواہیر بھی لگی ہوئی ہیں لیکن مختصر طور پر فقیر بھی ان کے عقائد باطلہ کو نمبر وار انہی تصنیفات سے بعینہ عبارت درج کر دیتا ہے، وہو ہذا:

عقیدہ نمبر ۱ : شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔

(بعینه براهین قاطعه صفحه ۱۵۱ از مولوی رشید احمد گنگوهی)

عقیدہ نمبر ۲ : شیطان کو یہ وسعت علم نص سے ثابت مان کر رسول اللہ ﷺ کے لئے وسعت علم ماننے والے کو یوں کہنا کہ تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔

(بعینه براهین قاطعه صفحه ۵)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

عقیدہ نمبر ۳: بعض علوم غیب مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

(بعینہ از کتاب حفظ الایمان صفحہ۷ مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی)

عقیدہ نمبر ۴: بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(صفحہ ۳ تحذیر الناس قاسم نانوتوی)

عقیدہ نمبر ۵: عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

(کتاب ایضاً صفحہ ۲۳)

عقیدہ نمبر ۶: عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے حنبلی مذہب تھا، ان کے مقتدی اچھے ہیں اور علاوہ ان کے اور بہت سے عقائد ہیں مثلاً مجلس میلاد مبارک حضور سید عالم ﷺ جنم کھنیا کا سوانگ ہے۔

(براھین قاطعہ صفحہ ۱۴۸)

وتر کی ایک رکعت کو قوت ہے۔

(براھین صفحہ ۴)

جس کو ایک وقت کی نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو اس سے حج ساقط ہے۔

(براھین صفحہ ۳۷ سطر ۱۹)

دیسی کوا حلال ہے خدا پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔

(براھین صفحہ ۲۰ مطبوعہ بلالی ۱۳۲۱ھ ۱۴/رمضان کو چھپی ھے)

نوٹ: باقی عقائد فرقہ غیر مقلدین کے معہ جوابات ان شاء اللہ جلد چہارم میں بیان ہوں گے۔

سوال: مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری اپنے رسالہ اہلحدیث میں لکھتا ہے کہ ہم عبدالوہاب نجدی کے پیرو نہیں بلکہ بعض افراد بھائی ہمارے اس کی بود و باش سے بھی ناواقف ہیں اور یہ محض ان کا جھوٹ اور دل آزاری کا سبب ہے۔

جواب: بے شک یہ فرقہ وہابیہ غیر مقلدین محمد بن عبدالوہاب نجدی کا پیرو ہے کیونکہ ان کے عقائد اور ان کے عقائد مساوی ہیں۔ بلکہ بہت سے عقائد ان سے بڑھ کر نوبت کفر پہنچ چکے ہیں جن کا ذکر مفصل فقیر نے سیف النعمان علی اہل الطغیان میں نمبر وار تحریر کر دیا ہے اور یہاں صرف بطور نمونہ ابن عبدالوہاب کے رسالہ کی عبارت نقل کی جاتی ہے تا کہ ناظرین خود اس پر قیاس کر لیں اور سمجھ لیں کہ کون لوگ ان کے پیرو ہیں، وھو ہذا:

"فمن اعتقد انه اذا ذکر نبی فیطلع ھو علیه صار مشرکا وھذا الاعتقاد شرک سواء کان مع

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نبی اوولی او ملک او جنی او صنم اووھن وسواء کان یعتقد حصوله بذاته او باعلام اللہ تعالیٰ بای طریق کان یصیر مشرکاً و من اعتقد النبی وغیرہ ولیه و شفیعه فھو ابو جھل فی الشرک سواء اما السابقون فاللات والسواع والعزی واما اللاحقون محمد و علی وعبدالقادر ولم یقل فی حاجته یااللہ وقال یا محمد وان اعتقد عبداً غیر متصرف فی الکل صاز مشرکا کفاک قدوۃ فی ذٰلک شیخنا تقی الدین ابن تیمیه وقد ثبت ان السفر الی قبر محمد ومشاھدہ و مساجد واثارہ وقبرہ ولی وسائر الاوثان شرک اکبر ...... الخ"

(نقل از عجالہ صفحہ ۲۹)

یعنی جوکوئی یہ اعتقاد کرے کہ نبی کا نام لینے سے نبی اس پر مطلع ہوجاتا ہے تو وہ مشرک ہوجاتا ہے پھر خواہ یہ اعتقاد کسی نبی کے ساتھ ہو یا ولی یا فرشتہ یا جن یا بھوت یا صنم یا بت کے ساتھ ہو۔ پھر خواہ یہ اعتقاد کرے کہ اس کا علم اس نبی وغیرہ کو بذاتہ حاصل ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے اعلام سے الغرض جس طریقہ سے یہ اعتقاد ہو اس سے مشرک ہوجاتا ہے اور جوکوئی نبی وغیرہ کو اپنا ولی اور شفیع ہونا اعتقاد کرتا ہے تو وہ اور ابوجہل دونوں شرک میں برابر ہیں۔ پہلے بت لات اور سواع اور عزیٰ تھے۔ لیکن پچھلے بت محمد اور علی اور عبدالقادر ہیں جو شخص اپنی حاجت کے وقت یا اللہ نہیں کہتا یا محمد کہتا ہے اگرچہ اس کو ایک بندہ عاجز سب باتوں میں اعتقاد کرتا ہے تو بھی مشرک ہوجاتا ہے اور تجھ سے اس بات میں ہمارے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ بس ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد ﷺ کی قبر مشاہدہ اور مساجد اور آثار کی طرف یا کسی دوسرے نبی یا ولی کی طرف سفر کو جانا شرک اکبر ہے، فقط۔

پس ناظرین انصاف کی نظر سے دیکھیں کہ کیا اس فرقہ غیر مقلدین وہابیہ مسمّیٰ اہلحدیث کے عقائد نہیں۔ کیا یہ باتیں تفویۃ الایمان وصراط مستقیم واصول زندگی ومترجم قرآن مجید وحید الزمان وخود رسالہ اہلحدیث ثناء اللہ امرتسری میں تحریر نہیں۔ پھر کیا ہم لوگ ان کو عبدالوہاب نجدی کے متبع اور پیرو نہیں کہہ سکتے اور فقیر نے جو کچھ ان کی کتابوں میں بنظر غور وانصاف دیکھا ہے حلفاً کہتا ہے کہ یہ لوگ دائرہ اہلسنت والجماعت کیا بلکہ دائرہ اسلام سے بھی خارج سمجھے جاسکتے ہیں اور اس جگہ ان کی کتابوں سے بطور نمونہ چند عبارتیں بعینہ نقل کی جاتی ہیں تاکہ ناظرین کو یقین آجائے، وھو ہذا:

عقیدہ کفریہ نمبر ۱: ان کو اپنا وکیل وسفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر وشرک تھا سو جوکوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی اس کو سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں خواہ یہ معاملہ انبیاء واولیاء سے ہو۔

(تفویۃ الایمان صفحہ ۸ سطر ۱۰ تک مصنفہ مولوی اسماعیل شہید)

عقیدہ کفریہ نمبر ۲: جس کا نام محمد اور علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

(تفویۃ الایمان صفحہ ۴۲ سطر ۱۱)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

عقیدہ کفریہ نمبر ۳: خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے۔

(کتاب ایضاً صفحہ ۱۰)

عقیدہ کفریہ نمبر ۴: اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا، عرش اس کا مکان ہے دونوں قدم کرسی پر رکھے ہیں کرسی اس کے قدم رکھنے کی جگہ ہے اور وحید الزمان نے اس پر یہ لفظ زیادہ کئے ہیں کہ جب وہ کرسی پر قدم رکھتا ہے تو کرسی چرچر کرتی ہے۔

(نقل از الاحتویٰ علی العرش استویٰ صفحہ ۴ و ۶ ، ۶۰ مصنف صدیق حسن بھوپالی و ترجمہ قرآن وحید الزمان آیۃ الکرسی کے حاشیہ پر)

عقیدہ کفریہ نمبر ۵: پس ہر روز اعادہ ولادت تو مثل ہنود کے ہے کہ سانگ کھنیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے یہ مجلس پر اشرار محل معاصی اتباع ہو و کید شیطان ہے۔

(فتوی رشید احمد گنگوھی)

عقیدہ کفریہ نمبر ۶: انبیاء و اولیا بھوت پری ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(تفویة الایمان)

عقیدہ کفریہ نمبر ۷: ظلمت بعضہا فوق بعض، زنا کے وسواس سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔

(بعینہ صراط مستقیم مطبوعہ مطبع احمدی لاھور صفحہ ۹۳ مصنفہ مولوی محمد اسماعیل شھید)

عقیدۂ کفریہ نمبر ۸: اہلحدیث کا مذہب ہے کہ سوائے خدا کے علم غیب کسی مخلوق کو نہیں، نہ ذاتی نہ وہبی نہ کسبی

(رسالہ اھلحدیث صفحہ ۱۱ . مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری)

الغرض ان کے فرقہ دیوبندیہ وہابیہ کے اور بھی بہت سے کفریات ان کی کتابوں میں درج ہیں جن کی تردید میں رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ و تاریخ وہابیہ و دیوبندیہ و فتح المبین وغیرہ بنی ہوئی ہیں اور فقیر بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ہر ایک جلد میں ان کے کفریات سے برادران اہل سنت والجماعت کو آگاہ کرتا رہے گا اور اس جگہ صرف علمائے دین کا فتویٰ جو ایسے لوگوں پر لگا ہوا ہے خادم شریعت تحریر کر دیتا ہے:

" لا شک فی کفر من یعتقد ان علم النبی ﷺ وعلم الشیطان سواء وکذا بقیة المسائل الاربع المحررة فی هذا الاعلان سوآء کانوا من اهل الدیوبند او غیرهم وانی انصح اخوانی المسلمین جمیع انحاء العالم ان یعتزلوا اصحاب هذه عقیدة الکفریة حفظنا الله من العقائد الزائفة آمین ثم آمین حررة الفقیر احمد موسیٰ المصری المنونی امام جامع مسجد کلکته"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں جو یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ نبی علیہ السلام اور شیطان کا علم دونوں برابر ہیں اور ایسا ہی حال ہے چاروں مسائل مذکورہ کے اعتقاد کرنے کا، ایسے اعتقاد کرنے والے خواہ دیوبندی ہوں یا کسی دوسرے مقام کے ہوں۔ تمام مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان اعتقاد کفریہ سے احتیاط کریں اور بچیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان گمراہ عقیدوں سے بچائے، آمین ثم آمین۔

کتبہ

الفقیر احمد موسیٰ المصری المنونی امام مسجد جامع کلکتہ فقط

سوال : غیر مقلد مؤلفہ الاحتساب وغیرہ لکھتے ہیں کہ امام اعظم کوئی بجہت حفاظ علم حدیث میں ضعیف تھے اور غیر مقلد عبدالکریم اپنی کتاب الانصاف صفحہ ۲۳ و ۳۵ میں لکھتا ہے کہ امام اعظم و اسماعیل وحماد یہ سب کے سب مرجیہ اور لا علم تھے صرف سترہ حدیثیں جانتے تھے اور صاحب صحاح ستہ ان سے کئی کروڑ ہا درجہ ہر فن میں زیادہ تھے اگر یہ محدث ہوتے تو ان کا صحاح ستہ میں کہیں ذکر ہوتا بلکہ ان کو امام بخاری ونسائی وخطیب بغدادی ضعیف اور مرجیہ اور فسادی لکھتے ہیں۔ یہ بات کس طرح پر ہے جواب دو؟

جواب : ان لوگوں کے دلوں میں ابتداء سے یہ مرض تعصب چلا آیا ہے اور اس مرض ملعونہ کے علاج کرنے سے بقراط وجالینوس جیسے حکماء بھی عاجز ہو چکے ہیں۔ اصل بات یہ ہے:

خدایا مفتری رار و سیاہ کن   زقہر قہروان خود تباہ کن

میرے صاحبان فقیر نے جلد دوم سلطان الفقہ میں ان تمام اعتراضوں کے جواب مفصل تحریر کردیے ہیں اور یہ بھی ثابت کردیا ہے کہ واقعی امام صاحب کا صحاح ستہ میں نام درج ہے لیکن متعصبین نے نکال دیا ہے اور یہاں صرف بطور نمونہ نقشہ تحریر کیا جاتا ہے اور جس قدر محدثین دنیا میں امام صاحب کے زمانہ سے لے کر اب تک گزرے ہیں سب کے سب بواسطہ یا بلاواسطہ امام صاحب کے شاگرد ٹھہرتے ہیں اور اگر امام صاحب ضعیف ہیں تو پھر نزدیک قواعد و اصول محدثین کے سب کے سب ضعیف ہوں گے۔ وہ نقشہ یہ ہے، یاد رکھو:

(نقل از کتاب الحنفاء صفحہ ۲۴)

نقشہ تلامذہ ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ

اب حضرات غیر مقلدین کو چاہئے کہ بخاری ومسلم ونسائی ودارقطنی وغیرہ محدثین کی کتابوں کو چھوڑ دیں کیونکہ جب امام صاحب ضعیف فی الحدیث واصحاب الرائے وبعض الناس محروم ومحجوب آپ کے منہ سے کہلائیں تو پھر یہ کتابیں کس

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

طرح صحیح مانی جائیں کیونکہ ان کتابوں کے مؤلف جب کہ سب کے سب امام صاحب کے شاگردوں کے شاگرد و قدم بقدم ہوکر چلے آتے ہیں پس جب امام صاحب ضعیف فی الحدیث ہیں تو یہ ضعف تمام محدثین میں پیدا ہوگیا وہ خواہ بخاری و مسلم و نسائی و دار قطنی و بیہقی و ابن ابی شیبہ و طبرانی وغیرہ ہوں۔

ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دے　　　راستے پر آ خدا کو مان لے

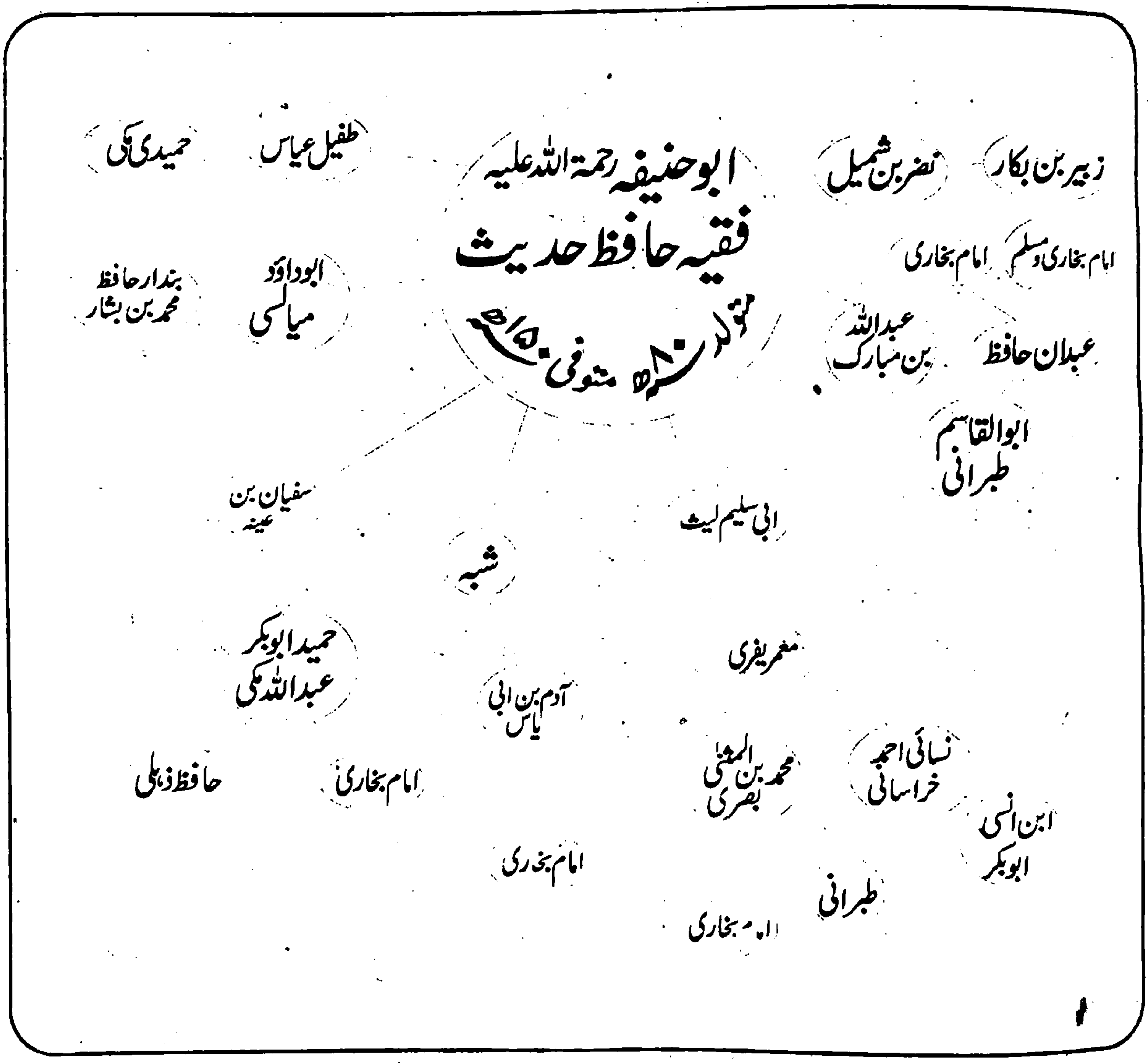

میرے پیارے ناظرین! اس فرقہ وہابیہ اہلحدیث سے بچیں، یہ فرقہ وہ ہے جس کی خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بایں طور فرمائی ہے:

" لعن آخر هذه الامة اولها "

یعنی اسی امت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں کو برا کہیں گے اور فرمایا:

"یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم واٰباؤکم فایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم "

(از مسلم)

یعنی آخر زمانہ میں فریبی اور مکار اور جھوٹے لوگ آئیں گے اور لائیں گے تمہارے پاس حدیثیں کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے بھی نہ سنی ہوں گی اور تم اپنے آپ کو ان سے بچاؤ اور ان کو اپنے سے ایسا نہ ہو کہ کہیں تم کو گمراہ کر دیں اور فتنہ میں ڈالیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ لوگ ائمہ مجتہدین پر ہمیشہ لعن طعن کرتے رہتے ہیں اور تمام فقہاء حنفیہ کو کافر اور مشرک اور بدعتی کہتے رہتے ہیں دیکھو بوئے غسلین وظفر المبین وغیرہ اور باقی نقشہ ان شاء اللہ جلد چہارم میں درج کیا جائے گا، فقط۔

سوال: حقہ نوشی مباح ہے یا حرام اور نزدیک حکماء کے اس میں کیا نقصان ہے یا نہیں؟۔

جواب: اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے بعض نے قطعی حرام لکھا ہے اور بعض نے مکروہ تحریمی اور خادم شریعت کی تحقیق اس میں یہ ہے کہ اس کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے کیونکہ اس میں نہایت درجہ کا اختلاف ہے چنانچہ اس کی حرمت پر صاحب الفقن نے بہت دلائل لکھے ہیں، وہو ہذا:

" الدخان حرام مطلقاً وعلیه الفتویٰ ولا یجوز استعماله مطلقاً ...... الخ "

(نقل از واقعات الحسامی)

دھواں حرام مطلق ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس کا استعمال کرنا بھی مطلقاً ناجائز ہے۔

اور صاحب درمختار کتاب الشربۃ وصاحب غایۃ الاوطار صفحہ ۲۶۸ میں بایں طور لکھا ہے:

" قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثه بدمشق سنة خمسة عشر بعد الف یدعی شاربه انه لا یسکر وان سلم له وانه مغتر وهو حرام بحدیث احمد عن ام سلمة قالت نهی رسول الله ﷺ عن کل مسکر و مغتر قال ولیس من الکبائر تناوله المرة والمرتین ومع نهی ولی الامر عنه حرام قطعا علی استعماله ربما اضربا بالبدن نعم الاضرار علیه کبیرة کبائر الصغائر "

کہا ہمارے استاذ نجم شافعی نے کہ تمباکو جو نئی پیدائش ہے اس کی پیدائش دمشق شام میں ایک ہزار پندرہ سال ہجری میں ہوئی، اس کے پینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نشہ نہیں لاتا اگر اس کے عدم سکر کو مان لیا جائے تو البتہ وہ مضر ہے اگرچہ عقل کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

زائل نہیں کرتا مگر حواس کو منکسر وضعیف کرتا ہے اور جو چیز مضر ہے وہ حرام ہے بدلیل اس حدیث کے جو مسند احمد میں حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہر مسکر و مضر یعنی نشہ لانے والی اور سست کرنے والی چیز سے کہاں تک مذکور نے کہ تمباکو کا ایک یا دو بار استعمال کرنا گناہ کبیرہ نہیں ہے اور باوجود منع کر دینے سلطان وقت کے وہ یقیناً حرام ہے علاوہ اس کے یہ کہ اس کا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے ہاں اس کو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ ہو جاتا ہے۔

اور شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بایں طور لکھا ہے کہ حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں ایک بدبو کا آنا حقہ کش کے منہ سے دوسرے ملابست آتش کی تیسرے دھواں نکلنا منہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ ہے۔ ہر چند یہ کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن باجتماع امور ثلاثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے اور فتاویٰ عبدالحئی جلد اول صفحہ ۸۰ اور جلد سوم صفحہ ۲۳۲ میں بھی اس کو مکروہ تحریمی لکھا ہے اور حکماء نے بھی اس کو مضر لکھا ہے چنانچہ فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۲۱۸ میں بایں طور مسطور ہے:

" قال افلاطون لو لا الغبار والطين والدخان لعاش الناس دهراً طويلاً وقال جالينوس اجتنبوا عن ثلاثٍ الدخان والطين والغبار الخ وقال حكيم ابو علی سينا لو لا الدخان والطين والغبار لعاش ابن ادم الف عامٍ فثبت باجماعِ الحكماءِ انه مغتر والمضر حرام – الخ "

بہر صورت فقیر کے نزدیک بھی اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے لقولہ علیہ السلام:

" الحلال بين والحرام بين و بين ذلك مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات "

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حلال ظاہر ہیں اور حرام بھی ظاہر ہیں اور ان کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں اکثر لوگ ان کو نہیں جانتے پس جو بچ گیا مشتبہات سے پاک ہوا اس کا دین۔

اور حدیث میں ہے کہ:

" دع ما يريبك الى ما لا يريبك "

یعنی فرمایا آپ کہ چھوڑ دو اس چیز کو جو تم کو شک میں ڈالے اور عمل کرو اس چیز پر جس میں یقین ہو، شک و شبہ نہ ہو۔

﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ﴾

یعنی اللہ کے نزدیک زیادہ پرہیزگار آدمی بہتر ہے۔

﴿ وَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴾

" بر رسولاں بلاغ باشد و بس " باقی ذکر اس کا جلد دوم میں گزر چکا ہے اگر کسی صاحب کو زیادہ دلائل دیکھنے کی ضرورت ہو تو فتاویٰ جامع الفوائد و رسالہ الفتن کو مطالعہ کرے فقط۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سوال : مرزا غلام احمد قادیانی کو اگر مجدد زماں نہیں مانا جائے تو بجا ہے یا نہیں؟

جواب : مرزا صاحب مذکور کو ہرگز مجدد زماں نہیں مانا جاسکتا کیونکہ مجدد کے لئے چند شرائط مقرر اور متعین ہیں چنانچہ کتاب مجالس الابرار مجلس ۸۳ میں بایں طور مسطور ہے کہ مجدد وہ ہوسکتا ہے جس کی لیاقت علمیت و بزرگی کو علمائے وقت تسلیم کرلیں نہ یہ کہ وہ اپنی زبان سے میاں مٹھو طوطا کی طرح مجدد ہونے کا اپنے منہ سے دعویٰ کرے اور کہلائے اور مرزا صاحب میں یہ صفت کہاں دیکھو اس کی عبارت عربی جو یہاں بطور نمونہ مشتے از خروارے تحریر کردی جاتی ہے جس پر ادنیٰ لیاقت والے طالب علم بھی اعتراض کرتے ہیں اور ہنسی اڑاتے ہیں اور مرزا صاحب کی چند تصانیف سے کتاب اعجاز المسیح کی چند غلطیاں پیر مہر علی شاہ صاحب نے سیف چشتیائی اور صاحب فیصلہ آسمانی میں بایں طور نقل کردی ہیں:

" وانی سمیته اعجاز المسیح وقد طبع(۱) فی مطبع ضیاء الاسلام فی سبعین یوماً شهر الصیام و کان من الهجرة ۱۳۱۸ ومن شهر النصاری ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء مقام الطبع قادیان ضلع گورد اسپور "

اب ناظرین انصاف فرمادیں کیا یہ عبارت صحیح ہے کیا مہینہ رمضان شریف ستر ۷۰ دن کا بھی ہوتا ہے اور امید ہے کہ مرزائی صاحبان اس جگہ بھی کچھ تاویل کرلیں گے حالانکہ یہ تمام عبارت بے ربط اور خلاف محاورہ عرب کے ہے اور غلطی دوم ضلع گورداسپور کی بجائے غورواسفور ہونا چاہیے غلطی سوم باہتمام الحکیم فضل الدین بعد التعریب فضل الدین، غلطی چہارم صفحہ ۲ من کل نوع الجناح، نوع للجناح کیونکہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا افادہ دیتا ہے اور وہ یہاں پر مقصود نہیں۔ غلطی صفحہ ۳، کل امرهم علی الفتوی، اس مقام پر کل امرلهم ہونا چاہیے تھا چونکہ کل مجموعی خلاف ہے۔ غلطی صفحہ ۴، فلا ایمان له اویضیع ایمانه، دو دفعہ ایمان کے لفظ کا تکرار بے قاعدہ اور خلاف محاورۂ عرب ہے۔ غرضیکہ مرزا صاحب نے کہیں تو مقامات حریری وغیرہ کتب سے عبارتیں چرائی ہیں لفظی اور کہیں معنوی تحریف قرآن مجید واحادیث شریف کی گئی ہے جس کو پیر صاحب موصوف نے اپنی تصنیف سیف چشتیائی میں صفحہ ۷ تا ۸۱ قلمبند کردیا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ فقیر بھی ہر ایک جلد میں چند اغلاط مرزا غلام احمد قادیانی کے لکھتا رہے گا۔

اور دوسری شرط مجدد کی یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہر اور باطن کو مطابق شریعت جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے رکھتا ہے اور اقوال و افعال اس کے ہرگز برخلاف شریعت کے نہیں ہوتے اور مرزا صاحب میں یہ ہر دو صفتیں موجود نہ تھیں نہ تو مرزا صاحب نے باوجود استطاعت وفارغ البالی ومرفہ الحالی حج کیا اور نہ ہی پتلی روٹی گیہوں کی کھانے سے تین روز متواتر باز رہے اور نہ ہی فرش چمڑے اور کھجوروں کے پتوں سے بنایا اور نہ ہی مرزا صاحب نے کباب اور زردے اور پلاؤ کھانے سے منہ

۱: طبع کی ضمیر راجع طرف قصیدہ کے ہے اور قصیدہ مونث ہے لہذا طبعت ہونا چاہیئے تھا اور قد طبع فی سبعین یوماً کی بجائے صفت کا لفظ زائد ہونا چاہیئے تھا تاکہ معنی صحیح ہوجائے۔ خادم شریعت۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

پھیرا اور نہ ہی جھوٹے الہام بیان کرنے سے زبان کو روکا اور نہ نبیوں کی توہین کرنے سے قلم بند کیا، اور نہ ہی ۲۲ کروڑ مسلمانوں کی پارٹی پر کفر کا فتویٰ لگانے سے شرم کی اور نہ ہی قرآن مجید اور احادیث شریف اور اجماع امت کے اقوال کی تحریف معنوی کرنے سے قلم کو تھاما۔

تیسری شرط مجدد کی یہ ہے کہ جو بدعت اور بت پرستی اور برے کام لوگوں کے درمیان مروجہ اور قائم ہو چکے ہوں اور ان کو وہ اپنی ایمانی طاقت اور استقامت اور حوصلہ اور حلیمی سے دور کر دیتا ہے۔ مرزا صاحب نے تو بجائے ان باتوں کے بدعت اور بت پرستی کی بیخ قائم کی چنانچہ اپنی تصویریں بنوا کر ملکوں میں تقسیم کیں، حالانکہ یہ بالکل برخلاف قرآن مجید و احادیث صحیحہ و اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہے اور علاوہ اس کے اپنے آپ کو خدا کہلانا اور آسمان و زمین کے پیدا کرنے پر اپنے آپ کو قادر سمجھنا جیسا کہ کتاب البریہ و حقیقت الوحی و دافع البلاء وغیرہ میں مذکور ہے علاوہ اس کے خود مرزا صاحب کا دعویٰ کرشن جی کا بھی ہے۔ جس کی تعلیم شرک و بدعت سے بھری ہوئی ہے چنانچہ گیتا ترجمہ فیضی سے پوسٹ ماسٹر پیر بخش صاحب نے بایں طور ابیات نقل کئے ہیں:

ابیات

من از ہر سہ عالم جدا گشتہ ام
تہی گشتہ از خود خدا گشتہ ام

منم ہر چہ ہستم خدا از من است
فنا از من است و بقا از من است

باشجار پیپل بدانی مرا !
برگہائے نارو بدانی مرا

اگر گوش داری چناں میشوی
خدائے شوی و خدائے شوی

تناسخ

ہمہ شکل اعمال بگر فتہ اند
بہ تقلیب احوال دل گفتہ اند

گرفتار زندانِ آمد شد اند
ز بیدانشی خصمِ جانِ خود اند

اب ناظرین مرزا صاحب کے کلمات اور بھی بغور و ہوش دیکھئے اور سنیئے اور انصاف فرمایئے، وہو ہذا:

''میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔''

(من عینہ کتاب البریہ مصنفہ مرزا صاحب صفحہ ۷۱ سطر ۲)

اللہ تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی و شیرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہو گیا اور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اسی حالت میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب وتفریق نہ تھی، پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور ﴿اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ﴾ پھر میں نے کہا، اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر جاری ہوا:

"ارادت ان استخلف فخلقت ادم . انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم"

(من عینہ کتاب البریہ صفحہ ۷۹ سطر ۳ سے ۹ تک)

اور آگے چل کر اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۲ میں جہاں یہ مضمون چھڑا ہوا ہے کہ امام مہدی وعیسیٰ مسیح میں ہوں اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں اور جو لوگ ان کو زندہ ہونا آسمان پر مانتے ہیں وہ جاہل اور احمق اور نادان ہیں قرآن مجید اور احادیث کو غور سے نہیں سمجھتے اور جب ان کو پوچھا جائے کہ اس کے آسمان سے اترنے اور جانے کا کیا ثبوت ہے تو پھر نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث۔(۱)

پناہ بخدا۔ میرے صاحبان دیکھو مرزا صاحب کا کس قدر جھوٹ بولنا ثابت ہے، حالانکہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب فاضل اجل عالم بے بدل مدظلہ العالی لاہور میں خود بحث کرنے کے لئے مع بسیار علمائے دین کے تشریف لائے اور مرزا صاحب بھاگ گئے اور ایسا ہی پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کے مقابلہ کرنے سے بھاگتے رہے۔ آخر الامر اس کے دعویٰ کی تردید میں کتاب سیف چشتیائی وشمس الہدایت تیار ہوئیں اور اسی طرح ہزار ہا علمائے دین جواب بدلائل قاطعہ اب تک دے رہے ہیں اور خاص کر اب بھی رفیق پیر بخش صاحب پنشنر پوسٹ ماسٹر انجمن تائید الاسلام کی طرف سے مستقل طور پر رسالہ ماہواری نکلتا ہے جس کے جواب دینے میں مرزا صاحب اور مرزا کے پیرو **لا نسلم** کا سبق پڑھ کر لاجواب ہوگئے اور ان شاء اللہ ہوتے رہیں گے:

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمہء آفتاب راچہ گناہ

اور اب فقیر بھی مرزا صاحب کے گدی نشینوں اور متبعین کو نوٹس دیتا ہے کہ اگر مرزا صاحب اور آپ لوگ سچے ہیں تو

۱: خادم شریعت نے بیس حدیثیں اور دس آیتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر بوقت مناظرہ جھوک بوسن علاقہ ملتان میں مناظرہ قادیانی کے پیش کیں اور اس کو لاجواب کیا اور اس علاقہ سے ان کا تخم اڑا دیا اور جدید طبع رسالہ قہر یزدانی برقلعہ قادیانی کو ملاحظہ کریں جو خادم شریعت کا بنا ہوا ہے۔ خادم شریعت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بیس ہزار روپیہ جو مرزا صاحب نے کتاب البریہ کے صفحہ ۱۹۲ میں بطور انعام اس دعویٰ پر ارقام فرمایا ہے۔ براہ مہربانی بصیغہ منی آرڈر روانہ فرمایا جائے اور اپنی تحریر مطالب کے مطابق جواب ملاحظہ کرلیں مطالبہ یہ ہے:

''اگر اسلامی تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہ پاؤ گے جس میں لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کو جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا جس طرح چاہیں تسلی کرلیں۔

(من عینہ کتاب البریہ)

اور صفحہ ۱۹۳ میں یوں لکھا ہے'' کہ جہاں کسی کا واپس آنا بیان کیا جاتا ہے عرب کے فصیح لوگ رجوع بولا کرتے ہیں نہ نزول''۔

(من عینہ)

اب ناظرین نے مرزا صاحب کی عبارت کا مطلب تو سمجھ لیا ہوگا کہ جو بعض حدیثوں میں صرف نزول کا لفظ وارد ہے وہ غیر فصیح ہے۔ یہ لفظ ذی عزت آدمی کی خاطر بھی بولا جاتا ہے اور یہ عام محاورہ ہے نزول من السماء اور رجوع کا کلمہ کسی حدیث وضعی کتاب مذہب اسلامیہ میں بھی اس کا ثبوت نہیں اور اگر کوئی شخص دکھا دے تو اس کو بیس ہزار علاوہ سزا اور تاوان کے دوں گا۔

میرے صاحبان ذرا انصاف سے حدیثوں کو ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کیا ان میں رجوع اور نزول من السماء کا کلمہ ہے یا نہیں، اگر ہے تو میرزائی صاحبان سے تحریر شدہ تاوان لے دیں اور اگر وہ نہ دیں تو سمجھ لو یہ کذاب ہیں اور نہ ہی مرزا صاحب صادق اور مجدد ہو سکتے ہیں اور وہ دلائل یہ ہیں:

حدیث نمبر ۱: " قال الحسن قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ "

(نقل از تفسیر در منثور و سیف صفحہ ۲۵)

یعنی کہا حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے واسطے مخاصمین اہل یہود کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک نہیں مرا، وہ تمہاری طرف آنے والا ہے قیامت سے پہلے لو اس حدیث میں رجوع کا لفظ موجود ہے اور حدیث بھی صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۲: " روی اسحق بن بشیر و ابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ فعند ذٰلک ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماءِ "

(نقل از کنز العمال)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نزدیک ہے کہ میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے نزول فرمائے گا (اس حدیث میں کلمہ من السماء کا موجود ہے)۔

حدیث نمبر ۳: " فانه لم يمت الى الاٰن بل رفعه الله الى هذا السمآء روى ابن جرير وابن حاتم عن ربيع قال ان النصارىٰ اتوا النبى ﷺ الى ان قال الستم تعلمون ربنا حى لا يموت وان عيسىٰ يأتى عليه الفناء "

(نقل از سیف ۱۳۴)

یعنی کیا تم لوگوں کو علم نہیں کہ رب ہمارا زندہ ہے۔ اس پر کبھی موت نہیں آئے گی اور عیسیٰ پر موت آئے گی۔

حدیث نمبر ۴: " عن عبدالله بن سلام قال يدفن عيسىٰ بن مريم مع رسول الله ﷺ وصاحبيه فيكون قبره رابعاً "

(نقل از مشکوٰۃ)

یعنی فرمایا کہ دفن ہوں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور ابوبکر و عمر کے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔

حدیث نمبر ۵: " عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ كيف انتم اذا نزل ابن مريم من السماء فيكم وامامكم منكم "

(رواه بيهقى فى كتاب السماء والصفات)

ناظرین کیا حدیث نمبر اول میں رجوع اور حدیث نمبر ۲ و ۵ میں کلمہ من السماء کا واقعہ ہے یا نہیں۔ اب مہربانی فرما کر میرزائی صاحبان کو لازم ہے کہ ایفائے عہد کریں، یا مرزا صاحب کی اتباع سے توبہ کریں اور علاوہ اس کے مرزا صاحب کے اور بھی کلمات ہیں۔ اصل کو غور سے دیکھیں اور انصاف کریں، کہ کیا یہ مطابق قرآن مجید و احادیث شریف و اجماع مسلمین و ائمہ دین مجتہدین و مجددین کے ہیں یا نہیں و ہو ہذا:

" انت منى بمنزلة اولادى انت منى وانا منك "

(نقل از کتاب دافع البلاء و معیار اهل الاصطفا صفحه ۶)

" انت منى وانا منك "

حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶ اور معنی ان کے یوں کئے جاتے ہیں کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد، تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

ناظرین! کیا مرزا صاحب کا یہ کہنا سچ ہے ہرگز نہیں یہ صریح جھوٹ ہے اور خداوند کریم پر افتراء باندھا ہوا ہے چنانچہ قرآن شریف خود اس کی تردید کرتا ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾
﴿لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ﴾
﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرىٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا الخ﴾
﴿اَلَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾
﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا الخ﴾

پس ان تمام مذکورہ بالا آیات بینات سے واضح ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھے، یعنی خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرے یا خود خدا بنے یا اپنے ہاتھ سے کوئی کتاب لکھ کر کہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو میرے منہ سے نکلتا ہے، سو وہ ظالم لعنتی اور دوزخی ہے۔

اور دیکھو مرزا صاحب نے جو اشتہار بہ نسبت موت لیکھرام ۱۵؍مارچ ۱۸۵۷ء صفحہ ۳ کالم ۲ سطر ۳۳ و ۳۴ میں دیا تھا لکھا ہے قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں اور ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۳۳ میں بایں طور لکھا ہے کہ براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۳ میں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام یوسف نجار (یعنی یوسف ترکھان) کا بیٹا ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۶۲۸ و ۶۲۹ مین لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ خدا کی پناہ ایسے مجددوں سے۔

میرے صاحبان انصاف فرمایئے جس آدمی کے یہ الفاظ ہوں کیا وہ آدمی بقانون شریعت حضور ﷺ مسلمان بھی رہ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ہاں بقول شخصے (سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی)۔

الغرض مرزا صاحب کسی صورت میں بھی مجدد نہیں ہو سکتے اور باقی ذکر جلد چہارم میں ملاحظہ کریں۔

واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بحث شیعہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں جو ذیل میں درج ہیں:

(ا) آل کے معنی کیا ہیں اور آیت تطہیر میں ازواج نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام داخل ہیں یا خارج، کیونکہ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی بیبیاں اس سے خارج ہیں اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور اس کو امام نہیں مانتے۔ جواب دیں؟

راقم بہادر شاہ ولد مہر شاہ ٹھٹہ کلیاں ڈاکخانہ حافظ آباد

جواب: اہل بیت کے معنی ہیں گھر کے رہنے والے اور اس کا اطلاق چند معنوں کی طرف مضاف ہوا کرتا ہے۔ کبھی تو اہل قرابت کو اہل بولتے ہیں، یعنی وہ اقرباء آپ کی ذات علیہ السلام کے جن کو مال زکوٰۃ لینا حرام ہے جیسے آل نبی ہاشم، آل حضرت عباس، آل علی رضی اللہ عنہ، آل جعفر رضی اللہ عنہ اور کبھی اس کا اطلاق آل وعیال پر بھی ہوتا ہے۔ یعنی آپ کی ازواج مطہرات واولاد اور بیت بھی تین قسم ہوتے ہیں۔ بیت نسب و بیت سکنی مثل ازواج مطہرات اور بیت ولادت مثل حضرت خاتون جنت وحسنین علیہم السلام۔

جواب سوال نمبر دوم: اہل بیت کو تطہیر سے یعنی ازواج مطہرات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خارج کرنا اور سمجھنا نہایت برا ہے کیونکہ سیاق وسباق آیت شریف اسی بات پر شاہد ہے چنانچہ تفسیر معالم التنزیل جلد سوم میں آیت تطہیر کے ذیل میں لکھا ہے:

" واراد باھل البیت نسآء النبی ﷺ لاتمھن فی بیتہ وھو روایۃ سعید بن جبیرٍ عن بن عباسٍ رضی اللہ عنھم "

یعنی خداوند کریم نے اپنے حبیب کی بیبیوں کا ارادہ کیا ہے کیونکہ اس کے گھر میں ہیں اور یہ راوی بہت معتمد ہے۔

" وعن ام سلمۃ رضی اللہ عنھا قالت فی بیتی نزلت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت الآیۃ، قالت فارسل رسول اللہ ﷺ الی فاطمۃ وعلی والحسن والحسین فقال ھؤلاءِ اھل بیتی قالت فقلت یارسول اللہ ﷺ اما انا من اھل البیت قال نعم "

یعنی کہا مائی ام سلمہ زوجہ مخبر صادق علیہ السلام نے کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی پھر آپ نے حضرت علی اور فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضوان اللہ علیہم کو طلب فرما کر فرمایا یہ میرے اہل بیت ہیں اور بطور استفہام کے میں نے عرض کیا کہ میں اہل بیت سے نہیں ہوں فرمایا آپ نے ہاں۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ایسا ہی تفسیر کشاف و مدارک و تفسیر کبیر میں ہے اور صاحب تفسیر بیضاوی نے جلد دوم میں بایں طور لکھا ہے:

" وتخصیص اهل الشیعة ان اهل البیت علی وفاطمة و ابناهما وهذا التخصیص لا یناسب ما قبل الآیات وما بعدها "

یعنی تخصیص جو شیعہ لوگ کرتے ہیں کہ اہل بیت صرف چار حضرات ہیں سو یہ ان کا کہنا غیر مناسب اور قواعد کے برخلاف ہے کیونکہ ماقبل اور مابعد آیت شریف کے ازواج مطہرات کا ذکر ہے اور درمیان جملہ سے بیبیوں کا نکال دینا کون سا قاعدہ ہے۔

اور ترمذی شریف جلد دوم ابواب التفسیر میں حدیث عمر بن ابی سلمہ سے باسناد صحیح بایں معنی مذکور ہے کہ عمر بن ابی سلمہ کہتا ہے کہ آپ کی ذات پر یہ آیت تطہیر ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی پھر آپ نے چار شرفاء کو بلا کر چادر کے نیچے کیا اور ان کے لئے دعا مانگی اور علاوہ اس کے خود قرآن مجید اس بات پر شاہد ہے، دیکھو سورۂ ہود میں:

﴿رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه، عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّه، حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾

سبحان اللہ جب یہاں اہل بیت سے مراد حضرت خلیل کی بیوی سارہ ہے تو آپ کی بیبیوں کو کس قانون سے اہل بیت سے خارج سمجھا جا سکتا ہے، ہرگز نہیں۔ یہ محض اہل شیعہ کا تعصب اور عناد ہے ورنہ کیوں آیت تطہیر سے نکالتے کیا بوقت نزول آیت ازواج موجود نہ تھیں یا آپ کے گھر میں نہ رہتی تھی جواب دیں۔

اور جو حدیث زید بن ارقم سے صحیح مسلم وغیرہ کتب میں موجود ہے اس کے جواب علمائے دین و محققین نے کئی طرح سے دیے ہیں اول تو زید بن ارقم مجتہد نہیں اور دوسرا نہ ہی کوئی فیصلہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہے اور تیسرا یہ صرف اپنی رائے بیان کی ہے جو اکثر مفسرین مجتہدین وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بالکل برخلاف ہے اور صاحب تفسیر حسینی کی تحریر اخیر کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہئے، پس ان تمام دلائل قاطعہ سے یہ ثابت ہوا کہ آیت تطہیر کا نزول در بارہ حق ازواج مطہرات خصوصاً ہے اور در بارۂ اولاد ہر چہار معصوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عموماً اور نص جلی بھی اسی پر شاہد ہے اور باقی اس میں اگر کسی صاحب کو شک ہو تو مرد میدان ہو کر آئے اور بیان کرے یا دلائل تحریر کرے فقیر بھی ان شاء اللہ تعالیٰ بہر حال جواب دینے پر تیار ہے۔

جواب سوال سوم: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہایت درجہ کے متقی اور صاحب ورع تھے جن کے حق میں بڑے بڑے علمائے دین نے قصائد و مناقب لکھے ہیں اور ان کے ذریعہ تمام بلاد روشن ہوئے چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و عبد اللہ بن مبارک سے چند ابیات بطور نمونہ یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ابیات

لقد زان البلاد ومن علیها امام المسلمین ابوحنیفه
با حکامٍ واثارٍ وفقهٍ کاٰیات الزبور علی الصحیفة
امام صار فی الاسلام نوراً امیناً للرسول وللخلیفه
فما فی المشرقین له نظیر ولا فی المغربین ولا بکوفه
بان الناس فی فقهٍ عیالٌ علی فقه الامام ابی حنیفه
فلعنة ربنا اعداد رملٍ علی من رد قول ابی حنیفه

یعنی ایک روز کا ذکر ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں میں بیٹھے تھے کہ امام صاحب کا ذِکر مبارک آ گیا سو اصحاب نے امام صاحب کے مناقب پوچھے، سو ان کے شان میں مذکورہ بالا ابیات بیان کئے اور ان کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

یعنی بے شک زینت دے دی شہروں کو اور جو اس پر ہیں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اور آیات اور احادیث وفقہ اسلام میں نائب اور امین رسول اللہ ﷺ کے ہیں او ان کی برابری کا کوئی آدمی مشرقین اور مغربین میں نہیں ہے اور علم فقہ میں لوگ ان کے اہل و عیال ہیں۔ پس ہمارے رب کی لعنت بتعداد ذرات ریت اس شخص پر ہو جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو رد کرے۔

بر بلنداں سخن بسوئے خود است تف بسوئے فلک بروئے خود است

ناظرین! یہ لوگ کچھ ایسے عقل کے اندھے ہیں کہ جان بوجھ کر خواہ مخواہ ہم لوگوں کو ستاتے ہیں اور اپنی کتابوں کو نہیں دیکھتے ہیں تا کہ ان کو خود پتہ لگ جائے اور معلوم ہو جائے کہ ان بزرگوں کی کیا شان تھی اور ہم کیا بک رہے ہیں۔ لو صاحب فقیر یہاں پر مختصر طور پر کچھ فضائل ان کی کتابوں سے ہی تحریر کر دیتا ہے وہو ہذا:

شیعہ محاسن برقی صاحب نے امام جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا امام موصوف نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کہ:

"من بینم ترا کہ تو زندہ خواہی کرد سنت جد را بعد متروک شدنِ آں وہدایت خواہی کرد مردم را خدا مددگار تو باد"

روی ابوالمحاسن بن علی باسناد " عن ابی البختری قال دخل ابوحنیفة علی ابی عبدالله

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

علیہ السلام فلما نظر الیہ الصادق قال کان النظر الیک وانت تحیی سنت جدی "۔

(نقل از شرح تجرید ابن مطہر و بدر الدجی)

یعنی جب کہ داخل ہوئے ابوحنیفہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام پر جب نگاہ کی امام نے طرف اس کی فرمایا میں تجھ کو ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا میرے جد کی سنت کو زندہ کرے گا بعد مٹ جانے اس کے اور ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ بن موسیٰ رضی اللہ عنہ بادشاہ منصور کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو وہاں سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی گزر ہوا موسیٰ نے امام صاحب کو دیکھ کر بادشاہ سے کہا " ھذا العالم الدنیا الیوم " اور کتاب حقائق الحق بحث خامس مطلب شافی میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ امام جعفر رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں اور کتاب شیعہ منہج الکرامۃ نہج الحق سے بدالدجی نے نقل کیا ہے کہ سند فتویٰ کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد باقر و زید شہید و امام جعفر علیہ السلام سے حاصل کی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خانہ کعبہ میں بیٹھے تھے اور لوگ ان کے چاروں طرف جمع تھے اور مسائل پوچھ رہے تھے اور آپ ہر ایک کو جواب بالصواب دے رہے تھے کہ اچانک آپ کے سر پر امام جعفر صادق علیہ السلام آ کھڑے ہوئے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا تو کھڑے ہو کر کہا یا ابن رسول اللہ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں آپ سے پہلے آپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا تا کہ نہ دیکھتا اللہ تعالیٰ مجھ کو بیٹھا ہوا اور آپ کھڑے رہیں اور کہا امام جعفر رضی اللہ عنہ نے کہ بیٹھ اے ابوحنیفہ، لوگوں کو جواب دو، کیونکہ میں نے دیکھا ہے اس شغل میں اپنے باپوں کو۔

(نقل از تکملہ اظہار الھدی صفحہ ۲۴۹)

پس اب اہل شیعہ کو آبِ شرم میں ڈوب مرنا چاہئے اور آئندہ کسی بزرگ پر لعن طعن کرنے کے لئے زبان دراز نہیں ہونا چاہئے اور باقی ذکر فضائل امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ان شاء اللہ جلد چہارم میں ہوگا۔

سوال : متعہ کرنا جائز ہے یا حرام شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ کتب فریقین میں اس کا ثبوت ہے۔ اس کا جواب کتب شیعہ سے دو؟

جواب : متعہ کرنا ہر دو کتب فریقین میں لکھا ہے کہ حرام ہے۔ یہ صرف ان کے مطالعہ کا قصور ہے اور دل میں فرقہ وہابیہ کی طرح رائی بھر انصاف نہیں، دیکھو کتاب " معتبر شیعہ من لایحضر الفقیہ (کتاب النکاح باب المتعۃ) " سے صاحب اظہار الھدی نے صفحہ ۲۴۳ میں بایں طور حدیث نقل کی ہے:

" عن ابی عبداللہ سئل فی الرجل یتزوج باکرۃ متعۃ قال الباکرۃ العیب الی اھلیھا "

نوٹ: شیعوں کے امام زماں علامہ حائری لاہوری نے اپنے فتاویٰ جلد ہفتم صفحہ ۲۸ میں صاف تحریر کر دیا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے پس پھر ہم لوگوں ان کی اتباع کرتے کیا عیب ہے۔ خادم شریعت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی باکرہ سے متعہ کرنا خاندان اس کے کو بٹہ لگانا ہے اور ایسا ہی کتاب شیعہ استبصار باب تحلیل المتعہ میں لکھا ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ حرام کیا رسول خدا ﷺ نے گوشت گھر کے گدھے و نکاح متعہ کو اور کتاب شیعہ محاسن برقی میں بایں طور لکھا ہے:

" قال لابن عباسٍ انک رجل تاته ان رسول اللہ ﷺ نھی عن المتعة"

یعنی فرمایا امیر المومنین نے واسطے ابن عباس کے کہ تحقیق تو مرد عیاش ہے بے شک حضور علیہ السلام نے منع کر دیا متعہ سے الخ

اور قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ الخ ﴾

یعنی جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا وہ جو ملکیت میں ہے ان کی اگر ان کے سوا کسی سے صحبت کریں تو وہ لوگ حد سے گزرنے والے ہیں۔ پس اب شیعان پاک کو چاہئے کہ اس آیت کو ناسخ فما سمتعتم کا تصور کریں اور یہ بھی سوچیں کہ متعہ حکم نکاح کا کس طرح رکھ سکتا ہے اور حفاظت شرمگاہ اس میں کس طرح ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ زنا ہے نکاح نہیں نکاح کی چند شرطیں ذیل میں درج ہیں جو متعہ میں ہرگز نہیں پائی جاتیں۔

اول: منکوحہ عورت سے جو اولاد ہوتی ہے وہ وارث ترکہ ہوتی ہے۔

دوم: منکوحہ مطلقہ کو تین حیض عدت گذارنی پڑتی ہے۔

سوم: منکوحہ پر لعان و ظہار و ایلاء و طلاق واقع ہو سکتی ہے۔

چہارم: منکوحہ ایک مرد سے زیادہ شوہر نہیں رکھ سکتی۔

پنجم: منکوحہ پر زوج کے حقوق و حفاظت مال لازم ہوتی ہے اور اسی طرح مرد پر زوجہ کے حقوق ہوتے ہیں۔

غرضیکہ نکاح میں بہت شرائط قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں اور متعہ اور زنا میں رائی بھر فرق نہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا مفصل ذکر جلد چہارم میں تحریر کیا جائے گا، فقط۔

﴿ چند سوالات ایک مرزائی کے مع جوابات ﴾

ایک دن کا ذکر ہے کہ فقیر مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۹ء کو علاقہ لائلپور موضع میتر انوالی میں اپنے رفیقوں کے ملنے کی خاطر گیا اور رفیقوں میں سے ایک رفیق مسمی عبدالحکیم عطار نے مفصلہ ذیل اعتراضات تحریر شدہ فقیر کے سامنے پیش کر دیے اور کہا یہ تمام اعتراض ایک مرزائی نے بندہ کی طرف تحریر کئے ہیں اور کہتا ہے کہ ان اعتراضوں کے جوابات اب تک کسی حنفی یا شیعہ یا اہل حدیث نے نہیں دیے اور نہ دے سکتے ہیں، لہذا عرض ہے کہ آپ مہربانی فرما کر ان اعتراضوں کے جوابات تحریر فرمائیں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اورامید قوی ہے کہ آپ ان کے اعتراضوں کے جوابات بالصواب دندان شکن دے سکتے ہیں کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم ظاہری اور باطنی بذریعہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ بے حساب عطا کیا ہوا ہے اور وہ اعتراضات تحریر شدہ یہ ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند سوالات بخدمت علمائے حنفیہ واہل حدیث واہل تشیع ومشائخ صوفیہ:

سوال نمبر۱: اللہ تعالیٰ نے مسیح کی پیدائش کی خبر اس کی والدہ کو دی اور محمد ﷺ کی پیدائش کی بشارت ان کی والدہ کو نہیں دی، پس افضل کون ہوا؟

سوال نمبر۲: مسیح کی والدہ کی نسبت فرمایا کہ وہ صدیقہ ہے۔ مگر محمد ﷺ کی والدہ کو صدیقہ نہیں فرمایا پس افضل کون ہوا؟

سوال نمبر۳: مسیح کی ولادت خرق عادت سے ہوئی اور محمد ﷺ کی پیدائش خرق عادت سے نہیں ہوئی پس افضل کون ہوا؟

سوال نمبر۴: مسیح کا جسم عنصری زمین سے آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے مگر محمد ﷺ کا اٹھایا جانا ثابت نہیں پس افضل کون ہوا؟

سوال نمبر۵: مسیح کا بغیر خورد ونوش آسمان پر رہنا اور محمد ﷺ کا ایسا نہ ہونا، پس افضل کون ہوا؟

سوال نمبر۶،۷: مسیح نے مردے زندہ کئے اور محمد ﷺ نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا، پس افضل کون ہوا؟

سوال نمبر۸: مسیح نے اندھوں کو بینا بنایا اور محمد رسول اللہ ﷺ نے کوئی اندھا بینا نہیں بنایا، پس افضل کون ہوا

سوال نمبر۹: مسیح لوگوں کو بتایا کرتے تھے کہ فلاں چیز کھاتے ہو اور اس قدر گھر میں جمع رکھتے ہو۔ مگر محمد ﷺ نے ایسا نہیں بتایا پس افضل کون ہوا؟

سوال نمبر۱۰: محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا" واستغفر لذنبک "اور فرمایا" ووجدک ضالاً فھدی "اور مسیح کو فرمایا" وجیھا فی الدنیا والآخرۃ "پس افضل کون ہوا؟

سوال نمبر۱۱: مسیح اب تک زندہ ہے اور محمد ﷺ فوت ہو گئے پس افضل کون ہوا؟

سوال نمبر۱۲: مسیح کے مرنے کا ذکر قرآن شریف میں نہیں اور محمد ﷺ مرے پس افضل کون ہوا؟

سوال نمبر۱۳: مسیح لوگوں کو ہدایت کے لئے دوبارہ اتریں گے محمد ﷺ نہیں آئیں گے پس افضل کون ہوا؟

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سوال نمبر ۱۴: مسیح دجال کے لئے اترے گا اور دجال کو پامال کرے گا اور صلیب توڑے گا اور محمد ﷺ نہ دجال کے لئے آویں گے نہ دجال پامال کریں گے نہ صلیب کو توڑیں گے پس افضل کون ہوا، ثبوت قرآن مجید سے دیا جائے؟

بقلم اللہ داد احمدی

نوٹ: ان تمام اعتراضوں کے جواب تحریر کرنے کے واسطے اس جلد میں گنجائش نہیں رہی، صرف تھوڑا سا بیان نمبر اول ودوم کے بارہ میں تحریر کیا جاتا ہے، جو مفصلہ ذیل ہے اور باقی سوالوں کے جوابات ان شاءاللہ تعالیٰ جلد چہارم وپنجم میں حسب استعداد فقیر تحریر ہوں گے۔

جواب: سوال اول ودوم میں لکھا ہے رسول اللہ ﷺ کی والدہ کو آپ کی پیدائش کی بشارت نہیں دی گئی اور نہ ہی ان کی والدہ کو صدیقہ کہا گیا ہے اور مسیح کی والدہ کو بشارت بھی دی گئی اور صدیقہ بھی کہا گیا لہٰذا کون شان میں افضل ہے۔

افسوس اب تک معترض کو معلوم نہیں ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان مبارک باتفاق جمیع المسلمین تمام انبیاء علیہم السلام پر کئی وجوہات سے زیادہ ہے اور فقیر ان شاءاللہ جلد چہارم میں نقشہ بنا کر دکھا دے گا اور یہ جو معترض کے دل میں خیال گزرا ہے کہ جس کی والدہ کو پیشگی بشارت دی گئی اس کی شان زیادہ ہے اس کی نسبت انصاف فرمایئے کہ جس شخص کی نسبت بشارت روز میثاق سے لے کر آدم علیہ السلام تک اور آدم علیہ السلام کی زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوئی اس کا شان زیادہ ہوگا یا جس کی بشارت صرف ایک عورت کو دی جائے، یعنی ایک شخص کی نسبت ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو بشارت دی گئی ہو اور دوسرے شخص کی نسبت صرف ایک عورت عفیفہ کو بشارت ملی ہو اب بتایئے کہ کس کی عزت ومنزلت عنداللہ زیادہ ہوگی ان دلائل قاطعہ کے ثبوت دو تین آیات بھی تحریر کی جاتی ہیں تا کہ ناظرین کو یقین آ جائے، وھو ہذا:

﴿ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ﴾

یعنی جس وقت عہد لیا خداوند کریم نے پیغمبروں سے کہ جسوقت دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر جب آئے تمہارے پاس سچا کرنے والا اس چیز کا جو پاس تمہارے ہے ضرور اس کے ساتھ ایمان لاؤ اور ضرور مدد دینا الخ۔ تب تمام ارواح انبیاء نے اس پر اقرار کیا اور اس کی تائید پر یہ آیت ہے:

﴿ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾

یعنی جب ہم نے نوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ بن مریم سے پکا اقرار لیا اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے بھی خود اپنی قوم کو بشارت دی اور کہا:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ﴾

اور ایسا ہی انجیل میں ہے چنانچہ استثناء کی کتاب باب ۵ سے ۱۸ تک مذکور ہے۔ غرضیکہ عرب کے تمام مذاہب کے مردوں اور عورتوں کو پہلے سے آپ کی تشریف آوری کی خبر کتابوں سے ظاہر ہو چکی تھی یہاں تک کہ بوقت مصیبت حضور کی ذات کا وسیلہ پکڑتے تھے اور یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ خاندان اسمٰعیل سے پشت بہ پشت نبی آخر الزمان نسب ہاشمی سے ہوں گے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ﴾ یعنی اے میرے جیب تو نمازیوں میں پھرتا چلا آیا ہے۔ اس آیت شریف سے ثابت ہوا کہ آپ کا خاندان آدم علیہ السلام سے لے کر جہاں کہیں آپ نے ٹکانا کیا ہے، وہ سب کے سب صادقین وموحدین ہوئے اور مائی مریم پر جب مخالفین نے الزام زنا وغیرہ لگایا تو خداوند کریم نے ان کی بریت بیان کی اور کہا کہ تم لوگ جھوٹے ہو۔ وہ عفیفہ اور صادقہ ہے اور مائی آمنہ رضی اللہ عنہا پر تو کسی فرد نے کسی قسم کا الزام نہیں لگایا، تو پھر خداوند کریم کو کیا ضرورت تھی کہ خواہ مخواہ ایک بے ضرورت قصہ بیان کرتا اور بشارتیں دیتا باقی بیان ان شاء اللہ تعالیٰ جلد چہارم وپنجم وغیرہما میں کیا جائے گا فقط۔

"والسلام علی من اتبع الهدی"

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

خُطْبَةُ الْجُمُعَةِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لمن قدر خیراً وخیالا
والشکر لمن صور حسنا وجمالاً
فرد صمدٌ عن الخلق صفة بریءٌ
رب ازلی خلق الخلق کمالاً
لاشبه ولا مثل ولا کفو لمولی
لا ولد ولا والد لا عم وخالاً
لاضد ولا ند ولا حد لربی
الأن کما کان ولم یلق زوالاً
لا مثل لمن صور مثلا ونظیراً
من قال سویٰ ذٰلک قد قال محالاً
لا قبل ولا بعد ولا وقت زماناً
لا مانع لا حاجب اللہ تعالاً
الاول والأخر والظاهر حقاً
والباطن مولا ی ولا قیل وقالاً
اشهد باللہ هو الواحد حقاً
اشهد بالاحمد اللہ تعالیٰ
فاصل علی افضل رسلٍ ونبی
فی کل صباحٍ و مسآءٍ وزوالاً
یا قوم لنا التوبة لیلاً ونهارا
والطاعة اللہ تقدس وتعالیٰ
ان شئت من الخوف امانا وسلاماً
لاتهو بما حرمه اللہ تعالیٰ
ان شئت من النار نجاتاً وفلاحا
فاعبده یقینا بعدوٍ واصالاً
طوبیٰ لصلٍ بصفاءٍ وبصدقٍ
قد یحصله القرب من اللہ تعالیٰ
طوبیٰ لمصلٍ بخضوعٍ وخشوعٍ
من خشع فقد نال من اللہ منالاً
هیهات لمن ضیع عمرا بهواءٍ
فسقا وفجورا و فسادا وخیالاً
هیهات لمن یرغب عن ذِکر الله
قد یجمع للنفس عذابا وبالاً
یا رب فبارک للمصلین جمیعا
علما وبیانا وجمالا وکمالا

کہو صل علیٰ سیدنا احمد مرسل
پہنچے شب معراج کو جو عرش سے بالا
ہوتا نہ اگر وہ نہ ہوتا کوئی موجود
نور اس کے سے پیدا ہوئے سب ادنیٰ و اعلیٰ
بعد اس کے ابوبکر پہ رحمت ہو خدا کی
تھا جان سے اور مال سے جو عاشق والا
بعد اس کے عمر پر کہ وہ تھا شمع فروزاں
گھر دین آنے سے ہوا جس سے اجالا
عثمان پہ بعد اس کے کہ تھا جامع قران
جو علم وحیا جو د کا تھا لو لوئے لا لا
بعد اس کے علی پر کہ وہ تھا حیدر کرّار
خیبر کو کیا فتح بیک آن لے بھالا
اور خیر نساء فاطمہ زہرا پہ ہو رحمت
جس گوہر عفت کو پیغمبر نے تھا پالا
بعد ان کے حسن اور حسین آل نبی پر
صلوٰۃ خداوند تواتر و توالا
عمین شریفین جو حمزہ و عباس
رحم اللہ علیہم رضی اللہ تعالیٰ
یا رب فبارک للمصلین جمیعا
علما وبیانا وجمالا وکمالا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بارک اللہ لنا ولکم فی القراٰن العظیم ونفعنا وایاکم بالایات والذکر الحکیم انہ تعالی جواد کریم ملک بررؤف الرحیم "

" جلسہ کند و باز اسیتادہ خطبہ ثانی بخواند "

" الحمد للہ نحمدہ' ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا من یھدہِ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ' ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا وسندنا ومولانا محمدا عبدہ' ورسولہ' وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحابہ واحبابہٖ وبارک وسلم ☆ اللھم اغفر لجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم و الاموات برحمتک یا ارحم الراحمین ☆ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجلعنا منھم واخذل من اعرض عن دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم عباد اللہ رحمکم اللہ ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان وایتآءِ ذی القربی وینھی عن الفحشآءِ والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون ☆ واذکرو اللہ یذکرکم وادعوہ یستجب لکم ولذکر اللہ تعالیٰ اعلی واولیٰ واعزو واجل واتم واھم و اعظم واکبر۔

تمّت

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حصہ ہفتم

از فتاوٰی:

مناظر اسلام علامہ مولانا حضرت نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

سوال: وتر میں کتنی رکعتیں ہیں اور اس میں کتنے سلام ہیں؟

جواب: وتروں کی نماز تین رکعت ہیں اور تیسری رکعت تشہد کے بعد سلام ہے چنانچہ حاکم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے اور یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر ہے، وہو ہذا:

"قالت کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلٰثٍ لا یسلم الا فی اٰخرھن"

(نقل از فتح القدیر باب الوتر)

فرمایا مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ آپ ﷺ تین رکعت وتر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ سلام پھیرتے تھے مگر اس کے آخر میں اور ایسا ہی نسائی میں ہے کہ آپ دو رکعت وتر میں سلام نہ پھیرا کرتے تھے۔ ابوداؤد و ترمذی وطحاوی و ابن ماجہ و فتح القدیر باب الوتر میں بایں طور حدیث صحیح مذکور ہے کہ آپ تین رکعت وتر پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ معوذتین پڑھتے اور تیسری رکعت پر سلام پھیرتے تھے اور موطا میں عطاء بن یسار سے نیز حدیث بایں طور مذکور ہے:

"قال ابن عباس الوتر کصلوٰۃ المغرب"

یعنی کہا عطاء نے کہ فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ نماز وتروں کی مثل نماز مغرب کے ہے اور اجماع مسلمانوں کا بھی اسی پر ہے کہ وتروں کی نماز تین رکعت ہے، وہو ہذا:

"حدثنا حفص حدثنا عمرو عن الحسن قال اجتمع المسلمون علی ان الوتر ثلٰث لا یسلم الا فی اٰخرھن"

نوٹ: وتروں کی دوسری رکعت میں آپ کی ذات تشہد بیٹھا کرتے تھے چنانچہ کتاب مجمع الزوائد صفحہ ۱۹۸ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یزید فی الرکعتین علی التشھد رواہ ابویعلی و مسلم ص ۱۹۴ فی کل رکعتین التحیۃ الحدیث" فقط خادم شریعت عفی اللہ عنہ ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حسن بصری سے روایت ہے کہ اجماع مسلمانوں کا اس بات پر ہے کہ نماز وتروں کی تین رکعتیں ہے اور نہ سلام پھیرا جائے مگر آخر رکعت میں:

(نقل از فتح المبین صفحہ ۱۳۲ و طحاوی و تح القدیر)

اور کہا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے: ''الوتر ثلث کالمغرب ...... الخ'' یعنی وتر تین رکعت ہے مثل نماز مغرب کے:

(نقل از فتح المبین صفحہ ۱۳۶)

باقی ذکر اس کا اول جلد میں سے مطالعہ کریں، فقط۔

سوال: نماز فجر میں دعا قنوت پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: برائے دفع کسی حادثہ ومحاربہ کے مستحب ہے ورنہ اس کے پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ کی ذات بابرکات نے بھی صرف ایک ماہ برائے دفع شرارت مخالفین یہ دعا پڑھی اور بددعا کی، وھو ہذا۔

" عن عبداللہ بن مسعودٍ رضی اللہ عنہ قال لم یقنت رسول اللہ ﷺ فی الفجر قط الا شھراً واحداً لانہ حارب حیاً من المشرکین یدعوا علیھم "

(نقل از فتح القدیر باب الوتر)

یعنی آپ کی ذات نے نہیں دعا قنوت کو پڑھا کبھی نماز فجر میں مگر ایک ماہ تک اس واسطے کہ آپ محارب ایک قبیلہ مشرکین کے ساتھ تھے۔ دعا قنوت کو پڑھا اور دعاء کی ان پر فقط۔

سوال: نماز قصر یعنی چار رکعتوں کی بجائے دو رکعتوں کا پڑھنا کتنے میلوں پر حکم ہے جواب احادیث صحیحہ سے دو؟

جواب: سفر کی تعداد میں اختلاف ہے لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح تر مذہب یہ ہے کہ تین یوم کی مسافت گھر سے ہو تو نماز کو قصر کرے چنانچہ حدیث موطا امام محمد ومعانی الآثار میں ہے:

" اخبرنا مالک حدثنا نافع انہ کان یسافر مع ابن عمر البرید فلا یقصر الصلوٰۃ قال محمد اذا خرج المسافر اتم الصلوٰۃ الا ان یرید مسیرۃ ثلثۃِ ایامٍ کوامل بسیر الابل و مشی الاقدام فاذا اراد ذٰلک قصر الصلوٰۃ حین یخرج من مصرہٖ ویجعل البیوت خلف ظھرہٖ وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ علیہ "

روایت ہے نافع سے کہ وہ سفر کرتے تھے حضرت عبداللہ کے ساتھ ایک برید تک تو نماز کو قصر نہیں کرتے تھے۔ برید ایک پڑاؤ کو بولتے ہیں جو کہ ۱۲ میل سے زائد نہ ہو اور کہا امام محمد نے کہ جب مسافر گھر سے نکلے تو قصر نہ کرے مگر جبکہ تین دن کے سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور اتنی مسافت ہو کہ اونٹ لادا ہوا ہو اور اس کے ساتھ آدمی آرام سے چل کر تین یوم میں پہنچ جائے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جس کی مسافت کا اندازہ ۳۶ میل کا ہوتا ہے اور قصر کرے جب کہ نکلے گھر سے پیٹھ دے اس کو اور یہی قول ہے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور نافع سے روایت ہے:

" ان عبداللہ بن عمر کان اذا خرج الی خیبر قصر الصلوٰۃ "

یعنی جب نکلتے عبداللہ بن عمر طرف خیبر کے جو ۹۶ میل ہے تو نماز کو قصر کرتے اور ایک حدیث میں اس طرح ہے کہ فرمایا آپ نے کہ مقیم مسح کرے موزوں پر ایک دن اور ایک رات اور مسافر تین دن اور تین رات اور یہی حدیث مذہب حنفیہ کی حجت ہے اور اگر کسی شخص نے سفر میں پندرہ یوم کسی جگہ مقام کرنا ہو تو نماز قصر نہ کرے بلکہ پوری پڑھے اور اگر اس سے کم رہنا ہو تو قصر کرکے پڑھے یعنی دو رکعتیں فرض پڑھے چنانچہ کتاب الاثار امام محمد صفحہ ۱۳۹ اور صاحب طحاوی نے ذکر کیا ہے۔ وھو ہذا:

" حدثنا ابو حنیفة حدثنا موسیٰ بن مسلم عن مجاھدٍ عن عبداللہ بن عمر قال اذا کنت مسافراً فوطنت نفسک علی اقامة خمسة عشر یوماً فاتم الصلوٰۃ وان کنت لا تدری فاقصر الخ "

یعنی جب آئے تو کسی شہر میں اطمینان سے اور تو مسافر ہو اور نیت کرے تو پندرہ یوم اور رات رہنے کی تو پورا کر نماز کو اگر نہیں جانتا تو کہ کب جائے گا تو قصر کر اس کو:

" اذا قدمت بلدۃ وانت مسافر و فی نفسک ان تقیم خمسة عشر یوما ولیلة فاکمل الصلوۃ بھا وان کنت لا تدری متی تظعن فاقصر ھا الخ "

اور علاوہ اس کے کہا امام ابی شیبہ نے کہ اگر کوئی نہ جانے کہ کب یہاں سے روانہ ہوں گا وہ نماز میں قصر ہی کرے اگرچہ گزر جائے اس پر ایک سال اور جب مسافر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو چار رکعت ہی پڑھے لیکن نیت چار کی نہ کرے اور موطا امام محمد صفحہ ۸۷ میں ہے:

" اخبرنا مالک اخبرنا نافع عن ابن عمر انه اذا کان یصلی مع الامام بمنی یصلی اربعاً واذا صلی لنفسه صلی رکعتین قال محمد و بھذا نأخذ اذا کان الامام مقیما والرجل مسافرا وھو قول ابی حنیفة رحمه اللہ تعالیٰ علیه "

روایت ہے نافع سے کہ ابن عمر چار رکعتیں پڑھتے تھے امام کے ساتھ اور جب تنہا ہوتے تو قصر کرتے نماز کو اور کہا امام محمد نے اسی پر ہے عمل ہمارا جب امام مقیم ہو اور مقتدی مسافر ہو اور ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور نماز کے قصر کرنے پر قرآن مجید بھی شاہد ہے چنانچہ پارہ ۵ رکوع ۱۲ میں ہے:

نوٹ: مذہب حنفی میں مسافر کے لئے دو رکعتیں فرض ہیں اس سے زائد پڑھنی گناہ اور باطل ہے۔ چونکہ اس پر اجماع ہے اور ہمارے علماء نے اس کو فجر پر قیاس کیا ہے اور امام شافعی نے صوم پر اور حالانکہ یہ باطل ہے اور آیت کا جواب ﴿ فلا جناح علیه ان یطوف بھما ﴾ میں ہے۔ فقط خادم شریعت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ ﴾

یعنی سفر میں اگر تم بعض نمازوں میں قصر کرلو گے تو تم پر کچھ مضائقہ نہیں یعنی تم کو اس امر سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور واضح ہوا کہ ''من الصلوٰۃ'' میں من بعضیہ ہے جیسا کہ:

﴿ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَلَيْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ ﴾

میں ہے اور نماز ظہر وعصر وعشاء میں قصر کرنا جائز ہے نہ شام وفجر میں چنانچہ احادیث سے یہ بات ثابت ہے اور علاوہ اس کے موطا امام محمد میں بایں طور حضرت ابن عباس سے حدیث مذکور ہے:

" قال رسول الله ﷺ لا تقصروا الصلوٰة فی اقل من اربعةِ بردٍ من مكة الى عسفان اخرجه مالکؒ "

(نقل از کتاب قویم صفحه ۱۳۳)

یعنی کہا ابن عباس نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہ کم کرو نماز کو چار برد سے کم سفر میں مکہ سے عسفان تک (برید ۱۲ میل کا ہوتا ہے) اور صحابہ کرام جب کہ خیبر میں جاتے تو نماز میں قصر کرتے خیبر ۹۶ میل مدینہ منورہ سے ہے۔

سوال : وقت ظہر کا کس وقت تک باقی رہتا ہے اور فجر کی نماز کس وقت پڑھنی بہتر ہے؟

جواب : نماز ظہر کا وقت آفتاب کے ڈھل جانے سے شروع ہوتا ہے اور دو مثل تک رہتا ہے اور یہی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امام صاحب کے دلائل یہ ہیں: لقوله تعالیٰ :

﴿ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ ﴾ (ای لزوالها)

اور صاحب ہدایہ جلد اول صفحہ ۶۴ میں بایں طور لکھا ہے:

" زالت الشمس وقت الظهر اذا زالت الشمس لامامته جبرائيل عليه السلام فی اليوم الاول حين زالت الشمس واخر وقتها عند ابی حنيفة اذا صار ظل كل شيءٍ مثليه سوى فی الزوال وقالا اذا صار الظل مثله وهو رواية عن ابی حنيفة وفی الزوال وهو الفئ الذی يكون للاشياءِ وقت الزوال لهما الخ . "

ابتداء وقت ظہر کا ڈھل جانے افتاب سے ہے کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے اول روز آپ کی ذات ﷺ کو وقت مذکور میں نماز پڑھائی تھی اور آخر وقت اس کا ہر چیز سے دو چند سوائے اصلی سایہ کے ہو جانے تک رہتا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر چیز کے سایہ سوا سایہ اصلی کے برابر ہونے تک آخر وقت نماز ظہر کا رہتا ہے اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے:

" عن ابی ذرٍ قال اذن مؤذن النبی ﷺ الظهر فقال ابرد ابرد او قال انتظر انتظر وقال شدة

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

الحر من فیح جھنم فاذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰۃ حتی رأینا فیٔ التلول الخ "

(نقل از بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ)

ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے کہ کہا اذان دینے لگا موذن آپ کی ذات کا وقت ظہر میں تو فرمایا آپ نے انتظار کرا نتظار کرا اور فرمایا سخت گرمی جوش ہے آگ جہنم سے پس جب سخت ہو گرمی تو ٹھنڈے وقت میں پڑھو نماز کو اور تاخیر کی آپ نے یہاں تک کہ دیکھ لیا ہم نے سایہ ٹیلوں کا الخ اور اسی کتاب میں بروایت ابو ہریرہ بایں طور مذکور ہے:

" انہ' قال اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوۃ ...... الخ "

یعنی فرمایا آپ نے جس وقت سخت گرمی ہو تو ٹھنڈا کر کے پڑھو نماز کو اور نیز بخاری پارہ ۳ ابرد بالظہر میں ابی ذر غفاری سے بایں طور حدیث مذکور ہے۔

" قال کان مع رسول اللہ ﷺ فی سفرٍ فاراد المؤذن ان یؤذن للظھر فقال النبی ﷺ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد حتی رأینا فیٔ التلول فقال النبی ﷺ ان شدۃ الحر من فیح جھنم فاذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ ...... الخ "

یعنی کہا ہے راوی نے کہ تھے ہم رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں پس چاہا موذن نے کہ اذان دے ظہر کی تو فرمایا آپ نے ٹھنڈے وقت میں دے، پھر چاہا کہ اذان دے تو فرمایا اس سے کہ ٹھنڈے وقت میں دے یہاں تک کہ دیکھ لیا ہم نے سایہ ٹیلوں کا۔ پھر فرمایا نبی علیہ السلام نے بے شک سختی گرمی کی جوش جہنم سے ہے پس جب سخت ہو گرمی تو ٹھنڈا کر کے پڑھو نماز کو۔ پس ان دلائل قاطع سے یہ ثابت ہوا کہ نماز ظہر کا آخر وقت دو مثل تک رہتا ہے کیونکہ موذن نے اپنی عادت مالوفہ پر اول وقت میں اذان دینا شروع کیا تو آپ نے اس کو بار بار روکا یہاں تک کہ ٹیلوں کے سایہ نظر آنے لگے تو آپ نے اس کو اجازت دی اور فرمایا کہ آئندہ اس بات کو یاد رکھنا کہ گرمی کے موسم میں نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا کہ نماز میں اچھی طرح دل لگ جائے اور خضوع وخشوع سے نماز ادا ہو جائے اور حدیث مسلم اس پر شاہد ہے، وھو ہذا:

" عن عبداللہ بن عمر ان النبی ﷺ قال وقت الظھر اذا زالت الشمس وکانت ظل الرجل کطولہ ما لم یحضر العصر ووقت عصر ما لم تصفر الشمس ووقت صلوۃ المغرب ما لم تغب الشفق ووقت صلوۃ العشآء الی نصف اللیل الاوسط ووقت الصبح من طلوع الفجر ما لم تطلع الشمس اخرجہ' مسلم وقویم "

یعنی کہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے وقت ظہر کا جب ڈھلے آفتاب اور ہو جائے سایہ مرد کا اس کی لمبائی کے برابر یہاں تک کہ نہ آئے وقت عصر کا اور نہیں جاتا وقت عصر کا جب تک کہ نہ زرد ہو آفتاب اور وقت نماز مغرب کا جب تک کہ نہ غائب ہو زردی پچھم کی اور وقت نماز عشاء کا پوری آدھی رات تک اور وقت نماز صبح کا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

طلوع فجر سے جب تک نہ طلوع کرے آفتاب اور نماز فجر کو پوری سفیدی میں پڑھنا افضل ہے چنانچہ موطا امام محمد صفحہ اول، تو یم صفحہ ۴۹ میں حدیث مذکور ہے:

"عن رافع بن خديج ان رسول الله صلى الله عليه وآله واصحابه وسلم قال اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر اخرجه اصحاب السنن"

رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ بے شک فرمایا ہے پیغمبر خدا ﷺ نے خوب سفیدی میں پڑھو نماز فجر پس اس کا پڑھنا سفیدی میں بڑا ثواب رکھتا ہے الخ۔ پس ان تمام احادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز فجر کو اسفار میں پڑھنا اور نماز ظہر اور عصر کو اول وقت میں ادا کرنا افضل ہے ہاں اگر موسم گرما میں گرمی کی شدت ہو تو اس وقت دوسری مثل میں نماز ادا کرنا بہتر ہے چنانچہ حدیثوں سے صاف صاف ثابت ہو چکا ہے اور علاوہ اس کے اختلاف سے بھی بچاؤ ہوگا اور قرآن مجید میں ہے:

"فاستبقوا الخيرات لقوله تعالىٰ ان الصلوة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً"

بے شک نماز مومنوں پر فرض ہے مقررہ اوقات میں فقط۔

سوال: یہ پانچ نمازیں ہیں اور پانچ اوقات کا ثبوت قرآن مجید سے دو کیونکہ فرقہ چکڑالوی اس بات کا منکر ہے۔

جواب: بے شک قرآن مجید میں ان ہر دو مسئلوں کا ذکر بہت جگہ پر ہے لیکن اس جگہ صرف دو آیتیں حوالہ کے طور پر تحریر کردی جاتی ہیں وھو ہذا:

﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾

نگہبانی کرو نمازوں کی اور نماز درمیانی کی پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ نمازیں پانچ ہیں کیونکہ چار عدد کا وسط ثابت نہیں ہوسکتا۔ اگر پانچ عدد ہونگے تو پھر پانچواں عدد چار کا وسط ہو جائے گا چنانچہ آیت اس کی صاف تفسیر کر رہی ہے، وھو ہذا قولہ تعالیٰ:

﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ، وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ...... الخ﴾

پس پاکی و تقدس کرو اپنے رب کی جس وقت تم لوگوں کو شام ہو اور جس وقت تم کو صبح ہو کیونکہ آسمان اور زمین میں وہی اللہ ہے تعریف کے لائق اور اپنے رب کو یاد کرو جب کہ تم کو عشاء اور ظہر و نماز عصر، و نماز عشاء و مغرب اور ہو جب کہ تم کو وقت ظہر۔ پس ان ہر دو آیات سے صاف صاف ثابت ہوا کہ نمازیں بھی پانچ ہیں۔ یعنی وقت نماز صبح و نماز ظہر و نماز عصر و نماز عشاء و مغرب اور ایسا ہی عبداللہ چکڑالوی نے اپنے رسالہ صلوۃ القرآن صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے اور وہ عبارت اس کی یہ ہے "فجر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

دوفرض، ظہر چار فرض عصر چار فرض، مغرب تین فرض، عشاء چار فرض، جمعہ دوفرض عیدین دوفرض تہجد دونفل فقط" باقی ذکران شاء اللہ تعالیٰ کسی اور جلد میں ہوگا۔

سوال: آذان نماز کب سے شروع ہوئی اور کس طرح ہوئی اور اس کا ثبوت کیا ہے جواب دو؟

جواب: اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ مکہ معظمہ(۱) میں شروع ہوئی اور بعض نے کہا کہ مدینہ طیبہ میں اور صحیح تر یہ ہے کہ جب آپ کی ذات بابرکات مکہ سے مع صحابہ کرام ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے اور دن بدن اسلام میں ترقی ہونے لگی تو صحابہ نے بطور مشورہ آپ کی ذات سے کہا کہ اب اس امر میں نہایت تکلیف ہے کہ لوگوں کو ہر نماز کے لئے خانہ بخانہ کوچہ بکوچہ آوازیں دیں اور بلائیں اور ایک وقت معین پر ہر ایک کے لئے اس طرح دشوار ہے سو کوئی ایسی چیز ہو جس کو سن کر سب لوگ جمع ہو جائیں اور نمازیں اکٹھے ہو کر ادا کرلیں تو ہر ایک نے اپنی اپنی رائے بیان کی، کسی نے کہا بلند مکان پر آگ جلائی جائے اور اس کو لوگ دیکھتے ہی دوڑ کر آجائیں اور بعض نے کہا ناقوس بجایا جائے اور بعض نے کہا سینگ، غرضیکہ یہ رائیں بھی صحابہ میں پاس نہ ہوئیں کیونکہ ان چیزوں میں مشابہت غیر مذاہب مثل یہود ونصاریٰ کے پائی جاتی ہے لیکن آپ نے حکم ناقوس بنانے کا کر دیا اور ایک روایت میں یوں بھی وارد ہے کہ آپ نے ناقوس کو بھی منع کیا ہے لیکن روایت ابوداؤد کی اس پر شاہد ہے کہ آپ نے حکم دیا ہے کہ تم ناقوس بنالو تو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہایت غمناک ہو کر چلے آئے اور خواب میں اس کو کلمات سکھائے گئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی تصدیق اور تائید کی اور فرمایا آپ نے کہ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ میرے صحابہ کو سرِ حق الہام ہوتے ہیں اور وہ حدیث یہ ہے:

"عن عبد اللہ بن زید بن عبد رب قال لما امر رسول اللہ ﷺ بالناقوس یعمل لیضرب بہٖ للناس یجمع الصلوٰۃ طاف بی وانا نائمٌ رجل یحمل ناقوساً فی یدہٖ فقلت یا عبداللہ اتبع الناقوس قال وما تصنع بہٖ فقلت ندعوا بہٖ الی الصلوٰۃ قال افلا ادلک علی ما ھو خیر من ذٰلک فقلت لہ بلیٰ فقال تقول اللہ اکبر ☆ اللہ اکبر ☆ اللہ اکبر ☆ اللہ اکبر ☆ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ ☆ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ ☆ اشھد ان محمداً رسول اللہ ☆ اشھد ان محمداً رسولُ اللہ ☆ حی علی الصلوٰۃ ☆ حی علی الصلوٰۃ ☆ حی علی الفلاح ☆ حی علی الفلاح ☆ اللہ اکبر ☆ اللہ اکبر ☆ لا الٰہ الا اللہ ☆ ثم استاخر عنی غیر بعیدٍ ثم قال تقول اذا اقمت الصلوٰۃ اللہ ☆ اکبر اللہ اکبر ☆ اشھد انْ لآ الٰہ الا اللہ ☆ اشھد انْ لآ الٰہ الا اللہ ☆ اشھد ان محمدا رسول اللہ ☆ اشھد ان محمداً رسول اللہ ☆ حی علی الصلوٰۃ ☆ حی علی الصلوٰۃ ☆ حی علی الفلاح ☆ حی علی الفلاح ☆ اللہ اکبر ☆ اللہ اکبر ☆ لا الٰہ الا اللہ ☆ فلما اصبحت اتیت رسول اللہ

۱: جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مکہ میں ایمان لائے تو آواز بلند آذان دلائی گئی نقل از حملہ حیدری کتاب شیعہ فقط

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

فاخبرته' بما رأیت فقال انها لرؤیا حق انشآءَ الله فقم مع بلالٍ فالق علیه ما رأیت فلیؤذن به فانه اندی صوتاً منک اقمت مع بلالٍ فجعلت القیه علیه و یؤذن به قال فسمع ذٰلک عمر بن الخطاب وھو فی بیته فخرج یجرردا ءه' ویقول والذی بعثک بالحق یارسول الله لقد رأیت مثل الذی اری فقال رسول الله ﷺ فللّٰه الحمد (رواه ابوداؤد)

(کتاب تفریج الاحباب صفحہ ۲۰۱ وقویم صفحہ ۵۳)

عبداللہ بن زید بن عبدربّ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس بنائے جانے کا حکم فرمایا کہ نماز میں جمع ہونے کے لئے لوگوں کے اس کو بجائیں تو مجھے ایک شخص خواب میں دکھائی دیا کہ وہ اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھائے ہوئے ہے میں نے اس سے کہا اے خدا کے بندے کیا یہ ناقوس بجتا ہے اس نے کہا اس سے تو کیا کرے گا۔ میں نے کہا اس سے لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں گے۔ اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر چیز بتاؤں تجھ کو میں نے کہا ہاں اس نے کہا پہلے چار مرتبہ اللہ اکبر کہہ پھر دو مرتبہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اور دو دفعہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اور دو دفعہ حی علی الصلوٰۃ اسی طرح دو دفعہ حی علی الفلاح، پھر دو دفعہ اللہ اکبر اور ایک دفعہ لا الہ الا اللہ کہو، یہ کہہ کر وہ شخص تھوڑی دیر مجھ سے پیچھے ہٹ کر کہنے لگا، جب جماعت کھڑی ہوئے تو پہلے دو مرتبہ اللہ اکبر کہو اور پھر دو ہی دفعہ اشھد ان لا الہ الا اللہ کہو، پھر دو دفعہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اور دو دفعہ حی علی الصلوٰۃ اور اسی طرح حی علی الفلاح کہہ کر دو دفعہ قد قامت الصلوٰۃ کہے اور پھر اللہ اکبر دو دفعہ کہے اور لا الہ الا اللہ پس جب میں نے صبح کی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اس خواب کو جو میں نے دیکھا تھا، بیان کیا آپ نے فرمایا بے شک یہ خواب حق ہے اگر اللہ نے چاہا، تو بلال کے ساتھ کھڑا ہو کر کہ جو کچھ دیکھا ہے اس سے سکھلا اور بتاتا کہ بلال ان کلموں کے ساتھ اذان دے کیونکہ بلال تجھ سے آواز میں زیادہ ہے پس میں نے بلال کے ساتھ کھڑے ہو کر انہی لفظوں کو بتانا شروع کیا بلال ان لفظوں سے اذان دیتے تھے، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب گھر میں سے یہ آواز سن کر اپنی چادر سنبھالتے ہوئے باہر آئے اور کہنے لگے اے رسول خدا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا کہ عبداللہ نے خواب میں دیکھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شکر ہے کہ میرے اصحاب پر حق الہام ہوتے ہیں اور بخاری میں اس طرح پر ہے:

" کان المسلمون حین قدموا المدینة یجتمعون فیجتمعون الصلوٰۃ لیس ینادی لھا فتکلموا یوماً فی ذٰلک"

یعنی جب آئے مسلمان مدینہ منورہ میں پس وقت ٹھیراتے نماز کا پس نہ اذان دی جاتی تھی واسطے اس کے پس انہوں نے کلام کیا ایک دن اس میں پس کہا بعض نے بنا لیا جائے ناقوس نصاریٰ کے اور کہا بعض نے بوق، پس کہا حضرت عمر نے نہیں مقرر کرتے تم آدمی جو پکارے ساتھ نماز کے پس فرمایا آپ کی ذات بابرکات نے اے بلال کھڑا ہو اذان دے ساتھ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نماز کے اوراذان کا ثبوت قرآن مجید میں ہے، چنانچہ سورہ جمعہ میں:

"اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ"

آیت لقولہ تعالیٰ

﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ ...... الآیۃ﴾

یعنی جب پکارتے ہو تم طرف نماز کے پکڑتے ہیں اس کو ٹھٹھا اور کھیل اس سبب سے کہ وہ ایک قوم ہے نہیں سمجھتی۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اقامت میں بھی ہر ایک کلمہ کو اذان کی طرح تکرار کرے نہ کہ جیسا بعض فرقہ وہابیہ کا دستور العمل ہے۔

(ھکذا فی البخاری باب الاذان)

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ یہ تقلید حرام و بدعت ہے جو حنفی شافعی حنبلی مالکی وغیرہ میں ہے کیونکہ یہ چوتھی صدی کی بنی ہوئی ہے کیا یہ ان کی بات سچ ہے۔ انصاف سے جواب دو؟

السائل فضل الٰہی مستری وزیر آباد، محلہ لکڑ منڈی ۲۰ / نومبر ۱۹۱۹ء

جواب: تقلید دو قسم پر ہے (۱) تقلید مثل کفار و رسوم آباواجداد کے اور یہ تقلید بالکل حرام اور مردود اور شرک اور کفر ہے اور اس تقلید کی حرمت پر خود قرآنِ مجید شاہد ہے، لقولہ تعالیٰ: "ھذا ما وجدنا علیہ اٰباء نا" کیونکہ وہ بجز اس بات کے اور کوئی دلیل نہیں رکھتے اور اسی تقلید کو خود مولانا رومی صاحب نے بھی بدیں الفاظ رد کیا ہے:

﴿ابیات﴾

بشنو ایں قصد بے تہدیدرا ۔۔۔ تابدانی آفتِ تقلید را
آن مقلد صد دلیل و صد بیاں ۔۔۔ برزباں آرد ندارد ہیچ جان
بس کہ تقلید است ایمان او ۔۔۔ روئے ایماں راندیدہ جان او
بس خطر باشد مقلد را عظیم ۔۔۔ از رہے ہزن زشیطان رجیم
خلق را تقلید او بر باد داد ۔۔۔ ہفت صد لعنت بریں تقلید داد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور دوم تقلید انبیاء واصحاب کبار رضوان اللہ علیہم وائمہ دین شرح متین کی ہے اور یہ تقلید (۱) جس میں ہم بحث کرتے ہیں جائز بلکہ فرض ہے اور اس پر یہ دلائل شاہد ہیں۔ لقولہ تعالیٰ:

﴿ اِتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ﴾

ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کر۔ آیت دوم لقولہ تعالیٰ:

﴿ اِتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ﴾

یعنی اس شخص کی پیروی اور اتباع کر جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔ آیت سوم لقولہ تعالیٰ:

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ☆ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴾

اے رب ہمارے ہم کو راستہ گروہ مضبوط پر چلا جو انبیاء اور صالحین اور شہداء وائمہ دین کا ہے یعنی جس راستہ پر وہ چلے ہیں۔ آیت چہارم لقولہ تعالیٰ:

﴿ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

پس پوچھ لو تم صاحب ذکر سے اگر تم لوگ ناواقف ہو۔ آیت پنجم:

﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس کی پیروی کرو جو تم میں سے صاحب امر ہو۔ پس ان تمام آیات بینات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تقلید یعنی اتباع ہر ایک فرد کو لازم ہے کہ انبیاء وشہداء وائمہ دین شرع متین کی کرے اور اس میں کوئی قباحت نہیں اور اگر فرقہ وہابیہ یہ کہے کہ ہم لوگ تو اس تقلید کو جائز کہتے ہیں صرف تقلید ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے کو حرام یا بدعت سمجھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ بتائیے کہ ائمہ اربعہ دین حق پر تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو پھر ہم لوگ ان میں سے ایک امام کی تقلید کر لیں تو کیا ہم دین سے خارج ہو جائیں گے جواب دو۔ کیا یہ حکم خداوند کریم کا نہیں۔

﴿ اِتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ﴾

یعنی اتباع کر اس شخص کی جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔ کیا آیت کریمہ سے تقلید شخصی ثابت نہیں ہوتی لو ہم صرف دو تین حدیثیں بھی بیان کر دیتے ہیں وھو ہذا۔

" عن بن مسعودٍ قال رسول اللہ ﷺ اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر و عمر "

فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ پیروی کرو بعد میرے ابوبکر اور عمر کی اور حدیث دوم:

(۱): تقلید کے معنی اتباع اور پیروی کے ہیں چنانچہ کتب لغت اور کتاب حسامی مع نامی ص ۸۶ حاشیہ صفحہ ۵ میں بایں طور لکھا ہے التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما تسمعۃ بقول او فی فعلہ علی زعم انہ محسن بلا نظرٍ والدلیل الخ " خادم شریعت عفی عنہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" فعلیکم بسنتی و سنة الخلفآء الراشدین المهدیین "

حدیث سوم قولہ علیہ السلام:

" اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم "

یعنی فرمایا آپ کی ذات بابرکات نے میرے اصحاب مانند ستاروں کے ہیں جو ان میں سے کسی ایک کا اتباع کرے گا وہی ہدایت پر ہوگا اور وہی اس کو جنت میں لے جائے گا۔ بس اب غیر مقلد صاحب فرمایئے کیا اب تقلید شخصی ثابت ہوئی یا نہیں۔ کیا امام صاحب تابعی تھے یا نہیں کیا دوسرے امام " خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم " کے مصداق ہیں یا نہیں جواب دو پس ہم مقلد لوگ ائمہ اربعہ میں سے ایک کی تقلید کو فرض سمجھتے ہیں کیونکہ ائمہ اربعہ دین حق پر تھے صرف فرق ان کا فروعی مسائل میں تھا نہ اصول دین میں اور ان ائمہ دین کی تقلید تو بڑے بڑے علمائے دین شرع متین نے کی ہے چنانچہ امام بخاری و مسلم و صاحب ترمذی و نسائی و عبداللہ بن مبارک و صاحب فتح القدیر و شامی صاحب ہدایہ و صاحب قدوری و قاضی خاں و عالمگیر و حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ غرضیکہ تمام ائمہ دین و مفتیان شرع متین سب کے سب اپنے آپ کو مقلد ہی کہلاتے چلے آئے ہیں اور صاحب نبراس صفحہ ۸ بحوالہ الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ باب ۳ فصل ۵ مطبوعہ مطبع نظامی سے بایں طور لکھا ہے:

" وطریقة هذا کله مذهب حنفی و شرعة حقه "

اور صاحب نبراس نے صفحہ ۸ و فتح المبین صفحہ ۳۸۱ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کتاب انصاف سے اس طرح امام بخاری کے بارہ میں لکھا ہے

" و من هذا القبیل محمد بن اسمٰعیل البخاری فانه معدود فی طبقات الشافعیة الی ان قال واستدل شیخنا العلامة علی ادخال البخاری فی الشافعیة بذکره فی طبقاتهم و کلام النووی الذی ذکرناه شاهد له "

اسی قبیلہ سے ہیں محمد بن اسمٰعیل بخاری پس تحقیق وہ شمار کئے گئے ہیں طبقات شافعیہ سے اور جن علماء نے ان کو ذکر کیا ہے طبقات شافعیہ میں ان میں سے ایک تاج الدین سبکی ہیں اور کہا اس سبکی نے تحقیق اس نے فقہ سیکھی اور حمید نے امام شافعی سے اور دلیل پکڑی ہمارے شیخ علامہ نے اوپر داخل کرنے بخاری کے علمائے شافعیہ میں ساتھ ذکر اس بخاری کے طبقات شافعیہ میں اور کلام نووی کا جس کو ذکر کیا ہم نے اس کا شاہد ہے اور قسطلانی شرح بخاری صفحہ ۲۸ و ۳۱ مطبوعہ مطبع نولکشور میں اس طرح لکھا ہے:

" قال الشیخ تاج الدین سبکی ذکره "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی " البخاری ابو عاصم فی طبقات اصحابنا الشافعیه "کہا شیخ تاج الدین سبکی نے ذکر کیا اس کو یعنی بخاری کو ابو عاصم نے بیچ طبقات ہمارے اصحاب شافعیہ کے اور باقی ائمہ محدثین کے مقلد ہونے کے دلائل مفصل طور پر ان شاء اللہ تعالیٰ جلد پنجم میں مذکور ہوں گے اور علاوہ اس کے جن لوگوں نے اس تقلید مجید کو برا کہا ہے ان کو علمائے دین شرع متین نے فرقہ اہل ہوا یہ اور مبتدع گنا ہے چنانچہ صاحب طحطاوی نے لکھا ہے:

" وهٰذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فی المذاهب الاربعة وهم الحنفيون ومن كان خارجاً من هٰذه المذاهب الاربعة فی ذٰلک الزمان فهو من اهل البدعة والنار "

یہ گروہ نجات حاصل کرنے والا ہے۔ آج کے دن جمع ہے چار مذاہب میں وہ لوگ حنفی، شافعی و مالکی و حنبلی ہیں اور جو ان چار مذاہب سے آج کے دن خارج ہوا وہ بدعتی اور دوزخی ہے اور عقد الجید صفحہ ۳۱، ۳۲ میں لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید سے انکار کرنا گویا بڑی جماعت سے خارج ہونا ہے اور فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

" اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار "

(رواه ابن ماجه)

پس اس حدیث شریف سے ثابت ہوا جس نے بڑی جماعت سے منہ پھیرا وہ جہنم کا ایندھن ہوا کیونکہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہو گی اور جو اس جماعت کثیر سے ایک بالشت بھر خارج ہوا تو وہ شیطان کے پھندے میں پھنس کر جہنم میں جا پڑا اب صاحبان انصاف فرمائیے۔ کہ جماعت ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کثیر ہے یا فرقہ غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ کثیر ہے اور تقلید شخصی اور غیر شخصی ہر دو انبیاء کے زمانہ سے لے کر اب تک چلی آتی ہے اور آخر تک چلی جائے گی۔ اگرچہ دشمنان دین اس بات کو برا مانتے ہیں اور تقلید ائمہ اربعہ کی دوسری صدی سے شروع ہوئی ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کتاب انصاف میں صفحہ ۵۹ پر لکھتے ہیں:

" وبعد المأتين وظهر فيهم المذهب المجتهدين باعيانهم وقل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهدٍ بعينه وكان هذا هو الواجب فی ذٰلک الزمان "

اور بعد دو صدیوں کے لوگوں میں معین مجتہدوں کا مذہب اختیار کرنا ظاہر ہوا اور اس وقت اس سے کم آدمی تھے کہ مجتہدین پر اعتماد نہ رکھتے ہوں اور اس وقت میں پابندی اختیار کرنا ظاہر ہوا اور اس وقت اس سے کم آدمی تھے کہ مجتہدین پر اعتماد نہ رکھتے ہوں اور اس وقت میں پابندی مذہب معین کی واجب تھی اور عقد الجید مترجم صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے:

" ولما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الاربعة كان اتباعها للسواد الاعظم والخروج عنها خروجاً عن السواد الاعظم "

جب وہ سچے مذہب والے ان چار مذاہب والے ان چار مذاہب کے نیست و نابود ہونگے تو ان کی پیروی کرنی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بڑے انبوہ کی پیروی کرنی ہے اور ان سے باہر نکلنا بڑے جتھے سے باہر ہونا ہے اس لئے امام بخاری وابن تیمیہ وابن القیم و شوکانی وامام نووی وخطائی وسیوطی وذہبی وقسطلانی وعلامہ عینی وملاعلی قاری وشاہ رفیع الدین وشاہ عبدالحق محدث دہلوی وشاہ عبدالعزیز وغیرہ علمائے دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین یکے بعد دیگرے جس قدر دنیا میں گزرے ہیں کسی نے تقلید سے قدم باہر نہیں رکھا باجودیکہ یہ لوگ اپنی بزرگی وعلم میں کمالیت رکھتے تھے پس جبکہ ایسے ایسے علمائے دین مقلد ہوکر دین محمد رسول اللہ ﷺ پر جان نثار ہوئے تو ان بیچاروں کے کہنے سے کون صاحب تسلیم کرسکتا ہے اور اگر کوئی غیر مقلد کہے تو دکھائیں کہ کس کتاب معتبر میں لکھا ہے ہم اس کے جواب پر تیار ہیں اور باقی جلد اول ودوم وسوم میں ملاحظہ کریں فقط۔

سوال: بیع سلم کی کتنی شرائط ہیں اور یہ جائز ہے یا نہیں اور رہن میں مرتہن کو نفع اٹھانا کیسا ہے۔

السائل چودھری پیراں دتہ از رنیسوال، ضلع لائلپور

جواب: بے شک بیع سلم جائز ہے اور اس پر قرآن مجید واحادیث وکتب فقہ شاہد ہیں، قولہ تعالیٰ: ﴿إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ...... الخ حضرت ابن عباس نے کہا ہے میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حلال کیا بیع سلم ایک معین مدت تک ذکر کیا اس کو صاحب نور الہدایہ اور شیخین نے اور اس کی شرطیں یہ ہیں:

(۱) بیان کرنا مسلم فیہ کا مثلاً گیہوں ہے یا جو (۲) بیان اس کی نوعیت کا (۳) بیان اس کی صفات کا یعنی عمدہ ہے یا ناقص (۴) بیان مقدار پیمانہ معتبرہ سے (۵) ذکر مدت ادائیگی (۶) بیان مقام جہاں ادا کی جائے (۷) بیان مقدار راس المال۔

اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو بیع سلم ناجائز ہے۔

(نقل از قدوری و ھدایہ و شرح وقایہ وغیرہ)

اور مسئلہ رہن کے نفع اٹھانے میں علماء کا اختلاف ہے۔ خواہ راہن اجازت دے یا نہ دے، ہر دو صورت میں محققین کے نزدیک ناجائز ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر حدیث بیہقی شاہد ہے اور کتاب غایۃ الاوطار شرح درالمختار جلد ۴ صفحہ ۳۰۸ پر بھی اسی طرح مذکور ہے:

"لا یحل المرتھن ذٰلک ولو بالاذن لانہ' ربو الخ"

اور مضمرات میں ہے اگر بکری گروی رکھے اور مرتہن کو راہن نے کہا کہ بکری کا بچہ کھاؤ اور دودھ پیو، پس اس طرح مرتہن پر کوئی تاوان نہیں اور اسی طرح صاحب باغ نے مرتہن کو اجازت اس کے پھلوں کے کھانے کی دی اور صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کرکے کہا کہ مرتہن کو اجازت اس کے پھلوں کے کھانے کی دی اور صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کرکے کہا کہ مرتہن کو نفع ناجائز اگرچہ اسے اجازت دو اور محمد بن اسلم سے منقول ہے کہ مرتہن کو باوجود اجازت نفع ناجائز ہے اور اس کو بیاج سمجھا اور مصنف نے اسے مکروہ تحریمی کہا اس سے اجتناب ضروری ہے، باقی مفصل ذکر جلد پنجم میں ہے، فقط۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اعتراض: از جانب میاں عمر الدین وزیر آبادی و عبدالجلیل سامری مصنف بوئے غسلین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں محرمات یعنی ماں، بہن بیٹی سے نکاح کرنے سے حد لازم نہ ہونا اگر چہ اس کو علم ہو۔

جواب: دروغ آدمی را کند بے وقار، افسوس ہے کہ معترض صاحب نے بہتان صریح وطوفان قبیح ائمہ دین مجتہدین خصوصاً فقہائے کرام احناف پر بلاسوچے سمجھے باندھا اور دروازہ فتنہ فساد پردازی و دغا بازی وجعلساری وافتراء پردازی کا کھول دیا اور شب وروز اپنی عادت سچ کو جھوٹ اور جھوٹ، کو سچ بنانے کی کرلی اور بمقتضائے ہیچوں دیگرے نیست، اپنے آپ کو فاضل اجل سمجھ کر اہل حدیث ہونے کا نقارہ بجایا۔ اہل حدیثم وگر آزشناسیم۔ خدا کی پناہ ایسے اہل حدیثوں سے۔

شعر

خدایا مفتری را روسیاہ کن ۔۔۔ زقہر قہر وان خود تباہ کن

معترض صاحب کو لازم تھا کہ بزرگان دین پر نکتہ چینی بے سوچے سمجھے نہ کرتے۔

نباشد نکتہ گیری آدمیت ۔۔۔ کہ کار سگ بود آہو گرفتن

دوسری بات معترض کو یہ لازم تھی کہ اگر مطیع عبدالوہاب نجدی وابن تیمیہ وبرادر مولوی محی الدین صاحب نومسلم بنارسی ومصنف بوئے غسلین ہو کر حسد، عداوت وتعصب کا گلے میں ہار اور دل میں نقش جمانا تھا اور شہر وزیر آباد اور اس کے گرد ونواح میں لوگوں کے دلوں میں فساد کا بیج بونا تھا تو ذرا عبارت اصلی کتب فقہ حنفیہ مع صفحہ تحریر کرنی چاہئے تھی تاکہ ناظرین کو اطمینان ہو جاتا اور لیاقت واستعداد علوم عربیہ یعنی قرآن مجید واحادیث شریف اور فقہ دانی کا راز اچھی طرح واضح ہو جاتا اور انصاف اس بات کا مقتضی تھا کہ تحقیق حق کا مدار اصول موضوعہ طبقات سبعہ مراتب مجتہد فیہ فقہائے کرام احناف پر ٹھیراتے اور جو علامات بزرگان دین نے فتویٰ دینے کی مقرر کی ہیں تحریر کرتے اور روایات مرجوعہ وغیرہ مشہور کا حال بیان کرتے اور روایات مرجوع مطروح وغیرہ مشہورہ کا حال بیان کرتے تاکہ کسی فرد وبشر کو چوں وچرا کا موقعہ نہ ملتا اور جو امر مختلف فیہ تھا ہر ایک پر واضح ہو جاتا لیکن معترض صاحب نے ان امور کو تو ترک کردیا اور جلدی سے بے دھڑک امام صاحب کے مذہب پر اعتراض کردیا۔ مصرع:

گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو

اور معترض صاحب کو اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ اگر عوام الناس میری من گھڑت بات سن کر لاعلمی کے باعث تسلیم کرلیں گے اور بزرگان دین پر لعن طعن شروع کردیں گے تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا اور علاوہ ازیں یہ بات بھی صادق ہو جائے گی:

" الصدق ینجی و الکذب یھلک " اور بقول:

سنبھل کر رکھنا قدم دشتِ خار میں مجنوں ۔۔۔ کہ اس نواح میں سودا برہنا پا بھی ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

معترض صاحب نے شاید تصنیف یعنی الجرح علی ابی حنیفہ کی تردید کا مطالعہ نہیں کیا، جس میں ہمارے مکرم مسمیٰ مولانا مولوی حاجی نور بخش صاحب ایم اے حنفی نقشبندی توکلی ممبر انجمن نعمانیہ لاہور و مولانا مولوی حافظ احمد علی صاحب عالم باعمل و فاضل بے بدل بٹالوی نے ان بیہودہ سوالات کے دندان شکن جواب باصواب لفظ بلفظ دے دیے ہیں۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمہ آفتاب راچہ گناہ

معترض صاحب ذرا بنگاہ غور دیکھئے اور پردۂ تعصب کو گوش ہوش سے دور کر کے سنئے کہ کس قدر علمائے احناف کے قلم سے در فشانی و علم معانی کی فراست ظاہر ہو رہی ہے۔

عالموں کے دماغ کو پہنچو　　　بے علم اتنا تیرا دماغ نہیں

دعویٰ تو فاضلیت کا ہے لیکن معلوم اتنا بھی نہیں کہ حد شرع کس کو کہتے ہیں اور تعزیر کس لئے ہوتی ہے اور مخالف ہونا اور خلاف کرنا کس کو بولتے ہیں۔

جھوٹ کہنے سے تو باز آ و خدا کے واسطے　　　چپ رہو اب منہ نہ کھولو تم خدا کے واسطے

معترض! کتب فقہ میں تو صاف صاف لکھا ہے کہ محرمات یعنی ماں، بہن، لڑکی، دادی، نانی، پھوپھی، خالہ، رضاعی بہن، بھتیجی، پوتی، دہتی، بھانجی اور ساس سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اگر کوئی محرمات ابدیہ کو حلال جان کر نکاح کرے تو اس کو قتل کر دینا چاہیے کیونکہ وہ شخص شریعت محمد رسول اللہ ﷺ کا منکر ہے۔

(ھکذا فی فتح القدیر و عالمگیر و قاضی خان و شرح وقایہ و ھدایہ و کنز وغیرہ باب المحرمات)

اور آپ کی عبارت تحریر شدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص جس کو علم ہو کہ یہ میری ماں یا بہن ہے اور مسائل محرمات سے ناواقف ہے کہ یہ حلال ہیں یا حرام اور شبہ فی العقد میں آ کر اس نے نکاح کر لیا تو کیا معترض صاحب اگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تعزیر کا حکم لگا دیا تو اس میں کس حدیث کی مخالفت امام صاحب نے کی جب کہ تعزیر بالقتل بھی وارد ہے اور اس عبارت سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ محرمات کے ساتھ نکاح کرنا نزدیک امام صاحب کے جائز ہے۔ بلکہ یہ تو ایک مسئلہ کی صورت پر مبنی ہے نہ یہ کہ محرمات سے نکاح کرنا درست ہے بلکہ اگر کسی شخص جاہل بے وقوف نے اپنی محرمات سے بواسطہ بے علمی نکاح شبہ بالعقد کر لیا تو اس پر تعزیر ہونی چاہیے جو کہ قاضی و حاکم وقت کی رائے پر موقوف ہوگی۔ خواہ حاکم و قاضی اس کو سیاستاً قتل کرا دیں یا کوئی اور سزا مقرر کر دیں چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے:

"ادرء الحدود بالشبہات"

کیونکہ شبہ بالعقد ہے اور شبہات سے شرعاً حد ساقط ہو جاتی ہے اور شبہ تین قسم پر ہوا کرتا ہے: شبہ فی المحل شبہ فی الفعل، وشبہ بالعقد، پس یہ مسئلہ امام صاحب عین مطابق حدیث شریف کے ہے جیسا کہ ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

روایت کی ہے:

" ادفعوا الحدود عن عباد اللہ ما وجدتم لہ' مدفعاً "

اور ترمذی وبیہقی وحاکم نے یوں بیان کیا ہے:

" ادرء الحدود من المسلمین ما استطعتم "

معترض صاحب حدیث شریف سے تو صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ شبہات میں حد کو ساقط کر دینا چاہئے۔ اگر کوئی شخص محارم سے بدون نکاح کے صحبت کرے تو بالاتفاق اس پر حد لازم ہوگی۔

(ھکذا فی کتب الفقہ)

اور امام صاحب اور صاحبین میں نزاع صرف محارم فی العقد میں ہے نہ حلت وحرمت میں اور جو معترض صاحب نے حدیث بنا بر تردید مذہب امام صاحب کے تحریر کی ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی بی بی سے نکاح کیا اور اس کے لئے آپ نے حکم دیا کہ گردن اس کی ماری جائے اور مال اس کا لے لیا جائے، جناب من اس حدیث سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص احکام شریعت سے انکار کرتا تھا اس لئے اس پر حکم مرتد ہونے کا لگا دیا گیا تھا۔ کیونکہ مال چھین لینا اور گردن مارنا تو لوازمات کفریہ سے ہے نہ حد میں جیسا کہ اس حدیث کی شرح لمعات باب المحرمات میں مذکور ہے:

" کان الرجل اعتقد حلہ' وانکر حکم الشریعۃ فکان مرتداً فلذالک امر بقتلہ واخذ مالہٖ "

اور جو آپ نے قتل کا حکم دیا تھا وہ صرف تعزیراً اور سیاستاً تھا جیسا کہ لواطت حیوانات وشراب خوری تا بار چہارم اور دزدی یعنی چوری تا بار پنجم میں ہے۔ حالانکہ بالاتفاق قتل ان امور میں حد شمار نہیں کیا جاتا اور ان میں صرف تعزیراً سیاستاً قتل کا حکم تصور کیا جائے گا اور زنا کی صرف دو حدیں ہیں۔ محصن کو سنگسار کرنا یہاں تک کہ مر جائے اور اگر غیر محصن ہو تو حد اس کی صرف سو درہ ہے اور علاوہ ازیں تعزیر قتل سے بھی ہو جاتی ہے۔

(ھکذا فی درالمختار)

اور فرق صرف حد وتعزیر میں یہ ہے:

" ان الحد مقدر والتعزیر مفوض الی رأی الامام وان الحد یدرأ بالشبھات والتعزیر یجب مع الشبھات "

پس معلوم ہوا کہ حد شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے اور تعزیر شبہ سے واجب ہوتی ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور ابن عدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے " ادرءُ الحدود بالشبھات " معترض صاحب ذرا غور سے دیکھئے کس قدر امام صاحب کے مذہب کی تائید میں احادیث مبارکہ پکار پکار کر بیان کر رہی ہیں اور آپ نے تو موافقت کا نام مخالفت رکھ دیا ہے حالانکہ اس میں کوئی مخالفت نہیں پائی جاتی کیونکہ شبہ عقد میں حد ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مشکوٰۃ باب الولی میں حدیث بطلان نکاح پر خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حد کو ساقط کر دیا اور تعزیراً حکم مہر کا مرد کے ذمہ لگا دیا، وھو ہذا:

" ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطلٌ فلھا المھر بما استحل من فرجھا "

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عورت بدوں اذن ولی کے نکاح کر کے وطی کر لے تو اس پر حد نہ کی جائے گی اگرچہ یہ نکاح باطل اور نادرست ہوا اور قرآن مجید و فرقان حمید میں نکاح محرمات کے لئے کسی جگہ حد کا ذکر نہیں آیا اور نہ دیکھا گیا ہے ہاں اگر حدیث شریف میں اس مسئلہ کے بارے میں ذکر رجم یا سو درہ مارنے کا ہو چکا ہو تو بیان فرمائیں کہ ہم امام صاحب کے قول کو چھوڑنے پر تیار ہو جائیں اور بخدا وعدہ خلافی ہرگز نہ کریں گے لیکن جب ان کا قول ہر طرح موافق ہو تو پھر ہم کس طرح بلا وجہ مخالفت حق کی کر سکتے ہیں۔

نوٹ: اگر کسی صاحب کو اس کے علاوہ کوئی اور اس معاملہ پر اعتراض ہو تو ہم اس کا جواب باصواب ان شاء اللہ کسی دوسری جلدوں میں لکھیں گے فقط والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

اعتراض نمبر ۲: از جانب میاں عمر الدین غیر مقلد وزیر آبادی بعد تشہد اگر قصداً و ارادتاً گوز مارے تو نماز کا صحیح اور تمام ہونا اور اگر بے قصد گوز مارے تو نماز کا ہونا بروایت ابی سعید کے برخلاف ہے۔

جواب: معترض صاحب! حق تو یہ تھا کہ پہلے قاعدۂ اصول حنفیہ کا کسی حنفی سے معلوم کرتے اور سیکھتے تو یہ اعتراض نہ کرتے اور چاہئے تھا کہ صفحہ و اصلی عبارت کتب فقہ حنفیہ تحریر کرتے تا کہ ناظرین کو اس کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہوتا۔

جھوٹے موتی کی طرف کب دیکھتے ہیں جوہری ‌ ‌ ‌ بے صداقت آبروئے بدگماں ملتی نہیں

الغرض معترض صاحب آیئے اور اصلی عبارت کو دیکھئے جو کہ شرح وقایہ وغیرہ باب الحدث میں مذکور ہے:

" ولو حدث عمداً بعد التشھد او عمل ما ینافی الصلوٰۃ تمت "

یعنی اگر کسی نے بعد تشہد پڑھنے کے عمداً حدث کیا یا کوئی اور عمل منافی نماز کیا تو نماز اس کی تمام ہو جائے گی۔ یعنی اس نماز کا اعادہ کرنا امام صاحب کے نزدیک ضروری نہیں۔ کیونکہ حدث منافی نماز نہیں اور خروج نماز بصیغۂ اختیار خود فرض ہے اور لفظ سلام سے باہر آنا واجب ہے اور واجب کی ترک سے نماز ناقص ہوتی ہے نہ فاسد اور اس کا اعادہ کرنا واجب (۱)۔ نہ فرض جیسا کہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے:

" الحدث توضأ واتم خلافا للشافعی ولو بعد التشھد خلافا لھما فانہ اذا قعد قدر التشھد تمت صلوتہ وعند ابی حنیفۃ لایتم لان الخروج بصنعہ فرض عند الاستیناف افضل "

۱: امام صاحب کے نزدیک افضل ہے۔ بشرطیکہ بعد از تشہد کے عمداً حدث کیا ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی صاحبین کے نزدیک بعد تشہد کے نماز ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے نزدیک خروج بصنعہ بھی فرض ہے۔ اس لئے نماز کو بعد وضو تمام کرنا چاہئے معترض صاحب نے تو امام صاحب کے مذہب کو باطل کرنے کے لئے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے لیکن آخر الامر کچھ نہ بنا۔

یہ مذہب وہ نہیں کہ جسے تو بگاڑ سکے — کس وہم میں ہے اتنی تیری مجال نہیں

الغرض امام صاحب کا مذہب تو عین موافق قرآن کریم وحدیث شریف کے ہے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب سکھایا آپ نے ان کو تشہد، پس جب پہنچا عبدہٗ ورسولہ تک تو فرمایا آپ نے کہ تو نے ادا کرلیا اپنی نماز کو، اگر تو چاہے کہ کھڑا ہو تو کھڑا ہو اگر تو چاہے کہ بیٹھے تو بیٹھ پس اس حدیث سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ عبدہٗ ورسولہ تک نماز ہے اور بفعل مصلی نماز سے باہر آنا فرض ہے اور اس کی تائید میں یہ حدیث بھی وارد ہے:

" عن علقمة عن ابن مسعود رضی اللہ عنه قال له النبی ﷺ حین علمه التشهد اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد تمت صلوتک اخرجه ابو داؤد "

یعنی روایت ہے علقمہ سے انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ فرمایا ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب کہ سکھایا ان کو تشہد کہ جب کہا تو نے عبدہٗ ورسولہ یا کیا تو نے بے شک تمام ہوئی نماز تیری روایت کیا اس کو ابو داؤد نے:

" وعن ابن عمر رفعه اذا قضی الامام الصلوٰة قعد فاحدث قبل ان يتكلم فقد تمت صلوته ومن كان خلفه ممن اتم الصلوٰة اخرجه ابو داؤد و الترمذی "

یعنی ابن عمر سے روایت ہے اور پہنچایا پیغمبر تک یعنی پڑھ چکا امام نماز اور بیٹھا اور پھر حدث کیا پہلے اس کے کہ بولا ہو پس بے شک تمام ہوئی نماز اس کی اور جو پیچھے ہو اس کے ان لوگوں سے تمام نے پایا نماز کو اور بایں الفاظ سنن ابو داؤد نے جامع الترمذی، وسنن وبیہقی ودار قطنی میں حدیث مذکور ہے:

" اذا قعد الامام فی آخر صلوته ثم حدث قبل ان يتشهد فقد تمت صلوته "

یعنی جب بیٹھے امام آخر نماز میں اور حدث کرے قبل التحیات پڑھنے کے تو نماز اس کی تمام ہو جائے گی، کیونکہ گوز مارنا منافی نماز نہیں بخلاف مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بدلیل تحلیلہا وتسلیمہا اور یہ عبارت کتب فقہ حنفیہ سے معلوم نہیں ہوتی کہ نمازی نماز میں گوز مارا کرے اور نماز کو مخول اور لغو اور ذلیل سمجھا کرے ہم لوگ تو ایسے ناشائستہ فعل کے مرتکب کو زندیق وملحد بدکردار وکافر جانتے بلکہ مسجد میں گوز مارنے کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں اور یہ مسئلہ تو مبنی ایک بات پر تھا کہ اگر کسی شخص سے یہ فعل ناشائستہ بعد از ادائے فرض وارکان کے ہو جائے تو نماز اس کی تمام ہو جائے گی، کما مر فافهم۔

شیوۂ جور وستم سیکھو نہ ہرگز اے بتو — دیکھو دیکھو ہر کسی کا دل دکھانا منع ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اعتراض نمبر ۳: از جانب مولوی عمرالدین غیر مقلد وزیر آبادی شاگرد محمد اسمٰعیل دلاوری: جو شخص طلوع الشمس سے پہلے ایک رکعت صبح کی پڑھ چکے پھر سورج نکل آئے تو نماز کا نہ ہونا۔

جواب: مثل رقیب جھوٹے کے ہم آشنا نہیں — جو راست راست بات ہو کہہ دیں ہزار میں

معترض صاحب جو آپ نے حدیث بیان کی ہے اس کے معنی امام نووی نے شرح مسلم میں اس طرح ذکر کئے ہیں:

" اذا ادرک من لا یجب علیه الصلوٰة رکعة من وقتها لزمته تلک الصلوٰة وذٰلک فی الصبی یبلغ والمجنون والغمی علیه یفیقان والحائض والنفساء وتطهران والکافر یسلم ومن ادرک من هؤلاءِ رکعة قبل خروج الوقت لزمته تلک الصلوة "

یعنی اگر نابالغ بالغ ہو جائے اور مدہوش ہوش میں آ جائے اور عورت حیض ونفاس سے پاک ہو جائے اور کافر مسلمان ہو جائے دراں حالیکہ وقت نماز سے اس قدر پائیں کہ ایک رکعت پڑھ سکیں تو ان پر نماز کا اعادہ کرنا لازم ہو جائے گا اور علاوہ اس کے یہ معنی ہیں:

" اذا ادرک المسبوق مع الامام رکعة کان مدرکا لفضیلة الجماعة بلا خوف "

(مسلم جلد اول صفحہ ۱۲۳)

اور علاوہ اس کے اس حدیث کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے منسوخ بھی کیا ہے۔ جیسا کہ درالمختار میں مذکور ہے:

" ان الامام الطحاوی قال ان الحدیث منسوخ بالنصوص الناهیة وادعی ان العصر یبطل ایضا کالفجر "

اور اگر معترض اعتراض کرے کہ بوقت طلوع آفتاب نماز کو پڑھ لیا جائے تو میں کہوں گا کہ یہ حدیث مخالف حدیث مسلم کے ہو جائے گی:

" ووقت صلوٰة الصبح من طلوع الفجر ما لم تطلع الشمس فاذا طلعت الشمس فامسک من الصلوٰة فانها تطلع بین قرنی الشیطن "

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقت نماز صبح کا طلوع آفتاب تک رہتا ہے اور طلوع آفتاب کے مابین نماز کو نہ پڑھنا چاہئے کیونکہ آفتاب طلوع کرتا ہے مابین دو قرن شیطان کے اور حدیث مسلم عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ آپ نے تین وقت میں نماز پڑھنے سے سخت منع کیا ہے یعنی بوقت طلوع آفتاب و بوقت زوال و بوقت غروب آفتاب یہاں تک کہ غروب ہو جائے پس ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ تین وقتوں میں نماز کا پڑھنا جائز نہیں ہو سکتا اور اگر کہو کہ یہ حدیث منسوخ نہیں تو میں کہتا ہوں اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے تو تعارض سے خالی نہیں ہوگی کیونکہ بعض حدیثوں میں پڑھ لینے کا حکم آیا ہے اور بعض میں ممانعت کا حکم ملتا ہے پس بوقت تعارض دونوں حدیثوں پر عمل کرنا محال ہوگا تو اس وقت جس حدیث کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

قیاس ترجیح دے گا اس پر عمل کیا جائے گا چنانچہ لمعات میں تنقیح مذکور ہے:

" وحکم تعارض الحدیثین الرجوع الی القیاس والقیاس رجع حکم ھذا لحدیث فی صلوٰۃ العصر وحکم نھی فی صلوٰۃ الفجر کما ذکرنا "

اگر معترض یہ اعتراض کرے کہ حدیث شریف سے تین وقت میں نماز پڑھنے کی جب ممانعت پائی جاتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ صبح کی ایک رکعت ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے پر پڑھے تو اس کی نماز نزدیک امام صاحب کے نہیں ہوسکتی اور عصر کی نماز اسی صورت پر ہو جاتی ہے جواب اس کا یہ ہے کہ بناء کامل کی ناقص پر نہیں ہوسکتی اور بناء ناقص کی ناقص پر ہو جاتی ہے۔

کیونکہ وقت نماز عصر کا مائل بغروب ہونے سورج کے مکروہ تحریمہ ہوتا ہے اور وقت صبح کا طلوع ہونے تک کامل رہ جاتا ہے پس اس لئے وہ نماز صبح کا سورج نکلنے پر عدم جواز کا حکم دیا گیا اور عصر کی نماز کا آغاز بوقت تحریمہ نماز بعد ادائے غروب آفتاب کے مع کراہت تحریمی کے حکم جواز کا دیا گیا ہے فافھم۔

اعتراض نمبر ۴ : از جانب میاں عمرالدین غیر مقلد وزیرآبادی شاگرد محمد اسماعیل دلاوری: امام صاحب کا مذہب ہے اگر عورت دعویٰ کرے کہ فلاں مرد نے میرے ساتھ نکاح کیا ہوا ہے اور گواہ قائم کردے اور قاضی فیصلہ کردے کہ یہ اس کی عورت ہے تو اس کو جائز ہے کہ اس عورت کے ساتھ صحبت کرے اگرچہ حقیقت میں نکاح نہیں کیا ہوا۔

بقلم میاں عمر الدین وزیر آبادی مسجد برنیوالی مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۱۶ء

جواب: معترض صاحب! معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کسی استاد فقیہ سے علم فقہ کا کوئی سبق نہیں پڑھا اور نہ کسی اہل اللہ کی مجلس اختیار کی ہے اور محض سنی سنائی باتوں کو دل میں جمالیا ہے اور اعتراض مذہب حنفیہ پر بے دھڑک کردیا ہے۔

اگر ہوتا زمانے میں حصول علم بے محنت ۔۔۔ تو بس ساری کتابوں کو اک جاہل دھو کے پی جاتا

سبحان اللہ معترض کی عبارت آرائی اور معنی فہمی واستعداد علمی کا اچھی طرح حال کھل گیا۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد ۔۔۔ میلش اندر طعنہ پاکاں برد

اور اس جگہ بھی معترض صاحب نے اصلی عبارت کو ترک کردیا اور عبارت اول وآخر سے دور کردی اور اپنے خیال کے موافق معنی کر لئے اور ناظرین خود اصلی عبارت کو دیکھ کر انصاف فرما سکتے ہیں، وھو ھذا:

" وان شھد شاھدان علی امرأۃ بالنکاح بمقدار مھر مثلھا ثم رجع فلا ضمان علیھما و کذلک اذا شھدا باقل من مھر مثلھا "

نوٹ: اعتراض یوں ہونا چاہئے تھا کہ مرد نے ایک عورت پر یوں دعویٰ کیا کہ فلاں عورت نے میرے ساتھ نکاح کیا ہوا ہے اور اس پر دو شاہد جھوٹے قاضی کے پیش کروے الخ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی جب کوئی شخص کسی عورت پر دعویٰ کرے کہ میں نے اس سے مہر مثل یا مہر مثل سے کم پر نکاح کیا اور گواہ اس امر کی شہادت دے دیں اور ان کی شہادت کے موافق فیصلہ کیا جائے پھر وہ دونوں شہادت سے رجوع کریں تو ان کے رجوع کرنے سے نکاح فسخ نہ کیا جائے گا اور ان دونوں پر کوئی ضمان نہ ہوگی...... الخ۔ معترض صاحب سے پہلے بھی یہی اعتراض امام طحاوی صاحب نے بلفظ بعض الناس کہہ کر امام صاحب پر کیا تھا اور اس کا جواب فی دفع الوسواس سے لے کر زیر زمین سکوت کا سبق ملائکہ سے پڑھ کر خواب استراحت میں سو گئے۔ اگر شک ہو تو صحیح بخاری کتاب الحیل باب فی النکاح میں مطالعہ کریں اور بعض الناس فی دفع الوسواس صفحہ ۱۲ کو غور سے دیکھ کر راہِ راست پر آ جائیں اور بخاری (۱) کے بخار سے نجات پائیں۔ معترض صاحب آپ کو معلوم ہوگا کہ نزدیک علمائے احناف عقود و فسوخ میں حکم قاضی کا ظاہراً و باطناً نافذ ہوا کرتا ہے جس کی دلیل امام طحاوی معانی الآثار جلد دوم کتاب القضاء در حق نہی عجلان اور بیوی اس کی کے فیصلہ کر دیا تھا اور چنداں اس عبارت کے تحریر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس مسئلہ کو مولوی نور بخش صاحب نے اپنی تصنیف اقوال الصحیحہ میں بصیغہ بسیط ذکر کر دیا ہے لیکن بطور مشتے نمونہ از خروارے اس جگہ بھی چند الفاظ درج کئے دیتا ہوں:

" لهذا المسئلة المبنية على شئ اخر وهو ان قضآء القاضى بالعقود والفسوخ كالنكاح والطلاق والعتاق بشهادة الزور ينفذ ظاهرا او باطنا عند الامام واحتج فى ذلك كما قال شمس الائمة فى المبسوط بما روى ان رجلا ادعى على امراة نكاحا بين يدى على رضى الله تعالىٰ عنه واقام شاهدين فقضى على بالنكاح بينهما فقالت المراة لم يكن بديا امير المؤمنين فزوجنى منه فانه لانكاح بيننا فقال على رضى الله تعالىٰ عنه شاهد اک زوجا فقد طلبت منه الخ "

یعنی یہ مسئلہ ایک قاعدہ پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ قاضی کا حکم عقود و فسوخ میں مثل نکاح و طلاق و عتاق کے جھوٹی شہادت سے امام صاحب کے نزدیک ظاہر و باطن میں نافذ ہو جاتا ہے جیسا کہ شمس الائمہ نے مبسوط میں فرمایا ہے اور اسی رایت سے حجت پکڑی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا اور دو شاہد قائم کیے پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کے درمیان نکاح کے ثبوت کا حکم دیا اس پر اس عورت نے عرض کیا یا امیر المؤمنین اگر کوئی اور چارہ نہ ہو تو اس سے میرا نکاح کر دیں کیونکہ ہمارے درمیان نکاح نہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دو گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا، پس عورت نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ اس کو زنا سے بچائیں بدیں طور کہ ان دونوں میں عقد نکاح کر دیں مگر آپ نے وہ درخواست منظور نہ فرمائی پس اس صورت

۱: بخاری علیہ الرحمۃ کے اس بخار غضبی سے نجات پائیں ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

میں اگر کوئی شخص کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کرے یا عورت نکاح بائن طلاق کا جھوٹا دعویٰ کردے اور وہ گواہ پیش قاضی قائم کر دے اور قاضی نکاح وطلاق کا حکم کردے تو یہ حکم اس کا ظاہر و باطن ان دونوں کے حق میں بعد ثبوت گواہاں نافذ ہوگا اور اسی طرح ہورہا ہے اور ہوتا رہے گا اور اگر معترض نے زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی دیکھنی ہو تو اقوال الصحیحہ فی جواب جرح علی ابی خلیفہ صفحہ ۳۹ اور رسالہ بعض الناس فی دفع الوسواس کو مطالعہ کرے۔

نوٹ: اگر میاں عمر الدین اس کے بعد اور کوئی اعتراض کرے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس کا جواب باصواب دوسری جلدوں میں دیں گے اور اسے اور اس کے ہم مذہبوں کو ذرا اپنی کتابوں کو بھی ٹٹولنا چاہئے کہ ان میں کیا کچھ تحریر ہے آیئے معترضین ذرا بگوش ہوش اپنے مذہب کی کتابوں سے بھی کچھ سن لیجئے اور پھر انصاف سے جواب دیجئے، وہو ہذا: صحیح ہو چکا ہے علی مرتضیٰ سے اور عمر فاروق سے کہ انہوں نے فتویٰ دیا کہ اگر لڑکی گود میں نہ ہو تو اس سے نکاح کرنا درست ہے۔

(بعینہ عبارت نقل از فیض الباری شرح صحیح بخاری سیپارہ ۲۱ صفحہ ۱۱۵ سطر ۱۶)

فرمایئے کہ کیا اس بات کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے کہ اگر عورت منکوحہ موطوءہ مرجائے تو اس کے بعد اس کی لڑکی پچھلے خاوند کی جنی ہوئی اس سے نکاح کرنا درست اور صحیح ہوسکتا ہے ہرگز نہیں اور رسالہ تحفۃ المومنین مطبوعہ نولکشور لکھنو صفحہ ۱۷ سے حضرت مولانا العلامہ الحاج احمد رضا خان صاحب مجدد مائۃ حاضرہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بایں طور فتویٰ غیر مقلدین مثل مولوی نذیر حسین صاحب آنجہانی مرحوم وقربان علی بانسوی وحید علی وعبدالحی وقنوجی وغیرہ کا نقل اپنے رسالہ النیر الشہابی علی تدریس الوہابی صفحہ ۳۵ میں تحریر فرمایا ہے وہو ہذا:

"پھوپھی کے ساتھ نکاح درست ہے"

جامع الشواہد میں میں ایک دوسرے غیر مقلد کا فتویٰ منقول ہے کہ سوتیلی خالہ سے نکاح حلال ہے۔ خود جناب نذیر حسین صاحب دہلوی نے ایک وقت میں فتویٰ دیا تھا کہ دودھ کے چچا کے بھتیجی روا ہے۔ کلکتہ سندر یا پٹی سے ۱۳۱۷ء میں سوال آیا تھا کہ ایک غیر مقلد نے اپنے ایک عالم کے فتویٰ کی رو سے اپنے سگے بھانجے کی بیٹی سے نکاح کرلیا اور واقعی۔

گر ببیں مفتیاں و ابن فتویٰ دختر و مادر حلال خواهد شد

اب فرض کیجئے کہ انہی فتووں پر عمل کر کے ایک غیر مقلدہ عورت وہابیہ تحلت نے صبح کے وقت اپنے سگے بھتیجے یا سوتیلے بھانجے یا دودھ کے چچا یا باپ کے ماموں صاحب سے نکاح کیا اور وہ حضرت بھی اسی کی طرح غیر مقلد وہابی تھے جنہوں نے اسے حلال وشیر مادر سمجھ لیا۔ یا جانے دیجئے یہ فتویٰ نئے ہیں تو غیر ملقدوں کے پرانے پیشوا داؤد ظاہری کے نزدیک جورو کی بیٹی حلال ہے جب کہ اپنی گود میں نہ پلی ہو یوں غیر مقلدہ نے اپنے سوتیلے باپ غیر مقلد سے نکاح کرلیا پھر دن چڑھے ایک دوسرے غیر مقلد صاحب تشریف لائے اور اس نوجوان آفتاب جان سے فرمایا یہ نکاح باجماع ائمہ اربعہ باطل محض ہوا تو ہنوز

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بے شوہر ہے اب مجھ سے نکاح کر لے غیر مقلدہ بولی کہ ہمارے مذہب کے تو مطابق ہوا ہے اس پر وہابی مولوی نے بکمال شفقت فرمایا کہ بیٹی ایک مذہب پر جمنا نہیں چاہئے۔ اس میں شریعت پر عمل ناقص رہتا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً ہر مذہب پر عمل ہو کر ساری شریعت پر عمل حاصل ہو غیر مقلدہ بولی کہ اچھا مگر نکاح کو تو گواہ درکار ہیں وہ اس وقت کہاں، کہا اے ناداں لڑکی مذہب امام مالک میں گواہوں کی حاجت نہیں میں اور تو اس پر عمل کر کے نکاح کر لیں پھر بعد کو اعلان کر دیں گے چنانچہ دوسرا نکاح ہو گیا دوپہر کو تیسرے غیر مقلد تشریف لائے کہ لڑکی تو اب بھی بے نکاحی ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اور خود حدیث کے حکم سے بے گواہوں کے نہیں ہوتا۔ حدیث میں ایسیوں کو زانیہ فرمایا ہے میں دو گواہوں کو لے کر آیا ہوں مجھ سے نکاح کر لے اس نے کہا اس وقت میرا ولی موجود نہیں وہابی مولوی صاحب نے فرمایا بیٹی تو نہیں جانتی کہ حنفی مذہب میں جوان عورت کو ولی کی حاجت نہیں ہم اس وقت مذہب حنفی کی اتباع کرتے ہیں۔

اس پارسا کو تو ساری شریعت پر عمل کرنا پڑا الھذا یہ تیسرا نکاح کر لیا تیسرے پہر کو چوتھے غیر مقلد صاحب آ دھمکے کہ بیٹی تو اب بھی بے شوہر ہے حدیث فرماتی ہے کہ بے ولی کے نکاح نہیں ہوتا اور یہی مذہب امام شافعی وغیرہ بہت ائمہ کا ہے میں تیرے ولی کو لیتا آیا ہوں کہ اب شرعی نکاح مجھ سے ہو جائے۔ اس نے کہا کہ تم میری کفو نہیں نسب میں بہت گھٹ کر ہے کہا کیا تیرا ولی راضی ہے تو بھی راضی ہو جا تو پھر غیر کفو سے نکاح اکثر ائمہ کے نزدیک جائز ہے اسے تو پوری شریعت پر چلنا پڑا غرضیکہ چوتھا نکاح ان سے کیا۔ نچوڑ کے وقت دو گھڑی دن رہے پانچویں غیر مقلد صاحب بڑی نزاکت سے چمکے کہ بیٹی تو اب کنواری ہے ہمارے بڑے گرو ابن عبدالوہاب نجدی و ابن القیم و ابن تیمیہ صاحبان حنبلی تھے حنبلی مذہب میں غیر کفو سے نکاح صحیح نہیں اگر چہ عورت و ولی دونوں راضی ہوں یہ چوتھا تیرا کفو نہ تھا اب مجھ سے نکاح کر غیر مقلدہ سجدۂ شکر میں گری کہ خدا نے چار ہی پہر میں پانچوں ہی مذہبوں کی پیروی دے کر ساری شریعت پر عمل کرایا یہ کہہ کر پانچویں بار ان سے نکاح کر لیا اب وہابی صاحب فرمائیں کہ وہ وہابیہ ایک کی جورو ہے یا پانچویں کی اگر ایک کی ہے تو باقیوں کو اس ایک ہی مذہب کی پابندی پر کس آیت یا صحیح حدیث نے مجبور کیا وہ کیوں نہیں مذاہب مختلفہ پر عمل کر کے اسے دوسروں کے لئے غیر محصنہ اور ہر ایک اپنی جورو نہیں سمجھ سکتے اور وہ بیچاری وہابیت کی ماری کیوں پوری شریعت پر عمل سے رد کی جا رہی ہے اور اگر وہاں اجازت ہے کہ لا مذہبی کی بدولت پانچوں صاحب اپنی اپنی جورو جانیں اور وہ پارسا نازنین پوری شریعت پر عمل کرنے کو ہر شوہر کی باری میں ظاہری، مالکی، حنفی، شافعی، حنبلی، پانچوں مذاہب پر عمل کرتی کراتی رہے تو ہم کیا عرض کریں مگر اپنے سچے ہم مذہب کی بنائی ہوئی کتھا کا وہ مستزاد یاد کر لیجئے کہ:

دروپدی رانی مہا بھوانی ارجن کی ناری ۔ پانچوں پنڈے تن کو بھوگیں اپنی اپنی باری

کہو یہ کون دھرم ہے۔ ''لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم'' بعینہٖ فقط۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اب مہربانی فرما کر میاں عمر الدین غیر مقلد وزیر آبادی و مولوی ثناء اللہ امرتسری و مولوی عبد الجلیل و علم الدین ساکن ونی و فرقہ غیر مقلدین کے علماء ان مسئلوں کا جواب باصواب بسند صحیح دیں ورنہ تقلید شخصی پر عمل کریں اور علاوہ ان کے ایک غیر مقلد کے فتویٰ کی نقل میرے پاس موجود ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ دو بہنوں سے ایک وقت نکاح درست ہے۔

سوال: از جانب مولوی محمد ابراہیم وغیرہ از حافظ آباد: مولوی ثناء اللہ امرتسری وغیرہ کہتے ہیں کہ بالکل ہمارے مذہب اہلحدیث کی کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی بڑے بھائی جیسی تعظیم کرنی چاہئے اور ان کو بڑا بھائی جاننا چاہئے یہ محض حنفیوں کا افتراء ہے اور تعصب ہے جناب اس لئے گذارش ہے کہ آپ مہربانی فرما کر اس کا جواب تحریر کریں تا کہ تسلی ہو۔

جواب: بے شک ان کی کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰ میں مولوی اسمٰعیل نے بایں طور حدیث (۱) ''اکرموا اخاکم'' کے ذیل میں لکھ مارا ہے اور یہ ان کے مطالعہ نہ کرنے کا قصور ہے یا خود جان بوجھ کر اپنے خیالات فاسدہ کو چھپاتے ہیں لیکن ہم کب چھپنے دیتے ہیں وھو ہذا:

> ''یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کے بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے، بندگی اس کو چاہئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء انبیاء امام و امام زادہ پیر شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہئے الخ'' من جنسہ۔

اب ناظرین ذرا انصاف فرمایئے کیا رسول اللہ ﷺ بڑے بھائی جیسی شان رکھتے ہیں۔ کیا تمہارا ایمان اور عقل یہ اجازت دیتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بڑے بھائی جیسا سمجھنا چاہئے اور ان کی ایک بڑے بھائی جیسی ہی تعظیم کرنی چاہئے خدا کی پناہ ایسے اہل حدیثوں سے اور علاوہ اس کے ابن عبد الوہاب نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مزار اقدس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار وغیرہ کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسے بت لات و عزیٰ کفاروں کے تھے اور عبارت عربی بعینہ جلد سوم میں مع ترجمہ تحریر ہو چکی ہے جس صاحب کا جی چاہے دیکھ لے اور ان کے اعتقاد اور ایمان کو سمجھ کر ان کی دانست سے اجتناب کرے۔

☆☆☆☆☆

۱: عبارت تقویۃ الایمان مطبوعہ افتخار دہلی صفحہ ۶۰ پر ہے ۱۲۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بحث شیعہ

سوال : شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ نے حضرت مولیٰ علی مشکل کشاء سے خلافت جبراً چھین لی تھی اور نیز خاتون جنت سے باغِ فدک کو بھی غصب کر لیا اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد اہل بیت کے ساتھ منافقانہ برتاؤ رکھا (نعوذ باللہ منہم) کیا یہ باتیں سچ ہیں۔ قرآن مجید اور معتبر کتب شیعہ سے جواب دو؟

الراقم فقیر اللہ بخش از متر ے گھٹی، علاقہ ملتان۔

جواب : یہ محض ان لوگوں کی بناوٹی باتیں ہیں اور بالکل بے حقیقت جو کچھ دل میں آیا فوراً بے سوچے سمجھے بزرگوں کے حق میں کہہ دیا:

ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پائیں گے — دیکھ لیں گے آج اس کی کیا سزا کل پائیں گے

دراصل بات یہ ہے کہ خلافت حق صحابہ ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کو بحکم خداوند لایزل و کمیٹی صحابہ مہاجرین وانصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ملی اور بایمان وعدل وانصاف شریعت محمد رسول اللہ ﷺ پر پورا پورا عمل کیا اور صراط مستقیم پر ہر ایک نے یکے بعد دیگرے شربت شہادت پی کر روضۃ الجنت میں دائیں و بائیں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے مقام فرمایا اور یہ مسئلہ قرآن مجید و کتب فریقین سے بالکل ظاہر اور واضح ہے اور اس کا ذکر جلد اول میں بھی کتب شیعہ سے تحریر کر دیا گیا ہے اور اس مقام پر بھی چند آیات بینات و معتبر کتب شیعہ سے فقیر عبارتیں بطور سند تحریر کر دیتا ہے تاکہ ناظرین کو یہ یقین آجائے کہ ان کی کیا شان ہے اور اس مسئلہ کا فیصلہ خداوند کریم نے جس طرح کیا ہے اور معترضین بھی ضد و عناد کی پٹی چشم دل سے کھول کر بنظر غور دیکھ کر انصاف فرمائیں کہ یہ آیات بینات کن لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں، قال اللہ تعالیٰ:

﴿ وَمَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ☆ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ☆ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾

(سورۃ شوریٰ پ ۲۵)

اور جو کچھ نزدیک اللہ کے ہے بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والا واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور وہ لوگ جو بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے اور جس وقت کہ غصے میں ہوتے ہیں بخش دیتے ہیں اور وہ لوگ کہ قبول کیا انہوں نے واسطے رب اپنے کے اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور کام ان کا مشاورت سے ہے درمیان ان کے اور اس چیز سے کہ دی ہے ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں۔ لقولہ تعالیٰ:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللهُ عَنْهُمْ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ☆ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴾

(سورۃ توبہ پ ۱۱)

یعنی آگے بڑھ جانے والے ایمان لانے سے، پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور مدد دینے والوں سے اور وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں ان کی ساتھ نیکی کے راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کیے واسطے ان کے باغات بہشت کہ چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں ہمیشہ رہنے والی ہیں بیچ ان کے یہ مراد پانا ہے بڑا۔ قولہ تعالیٰ:

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ﴾

(پارہ چہارم)

اور مشورہ کر ان سے بیچ کام کے پس جب تو قصد کرے پس بھروسہ کر اوپر اللہ کے۔ قولہ تعالیٰ:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمْ ﴾

وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم سے اور کام کیے اچھے البتہ خلیفہ کرے گا ان کو بیچ زمین کے جیسا خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو جو پہلے ان سے تھے اور البتہ ثابت کر دے گا واسطے ان کے دین ان کا۔ وقولہ تعالیٰ:

﴿ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ☆ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ﴾

(سورۃ فتح پ ۲۶)

وہ اللہ جس نے بھیجا پیغمبر اپنا ساتھ ہدایت کے اور دین حق کے تاکہ غالب کرے اس کو اوپر تمام دینوں کے اور کافی ہے اللہ گواہی دینے والا محمد رسول اللہ ﷺ رسول ہے اللہ کا اور جو لوگ کہ ساتھ اس کے ہیں سخت اوپر کفار کے رحمدل ہیں درمیان اپنے دیکھتا ہے تو ان کو رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے چاہتے ہیں فضل خدا کا اور رضامندی اس کی اور ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں یہ صفت ان کی بیچ تورات کے اور صفت ہے ان کی بیچ انجیل کے۔ قولہ تعالیٰ:

﴿ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ﴾

(پ ۵)

نوٹ: آیت السابقون سے مہاجرین وانصار اور ان کی اتباع کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ جنتی اور اعلیٰ درجہ کا ایماندار فرمایا ہے اور اس کے مصداق بھی صحابہ کرام ہیں۔ فقط خادم شریعت عفاعنہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی پس یہ لوگ ساتھ ان لوگوں کے ہیں کہ نعمت کی اللہ نے اوپر ان کے پیغمبروں سے اور صدیقوں سے اور شہیدوں سے اور صالحین سے اور اچھے ہیں یہ لوگ رفیق۔

ان آیات بینات سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ حکومت وخلافت کی بنا شوریٰ یعنی مشورہ اجماع اصحاب مہاجرین وانصار مسلمین پر منحصر تھی سو یہ بات کسی فرد اہل علم پر مخفی نہیں کہ تمام اصحاب مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے اتفاق سے اصحاب ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے اور فضیلت اصحاب مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہ کی بایں طور ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ان کے افعال حسنہ صادر ہونے پر راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے خوش ہو کر جنت میں جا بسے اور جو شخص اجماع صحابہ سے منکر ہوا اس کا مقام دوزخ ہوا اور ان آیات کی تفسیر حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اپنے خط میں بھی اسی طرح بیان فرمائی ہے اور معتبر کتاب شیعہ اخبار (۱) ماتم جلد اول مطبوعہ حسینی رامپوری صفحہ ۲۶۰ میں ہے:

"فلما خرجوا من عنده عليه السلام فی مرضه و بقی عنده العباس والفضل وعلی اهل بيته خاصة فقال العباس يا رسول الله ﷺ ان يكون هذا الامر فينا مستقرا من بعدک فبشرنا وان كنت تعلم انا نغلب عليه فاوص بنا فقال انتم المستضعفون من بعدی"

اور علاوہ اس کے یہ طعن جو شیعہ کا ہے اصحاب ثلاثہ منافق ہو کر مرے نعوذ باللہ یہ خیال بالکل باطل ہے اور فاسد ہے کیونکہ قرآن مجید سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فیصلہ کر دیا ہے اور فرمادیا ہے کہ اے حبیب ﷺ تیرے شہر میں ہم کوئی منافق نہ رہنے دیں گے اور نہ ہی کوئی تیرا ہمسایہ منافق ہوگا اور یہ بھی فرمادیا ہے کہ اگر کوئی شخص برخلاف شریعت یعنی حکم تیرے کے کام کرے گا تو ہم اس کو تیرے شہر سے جلد نکال دیں گے اور ملعون بنا کر قتل کرا دیں گے سبحان اللہ اصحاب ثلاثہ تو ان کی عنوان نبوت وحیات مبارک سے لے کر اب تک آپ کے روضہ طیبہ اور شہر میں دائیں اور بائیں رونق افروز ہیں اور وہ آیت یہ ہے:

"لئن لم ينته المنافقون والذين فی قلوبهم مرض والمرجفون فی المدينة لنغرينک بهم ثم لا يجاورونک فيها الا قليلا ملعونين ، اينما ثقفوا اخذوا و قتلو تقتيلا"

البتہ اگر نہ باز رہیں گے منافق اپنی شرارت سے اور وہ لوگ جو بیچ دل ان کے بیماری ہو اور بدخبر اڑانے والے بیچ شہر یعنی مدینہ کے البتہ پیچھے لگا دیں گے تجھ کو ان کے پھر نہ ہمسایہ رہیں گے بیچ اس کے مگر تھوڑے دن لعنت مارے جہاں پائے

۱: علاوہ اس کے کتاب حیات القلوب جلد سوم صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ نولکشور سند معتبر شیعہ میں لکھا ہے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہ ہزار ہا دعائیں اللہ تعالیٰ نے میری قبول فرمائی ہیں لیکن تیری خلافت کو اللہ تعالیٰ اس مقام پر قبول نہیں فرماتا چونکہ بعد میرے یہ تیرا حق نہیں فقط۔ اب شیعہ صاحبان جواب دیں۔ خادم شریعت عفی اللہ عنہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جائیں پکڑے جائیں اور قتل کئے جائیں خوب قتل کرنا اور وہ خط حضرت علی علیہ السلام کا جو کہ بنام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لکھا گیا تھا وہ یہ ہے :

" ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معاویہ انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر وعثمان وعلی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد انما الشوری للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذٰلک اللہ رضی فان خرج من امرھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الیٰ ما خرج منہ فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین ولا واللہ ما تولّٰی ولعمری یامعاویۃ لئن انظرت بعقلک دون ھواک لتجدنی ابرأ الناس من دم عثمان ولتعلمن انی کنت فی غزلۃ عنہ الا ان تتجن فتجن ما بدأ لک والسلام " .

(کتاب نہج البلاغۃ صفحہ ۱۸۹ مطبوعہ ایرآن و مصری صفحہ ۹ جلد دوم)

بے شک اس قوم نے مجھ سے بیعت کی ہے جس نے ابا بکر وعمر وعثمان کی بیعت کی تھی، اسی امر خلافت پر کی ہے اب نہیں کسی شخص حاضر اور غائب کو یہ اختیار کہ اس امر کو رد کرے اور علیحدہ کوئی رستہ اختیار کرے کیونکہ یہ کام اجماع مہاجرین و انصار سے محکم ہو چکا ہے۔ پس جس شخص کو انہوں نے اجتماع یعنی کمیٹی سے نامزد کر دیا ہو وہ اللہ کے ہاں پسند ہے۔ پس اگر نکلا کوئی شخص اس معاملہ سے طعن یا جدائی کر کے پھر لاؤ اس کو طرف اس کے جس سے وہ بھاگا ہے ۔پس اگر انکار کیا اس نے تو مار ڈالو اور نہ پیروی کرنے راستے مومنوں کے پھر پہنچا دے گا اللہ اس کو پسندیدہ بات پر اور قسم مجھے عمر بخشنے والے میرے کی اے معاویہ اگر تو نظر غور سے خیال کرے تو پائے گا تو بڑا بری تمام آدمیوں سے خون عثمان سے اور ضرور جاننا کہ تھا میں اس وقت گوشہ میں اس سے اگر تو بدلہ لیتا ہے تو اس سے لے جس پر تو ثبوت پائے اور سلام اور دوسرا خط حضرت امیر المومنین کا یہ ہے جو کہ بنام امیر معاویہ اس کے جواب میں لکھا ہے :

" واما(۱) ذکرت منازل الخلفاء وفضائلھم فنقول نحن وجدنا افضلھم فی دین اللہ ابابکر العتیق والصدیق ثم عمر فاروق الذی لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم ثم ذی النورین عثمان الذی یستحی منہ الملائکہ ولعمری ان مکانھم فی الاسلام لعظیم فرحمھم اللہ وجزاھم احسن ما عملوا " .

یعنی اے معاویہ تو مجھ کو خلفاء کے فضائل یاد دلاتا ہے ہم نے ان کو یعنی مراتب سب خلفاء سے ابوبکر صدیق کو دین میں افضل پایا پھر عمر فاروق جاری کرنے احکام دین میں کہ کسی ملامت کنندہ سے نہیں ڈرتے تھے اور پھر ذی النورین کہ ان سے فرشتے مقرب بھی حیا کرتے تھے مجھے۔ اپنی عمر کی قسم ہے کہ اسلام میں خلفاء مذکورہ کا بڑا مرتبہ ہے اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو اور اچھے اجر

۱: یہ خطبہ شرح نہج البلاغۃ اصفہانی مولوی سلطان محمود شیعہ نے جزو ۱۴ میں لکھا ہے۔ ۱۲ خادم شریعت۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ان کو ملیں اور قاتل عثمان رضی اللہ عنہ کے قنبرہ اور سودان ہیں جو اس وقت حضرت عثمان کے گھر میں ہی قتل کیے گئے یعنی محاصرہ میں اور وہ مصریوں میں سے تھے اور باقی محاصرین وغیرہ نے توبہ کرلی اور تو حامل کے ہاتھ پر بیعت کرلے۔

(نقل از شرح نهج البلاغة اور کتاب احقاق الحق)

امام جعفر علیہ السلام سے شیخین کی بایں طور تعریف ہے:

"هما امامان عادلان قاسطان كانا على الحق وماتا على الحق رحمهما الله تعالىٰ الىٰ يوم القيامة"

وہ دونوں امام عادل تھے یعنی ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ عنہما صاحب انصاف تھے اور دونوں حق پر تھے اور دونوں حق پر گزرے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مہربانی سے رحمت کرے قیامت کے دن اور کتاب معتبر شیعہ تحفۃ الاشعریہ مطبوعہ یوسفی مقصد اول صفحہ ۴۳۷ بروایت کشف الغمہ میں ہے:

"سئل امام ابوجعفر عليه السلام عن حيلة السيف هل يجوز فقال نعم الصديق نعم الصديق تدحلى ابوبكر الصديق سيفه فقال الراوى اتقول هكذا فوشب الامام عن مكانه فقال نعم الصديق نعم الصديق فمن لم يكن له الصديق فلا صدق الله فى الدنيا والأخرة"

کسی نے امام جعفر محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تلوار کے قبضہ پر چاندی سونے سے نقش ونگار کرنا جائز ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں درست ہے بے شک ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار پر چاندی کا زیور لگایا تھا۔ راوی نے کہا کیا وہ صدیق تھے جو آپ کہتے ہو پس آپ غصہ میں آکر مکان سے اچھلے اور فرمایا صدیق ہاں صدیق جوان کو صدیق نہ جانے اللہ تعالیٰ اس کے قول کو دنیا اور آخرت میں سچا نہ جانے اور جواب دربارۂ باغ فدک موضع خیبر کے نزدیک تین منزل مدینہ طیبہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملا تھا اور آپ اس کو مال فئی کے طور پر سال بسال بوجہ مال غیر منقولہ ہونے کے اقرباء ومساکین مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم میں تقسیم کردیا کرتے تھے اور آپ کی ذات بابرکات کو تین وجہ سے مال حاصل ہوا کرتا تھا یا تو مالِ غنیمت جو کہ جنگ وجدل وسبیل قہر وغلبہ سے یا مال فئی جو صلح وبغیر فوج کشی کے پس اگر یہ باغ فدک مال غنیمت میں تصور کریں یا مال فئی میں تو ہر دو صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقربا ہی اس کے حقدار نہ ہوں گے بلکہ جملہ اصحاب مہاجرین وانصار ویتیم ومسکین بھی قیامت تک حقدار رہیں گے چنانچہ قرآن مجید ان ہر دو صورت میں صورت مال کی تقسیم اور مستحقین کے لئے مفصل بیان کرتا ہے، وھو ہذا،

قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ﴾

(پ ۱۰)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور جانو تم یہ جو کچھ کہ لوٹ لو کسی چیز سے پس واسطے اللہ کے ہے پانچواں حصہ اور واسطے رسول کے اور واسطے قرابتیوں رسول کے اور واسطے یتیموں کے اور فقیروں کے اور مسافروں کے اگر ہو تم ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور مال فیٔ کی تعریف و تقسیم بایں طور اللہ نے فرمائی ہے :

﴿وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ الخ﴾ ، ﴿مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ......الآية﴾

(پ۲۸)

اور جو کچھ پھر لایا اللہ او پر رسول اپنے کے ان میں اور نہیں دوڑائے تم نے او پر اس کے گھوڑے نہ اونٹ ولیکن اللہ مسلط کرتا ہے رسولوں اپنے کو او پر اس کے جسے چاہتا ہے الخ جو کچھ پھر لایا اللہ او پر رسول اپنے کے اور بستیوں والوں سے واسطے خدا کے اور واسطے رسول کے اور واسطے قرابت والے اور یتیموں کے اور مسکینوں کے اور مسافروں کے اور اس کے آگے یوں فرما دیا ہے۔

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾

یہ مال واسطے فقیروں وطن چھوڑنے والوں کے ہے جو نکالے گئے اپنے گھروں سے اور مال اپنے سے چاہتے ہیں فضل خدا کے سے اور رضا مندی اور مدد دیتے ہیں خدا کو اور اس کے رسول کو یہ لوگ وہی ہیں سچے اور علاوہ اس کے خود کتب شیعہ معتبرہ سے ثابت ہے کہ مال گروہ انبیاء کا صدقہ کا حکم رکھتا ہے اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغِ فدک دے دیا تھا اور خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا امیر المومنین خلیفہ پر راضی ہو گئی تھیں چنانچہ کافی کلینی کتاب شیعہ العقل والجہل باب صفت العلم بروایت امام جعفر صادق اور اس کی شرح شافی میں ہے :

"ان الانبیاء لم یرثوا درهماً ولا دیناراً وانما یرثوا احادیثهم فمن اخذ بشيءٍ منها فقد اخذ خطأً وافرةً"

"ازینها هر چه باقی مانده اگرچه ترك است دراں حکم ترکه نیست"

اور کتاب فریقین میں بات بھی ظاہر ہے کہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے خلیفہ اول کی طرف ایک قاصد بھیجا اور اپنے دروازے پر بلا کر باغِ فدک کے بارہ میں گفتگو روبرو اپنے خاوند و ابن عباس کے خلیفہ اول سے کہی اور ابوبکر صدیق نے یہ حدیث ان کے جواب میں بیان کی :

"قال رسول الله ﷺ لا نرث ولا نورث ماترکناه صدقة"

اور حاضرین کو کہا کہ تم نے یہ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کبھی سنی ہے یا نہیں تو مولا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

شک ہم نے سنی ہے تب خاتون جنت نے سکوت اختیار کیا۔ آخر الامر خلیفہ اول نے یہ باغ فدک خاتون جنت کو لکھ دیا دیکھو کتاب شیعہ معتبرہ نہج الکرامت شیخ ابن مطہر علی "لما وعظت فاطمة ابابكر فى فدك كتب لها كتاباً" یعنی جب کہ خاتون جنت نے صدیق اکبر کو وعظ فدک کے معاملہ میں کیا تو صدیق اکبر نے لکھ کر باغ فدک ان کو واپس کر دیا اور کتاب نہج البلاغت جلد اول جزو۲ میں لکھا ہے کہ بڑی خوشی سے مولا علی نے بعد انتقال خاتون جنت کے بیعت صدیق اکبر کی اور اتنی مدت ناراض اس لئے رہے کہ مہاجرین وانصار نے بوقت مقرر کرنے خلیفہ اول کے ان سے مشورہ نہیں لیا تھا اور وہ عبارت یہ ہے معتبر شرح نہج البلاغۃ جلد اول جزو۲ :

"وغضب علی علیه السلام فی بیعة ابی بکر رضی الله وقال ما غضبت الا فی المشورة وانا لنری ابابکر احق الناس بها کصاحب الغار وانا لنعرف له بسنة ولقد امره رسول الله ﷺ بالصلوٰة فی الناس وهو حیّ الخ"

یعنی حضرت علی نے رنجیدگی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں ظاہر فرمائی اور کہا کہ میں صرف مشورہ میں نہ بلائے جانے کی وجہ سے ناراض ہوں اور البتہ ہم ابو بکر کو سب لوگوں سے دربارۂ خلافت زیادہ حقدار سمجھتے ہیں بوجہ صاحب ہونے غار کے اور بسبب بڑی عمر کا ہونے کے بعد اور بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حین حیات میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں نماز پڑھانے کا ارشاد فرمایا تھا اور کتاب شرح نہج البلاغۃ میں مولوی سلطان محمود نے جزو دوم میں نیز بایں طور لکھا ہے :

"وروی انه کانت وجوه الناس الی علی علیه السلام فلما ماتت فاطمة علیها السلام انصرفت وجوه الناس عنه وخرج من بیته فبایع ابابکر رضی الله عنه وکانت مدة بقائها بعد ابیها علیه السلام ستة اشهر"

مروی ہے کہ آدمیوں کے خیالات بوجہ تعجب کے علی علیہ السلام کی طرف دربارۂ بیعت ہو گئے تھے پس جب مائی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال فرمایا لوگوں کے وہ خیال رفع ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے خانہ سے نکل کر حضرت ابو بکر کی خدمت میں تشریف لا کر پھر بڑی خوشی سے بیعت کر لی اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے بعد چھ ماہ زندہ رہ کر فوت ہو گئیں۔

مزید ار مناظرہ شیعہ باسُنی ۱۹۱۷ء

فضائل خلفاء الراشدین میں گفتگو شروع ہوئی تو پہلے شیعہ صاحب نے کہا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت مولا مشکل کشاء

نوٹ : یہ مولانا مولوی نور الدین حکیم صاحب ٹھنڈ ہالوی حالوارد چک نمبر ۴۴۴ ڈاکخانہ سمندری کا ہے، فقط۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کے بارہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اسد اللہ الغالب۔ رفیق حنفی نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا لیکن اسد اللہ المغلوب کو تو جانتا ہوں شیعہ صاحب سن کر متعجب ہو گئے اور کہا مولوی صاحب یہ کیا بات آپ نے کہی رفیق حنفی نے جواب دیا کہ جناب دیکھو اور سنو بقول آپ کے خلیفہ اول نے خلافت مولا علی رضی اللہ عنہ سے چھین لی وہاں بھی مغلوب ہی رہے اور جب خلیفہ اول کا انتقال ہوا تو پھر بقول آپ کے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی خلافت چھین لی وہاں بھی ان کی مغلوبیت ظاہر ہوئی پھر ان کے انتقال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم نے بھی بقول آپ کے خلافت چھین لی وہاں بھی مغلوب ہی رہے پھر بعد ان کے جب آپ خلیفہ ہوئے تو پھر آپ سے بھی امیر معاویہ نے بقول آپ کے ملک چھین لیا اور پھر اس کے بعد بقول آپ کے اس کے بیٹے یزید عنید نے بھی مولا مشکل کشاء کے فرزندوں سے ملک وغیرہ چھین کر ان کو بھی شہید کر ڈالا۔ جن کا اب تک شیعہ صاحبان سال بسال تعزیہ نکالتے ہیں۔ کیا پھر بھی اسد اللہ الغالب ہیں کہ جو ہر بات اور ہر امر میں غالب ہوتا ہے پھر بھی وہ کبھی اپنا حق تلف اور غصب ہونے دیتا ہے اور تقیہ کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ شیعہ صاحب لا جواب ہو کر خاموش ہو گئے فقط۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد رفیق حنفی نے کہا بے شک حضرت مولا علی کے حق میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حدیث فرمائی لیکن اس کا معنی اور مطلب اور ہے اور اگر شیعہ صاحبان کہیں کہ یہ بات غلط ہے ایسا معاملہ نہیں ہوا تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ پر اعتراض کیا اور کس لئے شب و روز خلافت کے بارہ میں جھگڑا کرتے رہتے ہو اور طرح طرح کے طعن و تشنیع بزرگان خدا پر کرتے ہو۔

سوال: شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ بوقت انتقال رسول اللہ ﷺ نے قلم دوات طلب کی اور منشاء یہ تھا کہ حق خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحریر کر دی جائے لیکن عمر فاروق نے اس سے انکار کر دیا اور حکم آپ کی ذات کا نہ مانا اور عاصی ہوا (نعوذ باللہ من ذلک) اب مہربانی کر کے اس کا جواب کتب شیعہ سے تحریر فرمایا جائے؟

جواب: یہ محض ان لوگوں کی غلطی اور کوتاہ فہمی کی بات ہے اور اپنی کتابوں کا مطالعہ نہ کرنے کا سبب ہے دیکھو انہی کی کتاب معتبر اخبار ماتم مطبوعہ حسینی رامپوری میں مجلس اول صفحہ ۶۰ پر مذکور ہے:

"فلما خرجوا من عنده علیه السلام فی مرضه وبقی عنده العباس والفضل وعلی واهل بیته خاصةً فقال له العباس یارسول الله ﷺ ان یکون هذا الامر فینا مستقراً من بعدک فبشرنا وان کنت تعلم انا تغلب علیه فاوص بنا فقال انتم المستضعفون من بعدی"

اس کا ترجمہ مجمع نے اس طرح پر لکھا ہے کہ رسولِ خدا ﷺ کی مرض الموت میں جب سب حاضرین بعد پوچھنے آنحضرت ﷺ کے گھر سے نکلے اور باقی رہے عباس و فضل و علی علیہ السلام تو عباس بولے کہ اے رسولِ خدا اگر امر خلافت بعد

نوٹ: شیعہ نے ایک مسئلہ میں سخت غلطی کھائی ہے کیونکہ نہج البلاغۃ میں صاف طور پر لکھا ہے کہ خلافت حق اصحاب ثلاثہ ہے اور اسمیں دخل دینا اور دعویٰ کرنا فساد اور فتنہ ڈالنا زمین میں ہے اور پھل خام کھانے والے کی مانند ہوتا ہے۔ ۱۲

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

آپ کے ہم کو ملے تو آپ اس کی بشارت دیں اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم باز رہیں گے تو ہمیں وصیت کر دیں جواب دیا آنحضرت ﷺ نے کہ تم عاجز ہوا ٹھانے بوجھ امارت سے بعد میرے الخ اور تفسیر مجمع البیان جلد دوم آیت سورت تحریمہ کے ذیل میں لکھا ہے وھو ہذا :

" واذا سر النبی الی بعض ازواجه ...... الآیۃ)روی عن النبی انه خلا یوما لعائشة مع جارية القبطية فوقفت حفصة رضی الله عنها علی ذلک فقال لها رسول الله لا تعلمی عائشة بذلک و حرم مارية علی نفسه ولما حرم مارية اخبر حفصة انه يملک من بعده ابوبكر و عمر رضی الله عنهما الخ "

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عائشہ کے دن اپنی لونڈی قبطیہ سے خلوت کی اور مائی حفصہ اس پر واقف ہوگئی اور فرمایا آپ نے اے حفصہ عائشہ کو اس بات کی خبر نہ کرنا اور جب کہ حرام فرما دیا اپنے پر ماریہ قبطیہ کو اور خبر دی حفصہ نے عائشہ کو راز مذکورہ کی اور پوشیدہ کیا آنحضرت ﷺ سے اور خبر کر دی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس بات کے ساتھ اس آیت کے

﴿ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ ...... الخ ﴾

اور جب حرام کیا آپ نے ماریہ کو تو خبر دی کہ بعد میرے ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہما میرے خلیفہ ہوں گیا ور ایسا ہی تفسیر عمدۃ البیان معتبرہ شیعہ مطبوعہ مطبع یوسفی جلد ۲ صفحہ ۵۸۲ میں صاحب مجمع نے بایں طور عبارت نقل کی ہے کہ رسولِ خدا نے ماریہ قبطیہ کو اپنے پر حرام کیا اور حضرت حفصہ کو اس راز کے پوشیدہ رکھنے کی بہت تاکید کی اور فرمایا ایک راز میرا اور ہے تیرے روبرو اس کو بھی بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے پیچھے ابوبکر اور عمر باپ تیرا رضی اللہ عنہما مالک اس امت کے ہوں گے اور بادشاہی کریں گے اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حکومت کریں گے حفصہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئی اور دونوں راز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جا کر کہہ دیئے اور خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ ...... الآية ﴾

پس ان ہر دو روایت کتب شیعہ سے صاف صاف ثابت ہوا کہ خلافت بلافصل حق اصحاب ثلاثہ کے ہو چکی تھی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علی و فضل و عباس رضی اللہ عنہم نے خود اس بارہ میں سوال کیا تو آپ نے صاف صاف زبان فیض ترجمان سے فرما دیا کہ تم یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے تم ضعیف و ناتوان ہو تو پھر فرمایئے کہ شیعہ صاحبان نے یہ کہاں سے نکال لیا کہ آپ کی ذات کا منشاء حق خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھ دینے کا تھا۔ ذرا وہ کوئی دلیل صحیح تو پیش کریں اور علاوہ اس کے کتاب اہل سنت والجماعت ترمذی شریف جلد دوم میں بایں طور لکھا ہے:

" قال رسول الله ﷺ الخلافة ثلاثون سنةً ثم يكون ملكاً ثم يقول سفينة امسک خلافة ابی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بکرٍ سنتین و خلافة عمر عشرة و عثمان سنتی عشرة و علی ستة "

(نقل از مشکوۃ کتاب الفتن)

یعنی میری امت میں سلسلہ خلافت موافق سنت میری کے تیس برس تک رہے گا بعد اس کے بادشاہ بہت آئیں گے پھر سفینہ واسطے سمجھانے کے کہتا ہے اس بات کو یاد رکھ کہ خلافت ابوبکر کی پھر عمر کی پھر عثمان کی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم۔ پس اس بناء پر اس حدیث شریف سے ان کی خلافت بایں طور پر ہی ثابت ہوئی اور نقشہء مدت خلافت مفصلہ ذیل ہے۔

نقشہء خلافت خلفاء الراشدین بمع مدت خلافت (۱)

خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ	خلافت عمر رضی اللہ عنہ	خلافت عثمان رضی اللہ عنہ	خلافت علی رضی اللہ عنہ
۲ برس چار ماہ	۱۰ برس چھ ماہ	۱۲ برس چند یوم کم	۴ برس ۹ ماہ یا ۵ ماہ

مادر جو شیعہ صاحبان نے یہ کہا ہے کہ آپ کا منشاء خلافت مولا علی کو لکھ دینے کا تھا سو یہ بات ان کی ان دلائل قاطع سے قطع ہوگئی، کیونکہ جب آپ پہلے ہی یہ حکم بحالت صحت وتندرستی ترتیب وار حق خلفاء الراشدین فرما چکے تھے تو پھر یہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی اور دراصل سچ بات یہ ہے کہ باعث طلب کاغذ قلم دوات کوئی آدمی نہیں جانتا کہ آپ کی ذات بابرکات کا مافی الضمیر کیا لکھنے کا تھا یہ محض مذہب فریقین کی اپنی اپنی رائیں ہیں کیونکہ جب آپ اس کا فیصلہ پہلے ہی فرما چکے تھے جیسا کہ کتب شیعہ سے بھی ثابت ہو چکا ہے اور ایسا ہی کتب اہل سنت والجماعت میں مذکور ہے چنانچہ کتاب مناقب العشرہ فصل ثانی، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کی ذات ﷺ امارت دینیہ سے سوال کئے گئے ہیں تو آپ نے فرمایا:

" ان تؤمروا ابابکر تجدوه امینا زاهداً فی الدنیا راغباً فی الأخرة وان تؤمروا عمر تجدوه قویاً امیناً لا یخاف فی الله لومة لائمٍ ...... الحدیث "

یعنی اگر تم ابا بکر کو امیر دین میں بناؤ گے تو اس کو پاؤ گے تم امانت دار اور پرہیزگار دنیا میں اور قیامت میں راغب اور اگر بناؤ گے عمر فاروق کو امیر تو پاؤ گے اس کو قوی امین اور نہ ڈرے گا کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے احکام کے جاری کرنے میں اور علاوہ اس کے یہ بھی فرما دیا:

" فاقتدوا بالذین من بعدی ابوبکرٍ و عمر "

(نقل از ترمذی جلد دوم)

یعنی حذیفہ سے ہے کہ ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ فرمایا آپ نے کہ میری تمہارے درمیان کتنی حیاتی باقی ہے

(۱): مظاہر حق، جلد چہارم، صفحہ ۳۲۲۔۱۲

نوٹ: یہ حساب تقریبی ہے جس سے ماہ کی تعداد حذف معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو نقشہ جامع الاصول میں، فقط۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

پس پیروی کرو تم پیچھے میرے ابوبکر اور عمر کی (یعنی ان کو امیر بناؤ) اور یہ بھی فرمایا کہ :

" ھذان السمع و البصر "

یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما یہ دونوں بمنزلہ چشم و گوش کے ہیں۔

(نقل از تفسیر حسن عسکری)

اور علاوہ اس کے جو شیعہ صاحبان کا خیال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سامان لکھنے کا نہ آنے دیا بلکہ اور کو بھی منع کر دیا اور آپ نے ضرور لکھنا تھا کیونکہ آیت(۱):

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴾

اس پر شاہد ہے سو اس کا جواب فقیر چند وجہ پر تحریر کر دیتا ہے اول تو یہ ہے کہ واقعہ بروز پنجشنبہ ہوا اور آپ کا وصال بروز شنبہ ہوا تو پھر آپ کی ذات بابرکات نے چار پانچ روز میں باوجودیکہ نمازیں بھی مسجد میں آ کر ادا کیں تو پھر اگر لکھنا ضروری تھا تو کیوں نہ لکھایا کیوں نہ اس وقت آپ نے اقرباء کو فرما دیا کہ تم سامان لکھنے کا لاؤ بلکہ بجائے اس کے اہل بیت کے سوال پر آپ نے فرمایا تمہارا یہ کام نہیں تم اس سے عاجز ہو، کما مرّ اور دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت آپ کی ذات مبارک کو شدت مرض میں نہایت تکلیف ہو رہی تھی اور عمر فاروق آپ کے نہایت عاشق تھے اور اگر آپ کو کوئی کسی وجہ سے تکلیف ہوا کرتی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ برداشت نہ کر سکتے تھے چنانچہ کتاب شیعہ زبدۃ المصاحب نولکشور مجلس ۶ صفحہ ۹۱ میں مذکور ہے کہ ایک دن ایک اعرابی نے آنحضرت ﷺ کے حق میں کچھ کلمات ناشائستہ کہے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کو گرفتار کرنے کے لئے غصہ میں کھڑے ہو گئے فھو ھذا :

" فوثب له عمر بن الخطاب ليبطش به فقال له النبی ﷺ اجلس يا ابا الحفص فقد كاد الحكيم "

یعنی عمر ابن خطاب اس کے گرفتار کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اے ابوحفص اور ایسا ہی یہ واقعہ ہوا کہ آپ کو اس روز بیماری کی وجہ سے سخت تکلیف ہو رہی تھی اور لوگ طرح طرح کے خیال اور آراء ظاہر کر رہے تھے اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اے لوگو تم شور مت کرو چونکہ آپ کی ذات کو سخت تکلیف ہو رہی ہے اور تمہارے پاس قرآن مجید موجود ہے اور اس میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو ظاہر نہ ہو چکا ہو۔

۱: وما ينطق عن الھوی سے مراد منطوقات خصوصاً قرآنیہ ہیں نہ تمام منطوقات آپ کی ذات والا صفات کے اور اگر تمام منطوقات سے مراد ہوتے تو پھر خداوند کریم آپ کے بعض افعال پر اعتراض نہ کرتا دیکھو جب کہ آپ نے نفس کے لیے شہد حرام کر دیا تو آیت لا تحرم ما احل اللہ لک نازل ہوئی، علی ھذا القیاس فافھم و لا تعجل ۔ خادم شریعت عفی عنہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿ لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴾ اور ﴿ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ﴾

(على هذا القياس)

بھی شاہد ہے غرض یہ کہ قرآن مجید میں ہر طرح کے مسائل عبادات اشارۃً وکنایۃً ودلالۃً واقتضاء موجود ہیں اور قران مجید ہر طرح سے مکمل ہو چکا ہے اور فرمایا :

" قد غلب عليه الوجع وعندكم القران حسبكم كتاب الله ...... الحديث "

یعنی آپ کی ذات پر بیماری کا غلبہ سخت ہے اور تمہارے پاس قرآن مجید ہے کافی وافی ہے تم کو قرآن ۔ اب شیعہ صاحبان ذرا سوچیں اور انصاف کریں اور اس کا جواب دیں اور دوسرا جو شیعہ صاحبان نے آیت پیش کی ہے کہ آپ نے بحکم وحی قلم و دوات طلب کی تھی یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اگر یہ حکم ایسا ہی ہوتا تو آپ ضرور لکھتے کیونکہ یہ نبی کا کام نہیں کہ تبلیغ احکام سے رکیں یا چھپائیں اور پورا نہ کریں چنانچہ کتاب شیعہ امارۃ البصائر جلد دوم مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۷ میں لکھا ہے ۔ جناب سید المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر کو جائز نہیں ہے کہ جس کے ساتھ مرسل ہوا ہے چھپائے گو خوف قتل کا کیوں نہ ہو، کیونکہ اس سے یقین حاصل ہے ساتھ اس بات کے حق تعالیٰ نے اسے پیغمبری پر اپنی مبعوث فرمایا اور وہ اس کو بچانے والا ہے قتل سے اس وقت تک کہ رسالت ادا کی جائے اور دعوت سنائی جائے ورنہ غرض بعثت ناقص ہو جائے گی الخ ۔ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ نے بحکم وحی یہ حکم صحابہ کو نہیں فرمایا تھا ورنہ کیوں اتنی مدت میں تحریر نہ کرتے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ بقول شیعہ عمر فاروق نے نافرمانی کی اور دائرہ اسلام سے خارج ہوئے (معاذ اللہ) تو پھر حضرت مولا علی مشکل کشاء نے اپنی دختر ام کلثوم کا کیوں نکاح عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا جواب دیا جائے فقط ۔

سوال : شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید چالیس سیپارے تھے ۔ عثمان نے دس سیپارے نکال کر جلا دیے جن میں فضائل اہل بیت ومسئلہ خلافت حق علی علیہ السلام مذکور تھا اور اس کو بے ترتیب جمع کیا کیا یہ بات سچ ہے کتب معتبرہ سے جواب دو؟

جواب : یہ محض اہل تشیع کا تعصب ہے اور بے ثبات خیال ہے ۔ شعر

نیش عقرب نہ از پئے کیں است　　　مقتضائے طبیعتش ایں است

اور اب ہم اس مقام پر مختصراً قرآن مجید اور کتب معتبرہ شیعہ سے بانصاف تحریر کر دیتے ہیں ، وھو ہذا :

" اعتقادنا فى القرآن ان القرآن الذى انزل الله تعالىٰ على نبيه ما هو ما بين الدفتين وهو ما فى ايدى النـاس ليس اكثر من ذلك و مبلغ سورة عند الناس مائة واربعة وعشر سورة وعندنا

نوٹ : اگر نبی دختر بعثمان دادو ولی دختر بعمر فرستاد ۔ دیکھو کتاب مجالس للمومنین وفروع کافی کتاب النکاح ۔ ۱۲ منہ ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

والضحی والم نشرح واحدۃ ولایلاف الم ترکیف سورۃ واحدۃ ومن نسب الینا انا نقول انہ اکثر من ذٰلک فھو کاذبٌ "

یعنی شیخ صادق ابوجعفر محمد ابن علی بابویہ نے جو اس فرقہ کا بڑا عالم ہے یعنی اعتقاد ہمارا قرآن میں یہ ہے کہ بے شک قرآن جس کو خداوند کریم نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا ہے جو دو فتین میں موجود ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے زیادہ اس سے نہیں ہے اور لوگوں کے نزدیک سورتیں اس کی ایک سو چودہ ہیں اور ہمارے نزدیک سورۃ الضحیٰ والم نشرح ایک سورت ہے اور لایلاف والم ترکیف ایک سورت ہے اور جو کوئی اس بات کو نسبت کرتا ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ قرآن اس سے زیادہ تھا وہ بڑا جھوٹا آدمی ہے اور ایسا ہی صاحب بدرالضحیٰ صفحہ ۴۶ میں کتاب مجمع البیان سے تحریر فرماتا ہے اور علاوہ اس کے خود حافظ لوح محفوظ اس کی حفاظت کے واسطے وعدہ ہے ،وہو ہذا :

﴿ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴾

بے شک ہم نے اتارا اس قرآن مجید کو اور بے شک ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔ ولقولہ تعالیٰ؛

﴿ وَاِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیۡزٌ لَا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِہٖ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ ﴾

اور اس کا معتبر شیعہ ملا فتح اللہ کاشانی نے خلاصۃ المنہج میں بایں طور لکھا ہے :

" بدر ستیکہ قرآن ہر آئینہ کتابے است ارجمند و گرامی ترو گوئیند قرآن بجہت آں عزیز است کہ کلام رب العزت است و نامہ دوستاں عزیزمی باشد یا عزیز است زیرا کہ ہیچ کس قادر نیست کہ مثل آں بیارد و یا باعتبار آنکہ محفوظ است از تغیر و تبدل و تحریف یا مآں اعتبار کہ برا تم صفات واحکام است ویا اینکہ واجب است کہ اوامر و نواحی آنرا عزیز دانند وازاں تجاوز نکنند "

پس ان دلائل قاطع کتب شیعہ معتبر سے ثابت ہوا کہ یہ قرآن مجید وہی ہے جو آپ کی ذات پر نازل ہوا تھا اور اس میں رائی برابر بھی کسی نے کمی بیشی نہیں کی اور جو اس بات کا قائل ہے کہ قرآن مجید میں تحریف (۱) اور کمی بیشی ہو چکی ہے وہ کاذب اور مفتری ہے اور ان کی نمازیں اور جو اس قرآن کو پڑھ کر مردوں کو بخشتے ہیں وہ بھی عبث ہے کیونکہ ان کے نزدیک جب یہ قرآن مجید وہ نہیں اور تحریف شدہ ہے تو پھر ان کے یہ افعال کس طرح پر قبول ہوں گے۔ افسوس ایسے لوگوں پر اور شیعہ صاحبان کو لازم ہے کہ وہ قرآن مجید ہم کو بھی دکھلائیں جو کہ حضرت مولا علی مشکلکشاء نے جمع کر کے آپ کو دیدیا ہے تاکہ ہم اہل سنت بھی اس کو یاد

۱: متقدمین شیعان کے نزدیک واقعی قرآن مجید محرف ہو چکا ہے لیکن متأخرین اس سے انکار کرتے ہیں باقی مفصل ذکر اس کا حقیقت مذہب میں ملاحظہ کریں۔۱۲ خادم شریعت عفی عنہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کرلیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں اور اس کی قدر و منزلت کریں اور اس پر عمل کریں، ہاں اگر کوئی گالی گلوچ والا مجموعہ آپ کے پاس ہو تو پھر ہمیں اس کی ضرورت نہیں بلکہ اس سے پناہ بخدا ہے اور علاوہ اس کے یہ بہتان عظیم جو شیعہ صاحبان نے حضرت ذوالنورین پر لگا دیا ہے کہ فضائل امیر المومنین و اہل بیت کے بارہ میں جو اس قرآن مجید میں آیتیں تھیں وہ نکال دی ہیں تو یہ بات بھی بالکل غلط ہے کیونکہ یہ کتاب لا ریب فیہ ہے۔ جس کی حفاظت کا وعدہ خود خداوند کریم نے فرمادیا ہے اور علاوہ اس کے آیت مباہلہ آیات بینات جو شان مولا علی مشکل کشاء و اہل بیت و خلافت کے بارہ میں نازل ہوئی تھیں موجود ہیں چنانچہ کتب تفاسیر فریقین سے بخوبی واضح ہیں اور جو شیعہ صاحبان نے کہا ہے کہ حضرت عثمان نے قرآنوں کو جلوا دیا تھا اور بے ادبی کی معاذ اللہ یہ بات بھی بالکل غلط ہے کیونکہ یہ لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے دعا قنوت وغیرہ دعائیں عربی بطور تفسیر بنا کر قرآن میں تصور کرلیں اور ان کو قرآن مجید سمجھ بیٹھے تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بمشورہ امیر المومنین حضرت علی و دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم قرآن مجید کو بڑی کوشش سے جمع کیا اور ماسوا قرآن مجید کے ان عبارتوں کو محو کر دیا اور خاص قرآن مجید صحیح الترتیب کو لکھوا کر ملکوں میں تقسیم کرایا اور اس قرآن مجید کو حضرت علی اپنی خلافت میں تلاوت فرماتے رہے اور اپنی اولاد کو بھی یہی قرآن مجید پڑھایا ، پس بقول شیعہ اگر یہ قرآن مجید بے ترتیب اور مشکوک اور تحریف شدہ ہوتا تو ضروری آپ اس بارہ میں کچھ فرماتے اور اپنے فرزند کو اس کی تعلیم نہ دیتے اور نہ ہی مجتہد مفسر شیعہ صاحبان اس کی تفسیریں لکھتے اور نہ ہی اس پر عمل کرنے کا حکم دیتے۔

اور علاوہ اس کے صاحب بدر الضحیٰ نے صفحہ ۱۹۰ میں کتاب شیعہ مجمع البیان طبری سے عبارت عربی نقل کی ہے جس کا ترجمہ بعینہ یہ ہے ذکر علی بن الحسین الموسلوی نے کہ قرآن تھا حضرت پیغمبر ﷺ کے وقت جمع اور ترتیب کیساتھ اس طور پر جیسا کہ اب موجود ہے اور وہ دلیل لایا اس بات پر اس طرح سے کہ حضرت پیغمبر ﷺ کے وقت قران پڑھا جاتا تھا تمام و کمال اور ایک جماعت صحابہ کی اس کے حفظ کرنے پر معین تھی اور حضرت کے ساتھ پڑھا جاتا تھا اور ایک جماعت صحابہ نے مثل ابن مسعود، ابن کعب وغیرہ نے ختم کیے بہت ختم روبرو حضرت کے اور اولیٰ تامل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سب باتیں دلالت کرتی کہ قرآن مرتبہ تھا پراگندہ نہ تھا اور ذکر کیا اس نے کہ جن امامیہ اور حشویہ نے کچھ اس قرآن موجودہ میں اختلاف کیا اس کا اعتبار نہیں اس واسطے کہ وہ خلاف ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اخبار ضعیفہ نقل کئے ہیں اور ان کو صحیح سمجھا ہے پس معلوم ہوا کہ یقینی کو چھوڑ کر ان کا قول معتبر نہ ہوگا اور جو شیعہ صاحبان نے یہ کہا ہے کہ حضرت عثمان نے قرآن کو جلا دیا اور بے ادبی کی معاذ اللہ ہم کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ذوالنورین نے نہ قرآن کو جلایا اور نہ بے ادبی کی بلکہ جو کچھ ماسوا قران کے تھا تلف کر دیا اور اس میں کسی قسم کی بے ادبی نہیں پائی جا سکتی اگر بفرض محال یہ بے ادبی ہے تو کتب شیعہ سے بکثرت ایسی بے ادبیاں ائمہ دین سے مذکور ہیں چنانچہ صاحب بدر الضحیٰ صفحہ ۱۸۹ معتبر کتاب شیعہ کلینی سے بایں طور ذکر کرتا ہے، وھو ہذا :

نوٹ : ان تمام اعتراضات کا جواب حقیقت مذہب شیعہ میں مفصل ملاحظہ کریں، فقط۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" انہ قرأ و لا تکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا تتخذون ایمانکم و خلابیبکم ان یکونوا ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم فقلت جعلت فداک ائمۃ قال ای و اللہ قلت انما یقرأ اربی قال وما اربی دمی بیدہ فطرھا اھانۃ الخ "

یعنی زید بن جہم بلالی نے امام جعفر صادق سے یہ روایت کی ہے اور مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ جب اس آیت میں حضرت امام جعفر نے امۃ کی جگہ ائمۃ پڑھا تو زید مذکور نے عرض کی کہ اے حضرت کیا یہاں ائمۃ ہے فرمایا ہاں۔ زید کہتا ہے پھر میں نے عرض کی کہ لوگ تو ادبی پڑھتے ہیں اور آپ نے ازکی پڑھا فرمایا اربی کیا چیز ہے پھر قرآن کو اہانت سے ہاتھ میں لے کر زمین پر پٹک دیا، الخ پس واضح ہوا کہ شیعہ صاحبان نے تو اپنے مطلب کے مطابق تکونوا کی جگہ یکونوا اور امت کی جگہ ائمہ اور اربی کی جگہ ازکی بنالیا اور پڑھ لیا۔ حالانکہ قرآن مجید میں اس طرح نہیں ہے اور علاوہ اس کے کتاب استبصار شیعہ میں بایں طور مذکور ہے کہ مرد و عورت ناپاک قرآن مجید کی تلاوت کریں تو جائز ہے، وھو ہذا:

" لا بأس ان یتلو الحائض و الجنب القرآن "

اور کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں لکھا ہے کہ بقدر آیت الکرسی پاخانہ میں پڑھنا درست ہے۔

(نقل از کتاب بدر الضحیٰ صفحہ ۱۸۷)

پس شیعہ صاحبان کو لازم ہے کہ اس قرآن مجید کو سچا سمجھیں اور اس کی بے ادبی نہ کریں اور ان باتوں کا جواب دیں اور خداوند کریم کے غضب سے ڈر کر توبہ کریں اور دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوئیں فافہم فقط۔

سوال : مذہب شیعہ کا بانی کون شخص تھا، کتب شیعہ سے جواب دو؟

جواب : اس مذہب شیعہ کا بانی مبانی و مقتداء عبداللہ بن سبا یہودی یمنی صنعانی ہے اور جب ملک مصر و شام و روم فتح اسلام ہوا اور ان کے اہل و عیال وغیرہ کو صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین مدینہ منورہ میں گرفتار کر کے لے آئے تو پھر بعد ان کے یہ بھی مغلوب الحال ہو کر بطور تقیہ ایمان لایا اور صحابہ کی تلوار سے اپنی جان کو بچایا، لیکن تعلیم عقائد باطلہ و فاسدہ کی دیتا رہا چنانچہ کتاب تاریخ طبری مترجم جلد اول باب اول، کتاب نہج البلاغت در باب شکایت شرارت و شکاوت خطبہ جناب امیر المومنین در کتاب اطواق الحمایت تالیف ابن حمزہ زیدی شیعہ و کتاب نہج المقال فی تحقیق الرجال مجتہد شیعہ المذہب سے صاحب بدر الضحیٰ صفحہ ۱۵۳ نے بایں طور نقل کیا ہے:

" فانظروا الی عبارۃ الکشی ذکر بعض اھل العلم ان عبداللہ بن سبا کان یھودیا فاسلم و والی علیاً و کان یقول و ھو علی یھودیتہ فی یوشع وصی موسیٰ بالغلو فقال فی اسلامہ بعد وفات رسول اللہ ﷺ فی علی مثل ذلک فکان اول من اشھر بالقول بغرض امامۃ علی علیہ السلام

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

واظھر البراءۃ من اعدائہ وکاشف مخالفیہ اکفرھم فمن ھھنا قال من خلف الشیعۃ اھل التشیع والرفض ماخوذ من الیھود"

پس دیکھو تم اس عبارت کی طرف کسی نے ذکر کیا بعض علماء معتبر شیعہ سے کہ تحقیق عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ پس اسلام لایا اور دوستی اختیار کی علی کی اور کہتا تھا (یعنی اپنے آپ کو دوست حضرت علی کا بتاتا تھا) اور حال یہ ہے کہ وہ اوپر دین یہودیت کے تھا(یعنی جس طرح سے کہ زمانہ یہودیت میں غلو کے ساتھ حضرت یوشع نبی کو وصی حضرت موسیٰ کا جانتا تھا) ویسا ہی حالت اسلام میں بعد وفات حضرت رسول خدا ﷺ کہ بہ نسبت حضرت علی کے مثل اس کے اعتقاد رکھتا تھا۔ پس تھا، پہلا شخص کہ مشہور کیا ساتھ قول کے بسبب فرض کے امامت بلافصل علی علیہ السلام اور ظاہر کی بیزاری ان کے دشمنوں سے اور ظاہر کیا ان کے مخالف یعنی سوا چار یا چھ اصحابہ کے معاذ اللہ جملہ اصحاب رسالت مآب کافر و منافق تھے پس اس وقت سے کہا اس شخص نے کہ پیچھے آیا شیعوں کے کہ اصل مذہب تشیع ملت رفض کے ماخوذ ہے طریقت یہودیت سے الخ اور کتاب شیعہ نہج البلاغت و کتاب اطواق الحمایت آخر بحث امامت میں سوید بن غفلہ سے بایں طور مذکور ہے :

" قال مررت بقوم ینتقصون ابا بکر وعمر فاخبرت علیاً وقلت لو لا انھم یرون انک تضمھا اعلنوا ما فجروا علی ذلک عبداللہ بن سبا ھو کان الاول من اظھر ذلک فقال علی اعوذ باللہ رحمھما ما اللہ ثم نھض واخذ بیدی وادخلنی المسجد فصعد البنو ثم قبض علی لحیۃ وھی بیضاء فجعلت دمرعہ یتجاوز علی لحیتہ وجعل ینظن للبکاء حتی اجتمع الناث ثم خطب فقال ما بال قوم یذکرون اخوی رسول اللہ ﷺ و وزیریہ و سیدی قریش وابوی المسلمین وانا بریٔ مما یذکرون وعلیہ اعاقب صحبا رسول اللہ ﷺ بالجد و لہ الوفاء والجد فی امر اللہ یأمران وینھیان ویقضیان ویعافیان لا یری رسول اللہ ﷺ کوأبھما رأیا لا یجب کحبھما فی حبالما یریٰ عزمھما فی امر اللہ فقبض وھو عنھما راض المسلمون راضون فی تجاوز فی امرھما او سیرتھما رسول اللہ ﷺ وامرہ فی جیاتہ و بعد موتہ فقبضا علی ذلک رحمھما اللہ فوالذی خلق الحبۃ وبرأ النسمۃ لا یحبھما الا مومنٌ فاضل ولا یبغضھما الا شقی مارق وحبھما قربۃ و بغضھما مروق الخ "

اور اس کا ترجمہ صاحب تکملہ بدر الضحیٰ نے بایں طور لکھا ہے روایت ہے سوید بن غفلہ سے کہ کہا گزرا میں تحقیق اس قوم پر کہ حقارت کرتی تھی ابوبکر و عمر کی پس خبر دی میں نے علی کو اور کہا میں نے اگر نہ وہ ہے کہ یہ لوگ گمان رکھتے ہیں کہ تو چھپاتا ہے جو کچھ کہ ظاہر کرتے ہیں البتہ جرأت نہ کرتے اوپر اس کے ان سب کا سرغنہ عبداللہ بن سبا ہے اور وہ پہلا اس شخص کا ہے کہ ظاہر کیا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اس بات کو پس کہا علی نے پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ خدا کے رحمت کرے خدا ان دونوں پر کھڑے ہو گئے اور پکڑا ہاتھ میرا اور داخل کیا مجھ کو مسجد میں پس چڑھے ممبر پر پکڑی اپنی داڑھی مٹھی میں اور وہ سفید تھی پس شروع ہوئے آنسو بہنے ان کے داڑھی پر اور نگاہ کے طرف مکانات مسجد کی یہاں تک کہ جمع ہوئے آدمی پھر خطبہ پڑھا پس کہا کیا حال ہے اس قوم کا کہ ذکر کرتے دو گواہ رسول خدا ﷺ اور دو وزیران کے اور دو رفیق ان کے کا اور دو سردار قریش کا اور دو باپوں مسلمانوں کا بیزار ہوں اس چیز سے کہ کوشش اور وفاداری اور سعی کے حکمرانی کرتے تھے اور جھگڑتے تھے اور فیصلے خصومات کے کرتے تھے اور سزا دیتے تھے۔ نہیں دیکھتے تھے رسول خدا ﷺ مثل رائے ان کی رائے کسی کی اور دوست نہ رکھتے تھے مثل دوستی ان کی کے کسی کو بسبب اس کے کہ دیکھتے تھے ان کو کار خدا میں مستعد پس وفات پائی حالانکہ دونوں سے راضی تھے اور تمام مسلمان راضی تھے پس فرق نہ کیا دونوں نے اپنے کام میں اور دستور میں مصلحت رسول خدا ﷺ سے اور ان کے کام سے یعنی جمیع افعال حضرت شیخین کے مطابق افعال رسول اللہ کے تھے حالات حیات ﷺ میں بھی اور بعد وفات پس دونوں نے وفات پائی اسی حال پر رحمت بھیجے دونوں پر خدا پس قسم اس شخص کی کہ چیر کر دانہ کو پیدا کیا جان کو دوست ان کا نہیں مگر مومن بلند درجہ اور دشمن کہ ان کا نہیں مگر بے نصیب خارج دین سے اور اسی کتاب میں روایت دوم یہ ہے :

"لعن اللہ من اضمر بھا الا ان حسن الجمیل وسیری ذلک ان شاء تعالیٰ ثم ارسل ابن سبا فسیرہ الی المدائن وقال لاتساکنی فی بلدۃ ابداً"

یعنی لعنت کرے خدا اس شخص کو جو اپنے جی میں رکھے ان دونوں کے حق میں سوائے نیکی اور خوبی کے اور عنقریب تو دیکھے گا یہ ان شاء اللہ تعالیٰ، پھر بھیجا ابن سبا کی طرف کسی کو پس نکال دیا اس کو مدائن کی طرف اور کہا نہ ٹھہر تو ہمیشہ شہر میں فقط۔ پس ان دلائل قاطعہ شیعہ سے یہ ثابت ہوا کہ ان تبرائیوں شیعوں کا استاد و بانی مذہب عبداللہ بن سبا تھا اور علاوہ ان کے یہ باتیں بھی ثابت ہوئیں کہ حضرت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عادل اور صادق اور صاحب جنت اور برادر رسول خدا ﷺ اور آپ کی ذات کا ہمیشہ ان پر راضی رہنا اور ان کی رائے کو ہر امر میں پسند سمجھنا اور ان کا خاتمہ بالخیر ہونا اور ان کے لئے دعائے رحمت طلب کرنا اور ان پر تبرا بولنے والے پر لعنت خدا کہنا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کی داڑھی مبارک اس قدر دراز تھی کہ بخوبی طور پر اس پر ہاتھ پھیر سکتے تھے اور افسوس ان شیعوں پر کہ وہ داڑھی کو صاف چٹ کرا کے مونچھوں کو تاؤ دیتے اور اپنے آپ کو پھر محب علی واہل بیت تصور کرتے ہیں اور اپنے مذہب پاک کو چھپاتے ہیں

نزدیک شد کہ عشق نہاں بر بلا شود   چشم نیاز و ناز بہم آشنا شود

﴿ اِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾

سوال : امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھنے والے کون لوگ تھے جواب دو اجر ملے گا ؟

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جواب: شیعہ لوگ تھے چنانچہ کتاب سعادت الکونین صفحہ ۸۴ پر بایں طور مذکور ہے :

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆ للحسین بن علی من شیعته وشیعة ابیه علی امیر المؤمنین سلام علیک اما بعد فان الناس ینتظرونک ولا رأی لهم فی غیرک فالعجل العجل یا ابن رسول اللہ ﷺ ان یجمعنا علی الحق ویؤید الاسلام "

یعنی ہم متفق ہو کر سچے دل سے عرض کرتے ہیں کہ یہاں تک کہ لوگ آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں اور اس خیال کے سوا ہمارا کوئی خیال اور وہم نہیں پس اے ابن رسول اللہ ﷺ جلد تشریف لائیں اور صاحب بدر الضجی صفحہ ۱۲۶ نہج البلاغة کتاب شیعہ سے بایں طور لکھا ہے کہ نہج البلاغت میں چند خطبے ہیں ان سے ثابت ہے کہ حضرات شیعان خاص نے جناب امیر سے ہمیشہ بے وفائی کی یہاں تک کہ صبح بیعت کرتے تو شام کو توڑ دیتے اور جلاء العیون میں ہے کہ شیعان پاک نے حضرت امام حسن کو ایسا زخمی کیا کہ آنجناب مظلوم و معصوم مدت دراز تک مدائن میں علاج کراتے رہے اور ایسی حرکات سے حضرت امام کو ان کی بیوفائی پر کمال درجہ کی اگاہی ہوتی اور باقی مفصل ذکر شہادت وغیرہ ان شاء اللہ آئندہ جلدوں میں بیان ہوگا۔

سوال: شیعہ کہتے ہیں کہ زینب ورقیہ وام کلثوم رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے نہ تھیں کیا یہ سچ ہے؟

جواب: بے شک آپ کی ذات بابرکات کی یہ چار بیٹیاں پشت مبارک اور مائی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہوئیں جس کا مفصل ذکر بحوالہ کتب شیعہ وعبارت اصلی عربی معہ ترجمہ جلد اول میں تحریر ہو چکی ہے اور علاوہ اس کے کتاب تہذیب الاحکام ابو جعفر طوسی امام جعفر صادق سے بایں مضمون روایت کرتے ہیں ۔

" اللهم صل علی رقیة بنت نبیک اللهم صل علی ام کلثوم بنت نبیک الخ "

یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دعا میں یوں کہا کرتے تھے کہ اے خداوند عالم رحمت کر رقیہ اور ام کلثوم پر جو کہ تیرے نبی کی لڑکیاں ہیں اور صاحب تکملہ صفحہ ۲۱۴ بحوالہ کلینی شرح نہج البلاغت میں بھی اسی طرح لکھا ہے فقط۔

سوال: شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ عمر نے اہل بیت کے دروازہ پر لکڑیاں جمع کرا کر آگ لگا دی، ابو بکر نے خانہ خاتون جنت کے جلا دینے کا ارادہ کیا اور مولا مشکل کشاء کے گلے میں رسی ڈالی اور خاتون جنت کے سر پر عمر نے تازیانہ مارا جس کے صدمہ پر شکم خاتون جنت سے حضرت محسن ساقط ہوئے حق الیقین ۳ طعن میں بھی یہ باتیں تحریر ہیں کیا یہ باتیں سچ ہیں جواب دو ؟

نوٹ: قاتلان امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام شیعہ کوفی تھے چنانچہ ناسخ التواریخ شیعہ جلد ۶ صفحہ ۱۷۴ کتاب دوم میں بایں طور لکھا ہے: لشکر ابن زیاد هشتاد هزار سوار نگاشت و گوید همگان کوفی بودند و حجازی و شامی بایشاں نبود ۔ شیعہ تھے ۔ دیکھو جلاء العیون واخبار ماتم شیعان ۱۲، خادم شریعت عفی عنہ ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جواب : یہ تمام باتیں از روئے عقل ونقل غلط بالکل بے اصل ہے اور ان کا ثبوت کسی معتبر متقدمین شیعہ کی کتابوں میں سے نہیں پایا گیا پس یہ محض بعض متاخرین شیعہ متعصبین کے گھر کی بنی بنائی باتیں ہیں جو جی میں آیا لکھ مارا دیکھو معتبر شیعہ صاحب نہج البلاغۃ میں کس طرح تحریر کرتے ہیں وہو ہذا :

" قال امیر المؤمنین انی واللہ لو لقیتھم واحدا وھم ملأ الارض کلھا ما بالیت ولا استوحشت ما فی من ضلالتھم التی ھم فیھا و نھدی الذی انا علیہ لعلیٰ بصیرۃ من نفسی ویقین من ربی وانی الی لقاء اللہ وحسن الثواب المنتظر راج الخ "

اور صاحب بدر الفجی نے صفحہ ۱۷۲ میں اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ امیر المومنین نے فرمایا بتحقیق مجھ کو قسم ہے خدا کی اگر ملاقات کروں میں لوگوں کی تنہا اور وہ لوگ تمام روئے زمیں پر ہوں، کچھ پرواہ نہ کروں میں اور دہشت نہ کھاؤں میں اور بتحقیق گمراہی سے ان لوگوں کی کہ ہیں اس میں اور وہ ہدایت کہ میں اس پر ہوں باخبر اپنی جان سے اور یقین رکھتا ہوں میں اپنے پروردگار سے ملنے کا اور اس کے ثواب کا منتظر اور امیدوار ہوں الخ۔ پس اسی روایت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کہ تمام جہاں آدمیوں پر غالب اور بے خوف تھے تو پھر یہ باتیں کیونکر صرف اصحاب ثلاثہ ان کے ساتھ کر سکتے تھے باوجودیکہ اس وقت تمام اصحاب مہاجرین وانصار رضوان اللہ علیہم بھی موجود تھے اور اس وقت ان کی ایسی شوکت تھی اگر کوہ قاف کی طرف نظر کرتے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا اور اہل بیت لشکر ابن جعفر اگر غضب کی نظر فرماتے تو جبل بھی ہیبت آتش کے خاک ہو جاتا اور کتب تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت محسن خاتون جنت کے شکم مبارک سے زندہ پیدا ہوئے اور چند یوم زندہ رہ کر فوت ہوئے اور علاوہ اس بات کے پھر کیوں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب ثلاثہ کی اپنے خطبات میں تعریفیں کرتے اور ان کے دشمنوں کو، گالی گلوچ دینے والوں کو سزائیں دیتے اور اگر ہم بفرض محال چند لحہ کے واسطے اس کو تسلیم بھی کرلیں تو پھر کیوں حضرت مقداد وحضرت سلمان فارسی وعمار یاسر وابوذر غفاری وغیرہم محبان رضوان اللہ علیہم وشیعان پاک نے مدد مولا مشکل کشاء وحضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو نہ دی، مہربانی فرما کر ذرا انصاف کی نظر سے کسی متقدمین کی کتاب معتبرہ شیعہ سے ہی ان ناگفتہ باتوں کا جواب دیں تاکہ پھر ہم ان کا جواب دینے کے لئے تیار ہو جائیں فقط۔

سوال : حضرت مولا مشکل کشاء کے زمانہ میں کتنی قسم کے گروہ شیعہ کے پیدا ہوئے جواب دو؟

جواب : صاحب تکملہ صفحہ ۴۹ اوغیرہ کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ چار قسم کے گروہ شیعہ حضرت موصوف کی خلافت میں ظاہر ہوئے شیعہ مخلصین یعنی اولی جو کہ شیعہ اہل سنت والجماعت ہیں اور وہ تمام صحابہ وازواج مطہرات وکرامات بزرگان دین کو برحق مانتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں اور اپنے ظاہر وباطن کو ان کا تابعدار اور فرمانبردار بتاتے ہیں۔ دوم فرقہ تفضیلیہ ہے یہ تمام صحابہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتا ہے۔ سوم فرقہ سبیہ یہ تمام اصحابہ کو ظالم وغاصب ومنافق جانتا ہے۔ چہارم فرقہ شیعہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

غلاتیہ یہ فرقہ شیعہ حضرت علی کی الوہیت کا قائل ہے اور باقی ان کی شاخیں ہیں فقط۔

سوال: کوئی خطبہ حضرت علی کا دربارۂ فضیلت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کتب شیعہ سے تحریر کریں خدا سے اجر ملے گا

جواب: میرے صاحبان کتاب نہج البلاغت (۱) میں دو خطبے اس مضمون کے لکھے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق نے ارادہ جہاد کا طرف روم کے کیا اور حضرت مولا مشکل کشاء سے اس بارہ میں مشورہ لیا تو حضرت علی نے یہ خطبہ بڑی نرم دلی سے بیان کیا، وھو ہٰذا:

"قد شاورہ عمر بن خطاب فی الخروج الی غزو الروم بنفسه وقد توکل الله لاهل هذا الدین باعزاز الحوزة وستر العورة والذی نصرهم وهم قلیل لاینتصرون ومنعهم وهم قلیل لا یمتنعون حی لا یموت انک متیٰ تسر الی هذا العدو بنفسک فتلقهم فتنکب لاتکن للمسلمین کانفقة دون اقصی بلادهم ولیس بعدک مرجع یرجعون الیه فابعث علیهم رجلاً مجرباً واحضر معه اهل البلاد والنصیحة فان اظهر الله فذاک ماتحب وان تکن الاخری کنت رداء الناس ومثابة للمسلمین الخ"

یعنی مشورہ کیا حضرت امیر سے حضرت عمر بن الخطاب نے بنفس نفیس کوچ فرمانے واسطے جہاد طرف غزوہ ملک روم کے حضرت وزارت وستگاہ نے بنظر مصلحت یہ جواب باصواب دیا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ کفیل ہوا ہے واسطے متبعان اس دین پاک کے اور غالب اور قوی کرنے اہل اسلام کے اطراف کے اور ان کی مستورات کی عزت اور نگہبانی کا اور جس خدا نے ان کی مدد کی اس حال میں کہ وہ کم تھے دشمن مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور ان کو دشمنوں سے روکا اس حال میں کہ وہ کم تھے ان کے آگے نہیں ٹھہر سکتے تھے، وہ زندہ ہرگز فنا نہ ہوگا اگر آپ بذات اس دشمن کی طرف جاؤ گے اور مقابل ہو گے تو تکلیف ہوگی اور بڑی دشواریاں پیش آئیں گی بایں ہمہ مسلمان کا کوئی نگہبان و پناہ نہ ہوگا ان کے دوشہروں اور تمہارے بعد ان کے کوئی بازگشت نہ ہوگی کہ جس طرف وہ رجوع کریں پس بھیجئے اہل روم کی جانب ایک مرد آزمودہ کار اور روانہ کیجئے اس کے ہمراہ جنگ دیدہ خیر خواہ لوگوں کا اگر اس کو خدائے تعالیٰ نے کفار پر غالب کیا تو یہ عین تمہاری مراد ہے اور اگر معاملہ برعکس ہوا تو تم آدمیوں کے مددگار اور مسلمانوں کے بازگشت رہو گے فقط۔ پس اس خطبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نہایت درجہ کی شفقت اور محبت درحق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پائی جاتی ہے جس کا اندازہ خود صاحب انصاف کر سکتا ہے اور خطبہ دوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مضمون بایں طور مسطور ہے کہ جب خلیفہ ثانی نے مشورہ لیا حضرت مولا مشکل کشاء سے دربارۂ جنگ اہل فارس کے تو فرمایا امیر المومنین نے کہ

۱: جلد اول صفحہ ۳۱۰، ۱۲۔

نوٹ: کتاب حق الیقین شیعہ صفحہ ۳۵۵ اردو میں لکھا ہے کہ اس کے بعد اسّی فرقہ شیعہ کے ہونگے ۱۲، خادم شریعت عفی عنہ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اے بھائی تو اگر وہاں چلا جائے گا تو اہل عرب آپ کی طرف ٹوٹ پڑیں گے اور وہاں سخت خونریزیاں آدمیوں کی ہوں گی اور یہ ملک عرب ویران ہو جائے گا اور لوگ اہل عجم آپ کو جملہ عرب سے بہادر اور پیشوا سمجھ کر آپ پر حملہ کریں گے اور یہ بات اہل عرب کی مستورات اور یتیموں مسکینوں کے لئے اور ہمارے لئے سخت دشوار ہوگی اور اس دین حق کا حافظ جو اللہ تبارک وتعالیٰ ہے اور اس نے خود وعدہ مسلمانوں سے بایں طور کیا ہے :

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾

یعنی اس کا وعدہ کہ ہم تم مسلمانوں سے خلیفہ زمین کریں گے جیسے کہ پہلے خلیفہ ہوئے۔ غرض یہ کہ آپ کو یہاں رہنا اور دین اسلام اہل عربوں کو سکھانا نہایت بہتر بات ہے اور یہ دین ہر گوشہ زمین طلوع آفتاب پر آپ کی تعلیم سے روشن ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اے بھائی تو مجھ سے جدا نہ ہو۔

(نقل از تکملہ اظہار لہدیٰ صفحہ ٦٥)

ان شاء اللہ تعالیٰ اس خطبہ کی اصلی عبارت عربی آئندہ جلد مع ترجمہ تحریر کی جائے گی (۱)۔

سوال : شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ خاتون جنت سے ابوبکر نے باغ فدک جبراً غصب کر لیا اور پھر خاتون جنت نے تادم زیست ابوبکر سے کوئی بات نہ کی اور ناراض رہے اور آپ کی ذات ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے میری بیٹی فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا کیونکہ وہ میرے جگر کا گوشت ہے پس آپ کی ذات جس پر ناراض ہو وہ ناری ہوا اب اس کا جواب دو؟

جواب : یہ بات شیعہ صاحبان کی بالکل غلط ہے کیونکہ انہی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ خاتون جنت نے جب باغ فدک طلب کیا تو حضرت ابوبکر صدیق نے بایں مضمون حدیث بیان کی کہ پیغمبروں کا مال حکم صدقہ کا رکھتا ہے اور ان کے مال کا وارث کوئی نہیں ہوتا اور اس کی حضرت علی وحضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تائید وتصدیق کی تو مائی صاحبہ نے سکوت اختیار کیا لیکن پھر بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی نرم دلی سے بایں طور سمجھایا اور عرض کی کہ اے بنت رسول اللہ ﷺ میں دیکھا کرتا تھا کہ حضور پرنور آپ کے والد ماجد اس کو بایں طور تقسیم فرماتے تھے کہ اہل بیت کو ان کا قوت دیتے تھے اور باقی مساکین وغیرہ میں تقسیم کر دیتے اور میں بھی ایسا ہی کیا کروں گا تو مائی صاحبہ اس بات پر وعدہ لے کر ابوبکر صدیق سے راضی ہو گئیں چنانچہ کتاب شیعہ مجاج السالکین سے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ہدایۃ الشیعہ صفحہ ۲۸ پر بایں طور لکھا ہے :

" ان ابا بکر لما رأى فاطمة انقبضت عنه واهجرت ولم تتكلم بعد ذلك فى امر فدك كبر ذلك عنده فاراد استرضاها فقال لها صدقت يا ابنت رسول الله ﷺ فيما ادعيت ولكني

(۱) حقیقت مذہب شیعہ میں اصل عبارتیں درج ہیں وہاں سے ملاحظہ کریں، ۱۲۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

رأيت رسول الله ﷺ يقسمها فيعطي الفقراء والمساكين وابن السبيل بعد ان يوتى منها قوتكم والصالحين بها فقالت افعل كما كان ابي رسول الله ﷺ يفعل فيها فقال ذلك الله على ان افعل فيها ما كان يفعل ابوک فقالت والله لتفعلن فقال والله لافعلن ذلک فقالت اللهم اشهد فرضيت بذلک واخذت العهد عليه فكان ابوبكر يعطيهم قوتهم ويقسم الباقي فيعطي الفقراء والمساكين وابن السبيل الخ "

اوراس کا ترجمہ صاحب مجمع الاوصاف صفحہ ۹۰ نے یوں کیا ہے: یعنی ابوبکر صدیق نے جب دیکھا کہ فاطمہ ناراض ہوگئیں ان سے اور ترک کر دیا اور نہ کلام کیا اس وقت کے بعد امر فدک میں تو بھاری گزری ابوبکر پر یہ بات پس ارادہ کیا راضی کرنے فاطمہ کا پس آئے ابوبکر فاطمہ کے پاس اور کہا سچ آپ نے فرمایا ہے اے دخترِ رسول پاک اپنے دعویٰ میں مگر میں نے آنحضرت کو دیکھا ہے کہ اس کو تقسیم فرماتے یعنی تمہاری قوت کے بعد فقراء و مساکین اور مسافروں کو دیتے تھے اور قوت کارگزاران کی نکالتے تھے پس حضرت سیدہ نے فرمایا کہ آپ بھی ایسا کیا کریں جیسا میرے باپ کرتے تھے حضرت ابوبکر نے کہا کہ آپ کے لئے اللہ شاہد ہے کیا میں اس میں وہی عمل کروں جو آپ کے باپ رسول خدا ﷺ کیا کرتے تھے حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ آپ واللہ یونہی کیا کریں، پھر ابوبکر نے کہا واللہ یونہی کروں گا پھر حضرت فاطمہ نے کہا الٰہی تو گواہ رہ اس بات کا پس راضی ہوگئیں اس پر فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اس بات کا عہد ابوبکر سے لے لیا اس کے بعد حضرت ابوبکر ان کا قوت دے کر باقی ماندہ کو فقراء و مساکین وابن السبیل پر صَرف فرماتے تھے الخ۔ پس اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ مائی صاحبہ نے جو اپنے اجتہاد سے فدک وغیرہ مال جو وارث ہونے پر ابوبکر صدیق سے طلب کیا تھا اور بوجہ نہ ملنے وراثت کے ناراض ہوئیں اور بعد تحقیق کرنے کے راضی ہوگئیں اور اپنے اجتہاد کو خطا جان کر حکم شارع کی طرف رجوع کر لیا اور خلیفہ اول کے ساتھ تادم زیست خوشی سے گفتگو کرتی رہیں چنانچہ بیہقی و ماثبت من السنۃ میں شعبی سے مروی ہے:

" ان ابابكر عاد فاطمة فقال لها علي هذا ابوبكر يستأذن عليک قال اتحب ان اذن له قال نعم فاذنت له فدخل عليها وهذا حديث صحيح "

یعنی ابوبکر نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حالت بیماری میں پوچھا، پس حضرت علی نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق اندر آنے کے لئے اذن طلب کرتے ہیں حضرت سیدہ نے حضرت علی سے دریافت فرمایا کہ آپ کی خواہش ہے کہ میں ابوبکر صاحب کو اندر آنے کی اجازت دوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں، پس حضرت ابوبکر صدیق اندر آئے پس دختر رسول اللہ ﷺ نے بڑی خوشی سے باتیں کیں، الخ اور صاحب مجمع نے عضبها کے یہ معنی کئے ہیں کہ حضرت سیدہ کو کوئی شخص محض ہوائے نفسانی کی غرض سے اگر ناراض کرے تو وعید کے محل میں داخل ہوگا نہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے اور احکام شرعی جاری کرنے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

میں جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا غضب ناک ہو جائیں تو یہ بھی وعید میں داخل ہو جائے ، معاذ اللہ اگر ایسا ہو تو لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ من ذٰلک حضرت علی بھی وعید میں داخل ہو جائیں کیونکہ حضرت علی اور جناب فاطمہ کے درمیان بھی کئی بار غیظ و غضب کے معاملے پیش آئے تھے (۱)۔ من جملہ ان کے ایک وہ ہے جو حضرت نے ابوجہل بن ہشام کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا جس کے سبب سے حدیث مشہورہ غضب وارد ہے چنانچہ ترمذی جلد ثانی:

" ان یطلق ابن ابی اطالب ابنتی وینکح ابنته فانها بضعة منی الخ "

مطلب اس حدیث صحیح کا یہ ہے کہ جب آپ کی ذات کو یہ خبر پہنچی کہ علی نے بنت ابوجہل سے نکاح کا قصد کیا ہے تو آپ نے ممبر پر آ کر جوش سے فرمایا کہ اے لوگو علی ابن ابی طالب میری بیٹی سیدۃ النساء پر دختر ابوجہل کو نکاح کرنا چاہتا ہے تو میں اس کو اذن ہرگز نہ دوں گا اس وقت تک یا تو علی ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دے اور دختر ابوجہل کو نکاح کر لے کیونکہ فاطمہ پارہ گوشت میرے سے ہے، تہمت دی مجھ کو جس نے تہمت دی اس کو اور ایذا دیا مجھے جس نے ایذا دی اس کو اور کتاب روضۃ الشہداء باب پنجم وعلل الشرائع میں بھی بایں طور مذکور ہے کہ:

" روزے رسول اللہ ﷺ بخانہ فاطمہ آمد علی آنجاندیداز فاطمہ پرسید کہ پسر عم تو کجا است گفت یا رسول اللہ میان من وے چیزے واقع شد خشم کردہ بیرون رفت و نزدمن قیلولہ نفرمود گفت یارسول اللہ کسے رافرمود کہ ببیں کہ وے در کجا است آنکس آمد و اگفت یا رسول اللہ در مسجد درخواب است۔ رسول اللہ آنجا رفت وے زا دید خفتہ وروئے او ازدوش افتادہ۔ ودوش مبارکش خاک آلودہ شد رسول آں خاک رابدستِ مبارک خود از دوش او دور میکرد و گفت"

" قم یا ابا تراب و قم یا ابا تراب الخ "

اور کتاب ہدایات الرشید مطبوعہ قدوسی دہلوی صفحہ ۸۶۵ میں لکھا ہے کہ ایک کنیزک حضرت جعفر طیار نے بھیجی اور جناب سیدہ

۱: کتاب شیعہ احتجاج طبری صفحہ ۵۹ وحق الیقین میں لکھا ہے کہ خاتون جنت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسقدر سامنے ہو کر غیظ و غضب میں برے و درشت الفاظ کہے کہ کوئی مہذب بھی نہیں سن سکتا وہ الفاظ یہ ہیں: یا ابن ابی طالب اشتملت شملة الجنین وقعدت حجرة الظنین یعنی اے ابوطالب کے بیٹے! بچہ شکم کیطرح تو چھپ کر بیٹھا ہے اور تہمت زدہ کیطرح گوشہ نشین ہو گیا ہے اور میری اسقدر رسوائی ہوئی ہے اور افسوس کہ میں اس سے پہلے مر جاتی اور تو باہر نہیں نکلتا الخ۔ اب شیعہ صاحب فرمائیں کہ مطابق حدیث غضب فاطمہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کیا حال حشر میں تمہارے نزدیک ہوگا، ۱۲ فقط۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نے جناب امیر کا سر مبارک اس کی کنار میں دیکھ کر کس قدر غیض وغضب فرمایا کہ جناب امیر کی قسموں کو کہ کوئی امر واقع نہیں ہوا، سچا نہ جانا اور حضرت کے پاس جا کر شکایت فرمائی الخ اور کتاب شیعہ قران السعدین جو کہ ترجمہ ابحار الانوار علامہ مجلسی کے صفحہ ۷۹ و ۸۰ میں بھی بعینہٖ اسی طرح مفصل مسطور ہے اگر کسی صاحب کو شک ہو تو فقیر کے پاس خود آ کر دیکھ لے اور علاوہ ان باتوں کے جو شیعہ صاحبان کا خیال ہے :

" وورث سليمان داؤد ويرثني من ال يعقوب "

یعنی جب کہ ان تمام نبیوں نے ورثہ اپنے بزرگوں سے پایا تو حضور علیہ السلام کی اولاد کو کیوں محروم رکھا گیا ہے میرے صاحبان اس ورثہ سے علم و درجہ نبوت علمائے دین ومفسرین نے مراد لیا چنانچہ معتبر کتاب اصول کافی مطبوعہ مطبع نولکشور کتاب العلم و باب صفت العلم سے صاحب مجمع نے بایں طور لکھا ہے:

" ان العلماء ورثة الانبياء وذلك ان الانبياء لم يرثوا درهما ولا دينارا وانما ورثوا احاديثهم من اخذ بشئ منها فقد اخذ حظا وافراً الخ "

یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے باسناد صحیح مروی ہے کہ علماء وارث انبیاء کے ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ انبیاء نے کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں کیا اور جز ایں نیست کہ وارث کیا ہے انہوں نے احادیث کا اپنی حدیثوں سے پس جس نے کیا کچھ اس سے البتہ لیا اس نے بہت حصہ کامل الخ۔ پس اس عبارت سے صاف صاف مطلب ظاہر ہوا کہ انبیاء کا ورثہ بدون علم دین کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿بحث مذہب نصاریٰ﴾

سوال: بعض عیسائی لوگ مسیح کو خدا کا اقنوم ثانی اور اس کا بیٹا مانتے ہیں اور مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ تمہارے نبی کی کہیں آسمانی کتابوں میں صفت نہیں پائی جاتی مہربانی فرما کر اس بات کا بھی جواب آسمانی کتابوں سے ہی تحریر فرما دیں؟

السائل علی محمد

جواب: یہ محض ان لوگوں کی غلطی اور ناسمجھی کی بات ہے۔ دیکھو کتاب تورات جلد دوم خروج باب ۱۲ آیت ا ہمارے مکرم نصیر الدین ڈاکٹر صاحب نے یوں لکھا ہے: پہلا حکم میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہوا لخ۔ آیت دوم، موسیٰ کی کتاب ۶/۴ میں: اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے۔ اور کتاب زبور ۸۱/۶-۷: دیکھو میرے لوگو سنو کہ میں تجھ پر گواہی دوں گا اے اسرائیل سن اگر تو میری سنے گا تو تیرے درمیان کوئی دوسرا معبود نہ ہوئے تو کسی اجنبی معبود کو سجدہ نہ کرنا خداوند تیرا خدا میں ہی ہوں الخ۔ اور مرقس کی انجیل ۱۳/۲۹ کہ دیکھو کہ یسوع نے ایک سائل کے جواب میں کیا کہا آیت یہ ہے: سب حکموں میں اول حکم یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے تو خداوند کو جو تیرا خدا ہے۔ اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر اول حکم یہی ہے الخ۔ اور متی کی انجیل ۳۶ سے ۲۲،۳۷/ء میں یوں لکھا ہے آیت: استاد شروع میں بڑا حکم کون ہے یسوع نے اس سے کہا خداوند کو جو تیرا خدا ہے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری سمجھ سے پیار کر پہلا اور بڑا حکم یہی ہے الخ اور لوقا کی انجیل ۱۲/۷ میں بایں طور آیت تحریر ہے: ان دونوں میں ایسا ہوا کہ پہاڑ پر دعا مانگنے کو گیا اور خدائے دعا سے دعا مانگنے میں رات بنائی الخ اور عبرانیوں کے خط ۵/۷ مسیح نے رو رو اور آنسو بہا بہا کے اس سے جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا، دعائیں اور منتیں کیں الخ۔

اور مسیح کی آخری دعا یہ ہے اے خدا تیری مرضی ہو تو یہ پیالہ یعنی موت کا پیالہ مجھ سے دور کر سکتا ہے۔ اور رسولوں کے اعمال ۲/۲۲ بایں طور لکھا ہے: یسوع ناصری ایک مرد تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تجھ پر ثابت ہوا۔ اور مرقس ۶/۴ میں لکھا ہے۔ ایک خدا جو سب کا باپ کہ سب کے اوپر اور سب کے درمیان اور تم سب میں ہے الخ۔

پس ان تمام آیت سے یہ ثابت ہوا کہ خداوند کریم ایک واحد لاشریک ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں اور نہ وہ کسی کا محتاج ہے اور نہ اس کا کوئی حقیقت میں فرزند ہے اور نہ وہ کسی سے مدد طلب کرتا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور اس کے لئے موت نہیں وہ ہمیشہ حی قیوم ہے وہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے اور ہر ایک چیز پر وہ غالب ہے اس کو کسی کا خوف نہیں اور اسی نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا برعکس حضرت مسیح علیہ السلام کے کیونکہ وہ ایک بشیر تھا جو مائی مریم علیہا السلام کے شکم مبارک سے بلا باپ پیدا ہوا اور پہاڑوں پر جا جا کر روتا اور دعائیں مانگتا اور موت سے ڈرتا اور ہماری طرح کھاتا پیتا اور لوگوں کو تعلیم توحید کی دیتا اور وہ ا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کی طرف سے نبوت کا تاج لے کر ظاہر ہوا اور وہ سچا نبی تھا اور اگر عیسائی صاحبان ان آیات میں کچھ تاویل کریں تو لو ہم ایک اور آیت مفصل تحریر کر دیتے ہیں تا کہ ناظرین کو یقین آ جائے، متی کی انجیل (پ ۴) ا سے ۹ تک ملاحظہ فرمائیں وہو ہذا:

" یسوع روح کے وسیلے بیابان میں لایا گیا تا کہ شیطان اسے آزمائے اور جب دن اور چالیس رات کا روزہ رکھ چکا اخیر بھوکا ہوا تب آزمائش کرنے والے نے اس کے پاس آ کر کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو کہہ یہ پتھر روٹی بن جائے اس نے جواب میں کہا کہ آدمی صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے جیتا ہے۔ اب شیطان اس کو مقدس شہر میں لے گیا اور ہیکل کے کنگورے پر کھڑا کر کے اس سے کہا اگر تو خدا بیٹا ہے تو اپنے تئیں نیچے گرا دے کیونکہ لکھا ہے وہ تیرے لئے اپنے فرشتوں کو حکم کرے گا اور وہ تجھ کو ہاتھوں ہاتھ اٹھالیں گے ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے یسوع نے اسے کہا یہ بھی لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو مت آزما پھر شیطان اس کو ایک اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی ساری بادشاہتیں اور ان کی ساری شان وشوکتیں اسے دکھائیں اور اسے کہا اگر تو مجھ کو سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دوں گا یسوع نے اسے کہا کہ اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خدا کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ نہ کرنا الخ۔"

ناظرین ذرا انصاف فرمائیں کہ کون شخص بیابان میں آزمایا گیا اور کون شخص شیطان کا کہا مان کر اس کے ساتھ شہر مقدس اور پہاڑوں میں پھرتا رہا کیا یہ خدا کے بیٹے کا کام ہے؟ کہ شیطان کے ساتھ ہمراہ ہو کر بیابان اور پہاڑوں پر سیر کرنا، ہرگز نہیں پس معلوم ہوا کہ وہ ایک اللہ تعالیٰ کا بندہ تھا جو کہ آزمائش کے لئے بیابان میں بھیجا گیا تھا اور اگر کوئی عیسائی صاحبان کے پاس اس بات کا ثبوت ہے تو جواب دیں۔

اور جو عیسائی صاحبان نے یہ کہا ہے کہ تمہارے پیغمبر یعنی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا ان کتابوں میں کہیں نام ونشان نہیں تو میں کہتا ہوں کہ یہ ان کا کہنا بالکل غلط ہے دیکھو استثناء موسیٰ کی کتاب توریت جلد ۵،؛ ۱۸، ۱۵ سے ۱۸ تک میرے مکرم ڈاکٹر ناصر الدین صاحب نے اپنے رسالہ لاجواب میں دندان شکن جواب اس بات کا دے دیا ہے اور فقیر بھی اس مقام پر چند سطور بحوالہ تحریر کر دیتا ہے وہو ہذا:

" ویظن کل شخصٍ اننی صلبت لکن هذه الاهانة والاستهزاء تبکیان الی ان یجیٔ محمد رسول الله فاذا جاء فی الدنیا ینبئه کل من هو علی هذه الغلط وترفع هذه الشبهة من قلوب الناس الخ"

یعنی نقل کیا ہے صاحب توضیح نے انجیل بر بناس؛ قرآن سبیل پادری مطبوعہ ۱۸۵۰ء مقدمہ سے کہ گمان کرے گا ہر شخص کہ میں سولی دیا گیا ہوں یہ اہانت اور مسخرہ پن باقی رہے گا یہاں تک کہ آئے گا محمد رسول اللہ ﷺ پس جب آئے گا دنیا میں خبردار کرے گا اس کو جو کوئی غلطی پر ہوگا اٹھا دے گا یہ شبہ لوگوں کے دلوں سے الخ اور یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ مطبوعہ ۱۶۷۱ء میں بایں طور مذکور ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" انا اطلب من الاب فیوتیکم فارقلیط (۱)"

میں مانگوں گا اپنے باپ سے پس دے تم کو فارقلیط اور کتاب استثنا کی کتاب یعنی کتاب موسیٰ جلد ۵ صفحہ مذکورہ پر بایں طور ہے۔

" خداوند تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں سے تیری مانند ایک نبی آیا کرے گا۔ تم اس کی طرف کان دھر یو میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی بر پا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا الخ "

پس اب عیسائی صاحبان اس آیۃ شریفہ سے ذرا غور فرمائیں کہ یہ جو فرمایا ہے کہ تیری مانند یعنی موسیٰ کی مانند اب وہ کون شخص موسیٰ کی مانند ہوا حضرت مسیح ہے یا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی بعد چالیس سال کے نبوت ملی اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی بعد چالیس کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیوی اور بچے تھے اور آپ کے بھی اہل و عیال تھے اور موسیٰ علیہ السلام نے بھی پاسبانی کی اور آپ نے بھی کی اور موسیٰ علیہ السلام کو نبوت اور بادشاہی ملی اور آپ کی ذات بابرکات کو بھی نبوت اور بادشاہی ملی اور موسیٰ علیہ السلام کے والدین تھے اور آپ کی ذات کے بھی والدین تھے اور علاوہ اس کے یہ جو فرمایا کہ تیرے بھائیوں میں سے تو اس وقت بنی اسرائیل کے بھائی کون تھے بنی اسماعیل علیہ السلام تھے یا کوئی اور جواب دو۔ غرض یہ کہ اس آیت شریفہ سے تمام مشابہت جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے من کل وجوہ پائی جاتی ہے نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی کیونکہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بادشاہت ملی اور نہ اولاد اور نہ بیوی اور نہ کوئی معین مکان اور نہ چالیس سال کے بعد نبوت ملی اور نہ بھیڑوں کی پاسبانی کی اور نہ ہی ان کا کوئی باپ تھا اگر ہے تو ذرا عیسائی صاحبان ان کا باپ ہی دکھائیں اور موسیٰ کی مانند ہونا مسیح علیہ السلام کا من کل وجوہ ثابت کریں اگر نہ کر سکیں تو ان عقائد باطلہ سے توبہ کریں اور سچے دل سے محمد رسول ﷺ کی پیروی کریں اور تمام نبیوں کو برحق مانیں فقط والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

☆☆☆☆☆

۱۔ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿بحث فرقہ میرزائی﴾

سوال : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے پر اجماع امت کا ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا؟

جواب : بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں چنانچہ قرآن مجید واحادیث صحیحہ واجماع مفسرین اس پر شاہد ہے وھو ہذا:

﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾

یعنی نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا گیا ہے اور نہ سولی دیا گیا ہے۔

یقیناً ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ بلکہ اس میں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف زندہ ہی اٹھا لیا ہے پس اس آیت سے "اظہر من الشمس" ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ ہی اٹھایا گیا ہے کیونکہ فعل قتل اور صلیب کا جسم عنصری پر ہوا کرتا ہے نہ روح پر پس جس کو قتل اور صلیب سے بچایا گیا ہے اس کو اٹھایا گیا ہے اور صاحب فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۳۴۴ اور علامہ سیوطی کتاب الاعلام میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرما کر ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے مطابق عمل کریں گے اور اسی پر اجماع امت کا ہے:

"انه يحكم بشرع نبينا ووردت به الاحاديث وانعقد عليه الاجماع وقد تواتر الاحاديث بنزول عيسىٰ جسما الخ"

فتح البیان اور تفسیر بیضاوی ۸۳/۲ میں لکھا ہے:

"روى عن عيسىٰ ينزل من السماء يخرج الدجال فيهلكه"

اور تفسیر معالم میں نیز بایں طور وارد ہے:

"بل رفع الله عيسىٰ الى السمآء"

اور نیز تفسیر زاہدی ورق ۶۴ صفحہ ۳ پر "رفع الله عيسى حيا الى السماء" ہے اور ایسا ہی تفسیر حسینی اور تفسیر اکسیر اعظم ۴۰/۲ و تفسیر غرائب القرآن ۱۹/۶ و تفسیر روفی و تفسیر قادری و خلاصۃ التفاسیر ۴۷۳/۱ و تفسیر جلالین وغیرہ ہیں اور ان کے علاوہ تمام علمائے دین وفقہائے کرام حنفیہ وشافعیہ وحنبلیہ و مالکیہ کا بھی اس بات پر اتفاق ہے اور تمام نے یہی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور ایسا ہی تمام محدثین نے لکھا ہے چنانچہ امام بخاری ومسلم ونسائی وطبرانی وغیرہ اور ایسا ہی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳ صفحہ ۴ میں بایں طور لکھا ہے :

"ان عيسىٰ ابن مريم نبى ورسول انه' لا خلاف انه ينزل فى اخر الزمان حكماً مقسطا عدلا الخ"

یعنی بے شک عیسیٰ ابن مریم نبی ورسول ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ آخر زمان میں عدل وانصاف آ کر کرے گا اور باقی بزرگان خدا کا بھی اسی پر اتفاق ہے جیسا کہ امام شعرانی وحضرت پیر محی الدین وعلامہ ابو طاہر وامام قرطبی وعلامہ نووی وشیخ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

احمد بن حنبل وعلامہ تفتازانی شرح عقائد نصفی وحضرت داتا گنج بخش کتاب کشف المحجوب وخواجہ معین الدین اجمیری کتاب انیس الارواح وعلامہ قاضی عیاض صحیح مسلم وشاہ رفیع الدین علامات قیامت اور مولانا خرم علی جونپوری تحفۃ الاخبار ترجمہ مشارق الانوار میں بایں طور مذکور ہے کہ امام مہدی کے وقت میں حضرت عیسیٰ آسمان سے اتریں گے اور نصرانی دین کو ہٹا دیں گے اور ایسا ہی مشکوۃ باب نزول عیسیٰ کے حاشیہ پر ہے اور کتاب عون الودود شرح ابوداؤد، ۲۰۳/۴ میں بھی اسی طرح مذکور ہے :

" تواتر الاخبار عن النبی ﷺ فی نزول عیسیٰ من السمآء بجسد العنصری الی الارض عند قرب الساعۃ ان عیسی حی فی السماء ینزل فی اٰخر الزمان " اور صاحب درمنثور ۲۲۳/۲ میں بایں طور لکھا ہے : " اخرج ابن ابی شیبۃ واحمد والطبرانی والحاکم عن عثمان قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ عندصلوۃ الفجر الخ "

اور ایسا ہی حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات دفتر سوم صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے کہ

" حضرت عیسیٰ از آسمان نزول خواہد فرمود و مطابعت شریعت خاتم الرسل خواہد نمود "

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مترجم رموز قصص الانبیاء صفحہ ۶۰ مطبع احمدی میں لکھا ہے :

" واجمعوا علی قتل عیسیٰ و مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین فجعل لہ فیہ مشابھۃ ورفعہ الی السمآء "

اور ایسا ہی انجیل برنباس ۱۱۲ آیت ۱۳ میں ہے اور خود مرزا صاحب نے بھی اپنی کتاب براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ پر یوں حروف تحریر کئے ہیں "اور جب حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔" اور حاشیہ درحاشیہ صفحہ ۳۱۲ نمبر ۱۲۴ میں لکھا ہے حضرت عیسیٰ تو انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے اور تقویۃ الایمان میں مولوی محمد اسماعیل صاحب نے صفحہ ۱۲۸ میں لکھا ہے اور ایسا ہی غنیۃ الطالبین میں ہے ۔ " والتاسع رفع اللہ عزوجل عیسیٰ ابن مریم الی السماء " غرض یہ کہ تمام کتب احادیث واصول فقہ وکتب تفاسیر وتواریخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے اور دوبارہ ان کے آنے پر پکار پکار کر آوازیں دے رہی ہیں اور اگر کسی صاحب کو شک ہو تو جلد سوم سلطان الفقہ کا مطالعہ کرے اگر کوئی اعتراض ہو تو مطلع کرے فقط۔

سوال : رفع کے کیا معنی ہیں؟

جواب : رفع کے معنی از روئے علم لغت اونچا کرنے اور اٹھانے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید واحادیث شریف وکتب فقہ بھی انہی معنوں پر شاہد ہیں دیکھو سورۂ یوسف :

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿ وَرَفَعَ اَبَوَیْہِ عَلَی الْعَرْشِ ﴾

اونچا بٹھایا اپنے والدین کو تخت پر۔ اور سورۂ بقر

﴿ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ ﴾

اونچا کیا ہم نے تم پر پہاڑ۔ اور حدیث:

" رفع حجرا عن الطریق کتب له حسنة "

جو شخص واسطے رفع تکلیف آدمیوں کے راستہ سے پتھر اٹھائے تو اس کے لئے نیکی لکھی جاتی ہے اور دوسری حدیث میں اس طرح ہے:

" رفع یدیه فی الرکوع فلا صلاۃ له "

یعنی جو رکوع میں ہاتھ اٹھائے اس کی نماز نہیں ہوتی اور کتب فقہ میں اس طرح لکھا ہے:

" واذا اراد لدخول فی الصلوٰۃ کبر رفع یدیه خذ اذنیه "

یعنی جب ارادہ کرے داخل ہونے نماز میں تو اللہ اکبر کہے اور دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے۔ علاوہ ان دلائل کے خود مرزا صاحب اپنی کتاب براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۹ وسطر ۴ میں بھی اس طرح تحریر کرتے ہیں:

" رفعت وجعلت مبارکا "

یعنی تو اونچا کیا گیا اور مبارک بنایا گیا۔ پس ان تمام دلائل سے یہ معلوم ہوا کہ رفع بمعنی اونچا کرنا ہے اور اٹھانا ہے فقط۔

سوال: مرزائی لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کسی حدیث صحیح سے زندہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور خود امام بخاری کا یہی مذہب ہے کیا ان کی یہ بات سچی ہے؟ جواب دو اجر ملے گا؟

السائل حافظ خدا بخش از فرخپور

جواب: یہ محض ان لوگوں کی کم فہمی و کم علمی کا سبب ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ شریف جلد دوم باب نزول عیسیٰ علیہ السلام:

" عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیدہٖ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویصنع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبله احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیها ثم یقول ابو هریرة فاقرؤا ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته الخ "

(نقل از بخاری و مسلم)

کہا ابوہریرہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور اتریں گے حضرت عیسیٰ بیٹے مریم کے آسمان سے بیچ تمہارے درانحالیکہ وہ صاحبِ عدل و انصاف ہوں گے پس توڑ دیں گے سولی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نصرانیوں کی اور قتل کر دیں گے خنزیروں کو اور رکھ دیں گے جزیہ اور ان کے زمانہ میں بہت ہوگا مال ، یہاں تک کہ کوئی قبول نہ کرے گا اس کو یہاں تک کہ ہو جائے گا ایک سجدہ بہتر دنیا سے اور ہر چیز سے کہ دنیا میں ہے اور پھر سمجھانے کی خاطر کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ اگر تم کو شک ہو اس امر میں تو پڑھو اس آیت شریفہ کو، اگر چاہو کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر کہ ایمان لائے گا عیسیٰ پر پہلے مرنے ان کے۔ اور مسلم و بخاری کی نیز ایک روایت میں بایں طور مذکور ہے:

" قال کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم "

یعنی فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ اے لوگو! کیا ہوگا حال تمہارا جس وقت کہ اترے گا عیسیٰ بیٹا مریم درمیان تمہارے اور ہوگا تم سے امام تمہارا، الخ۔ یعنی قریب ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے وقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے اور نصرانی دین کو مٹائیں گے اور محمدی دین پر عمل کریں گے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نیز بایں طور حدیث مذکور ہے :

" قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له، ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم لنا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر "

یعنی فرمایا رسول خدا ﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے زمین کی طرف پس پھر نکاح کریں گے اور پیدا کی جائے گی اولاد ان کے لئے اور ٹھہریں گے زمین پر پینتالیس برس پھر مریں گے پھر دفن کئے جائیں گے بیچ مقبرے میرے کے پس اٹھوں گا۔ میں اور عیسیٰ ابن مریم ایک مقربہ سے درمیان ابو بکر اور عمر کے الخ اور حدیث مسلم و مشکوٰۃ باب العلامات میں نیز حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ قبل قیامت کے دس نشانیاں ظاہر ہوں گی وہ یہ ہیں :

" الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ بن مریم ویاجوج وماجوج وشدة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب بجزیرة الغرب وآخرنار تخرج من عدن تسوق الناس الی المحشر وفی روایة العاشرة وریح تلقی الخ "

یعنی فرمایا دھواں نکلنا اور دجال و دابۃ الارض کا ظاہر ہونا اور آفتاب کا نکلنا مغرب کی طرف سے اور اترنا عیسیٰ ابن مریم کا اور ظاہر ہونا یاجوج و ماجوج کا اور تین خسفوں کا ایک خسف مشرق سے اور ایک خسف مغرب سے زمین عرب میں واقع ہوگی ایک آگ یمن کی طرف سے ہانکے گی لوگوں کو طرف محشر کے اور ایک آگ نکلے کی کنارے عدن سے ہانکے گی لوگوں کو طرف محشر کے اور ایک روایت میں ذکر ہوا کا آیا ہے الخ۔

پس ان تمام دلائل قاطع سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اب تک زندہ آسمانوں پر ہیں اور قریب زمانہ امام مہدی علیہ السلام کے نزول فرمائیں گے اور ان کے زمانہ میں نہایت درجہ کا عدل و انصاف ہوگا اور مال اور بدعت رسومات کا نام و نشان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بھی دنیا پر نہ رہے گا اور امام مہدی علیہ السلام اس وقت امام ہوں گے اور نصرانیوں کی علمداری نہ رہے گی، بلکہ ان کی صلیب اور بے غیرتی اور سودخوری کی بیخ کنی کی جائے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نکاح کریں گے اور ان سے اولاد بھی ہوگی اور ۴۵ سال دنیا میں تبلیغ فرمائیں گے اور مدینہ طیبہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقبرہ شریف میں دفن ہوں گے پس جائے انصاف ہے کہ مرزا صاحب میں یہ باتیں کہاں پائی جاتی ہیں۔

سوال: میرزائی کہتے ہیں کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم نبی نہ تھے نبوت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا اور جو خاتم النبیین قرآن میں وارد ہے اس کے معنی مہر کے ہیں، جو ان کے پیچھے آئیں گے وہ آپ کی تصدیق کریں گے کیا ان کی یہ بات سچ ہے؟ جواب دو اجر ملے گا؟

جواب: یہ معنی ان کے بالکل غلط اور خلاف احادیث صحیحہ وائمہ مفسرین ہیں اور اصل میں ختم بمعنی بند اور تمام کرنے کے ہیں چنانچہ ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ اور حدیث بخاری ومشکوٰۃ جلد چہارم فضائل سید المرسلین میں نیز اسی معنی پر وارد ہے:

”قال رسول اللہ ﷺ مثلی و مثل الانبیآء کمثل قصر من بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار ویتحبون من حسن بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت انا صدرت موضع اللبنۃ ختم بی البنیان وختم لی المرسل و فی روایۃ انا لبنۃ وانا خاتم النبیین موضع اللبنۃ ختم بی البنیان و ختم لی المرسل و فی روایۃ انا لبنۃ وانا خاتم النبیین متفق علیہ“

یعنی کہا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ فرمایا حضور نے مثل میری اور مثل انبیاء کے جیسے ایک محل ہے کہ اچھی بنائی گئی دیوار اس کے گرد کی، چھوڑ دی گئی اس محل سے ایک اینٹ کی جگہ پھر گرد پھرنے لگے اس کے دیکھنے والے اور حالانکہ تعجب کرتے تھے اس دیوار کی خوبی سے مگر ایک اینٹ کی جگہ سو میں ہوا کہ بند کی میں نے اینٹ کی جگہ جو خالی کی گئی ساتھ میرے وہ دیوار ختم کئے گئے ساتھ میرے تمام رسول اور ایک روایت میں ہے پس میں ہوں مثال اس اینٹ کی اور میں ہوں ختم کرنے والا سب نبیوں کا اور ترمذی میں ہے:

”لو کان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب“

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ضرور عمر ہوتا اور ترمذی وابوداؤد ومشکوٰۃ میں بایں معنی شاہد ہے:

”وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی الخ“

اور بخاری ومسلم میں ہے کہ فرمایا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے:

”انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا لا نبی بعدی الخ“

یعنی تو اے علی مجھ کو بمنزلہ ہارون کے موسیٰ کے ہے مگر فرق یہ ہے کہ کوئی نبی نہیں میرے بعد۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سے یہ ثابت ہوا کہ بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوئی نبی نہیں آئے گا اگر آئیں گے تو کاذب اور مفتری تیس یا اس سے زیادہ جو کہ جھوٹا دعویٰ کریں گے اور علاوہ اس کے خود مرزا صاحب اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۶ وازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۶۱ میں ختم کے معنی اختتام اور بند ہونے کے لکھے ہیں، وہو ہذا: قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا، خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بواسطہ جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو، فقط۔

هست او خیر الرسل خیر الانام　　　　هر نبوت را برو شد اختتام

واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم ☆ ومن یتولی فان اللہ ھو الغنی الحمید ومن کفر فان اللہ غنی العالمین ☆ نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی لعظیم ☆ تمام شد۔

چند ابیات بطور تقریظ از مرزا ظہور الدین خان صاحب محلہ لکڑ منڈی وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

رہیں خوش مولوی صاحب نظام الدین ملتانی !
مخالف کرتے ہیں احناف پر جن اعتراضوں کو
لکھا بیّن جواب ہر ایک کا ہے ساتھ خوبی کے
نکھیڑا حق و باطل کا ہوا ہے اس میں اب سارا
مضامین اس کے ہیں برجستہ اور مشحوں فصاحت سے
نقارہ اب بجے گا دین حق کا ساری دنیا میں
فدا ہیں ہم کروڑوں بار ملتانی کی ہمت پر
ظہور الدین دعا مانگو اب حق میں مولوی جی کے
خدا رکھے سلامت ان کو اپنے فضل و رحمت سے

جنہوں نے کر دیا تصنیف ہے تحفہ یہ لاثانی
جواب ان کا دیا ہے آپ نے اس میں بآسانی
دلائل قاطع سے اور بہ برکت فقہ نعمانی
چمک اٹھیں گے حق والے زفضل رب یزدانی
کریں گے اہل حق اس کی دل و جاں سے قدر دانی
پڑے اب سر کی کھائیں گے جو ہیں گمراہ وہذیانی
چلائی ہے مخالف پر جنہوں نے تیغ برہانی
رہے ہے مہر و ماہ کی جب تلک دنیا میں رخشانی
ببرکت سرور حق اور ببرکت پیر جیلانی

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حصہ ہشتم

از فتاویٰ :

مناظر اسلام حضرت مولانا **نظام الدین** صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ رسول اللہ ﷺ کا نور اللہ تعالیٰ سے ہے یا نہیں اور حدیث "اوّلُ ما خلق اللہ نوری" اور حدیث دوم "لو لا ک الخ" صحیح ہے یا ضعیف ، کیونکہ غیر مقلد وہابی لوگ ان دونوں حدیثوں کو بناوٹی کہتے ہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : بے شک یہ دونوں حدیثیں کتب احادیث باسناد صحیح مسطور ہیں لیکن یہ محض فرقہ ظاہریہ باطلہ کی جہالت وکم علمی کا سبب ہے دیکھو کتاب مواہب الدنیہ امام احمد قسطلانی وسنن الھزیہ فی شرح خیر البریہ و عبدالرزاق نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور باسناد صحیح حدیث بیان کی کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

" من اوّل شئٍ خلقه اللہ تعالیٰ قبل الاشیآءِ قال یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیآءِ نورنبیک من نورہٖ "

یارسولِ اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کسے پیدا کیا فرمایا سب اشیاء سے اول اپنے نور سے تیرے نبی کا نور۔

(نقل از شرح مولود بزرنجی صفحہ ۲)

اور صاحب تجلی الیقین صفحہ ۳۲ بحوالہ مواہب لدنیہ بایں طور حدیث نقل فرمائی کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ رب العالمین میری کنیت ابی محمد کس لئے ہوئی حکم ہوا کہ اپنا سر اٹھا اور دیکھ اور آدم علیہ السلام نے سر اٹھایا اور دیکھا سراپردہ عرش پر نور محمد ﷺ کا نظر آیا اور عرض کی یا رب العالمین یہ نور کیسا ہے؟ حکم ہوا:

" ھذا نور نبیٍ من ذریتک اسمه' فی السمآء احمد فی الارض محمدٌ فی الارض محمد لولاہ ما خلقتک ولا خلقت السمآءَ والارض الخ"

یعنی یہ نور ایک نبی کا ہے جو تیری اولاد سے ہے اس کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے اگر وہ نہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہوتا تو میں تجھ کو نہ بناتا نہ آسمان اور نہ زمین کو پیدا کرتا۔

اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۵ میں حامی سنت ماحی بدعت مجدد مائۃ حاضرہ حضرت مولانا العلامہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مائۃ حاضرہ حضرت مولانا العلامہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو فرمایا:

"یا محمد انت نور نوری و سر سری و کنوز ھدایۃ و خزائن معرفتی جعلت فداک ملکی من العرش الی ما تحت الارضین کلھم یطلبون رضاء ی وانا اطلب رضاء ک یا محمد"

یعنی اے محمد تو میرے نور کا نور ہے اور میرے راز کا راز اور میرے راز کی کان اور میری معرف کا خزانہ میں نے تو اپنے عرش فلک سے لے کر تحت الثریٰ تک سب کچھ قربان کر دیا ور عالم میں ہے جو کوئی ہے میری رضا مندی چاہتا ہے اور میں تیری رضا مندی چاہتا ہوں۔

اور امام قسطلانی و مواہب الدنیہ نے لکھا کہ امام عبدالرزاق نے اپنے مسند میں حدیث جابر بن عبداللہ کو صحیح اسناد کے ساتھ بایں طور نقل کیا ہے کہ کہا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میری جان اور میری ماں باپ کی جان آپ پر قربان ہو مجھے خبر دیجئے کہ سب چیز سے اول کونسی چیز ہے جس کو خداوند کریم نے پیدا کیا فرمایا آپ نے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے بنایا پھر وہ نور قدرت الٰہی سے پھرنے لگا جس جگہ اللہ نے چاہا اور اس وقت نہ قلم تھی نہ تختی نہ باغ نہ کوئی فرشتہ نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ کوئی جن نہ انسان غرض یہ کہ کوئی شئ نہ تھی پھر خداوند کریم نے چاہا کہ خلق کو پیدا کروں تو پھر اس نور کے چار حصے کر دئے پہلے حصہ سے قلم کو بنایا، دوسرے سے تختی کو تیسرے سے عرش کو، پھر چوتھے حصے کو چار کر دیا پہلے حاملین عرش، دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے، پھر چوتھے کے حار حصے کئے پہلے سے آسمان بنائے دوسرے سے زمین تیسرے سے باغ اور آگ پھر چوتھے حصے کے چار حصے کئے پہلے سے ایمانداروں کی نظریں، دوسرے سے انکے دلوں کا نور اور تیسرے سے ان زبانوں کا نور جس کے سبب سے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پر یقین رکھا کرتے ہیں اور قول سعدی علیہ الرحمۃ کا بھی اسی پر شاہد ہے۔

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست　　همه نور ها پرتوِ نور اوست

اور کتاب ترمذی و مشکوٰۃ باب اسماء النبی میں حضرت جابر بن سمرہ سے نیز بایں طور حدیث مذکور ہے کہا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے:

"رایت النبی ﷺ فی لیلۃ اضحیان فجعلت انظر الی رسول اللہ ﷺ والای القمر وعلیہ حلۃ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حمراء واذا هو احسن عندی من القمر رواه الترمذی والدارمی"

یعنی دیکھا میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چاندنی رات میں پس میں رسول اللہ کی طرف اور چاند کی طرف دیکھنے لگا اور آپ پر حلہ احمر تھا پس ناگاہ آپ میرے نزدیک چاند کی روشنی سے زیادہ خوبصورت تھے۔

اور علاوہ ان دلائل کے خود قرآن مجید بھی شاہد ہے وہو ہذا؛ قال اللہ تعالیٰ:

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ﴾

فرمایا اللہ تعالیٰ نے آیا پاس تمہارے اللہ کی طرف سے نور وکتاب روشن۔

اور اس کی تائید پر یہ آیت مسطور ہے:

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ الزُّجَاجَةِ ......الخ
نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِيْ اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾

اور نور آسمانوں کا اور زمینوں کا ہے صفت اس نور کی منسوب طرف اس کے ہے مانند طاق کے ہے اور بیچ اس کے چراغ ہے روشن وہ چراغ روشن بیچ شیشے کی قندیل کے ہے روشنی اوپر روشنی کے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو یہ نور بخش دیتا ہے اور صاحب تفسیر رؤفی نے اس کے تحت میں یوں بیان کیا ہے کہ نور حبیب ﷺ کا ساتھ خلعت خلیل نورٌ علیٰ نور پدر نور و پسر ہے نور مشہور یہ ہے رافت سمجھ نورٌ علیٰ نور۔

سب اشیاء نور سے اس کے ہیں پیدا کہاں ہوئے دو عالم سے ہویدا
بن اس کے درک ہو کب درک اشیاء نہیں بس درک میں ہر درک کی جا
کرے ادراک اسے کیا منہ سے ادراک کہ وہ ہے درک سے ادراک سے پاک

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو سراج منیر سے بھی یاد فرمایا ہے وہو ہذا:

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾

یعنی بے شک بھیجا ہم نے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا وراس کے حکم سے ڈرانے والا اور چراغ روشن۔

اور دارمی صفحہ ۲۳ میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے حضرت براء سے پوچھا کہ آپ کی ذات کا چہرہ تلوار کی طرح تھا کہا نہیں چاند کی طرح چمکتا ہے اور ایک روایت میں یوں بھی مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کہا کہ اگر تو دیکھتا رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا سورج نکلا ہوا اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی تصنیف سرور المحزون ترجمہ قرۃ العیون میں لکھا ہے کہ جب آپ کی ذات پیدا ہوئے تو خوشی میں آپ کے دادا عبدالمطلب نے یہ شعر آپ کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

صفت نوری میں کہے:

و انت لما ولدت اشرقت الارض و اضاءت بنورک الافق
ونحن فی ذلک الضیاء وفی النور و سبیل الرشاد نخترق

اور جب تو پیدا ہوا زمین روشن ہوگئی اور تیرے نور سے افق چمک گئے اور ہم اس روشنی اور نور میں ہدایت کے رستے چلتے اور بحث قضیہ مرضیہ کے جواب میں کسی عاشق منطقی نے کیا خوب کہا ہے۔

رُباعی

مثالے را کہ در شرطیہ گفتہ بگو با منطقی کاں مست مردود
رخ و زلفین یار مرا نظر کن کہ شمس طالع است دلیل موجود

اور کسی صاحب حال نے کیا خوب کہا ہے:

زنور مصطفی ہر سو کہ بینی تجلی گاہ یزداں است امشب

اور صاحب حدیث "اوّل ما خلق اللہ نوری" مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں بڑے زور شور سے بیان فرمایا ہے اگر کوئی وہابی چکڑالوی نیچری کو در پردہ رسول اللہ ﷺ کی شان و عظمت اور ان دلائل قاطع کا منکر ہے تو بے شک وہ ملحد ہے۔

پہلے تمام شے کے خدا کے ظہور سے پیدا نبی کا نور کیا اپنے نور سے

سوال نمبر ۲ کا جواب: حدیث لولاک کا مطلب و معنی مطابق احادیث صحیحہ کے ہیں اور اصول محدثین کے نزدیک جو حدیث وضعی یا ضعیف ہو اور اس کے معنی اور مضمون حدیث صحیح سے ملتا جلتا ہو تو اس کو حکم حدیث صحیح کا لگا دیتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ حدیث کئی طرح کتب احادیث میں آئی ہے؛ وھو ہذا:

" لما اقترف ادم الخطیة قال رب اسئلک بحق محمد اغفرلی قال و کیف عرفت محمدا قال انک لما خلقتنی بیدک و نفخت فی من روحک رفعت راسی فرایت علی قوائم العرش مکتوباً لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک قال صدقت یا ادم انه لا حب الخلق الی ما اذا سالتنی بحقه فقد غفرت لک ولو لا محمد ما غفرت وما خلقتک "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ذکر کیا اس حدیث کو امام بیہقی و طبرانی و ابن عساکر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے؛ جب کہ آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ یا رب العٰلمین صدقہ محمد رسول اللہ کے میری مغفرت فرما تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ تو نے میرے حبیب کو کس طرح سے پہچانا۔ آدم نے عرض کی کہ جب تو نے مجھے اپنی قدرت کے ہاتھ سے بنایا اور میرے وجود میں روح ڈالی تو میں نے سر اٹھایا اور دیکھا کہ عرش کے پایوں پر" لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ " لکھا ہوا تھا میں نے جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوقات سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے آدم تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوقات سے زیادہ پیارا ہے ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے آدم تو نے سچ کہا وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے اب تو اس کا وسیلہ لایا میں نے تجھے اس کی خاطر مغفرت کی اگر وہ نہ ہوتا تیری مغفرت نہ کرتا اور نہ ہی تجھے پیدا کرتا۔

اور طبرانی و بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:

" رایت فی کل موضعٍ من الجنة مکتوباً لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انه اکرم خلقک "

اور حاکم نے مافادہ تصحیح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو اس طرح پر ذکر کیا ہے وھو ہذا:

" یعیسیٰ ان اٰمن بمحمدٍ ومن ادرکه من امتک ان یومنوا به فلو لا ما خلقت اٰدم ولا الجنة ولا النار "

وحی کی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کہ ایمان لا میرے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ پر اور جو تیری امت سے اس کا زمانہ پائیں ان کو بھی یہ حکم کر دے کہ اس پر ایمان لائیں اگر میرا حبیب محمد رسول اللہ نہ ہوتا تو نہ پیدا کرتا آدم علیہ السلام کو اور نہ جنت و دوزخ کو اور ایسا ہی صاحب دیلمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر کیا کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

" اتانی جبرائیل فقال ان اللہ تعالیٰ یقول لو لاک ما خلقت الجنة لو لاک خلقت النار "

جبرائیل میرے پاس آیا اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم نہ ہوتے تو جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

(نقل از تجلی الیقین صفحہ ۲۷ مؤلفہ حضرت مولانا مجدد صاحب مائۃ حاضرہ)

مقصود ذاتِ اوست دیگر جملگی طفیل　　منظور نور اوست دیگر جملگی ظلام

اور صاحب تفسیر روحی مجددی ابتدا تفسیر کا اسی مضمون سے شروع کرتے ہیں۔ وھو ہذا:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿نظم﴾

محمد شفیع ایوان نبوت محمد مشعل بزم فتوحات
محمد آفتاب مشرق نور محمد ماہتاب مطلع سور
محمد مظہر سر الٰہی محمد کان نور لاتناہی
محمد باعث تخلیق عالم محمد مفخر حوا و آدم
محمد رحمۃ العالمیں ہیں بروز دین شفیع المذنبیں ہیں
نہ ہوتے وہ تو کل عالم نہ ہوتا کبھی تخم ظہور اللہ نہ ہوتا

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ان لوگوں کے کہنے سے اور پھونک مارنے سے کبھی نہیں مٹائے گا۔ اگر چہ یہ لوگ شب و روز صاحبِ نور کی شان مبارک و تعظیم کو بڑے بھائی جیسے یا اس کے غیب اور علم کو پاگلوں اور دیوانوں اور بہائم جیسا جانیں یا اپنی قلم سے اس کی بے ادبی میں ہزارہا اوراق سیاہ کر ماریں تو پھر بھی شان محمدی میں رائی کے کروڑوں حصے کے برابر بھی خداوند کریم کمی نہیں کرے گا۔ چنانچہ قرآن مجید اس بات کا شاہد ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ کَرِهَ الْکَافِرُوْنَ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ﴾

ارادہ کرتے ہیں مخالف لوگ یہ کہ بجھادیں منہ اپنے سے نور اللہ کا اور نہیں قبول رکھتا اللہ مگر یہ کہ پورا کرے نور اپنے کو اور اگر چہ ناپسند رکھیں کافر اور وہ اللہ جس نے بھیجا رسول اپنے کو ساتھ حق کے تا کہ غالب کرے اس کو اوپر دین سے کے اگر چہ ناخوش رکھیں اس امر کو مشرک لوگ اور ناظرین کو معلوم ہوگا کہ یہ فرقہ وہابیہ چکڑالویہ رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کیسے بے ادبانہ و گستاخانہ الفاظ اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ دیکھنے ایماندار انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ور الاماں الاماں بے ساختہ زبان سے شروع ہو جاتا ہے اگر کسی صاحب کو شک ہو تو جلد اول و سوم و چہارم سلطان الفقہ میں مطالعہ کرے اور ان کی مجالست و موانست سے بچے اور وہ حدیث جس میں فضائل و اوصاف سودہ رسول اللہ ﷺ کے حق ہوں اس کو بر سر چشم بلا چل و حجت تسلیم کر لیا جائے اگر چہ وہ حدیث کسی اسناد میں ضعیف بھی کیوں نہ ہو۔

طفیل سرور عالم ہوا سارا جہاں پیدا زمین و آسماں پیدا مکین و لا مکاں پیدا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نہ ہوتا گر فروغ نور پاک رحمت عالم — نہ ہوتی خلقتِ آدم نہ گلزار جناں پیدا
شہ لولاک کے باعث حبیب پاک کے باعث — جناب حق تعالیٰ نے کیا کون و مکاں پیدا

فتدبر ولا تعجل

سوال: اسماءِ الٰہی و اسمائے رسول اللہ ﷺ مساوات قرآن مجید سے ثابت ہے یا نہیں اگر ہے تو ثبوت کرو اور باقی گیارہ سوالات جو مرزائی کے ہیں ان کا جواب دو اجر ملے گا؟

جواب: بے شک مساوات اسماء خداوند کریم و اسمائے حبیب رسول اللہ ﷺ کی اکثر ناموں میں قرآن مجید سے پائی جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام "حمید" رکھا یعنی صفت کیا ہوا اور اپنے حبیب کا نام "محمد الرسول اللہ" رکھ دیا یعنی بہت صفت کیا ہوا اور اگر اپنا نام "الرؤف الرحیم" رکھا تو اپنے حبیب کا نام "بالمومنین رؤف رحیم" رکھ دیا اور اگر اپنا نام "حق مبین" رکھا تو اپنے حبیب کو بایں طور کہہ دیا:

﴿قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ كُمُ الْحَقُّ ......الخ﴾

﴿وَقُلْ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾

اور اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا نام "نور" رکھا تو اپنے حبیب کو بھی نور سے خطاب کیا اور وہ یہ ہیں:

﴿قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِیْنٌ﴾

﴿وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾

اور اگر اپنا نام "شہید" رکھا تو اپنے پیارے کو بھی اسی معنی سے یاد فرمایا:

﴿اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا ......الخ﴾

﴿وَيَكُوْنُ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾

اور اگر اپنا نام "کریم" رکھا تو اپنے حبیب کو بھی اسی نام سے یاد فرمایا:

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾

اور اگر اپنا نام "عظیم" رکھا تو اپنے حبیب کا نام بھی

﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾

سے مشہور کر دیا اور اگر اپنا نام "فتاح" فرمایا تو اپنے پیارے نبی کو بھی تمام لوگوں میں اسی نام سے مستفید و مستفیض کر دیا

﴿تَسْتَفْتِحُوْنَ فَقَدْ جَآءَ كُمُ الْفَتْحُ﴾

اور اگر اپنا نام "شکور" رکھا تو اپنے نبی ﷺ کو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴾

سے زیور پہنایا اور اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا نام ''علیم وعلام و عالم الغیب'' رکھا تو اپنے حبیب کو بھی

﴿ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ﴾

سے شاد فرمایا اور اگر اپنا نام ''اول آخر'' رکھا تو اپنے پیارے کو بھی

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ ﴾

﴿ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ﴾

کے عہدہ سے سرفراز کیا اور اگر اپنا نام ''قوی و ذی القوۃ المتین'' فرمایا تو رسول علیہ السلام کو بھی

﴿ ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴾

کا تاج عطا فرمایا، اگر اپنا نام ''صادق'' رکھا تو اپنے حبیب کو بھی ''صادق و مصدوق'' فرمایا۔ اگر اپنا نام ''ولی و مولیٰ'' رکھا تو اپنے حبیب کو بھی

﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ﴾

﴿ وَالنَّبِىُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

فرما دیا۔ اگر اپنے آپ کو ''عفو'' سے یاد کیا تو اپنے پیارے کو بھی حکم فرمایا:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنْهُمْ ﴾

اور اگر اپنا نام ''ہادی'' رکھا تو اپنے حبیب ﷺ کو بھی

﴿ اِنَّكَ لَتَهْدِىْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾

فرما دیا اور اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا نام ''مومن ومہیمن'' سے یاد کیا تو اپنے حبیب کو بھی

﴿ مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴾

﴿ وَيُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

فرما دیا اور اگر اپنا نام ''قدوس'' فرمایا تو اپنے حبیب کو بھی

﴿ وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُخْرِجُكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾

کے صیغہ سے ارشاد فرمایا اور اگر اپنا نام ''عزیز'' فرمایا تو اپنے حبیب ﷺ کو بھی

﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ ﴾

اس سے سرفراز فرمایا اور اگر اپنے آپ کو ''بصیر'' فرمایا تو اپنے حبیب کو بھی

﴿ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ﴾

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سے خبر شند کیا ور اگر اپنا نام ''غنی'' اور ''ذو فضل'' فرمایا تو اپنے حبیب کو اس میں اپنے ساتھ شریک فرمایا:

﴿وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾

اور علاوہ ان اسماء کے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ''یٰسین وطٰہٰ و مدثر و رحمۃ اللعالمین و احمد سے پکارا اور اس کے بعد اس کی عمر کی قسم فرمائی:

﴿لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَکْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ﴾

یعنی تیری زندگی کی قسم ہے وہ قوم لوط کی اپنی مستی میں سرگرداں ہیں اور فرمایا:

﴿لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾

اور میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی یعنی مکہ معظمہ کی کہ تو اس میں حلال ہونے والا ہے۔

پس اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ جس شخص کی عمر اور جس کے شہر کی قسم خود اللہ تعالیٰ اٹھائے اور اپنے اسماء کے ساتھ اس کے اسماء حسنیٰ کی تعریف فرمائے تو پھر ہم لوگوں کی زبانوں کو کیا جرأت ہے اور ہماری قلموں کو کیا طاقت ہے کہ اس کی صفت اور تعریف بیان کریں اور لکھیں گے۔

بعد از بزرگ توئی قصہ مختصر

پس اب فرقہ مرزاۂ و فرقہ نجدیہ و وہابیہ و چکڑالویہ جو کہ رسول اللہ ﷺ کے شان مبارک کی کسر شان بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا علم (معاذ اللہ) پاگلوں اور مجنونوں جیسا تھا اور کسی چیز کے مختار نہ تھے اور اللہ کی شان کے سامنے چمار سے ذلیل تر تھے اور بڑے بھائی جیسا شان رکھتے تھے اور ان کا خیال نماز میں آنا گدھے اور زناہ کنجری اور بیل سے بدتر ہے۔

(نقل از تقویۃ الایمان و صراط مستقیم مصنفہ اسمٰعیل شہید)

اور ان کو اپنی موت کی خبر بھی نہ تھی، وہ ایک چپڑاسی کی طرح ہے۔ پس اپنے پروانے دے کر چلے گئے۔

''نعوذ باللہ من ذٰلک و من الشیطٰن الرجیم''

اب ناظرین ذرا غور سے ملاحظہ کریں کہ رسول اللہ ﷺ کے برابر کسی نبی کی شان بھی تسلیم کی جا سکتی ہے ہرگز نہیں باقی مرزائی کے سوالوں کے جواب میرے مکرم پوسٹ ماسٹر پیر بخش پنشنر نے دے دیے ہیں اس لئے بندہ نے اس کے دو سوالوں کا جواب دیکھ کر قلمبند کر لیا اور مرزائی کے سوالات مع جوابات اخیر جلد میں ملاحظہ کریں، فقط۔

سوال: ہمارے سردار جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو علم کس قدر تھا اور آپ کو علم غیب کا بھی تھا یا نہیں کیونکہ فرقہ وہابیہ دیوبندیہ و فرقہ نجدیہ اس سے سخت منکر ہیں اور کہتے ہیں آپ کی ذات کو ہرگز علم غیب نہ تھا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور دوسرا آپ کی ذات کا علم شیطان سے کم ہے کیونکہ اس کا علم نص سے ثابت ہے اور آپ کی ذات کا علم نص سے ثابت نہیں اور مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے رسالہ اہلحدیث میں لکھا ہے کہ آپ کی ذات کو نہ علم غیب ذاتی اور نہ وہبی اور نہ کسبی تھا اور میاں عبدالعزیز پسر روشن دین مصنف شمع محمدی چراغ محمدی نے اپنی کتاب اصول زندگی صفحہ ۲۹ و ۳۰ میں لکھا ہے کہ اگر آپ کی ذات کو علم غیب ہوتا تو اپنا دندِ مبارک کیوں شہید کراتے اور کیوں عبداللہ بن مکتوم کے بارے میں عتاب پاتے اور کیوں عائشہ صدیقہ کے متہم ہونے پر ۳۰ دن تک غمناک رہتے اور کیوں فرماتے مجھ کو کل کی خبر نہیں کہ کیا ہوگا اور کب مرنا ہے اور کب قیامت ہوگی اس کا مفصل جواب باسند بیان کرو؟

الجواب: علم رسول مقبول ﷺ کو "ما کان و ما یکون" جمیع اشیاء کا اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا چنانچہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں:

﴿عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا﴾

یعنی میرے حبیب میں نے وہ علم آپ کو عطا کیا جس کی آپ کو کچھ خبر نہ تھی اور یہی تیرے رب کا آپ پر بڑا فضل ہے۔ اس آیت کے تحت ملا کاشفی تفسیر حسینی میں لکھتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ علم عطا کیا کہ کوئی شے

﴿مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾

مجھ پر پوشیدہ نہ رہی اور طبرانی نے بایں طور حدیث نقل کی ہے:

"ان اللہ قد رفع لی دنیا وانا انظر الیها والی ما هو کائن الی یوم القیمة کانما انظر الی کفی هذہ"

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کو میرے سامنے کیا اور میں اس میں دیکھتا ہوں جو کچھ ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اور تمام اطراف وجوانب اس کے میرے سامنے ایسے ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی اور صاحب ترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور حدیث نقل فرمائی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

"رایته عزوجل وضع کفه بین کتفی فوجدت برد انامله"

یعنی میں نے عزوجل کو اس حال میں دیکھا کہ اس نے اپنی قدرت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا پس اس کے پوروں کی ٹھنڈک میری دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس ہوئی اور مجھ پر ہر شے روشن ہوگئی اور بخاری کی روایت میں ہے:

"علمت و عرفت ما فی السموٰت والارض"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور امام بخاری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بایں طور حدیث بیان کی ہے:

" قام فینا النبی ﷺ مقاماً فاخبرنا عن بدءِ الخلق حتی دخل اھل الجنة منازلھم واھل النار منازلھم "

ہمارے درمیان ایک دن آپ کی ذات کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ابتدا سے جس قدر مخلوقات پیدا ہوئی سب کی خبر مجھ کو ہے یہاں تک کہ مقامات اہل جنت واہل النار کے ہیں اور صحیحین میں صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

" قال فینا رسول اللہ ﷺ مقاماً ما ترک شیئاً یکون فی مقامہٖ ذٰلک الی قیام الساعة الا حدث بہٖ "

یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہم میں ایک مقام پر کھڑے ہو کر جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا سب کچھ بیان کر دیا تھا کوئی چیز نہ چھوڑی اور امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک دن فرمایا کہ جس قدر میرے ساتھ لوگ ایمان لائیں گے اور جو نہ لائیں گے سب خبر مجھ کو ہے اور منافق لوگ مثل فرقہ نجدیہ کے استہزاء کے طور کہنے لگے کہ اب ہمارے ساتھ اور ہماری طرح ہو کر خبریں غیب کی بھی بتانے لگے ہیں تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بات سن کر کھڑے ہو گئے اور حمد و ثناء کی اور فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوا کہ میرے علم پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور فرمایا:

" لا تسئلوا عن شیءٍ فیما بینکم وبین الساعة الا انبأتکم بہٖ "

یعنی نہ سوال کرو تم مجھ سے کسی شے کا اور درمیان تمہارے اور درمیان قیامت کے ہے مگر میں تم کو اس کی خبر دوں گا اور آیت دوم:

﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾

یعنی نہیں ہے اللہ تعالیٰ یہ کہ خبر کرے تم کو اوپر غیب کے مگر اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے کے لئے جس کو چاہتا ہے اور آیت سوم بھی اس کی تائید پر شاہد ہے:

﴿ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾

یعنی وہی ہے جاننے والا غیب کا پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی کو مگر جس کو پسند کرتا ہے پیغمبروں سے۔ اور ایک آیت کے شان نزول میں یہ ذکر ہے کہ جو شخص آپ کی ذات بابرکات کے علم غیب پر ہنسی یا استہزاء کرے وہ کافر اور منافق ہے وہ آیت یہ ہے:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿ تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾

(پ ۱۱ سورۃ توبہ)

اور اگر تم ان سے پوچھو تو بے شک ضرور کہیں گے ہم ہنسی کھیل کرتے جاتے تھے، اے رسول آپ ان کو کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آئتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے پس بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر یعنی مرتد ہو چکے۔

اس آیت کی تفسیر حضرت ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و امام مجاہد و عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بایں طور تفسیر در منثور جلد سوم صفحہ ۲۵۴ و تفسیر ابن جریر مطبوعہ مصر جلد دس صفحہ ۱۰۵ میں مسطور ہے:

" قال رجل عن المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان "

اور اس کا ترجمہ قاضی فضل احمد صاحب نے اپنی تقریریں میں یوں کیا ہے یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی اور اس کی تلاش تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹنی فلاں شخص کی فلاں جنگل میں فلاں جگہ پر ہے اس پر ایک منافق بولا کہ محمد ﷺ بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں فلاں جگہ جنگل میں ہے وہ غیب کی بات کیا جانے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریف نازل فرمائی کہ اللہ اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہیں منافق لوگ بہانے مت بناؤ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ محمد ﷺ غیب کی بات کیا جانے کے کہنے سے کافر ہو گئے اور کتاب عینی شرح بخاری و جلد ۸ صفحہ ۶۸ و قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۱۸۵ میں لکھا ہے کہ ایک اصحابی نے آپ کے سامنے یہ قصیدہ بنا کر پڑھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے سن کر نہایت خوش ہوئے اور دعا فرمائی اور وہ یہ ہے۔

اشهد ان الله لا رب غيره ۔ وانک مامونٌ علی کل غائب

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوند کریم اکیلا رب ہے سوا اس کے اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ یارسول اللہ آپ تمام غیبوں پر مامون ہیں۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذات بابرکات کو علم جمیع اشیاء ماکان و ما یکون وعلم غیب اضافی بھی تھا اس سے انکار کرنا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا انکار کرنا ہے جن کے انکار کرنے سے کفر لازم آتا ہے اور ابو نعیم دلائل میں حضرت ام الفضل عبداللہ بن عباس سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ کہا ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درانحالیکہ میں حاملہ تھی اور آپ کے ساتھ چلی جا رہی تھی اور کہا:

" مررت بالنبي ﷺ فقال انک حاملة بغلام فاذا ولدته فائتيني "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی گزری میں ساتھ نبی کریم ﷺ کے آپ نے فرمایا تیرے حمل میں لڑکا ہے پس جب وہ پیدا ہو تو میرے پاس لائیو اور آگے فرماتی ہیں:

" فلما ولدته اتیته فاذن فی اذنہ الیمنیٰ واقام فی الیسریٰ "

پس میں نے جب کہ اس کو جنا تو پھر میں اس کو آپ کی خدمت اقدس میں لائی آپ نے اس کے داہنے کان میں اذان کہی اور بائیں میں اقامت اور میدان بدر میں آپ کی ذات نے تمام صحابہ کو جمع فرما کر کہا کہ یہاں فلاں شخص قتل ہوگا اور زمین پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اس جگہ فلاں فلاں شخص کی قبر ہوگی سوا ایسا ہوا:

" وما تجاوز احدھم عن موضع ید رسول اللہ ﷺ "

اور آپ نے ام المومنین کو فرمایا تیری موت شرقی زمین مقام وفاف میں ہوگی اور نعمان بن بشیر اور حضرت علی اور عمار یاسر رضی اللہ عنہم کی تمام کیفیت موت کی پہلے ہی بیان فرما دی پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ آپ کی ذات پاک کو علم " ما فی الارحاکم و بای ارضٍ تموت " کا بھی پورا پورا علم تھا چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں اور شاہ عبدالعزیز میں تحریر فرماتے ہیں:

" ذھب بعضھم الی انہ ﷺ اوتی علم الخمس ایضا وعلم وقت الساعۃ والروح لا یخفی علیہ ﷺ شئٌ من الخمسۃ المذکورۃ فی الأیۃ الشریفۃ "

یعنی آپ کی ذات پر علوم خمسہ جو آیہ شریف میں مذکور ہے پوشیدہ نہیں اور تفسیر خازن تحت آیت:

﴿قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ الخ﴾

کے لکھا ہے کہ آپ کی ذات کو علم غیب کا تھا اور جہاں کہیں آپ نے غیب کی نفی فرمائی ہے وہاں مقصود کسر نفسی و تواضع اور اپنی عبودیت کا اقرار کرنا ہے نہ یہ کہ آپ کی آپ کے علم غیب کی نفی پر دلائل پیش کئے ہیں اس کا جواب بھی یہی ہے اور آپ کی ذات کی ابتداء میں ایک حالت تھی اور آپ نے رضا و قضا ربانی کا سبق یاد کیا ہوا تھا اس پر پوری تعمیل کی فافہم واللہ اعلم بالصواب ، باقی اعتراضات کے جوابات " القول المقبول فی علم غیب الرسول " میں ملاحظہ کریں جو کہ حال ہی میں خادم شریعت نے تالیف کی ہے۔

سوال: فرقہ وہابیہ نجدیہ کہتے ہیں کہ حنفی لوگ بڑے مشرک ہیں کیونکہ یہ لوگ خداوند کریم کی ذات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو بھی شریک بنا لیتے ہیں اور ہر ایک صفت خداوند کریم کے مساوات کرتے ہیں حالانکہ وہ ایک ہماری طرح بشر تھا اور کسی چیز کا مختار نہ تھا؛ دیکھو مظہر البدعت وتقویۃ الایمان ۔ کیا ان کی یہ بات حق ہے جواب دو اجر ملے گا؟

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جواب: یہ اس فرقہ کی ناسمجھی اور جہالت اور تعصب کی بات ہے ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کو ہرگز خدا نہیں مانتے اور نہ ہی ہم آپ کو ہم سر اور ثانی خدا سمجھتے ہیں اور مساوات تو تب آتی ہے کہ اگر ہم علم آپ کی ذات کا خداوند کریم جیسا مانتے ہم تو اس میں اس طرح فرق کرتے ہیں خداوند کریم کا علم ذاتی محمد رسول اللہ ﷺ کا علم عطائی اللہ تعالیٰ کا علم حقیقی حضور علیہ السلام کا علم اضافی خدا کا علم قدیم حضور کا علم حادث خدا کا علم ممتنع التغیر ۔حضور کا علم ممکن التغیر خدا کا علم تفصیلی ہر فرد کو محیط ہے ۔حضور علیہ السلام کا اجمالی ، ہاں اصل بات یہ ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے عشق و ذوق میں بذریعہ پیشوایاں و راہ نمایا کے تجلیات و انوار محمد قلب پر پاتے ہیں اور محو ہوکر اس پیارے حبیب کے گیت گاتے ہیں اور مداحیں پڑھتے ہیں اور درد کی اس طرح پر صدائیں کرتے ہیں ۔

نسیما جانب کوئش گذر کن ۔۔۔ بگو آن نازنین شمشاد مارا
بہ تشریف قدوم مواز نا مے ۔۔۔ مشرف کن خراب آباد مارا
کہ بے پابوس تو اسباب شادی ۔۔۔ نشائد خاطر ما شاد ما را

اور فقیر کو یہ بات تجربہ و مشاہدہ اور اس فرقہ ظاہر پرست کے بیچ چند سال رہنے سے معلوم ہو چکی ہے کہ بوجہ نا پکڑنے مرشد کامل کے اس ذوق ونعمت عظمیٰ سے محروم و محجوب رہ جاتے ہیں اور ہم محبان خدا درسول پر فتویٰ کفر ونفاق کے بوجہ حسد وعداوت کے لگانے لگ جاتے ہیں ۔

اے کہ در عشقم ملامت میکنی معذور دار ۔۔۔ گوترا انصاف باشد عذرم آری از کرم

اور ذرا فرقہ ظاہریہ کو اس آیت کریمہ کی طرف جو مشت نمونہ خروار تحریر کی جاتی ہے ملاحظہ کریں:

﴿وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾

اور بتلائیں کہ دولت مند بنانا اور فضل کرنا کس کا کام ہوتا ہے ۔

اور محققین نے شرک کے معنی یہ کئے ہیں کہ الوہیت باری میں کسی کو شریک قرار دیا جائے جیسے کہ مجوسی کا عقیدہ ہے یا کسی کو مستحق عبادت قرار دیا جائے جیسے کہ بت پرست بتوں کو قرار دیتے ہیں پس اس عبارت سے واضح ہوا کہ شرکا مدار صرف گنتی و تعداد پر ہوا کرتا ہے کیونکہ تو چند صرف وحدانیت پر محدود و منحصر ہے اور علاوہ اس کے یہ کہنا ان کا کہ وہ ہمارے جیسا بشر تھا نعوذ باللہ ہرگز نہیں ۔

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

حدیث: "لست کاحدکم"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی فرمایا آپ نے کہ میں تم سے کسی ایک کی طرح نہیں ہوں اور فرمایا:

"ایکم مثلی" تم سے کون مجھ سا ہے اور فرمایا "الی ابیت عند ربی" یعنی میں اپنے خداوند کریم کے پاس رات کاٹتا ہوں اور فرمایا:

"یطعمنی ویسقینی" یعنی مجھے میرا پروردگار کھلاتا اور پلاتا ہے کہ نہیں گنجائش کرنا اس میں فرشتہ مقرب

نقل از بحر الاسرار صفحہ ۶۱ و مشکوٰۃ اور علاوہ ان دلائل کے قرآن مجید میں کہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو:

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ﴾

فرمایا اور کہیں

﴿فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا﴾

یعنی میری آنکھوں میں ہے اور کہیں

﴿قاب قوسین او ادنیٰ﴾

کا قرب فرمایا اور یہ باتیں ہم لوگوں کے لئے کہاں۔

سوال: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بوقت درود شریف یا تشہد پڑھنے کے حاضر سمجھنا جائز ہے یا نہیں اور آپ کی ذات ان اوقات میں حاضر ہوتے ہیں یا نہیں مولوی محمد مستقیم غیر مقلد ساکن متیر انوالی علاقہ لائکپور وغیرہ فرقہ نجدیہ بھی اس کو شرک و کفر سمجھتا ہے یہ کیونکر ہے جواب دو اجر ملے گا؟

(السائل چوھدری پیر اندتا ساکن زیوال)

جواب: ہر وقت اور ہر لحظہ خداوند کریم کی ذات کو حاضر ناظر سمجھنا چاہئے لیکن ان اوقات مخصوصہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاضر ناظر سمجھنا یا اپنے اقوال و افعال کے اوپر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلع ہونے کا اعتقاد رکھنا جائز ہے اس میں کوئی قباحت نہیں چنانچہ قرآن مجید میں بایں طور مذکور ہے:

﴿وَیَکُوْنُ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا﴾

اور تین جگہ:

﴿اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا﴾

اور دوسری جگہ:

﴿وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ شَھِیْدًا﴾

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی ہوگا رسول اوپر تمہارے قیامت میں گواہ پس ان آیات بینات سے واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں پر گواہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے کو شاہد بنایا اور شاہد کے واسطے مشاہدہ ہونا ضروری ہے اور جو شخص بلا دیکھے گواہی دے تو اس کی گواہی عند الشرع نامنظور و نا مقبول ہوتی ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ایک افعال و اقوال امت مرحومہ کے مشاہدہ کر رہے ہیں جیسا کہ خود طبری نے حدیث بیان کی ہے کہ آیت سوم نازل ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ یا رب العٰلمین تو نے خود مجھے حکم دیا ہے کہ جو شخص بلا دیکھے اور مشاہدہ کے گواہی دے تو اس کی گواہی مردود و نامقبول عند الشرع ہوگی اور ادھر تو نے مجھے تمام لوگوں کی شاہدی کا حکم دیا ہے اور بلا دیکھے شہادت میری کیونکر قبول ہوگی اور کس طرح گواہی دے سکوں گا :

" فاوحی اللہ تعالیٰ الیه ایها السید نحن اسریٰ بک الینا نشاهد ملکوت الاعلیٰ الخ "

پس اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے سردار ہم آپ اپنی طرف بلائیں گے تا کہ تمام ملکوت اعلیٰ کا مشاہدہ کرا دیں اور اس کی تائید پر حدیث دلائل الخیرات شریف میں بایں طور منظور ہے :

" قیل ارأیت صلوة المصلین علیک ممن غالب عنک ومن یاتی بعد ک ما حالهما عندک فقال اسمع صلوة اهل امجتبی واعرفهم وتعرض علی صلوة غیرهم عرضاً "

حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ جو لوگ آپ کو مخاطب کر کے آپ پر درود شریف پڑھیں یا بعد آپ کے تو ان کا درود پڑھنا آپ کو کس طرح معلوم ہوگا تو فرمایا آپ نے کہ میں اپنی محبت و عشق والوں کا درود خود حاضر ہو کر سنوں گا اور دوسروں کا فرشتہ موکل پہنچا دیا کرے گا اور ابوداؤد و احمد و بیہقی و مشکوٰۃ میں نیز ابوہریرہ سے اس امر پر حدیث شاہد ہے :

"ما من احدٍ یسلم علی الا رد اللہ علی حتی ردته "

یعنی فرمایا آپ نے کوئی شخص نہیں کہ درود بھیجے مجھ پر مگر اللہ تعالیٰ پھیرتا ہے مجھے روح میرے کو یہاں تک میں درود پڑھنے والے پر سلام کا جواب دیتا ہوں اور تحفہ احمدیہ میں و عین العلم و ملا علی قاری مرقات میں بھی اس طرح معنی کئے ہیں اور نجوم الشہابیہ صفحہ ۶۹ میں بین السطور معنی تحریر کئے ہیں ۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اشعار

این چنیں در مرقات کردہ جواب — آن خطاب میکند نے غائبانہ آنجناب
کرد در شرح شفاء آن فاضل قاری بیاں — ظاہراً طلاق شامل ہر مکاں ہر زماں
یعنی آں سرور بگفتار ہر کہ میگوئد سلام — رد کنم بروئے نکردہ قید ازمان و مقام
یعنی کہ در زمانے در عجن یا در عرب — میکند تسلیم گویم جواب اورا باب

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً حدیث طبرانی و حرز الثمین و اذکار امام نووی و حصن الحصین میں بایں الفاظ مسطور ہے :

" فقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی و قد جرب ذٰلک "

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو جائے تو سہ بار یہ الفاظ کہے اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہاں مراد آپ کی ذات مع ابدال کے وہ فرشتے ہیں وہ حاضر ہو کر اس کی چیز گم ہوگئی ہوئی کو پیش کر دیتے ہیں چنانچہ تحفہ احمدیہ میں ہے :

حضرت قاری محقق انداراں حرز ثمین — از عباد اللہ مرد رحمت اللعالمین

اور میرے مخدومی قبلہ عالم مفسر تفسیر سورہ مزمل نرمکل کے صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں :

تاں جو دیاں جواب سالم اس سرور نے فرمایا — تے روح میرا اس پاس آئے جس ہوگ سلام پہنچایا
تے روح نبی سرور دا آئے حاضر پاس جہاندے — رحمت رب دی نازل ہوئے ہردم اوپر تنہاندے

اور کتاب انوار الانتباہ صفحہ ۱۱ بحوالہ ابن الحاج مکی مدخل و امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں لکھا ہے ۔

" قد قال علمائنا رحمھم اللہ تعالیٰ لا فرق بین موتہٖ وحیاتہٖ ﷺ فی مشاھدتہٖ لامتہٖ و معرفتہٖ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذٰلک جلی عندہ' لاخفاء "

یعنی بے شک ہمارے علمائے دین رحمھم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کی حالت حیات دینوی اور اور اس وقت کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے وہ اپنی امت کو دیکھتے اور پہنچانتے ہیں احوال ان کے اور نیتیں ان کی اور ان کے دلوں کے خطرات کچھ فرق نہیں ہے ۔ وہ اپنی امت کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں احوال ان کے اور نیتیں ان کی اور ان کے دلوں کے خطرات اور ارادے ان کے اور آپ کی ذات پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں سب روشن ہیں اور کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۶۰ وغیرہ کتب صحاح میں لکھا ہے کہ فرشتے ہمراہ حضور علیہ السلام کے مومنین کی قبر میں

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

تشریف لاتے ہیں اور مومنین پہچانتے ہیں کہ یہ ہمارے سردار ﷺ ہیں اور فرشتے کہتے ہیں:

" ھذا الرجل محمد ﷺ "

یہ فرشتوں کا مقولہ ہے ہذا اسم اشارہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مشارٌ الیہ اور بقاعدہ نحوی اگر مشارٌ الیہ موجود نہ ہوتو اشارہ مشارٌ الیہ کی طرف کرنا لغو اور بے فائدہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی وہابی اعترض کرے کہ آپ کی ذات کا حاضر ہونا ہر جگہ غیر ممکن ہے تو میں کہتا ہوں عزائیل علیہ السلام ایک فرشتہ ہے جو کہ مشرق تا مغرب وشمال تا جنوب تک ایک آن میں جانیں قبض کر لیتا ہے تو حضور علیہ السلام جن کے وجود سے ہژدہ ہزارہا ایسے وجود پیدا ہوں اور عزرائیل کے رتبہ سے بھی کئی کروڑہا درجہ زیادہ رکھتے ہوں تو پھران کا ہر جگہ حاضر ہونا غیر ممکن کس طرح ہوسکتا ہے۔

اور کتاب مراقی الفلاح ومعراج الدرایہ وکتاب شامی ونہر الفائق شرح کنزالدقائق میں لکھا ہے کہ بوقت "السلام علیک ایہا النبی" پڑھنے کے آپ کو دل میں حاضر سمجھے اور اس کلمہ طیبہ کو حکایت و اخبار کے طور نہ پڑھے۔ وہو ہذا:

" لا بد ان یقصد فی الالفاظ التشھد معناھا التی وضعت له کانه یحیٔ اللّٰہ تعالیٰ ویسلم علی نبیه وعلی نفسه وعلی اولیآءَ اللّٰہ تعالیٰ ای انه یقصد الانشاء بھذہ الالفاظ لا الاخبار "

اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب احیاء العلوم فصل " ما ینبغی ان یحضر القلب " میں نیز بایں طور لکھتے ہیں:

" واحضر فی قلبک النبی ﷺ وشخصه الکریم وقل السلام علیک ایھا النبی "

اور علامہ شامی کی یہ عبارت ہے:

" والحکایة عما وقع فی المعراج "

یعنی نمازی نہ ارادہ کرے کہ میں خبر دیتا ہوں یا حکایت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں اپنے حبیب کو فرمایا تھا:

" السلام علیک ایھا النبی "

اور صاحب معیار ۲۹ میں لکھا ہے جو شخص اس طرح پڑھے گا اس کی نماز نہ ہوگی اس کو اعادہ کرنا پڑے گا اور کتاب انہار الانوار مجدد مائۃ حاضرہ صفحہ ۲۴ بحوالہ الفتاویٰ عالمگیر و اختیار شرح درمختار سے لکھتے ہیں:

" یتوجه الی قبرہٖ ﷺ ووقف کما یقف فی الصلوٰۃ ویمثل صورتهٗ الکریمة البھیمة ملتقطاً "

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مقدس کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہوئے جیسے کہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور آپ کی ذات کا قصور باندھے اور امام ابراہیم تجیبی رحمۃ اللہ علیہ یوں لکھتے ہیں۔

" واجبٌ علی کل مؤمنٍ متیٰ ذکرہ ﷺ او ذکر عند ان یخضع ویخشع ویتوقر ویسکن من حرکتہٖ او یاخذ فی ہیبتہٖ واجلالہٖ بما کان یاخذ بہٖ نفسہ الخ "

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب آپ کی ذات اقدس کی یاد کرے اور اس کے سامنے ذکر آئے تو خضوع و خشوع بجالائے اور باوقار ہو جائے اور اعضاء کو حرکت دینے سے باز رکھے اور اپنے اوپر ہیبت و تعظیم کی حالت لائے اور ادب کرے جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ادب سکھایا اور قصیدہ ہمزیہ میں شاہ ولی اللہ بایں طور لکھتے ہیں:

ینادی ضارعا بخضوع قلب و ذل و ابتهال و التجاء

رسول اللہ یا خیر البرایا نوالک ابتغی یوم القضاء

یعنی جب کہ آپ سے حضوری حاجت طلب کرنی ہو تو تضرع وخضوع تذلل وزاری قلب سے سب کچھ بجا لائے پس ان تمام دلائل قاطع سے ثابت ہوا کہ آپ کی ذات کو حاضر و ناظر سمجھنا کفر و شرک نہیں اور آپ کی ذات ہر جگہ حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں اور ان پر کوئی قید نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

سوال وہابی و مرزائی و شیعہ و چکڑالوی کا وعظ سننا جائز ہے یا نہیں قرآن مجید و احادیث شریف و آثار صحابہ سے جواب دو؟

جواب: بے شک فرقہ وہابیہ و شیعہ و چکڑالوی و نیچری وغیرہ مذاہب کا باطلہ وعظ سننا اور ان کو مسند اہل اللہ پر بیٹھانا نزدیک مذہب حقہ یعنی اہل سنت و جماعت کے جائز نہیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہدایت کرنا اسی شخص کا کام ہوتا ہے جو خود راہ ہدایت پر ہو اور حدیث کا مصداق ہو نہ ہو وہ شخص کہ گڑھے گمراہی و ضلالت میں مستغرق ہو کر سرگرداں و پریشان حال رہتا ہو اور قرآن مجید و احادیث شریف و آثار صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین سے ثابت ہو چکا ہے کہ ظالموں اور فاسقوں اور اہل بدعت و اہل ہوا کے ساتھ مجالست و موانست و مواکلت و مشاربت کرنا منع ہے۔ وھو ہذا:

﴿لَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

اور اس کی تفسیر تفسیر احمدی میں اس طرح مذکور ہے:

" ان القوم الظلمین هم المبتدع والفاسق والكافر والقعود مع كلهم "

یعنی ظالم لوگ بد مذہب و فاسق و کافر ہیں ان سب کے ساتھ بیٹھنا منع ہے اور دوسری جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ظالم لوگوں کی طرف میل مت کرو کہ تم کو ان کے سبب سے دوزخ کی آگ چھوئے۔

اور علاوہ اس کے قرآن مجید کا یہ بھی حکم ہے کہ اگر تمہارے پاس فاسق خبریں لے کر آئیں تو ان پر اعتماد نہ کرنا تاوقتیکہ اس کو اچھی طرح جانچ نہ لو۔ وھو ہذا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا﴾

یعنی اے ایماندارو اگر تمہارے پاس فاسق خبر لائے تو اس کو تحقیق کرو یعنی فاسق کے کہنے پر اعتماد نہ کرو تاوقتیکہ اس کی پڑتال نہ کرلو:

﴿فَتَفَرَّقُوْا وَتَفَضَّحُوْا﴾

(نقل از خازن و کبیر)

اور طبرانی و غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۷۹ میں معاذ بن جبل و حضرت انس رضی اللہ عنہما سے بایں طور منقول ہے:

" وانه یجی فی اخر الزمان قوم ینقصونهم الا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولاتناکحوهم ولا تصلوا علیهم معهم "

یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ فرقہ ہوائیہ مبتدع کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ان کے ساتھ پیو اور نہ ان کے ساتھ کھاؤ اور نہ ان کے ساتھ رشتہ بندی کرو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو اور نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب تم بد مذہب کو دیکھو تو اس سے ترشروئی کے ساتھ دیکھو اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نیز مذکور ہے فرمایا آپ نے:

" رب عابدٍ جاھلٍ عالمٌ فاحذروا "

یعنی بہت عابد جاہل ہو جائیں گے اور بہت عالم تباہ کار اور تم جاہل عابدوں اور تباہ کار عالموں سے بچو۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص کہ قابل اس امر کے نہ ہو تو اس کو اس امر پر مقرر نہ کیا جائے اور کسی شخص نے ایسا کر بھی دیا تو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی خیانت کی اور ایک روایت میں نیز اس طرح مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ یا حضرت فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے تو فرمایا آپ نے تجھے معلوم ہے کہ اس نے کوئی بد مذہبی کا طریق ایجاد کیا ہے اگر ایسا ہے تو اس کو میرا سلام نہ کہنا اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بد مذہب کو سلام کہنا گویا اس کو دوست بنانا ہے۔ وھو ہذا:

" عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما انه جآء رجل فقال ان فلاناً یقرء علیک السلام فقال بلغنی انه قد احدث فان کان قد احدث فلا نقراء علیه السلام وامامنا امام احمد ابن حنبل قال

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

من سلم علی صاحب بدعۃٍ فقد حبہ "

اور ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک دن ایک بد مذہب نے امام ابن سیرین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ابوبکر آپ کی خدمت میں ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں ۔ فرمایا نہ اور انہوں نے کہا کہ ایک یا حضرت اگر وہ کوئی آیت قرآن مجید کی آپ کے آگے پڑھتے تو کیا حرج تھا فرمایا کہ میں ڈرا کہ وہ آیت پڑھ کر کچھ معنی میں تعریف کرتے اور میرے جی میں جگہ کرتی اور حضرت حسن بصری و محمد بن سیرین نے کہا کہ بد مذہبوں کے ساتھ نہ بیٹھو اور سلف صالحین کا یہ طریق تھا کہ جب کسی بد مذہب کو دیکھتے تو اس راستہ سے کنارہ کشی کر جاتے تھے کیونکہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بد مذہبوں کے ساتھ نہ بیٹھو کہ بلا کھجلی کی طرح اڑ کر لگتی ہے اور امام غزالی کتاب احیاء العلوم باب منکرات مساجد میں تحریر کرتے ہیں :

" فالواعظ المبتدع یجب منعہ' ولا یجوز حضور محبسہ الاعلیٰ عصد اظہار الرد علیہ "

یعنی مبتدع واعظ کا روکنا واجب ہے اور اس کے وعظ میں جانا ناجائز ہے مگر جب کہ اس کے روکنے کا قصد ہو اور علامہ طحاوی نے لکھا ہے :

" اما الفاسق العالم فلا یقدم لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانۃ شرعاً "

یعنی اگر فاسق عالم سب سے زیادہ صاحب علم تو اس کو امام بنانا جائز نہیں کیونکہ اس کو آگے کرنا اس کی تعظیم لازم آتی ہے حالانکہ اس کی اہانت کرنا شرعاً واجب ہے اور ایسا ہی صاحب حلبی نے شرح منیہ میں لکھا ہے :

" المبتدع فاسقٌ من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل "

یعنی بد مذہب عقیدہ کا فاسق ہے اور وہ عمل کے فسق سے بدتر ہے اور کتاب مسلم بروایت ابوہریرہ سے اس طرح مذکور ہے :

" یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم واباؤکم وایاہم لایضلونکم ولا یفتنونکم "

یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ آخر زمانہ میں فریبی اور مکار اور جھوٹے لوگ آئیں گے اور لائیں گے تمہارے پاس ایسی حدیثیں کہ نہ سنی ہوں گی تم نے او نہ تمہارے باپ دادوں نے اور تم اپنے آپ کو ان سے بچاؤ اور ان کو اپنے سے ایسا نہ ہو کہ تم کو کہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ فساد میں نہ ڈالدیں اور ایک روایت بخاری و مسلم میں اس طرح سے منقول ہے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم کم سن کم عقل اور سوا حدیث و قرآن کے ان کی گفتگو نہ ہوگی اور قرآن پڑھے گی لیکن ان کے الفاظ یہ ہیں :

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" یقولون من خیر قول البریة یقرء ون القران لا یجاوز حناجرهم یمرقون من الذین کمروق السهم من الرمیة الحدیث متفق علیه "

اور صاحب ترمذی نے لکھا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے :

" السنتهم احلی من السکر وقلوب الذیاب "

یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی اور دل ان کے بھیڑیوں سے زیادہ سخت ہوں گے اور شاہ عبدالعزیز صاحب اپنی تفسیر میں ذیل اس یت کریمہ

﴿ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴾

کے لکھا ہے کہ ایماندار آدمی کو ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا وغیرہ نہ چاہیئے وہو ہذا :

'' فانه لا یوانس المبتدع ولا یجالسه' ولا یواکله' ولا یشاربه' "

مطلب یہ ہے کہ ایماندار کو جائز نہیں کہ وہ بد مذہب کے ساتھ محبت کرے یا اس کے ساتھ بیٹھے یا اس کے ساتھ کھائے یا پیئے اگر ایسا کرے گا تو اس کے ایمان میں نقصان پہنچے گا۔ پس ان تمام دلائل قاطع سے یہ ثابت ہوا کہ اہل سنت و جماعت کو ہرگز ہرگز نہیں چاہیئے کہ فرقہ ہوائیہ مثل شیعہ و وہابی و مرزائی و چکرالوی و نیچری وغیرہ کو اپنے مسند اہل اللہ پر جگہ دیں اور ان کا وعظ سنیں او ان کی بات پر اعتماد کریں و بقول شخصے، تعجب ہے کہ ہنر منداں ممبیر ندوبے ہنراں جائے ایشاں گیرند۔

کس نیاید بزیر سایہ بوم　　　درھما از جہاں شود معدوم

لہٰذا برادرانِ اہل سنت و جماعت کو چاہیئے کہ فرقہ عدو اللہ کو مسند اہل اللہ پر ہرگز نہ بیٹھنے دیں ورنہ نتیجہ اس کا اچھا نہ ہوگا۔

منشیں با بداں کہ صحبت بد　　　گرچہ پاکی ترا پلید کند

باقی ذکر مفصل اس کا طرد المبتدعین عن مجالس المسلمین اور قہر کبریائی بر قلعہ ثنائی میں جو فقیر کی تصنیف میں سے ہے ملاحظہ کریں:

﴿ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾

سوال : مبتدع فرقہ یعنی ضالہ فرقہ اور اہل سنت والجماعت فرقہ کون ہے؟

جواب : اس کا مفصل ذکر جلد اول و دوئم وسوم و چہارم میں گذر چکا ہے اور مختصر بات یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت وہ فرقہ ہے جو ائمہ اربعہ سے کسی ایک کا پیرو ہو کر چلے اور اسی فرقہ کو ناجی کہا جاتا ہے چنانچہ صاحب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

طحطاوی نے کتاب الذبائح میں ذکر کیا ہے۔ وہو ہذا :

" وهو هذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فى مذاهب الاربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون ومن كان خارجاً من هذه المذاهب الاربعة فى ذلك الزمان فهو من اهل البدعة والنار "

یعنی نجات پانے والا گروہ آج کے دن جمع ہے چار مذاہب میں وہ حنفی اور مالکی شافعی اور حنبلی ہیں جو ان ہر چہار مذاہب سے خارج ہے وہ بد مذہب جہنمی ہے اور مجموعی طور پر ان ہر چہار مذاہب کو اہل سنت و جماعت کہا گیا ہے کیونکہ بجہت عقاید اصولیہ یہ ایک ہی اور بحیثیت اختلاف مسائل فروعیہ میں ان کو الگ الگ گنا گیا ہے ورنہ دراصل یہ چاروں ناجی ہیں اور اس کی تائید پر خود قرآن مجید شاہد ہے، وہو ہذا:

﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلاً "

فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی اے امت مرحومہ اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو تم سب شیطان کے تابع ہو جاتے مگر تھوڑے پس اس آیت شریفہ سے ثابت ہوا کہ جو بڑی جماعت مسلمانوں کی ہے ان پر ہی اللہ کریم کا فضل اور رحمت ہوئی اور وہی اپنے آپ کو ناجی فرقہ کہلانے کا حق رکھتی ہے اور حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نیز اس بات پر شاہد ہے:

" اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فى النار "

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ پیروی کرو تم بڑی جماعت کی پس جو بڑی جماعت سے نکلا وہ جہنم میں ڈالا گیا اور ایک حدیث میں ہے:

" لاتجمع امتى على الضلالة "

یعنی میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی پس ان تمام دلائل قاطع سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جماعت کثیر مسلمانوں کی حق پر ہوگی اور وہی خلود جنت کا حق رکھتی ہے۔ پس اب ذرا فرقہ وہابیہ و چکڑالویہ و مرزائیہ و شیعہ کو انصاف اور غور کرنا چاہئے کہ اگر وہ مسلمانوں سے کون سا گروہ گروہ کثیر ہے اور جواب دیں اور میں کہتا ہوں کہ اگر تمام گروہ بھی جمع کریں تو پھر بھی اہل سنت و جماعت کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

واللہ اعلم بالصواب

سوال: فرقہ وہابیہ کہتا ہے کہ اہل قبور ہماری آوازیں نہیں سن سکتے اور اپنے دعوے پر یہ دلائل پیش کرتا ہے:

﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ﴾

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے میرے حبیب مردے نہیں سنتے اور مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اسی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

طرح فرماتی ہیں اور صاحب فتح القدیر وغیرہ کتب معتبرہ حنفیہ باب الیمین میں بھی اس طرح لکھتے ہیں پس جب کہ یہ بات ثابت ہوئی تو پھر صاحب قبور کیا امداد دیں گے۔

(السائل حاجی اللہ بخش چک نمبر ۲۵۶)

جواب: یہ محض ان لوگوں کی نا سمجھی ہے قرآن مجید و احادیث شریف میں تو یہ کہیں نہیں ثابت ہوتا کہ اہل قبور نہیں سن سکتے اور نہ ہی ان ہر دو آیتوں کے یہ معنی ہیں جو کہ اس فرقہ ضالہ نے کئے ہیں اور نہ ہی ان سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ فی الحقیقت اہل قبور نہیں سن سکتے دیکھو تفسیر حسینی و رؤفی جلد دوم سورہ فاطر وھو ہذا؛

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴾

تحقیق اللہ سنا دیتا ہے اور سمجھا دیتا ہے جیسا چاہتا ہے ساتھ توفیق اور ہدایت کے اور نہیں تو سنانے والا ان شخصوں مردوں کو نہیں تو مگر ڈرانے والا تجھ پر یہی ہے کہ پیغام پہنچائے اور ڈرائے کہ:

﴿ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغِ ﴾

اور آیت دوم سورہ دوم کے معنی اس طرح پر ہیں:

﴿ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴾

پس تحقیق تو نہیں سنا سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکت ابہروں کو پکار جس وقت کہ پھر جاتے ہیں پیٹھ موڑ کر سمجھ لیجئے کہ قید پر جانے کی اور پیٹھ پھرانے کے واسطے تاکید کی ہے کہ بہرا جو رو برو ہوا اگرچہ کلام نہ سنے لیکن حرکات لب و دہان سے کچھ سمجھ جتا ہے اور جب پیٹھ پھیرلے تو کچھ بھی نہیں سن سکتا۔

﴿ وَمَا اَنْتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ اَنْ تُسْمِعَ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُوْنَ ﴾

نہیں تو ارادہ دکھانے والا اندھوں کو گمراہی ان کی سے یعنی تجھے قدرت نہیں کہ توفیق ایمان کی دے مشرکوں کو نہیں سناتا تو پند اور نصیحت قرآن کی مگر اس شخص کو کہ ایمان لاتا ہے ساتھ کتاب ہماری کے الخ۔

ناظرین ذرا انصاف فرمائیں کیا ان ہر دو آیتوں پیش کردہ سے یہ کہیں ثابت ہو سکتا ہے کہ اہل قبور ولی اللہ اور عام مومنین ہماری زندوں کی آوازیں نہیں سن سکتے، ہرگز نہیں بلکہ ان کا مطلب یہ ہوا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو کہ اے حبیب یہ لوگ کفار مردے ہیں تو ان کو نہیں سنا سکتا نہ تیرے وعظ کو غور و تفکر سے سن سکتے ہیں اور نہ ہی تو ان کو ہدایت پر لا سکتا ہے صرف کام تیرا میرے احکام پہنچا دینا اور ڈرا دینا اور تو گھبرا مت کیونکہ سمجھانا اور ہدایت پر لانا ان کو طاقت بخشنا یہ حقیقت میں میرا کام ہے جیسا کہ ان ہر دو آیتوں کی تفسیر سے ظاہر ہے لقولہ تعالیٰ:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی﴾

یعنی حقیقت میں کسی کو ہدایت پر لانا یا مارنا خداوند کریم کا کام ہے اسی طرح توفیق حقیقی سماعت کی بخشنا بھی اسی کا کام ہے اور علاوہ اس کے یہاں نفی اسماع کی ہے نہ سماع کی اور نفی اس ماع کی مستلزم نفی سماع کو نہیں ہوا کرتی جیسا کہ خود ظاہر ہے:

﴿اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ...... الآیۃ﴾

﴿وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی وَلَا تُسْمِعُ الدُّعَاءَ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ نفی سامع وغیرہ امور کی مجازاً مخاطب کو کی گئے ہے نہ حقیقۃً۔

اور یہ بھی قرآن کریم سے ظاہر ہوا ہے کہ کفار لوگ ظاہر میں دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں اور حقیقت میں ان امور سے بعید ہیں چنانچہ سورہ اعراف پارہ ۹ میں ہے:

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَھَنَّمَ کَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَھُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِھَا اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغَافِلُوْنَ﴾

مطلب یہ ہے یعنی بہت آدمی اور جن پیدا کئے ہیں ان دل تو ہیں لیکن حقیقت میں بات کو نہیں سمجھتے اور ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن ان سے حق کو نہیں دیکھتے اور ان کے کان ہیں لیکن ان سے حق سخن نہیں سنتے یہ لوگ مانند چارپاؤں کے ہیں بلکہ ان سے بدتر گمراہی میں اور غفلت میں ہیں اور پارہ دوم میں ان کی مثال فرما کر کہہ دیا ہے:

﴿صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ﴾

اور پارہ اول میں اس کا سبب بھی بیان کر دیا ہے وھو ہذا:

﴿ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارِھم غشاوۃ﴾

یعنی اللہ تعالیٰ نے بسبب اصرار و سرکشی وغفلت و ایذا دینے ان کے فرمایا کہ مہر لگا دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور جو میرے حبیب کو ایذا دیتے ہیں اور ان کی سزا ﴿وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ ہے۔ سچ ہے:

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور صاحب تحفہ احمدیہ صفحہ ۳۳ میں ذیل میں ان ہر دو آیت کا یوں مطلب لکھتے ہیں:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کافر انزا خواند موتے در نبی رب الجلیل
وآں منافق را مریض القلب و ذوی رای علیل

مومنا نزا خواند حی قیم ذوالمنن
بل ہم احیاء بخواں آیہ لا تحسبن !

نشوی مردگاں کافر انزا اے رسول
آن سماع منتفع فہم اس قبول

گوش کن از بہرآں توضیح وتحقیق مقام
گفتہ در شرح منامل ایں قیم ایں کلام

اور علاوہ اس کے سماع بھی تین قسم پر ہوتا سماع وادراک، سماع فہم سمع وہم یہاں سے نفی سمع فہم کی ہے اور اعتراض نمبر۲ کدام المؤمنین سماع موتی سے بالکل منکر ہے سو اس کا جواب یہ ہے شیخ عبدالحق شرح مشکوٰۃ وامام قسطلانی مواہب لدنیہ وشرح بخاری میں لکھا ہے کہ ام المومنین نے رجوع کر لیا تھا اور کتاب شرح برزخ صفحہ ۲۲۲ میں حضرت امیرالمومنین سے بایں طور حدیث مذکور ہے:

"عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ ما من یزور قبرا خید ویجلس علیه الا استانس ورد علیه حتی یقوم"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں کوئی شخص جو اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اس کی قبر کے نزدیک بیٹھے مگر مردہ خوشحال ہوتا ہے اور انس کرتا ہے سلام کا واب دیتا ہے اور اسی کتاب وصفحہ میں ابوہریرہ سے روایت بیاں طرور مسطور ہے کہ کہا ابوہریرہ نے کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کی قبر کی زیارت کے لئے جاتا ہے اور سلام کرتا ہے تو وہ صاحب قبر اس کے سلام کو جواب دتا ہے اور زندہ کے لئے دعاء خیر کرتا ہے اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

"المیت یؤذیه فی قبرہ ما یؤذیه فی بیته"

فرمایا مائی صاحبہ نے جس بات سے میت کو گھر میں ایذاء ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے پاتا ہے اور ترمذی میں تحریر ہے کہ خود مائی صاحبہ نے اپنے بھائی کی قبر پر جا کر باتیں کیں اور حاکم وطبرانی حضرت خرم سے حدیث نقل کی ہے کہ کہا خرم نے کہ مجھے ایک نے قبر پر بیٹھا دیکھا تو فرمایا:

"صاحب القبر انزل من القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک"

صاحب قبر والے قبر سے اتر صاحب قبر کو ایذا نہ دے اور وہ تجھے ایذا نہ دے اور مجدد صاحب مائۃ حاضرہ نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ ابوقلابہ بصری فرماتے ہیں کہ میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا۔ رات کو خندق میں اترا اور وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کے سو گیا جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا مجھ سے گلہ کرتا تھا:

"لقد اذیتنی منذ اللیلة"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی اے شخص تو نے مجھے رات بھر ایذا دی اور مسند امام احمد رحمۃ اللہ میں حضرت ام المومنین سے بایں طور حدیث مذکور ہے:

" عن عائشة قالت كنت ادخل بيتي الذى فيه رسول الله ﷺ وانى واضع واقول انما هو زوجي وابى فلما دفن عمر معهم فوالله ما دخلت الا وانا مشدودة على ثيابى حياء من عمر "

کہا میں اپنے حجرہ جہاں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق دونوں ہیں میں اس میں کھلی پھرا کرتی بایں خیال کہ ہر چند یہ مجھے ننگے سر دیکھتے ہیں پھر کچھ ہرج نہیں کیونکہ حضرت تو میرے شوہر ہیں۔ ابوبکر تو میرے باپ ہیں جب حضرت عمر وہاں دفن ہوئے تو پھر میں کبھی ایسی کھلی نہیں رہتی ہوں کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ میرے غیر محرم ہیں مجھے ان سے شرم آتی ہے ہکذا فی رحمۃ الرضوان صفحہ ۹۔

اور ایک روایت میں یوں بھی وارد ہے کہ جب تم گورستان میں جاؤ تو کہو:

" السلام عليكم يا اهل القبور "

پس ان تمام دلائل قاطع سے صاف صاف معلوم ہوا کہ مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی یہی مذہب تھا کہ مردے سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور پہچان لیتے ہیں اور اسلام کا جواب بھی دیتے ہیں اور ان کو زندوں کی طرف سے ایذا بھی پہنچتی ہے، فقط۔

تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ واقعی مذہب امام صاحب کا صحیح یہی ہے کہ مردے سنتے ہیں اور اگر ان کا مذہب یہ نہ ہوتا تو ضرور کوئی شاگرد ان کا بیان کر دیتا اور کسی نہ کسی کتاب معتبرہ میں اس کا ذِکر ہوتا اور جو بعض کتب فقہ معتبرہ باب الیمین میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں شخص سے بات چیت نہ کروں گا اور پھر اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر یا اس کی میت سے بات چیت کی تو حانث نہ ہوگا کیونکہ وہ نہیں سن سکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے یہاں عرف کو اختیار فرمایا ہے نہ حقیقت کو چنانچہ تحفہ احمدیہ صفحہ ۳۸:

نظم

آں تکلم بافریق مرد گاں در عرف عام
نشمرند آنرا اسماع از مردہ از زندہ کلام

لاجرم حانث نگر د د صاحب سوگند ازاں
چونکہ بیحرف آمدہ مبنائے ایماں ایجواں

پس منافی باسماع کہ حقیقی ہست نیست
زانکہ نفی آں آں حقیقی لازم ایں نفی نیست

گر خورد سو گند بخورم لحم رامن بعد زاں!
لحم ہائے خورد او حانث نمیگردازاں!

باوجود آنکہ گفتا خالق انس و پری
سمک مائی رادراں تنزولِ خود لحم طری

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

غرضیکہ جہاں کہیں کسی کتب فقہ معتبرہ میں نفی سماع موتٰی کی آئی ہے وہاں عرف ہی مراد ہوگی نہ حقیقتاً اور شریعت عرف کو اکثر جگہ پکڑتی ہے اور اس کا ثبوت قرآن مجید و احادیث شریف سے ظاہر ہے جس کا مفصل ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ششم میں آئے گا، فقط۔

واللہ اعلم بالصواب

سوال: بزرگان خدا کے آگے سجدہ تعظیمی کرنا یا ان کے آگے جھکنا یا ان کے پاؤں کو بوسہ دینا جائز ہے یا حرام، کیونکہ بناوٹی اہلحدیث کہتے ہیں کہ یہ سب امور شرک اور کفر ہیں چنانچہ مولفہ اصول زندگی نے لکھا ہے جواب دو اجر ملے گا؟

جواب: سجدہ عبودیت کا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے غیروں کے لئے ہرگز جائز نہیں اور سجدہ تعظیمی و تکریمی میں علمائے دہ کا نہایت درجہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے جائز کہا ہے اور بعض نے ناجائز کہا ہے اور صاحب محیط و فتاویٰ جواہر قلمی صفحہ ۲۲۷ میں بایں طور لکھا ہے:

" السجود للسطان اذا كان بقصد التعظيم والتحية دون العبادة لا يكون كفراً لان الملئكة امروا بالسجود "

پس اس عبارت سے معلوم ہوا سجدہ تعظیمی و تکریمی کے کرنے سے انسان کافر نہیں ہوسکتا ورنہ فرشتوں اور اخوان یوسف علیہ السلام کو خداوند کریم سجدہ کا حکم نہ دیتا کیونکہ یہ شان خداوند لایزل کی نہیں کہ ان کو شرک کی تعلیم دے اور علاوہ اس کے قرآن کریم و احادیث صحیح سے سجدہ تعظیمی کی نفی اشرف المخلوقات کی خاطر کہیں بھی نہیں دیکھی گئی۔ اگر ہے تو وہاں مراد باحت ہوگی نہ حرمت اور تفسیر رؤفی ذیل اس آیت کریمہ کے

﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ﴾

لکھا ہے اور یاد کرائے حبیب یہ بھی کہ جب کہا ہم نے واسطے فرشتوں کے یکبار سجدہ کرو تم آدم کو تعظیم کا پس کیا تمام ملائکہ نے مگر ابلیس نے انکار کیا اور صاحب بیضاوی نے اس سجدہ کے یہ معنی کئے ہیں:

" واما المعنى اللغوى هوا لتواضع "

اور صحیح تر یہ معنی ہیں کہ فرشتوں نے سرزمین پر برصیغہ تواضع رکھا تھا اور وہی سجدہ ہوا۔

لہٰذا اپنے سر کو اپنے بڑے بزرگوں کی خاطر جھکا دینا جائز ہوا چنانچہ ان دلائل سے ظاہر ہوتا ہے بقولہ تعالیٰ:

حاشیہ: عرض خادم شریعت کی اس میں یہ ہے کہ سجدہ تعظیمی کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا اور صحیح بات یہی ہے اور اس کے جواز اور عدم میں اختلاف ہے۔ فقط

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

﴿ وَاخفِض جَنَاحَکَ لِلمُؤمِنِینَ ...... الخ ﴾ اور ﴿ وَاخفِض جَنَاحَ الذُّلِّ ...... الخ ﴾
جھکا لیجئے اپنے پروں کو مومنوں کے لئے اور الذل کے معنی تزلل و تواضع و فروتنی کے ہیں اور صحیح ترمذی میں مذکور ہے کہ آپ نے یہودیوں کے گروہ کو چند باتوں کی نصیحت فرمائی تو انہوں نے آپ کے پاؤں اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور آپ کی نبوت پر تصدیق کی:

" فقبلوا یدیه ورجلیه وقالوا نشهد انک نبی "

اور تنبیہ الغافلین میں ہے کہ ایک اعرابی نے اذن مانگا کہ آپ کے پاؤں اور سر مبارک کو بوسہ دوں تو آپ نے اس کو اجازت فرمائی وھو ہذا:

" قال اعرابی ائذن لی یارسول الله ﷺ اقبل راسک ورجلیک فاذن له فقبل راسه ورجلیه "

اور تواضع بھی کئی قسم پر ہوتی ہے تواضع واسطے نبی کے تواضع واسطے مومنوں کے تواضع واسطے والدین کے اور بڑوں کے غرضیکہ جیسا کہ کسی صاحب کا مرتبہ ہو ویسے ہی اس کی تواضع کرنی چاہئے چنانچہ حدیث میں ہے:

" انزل الناس منازلهم "

اور بخاری شریف میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عبادہ بن اسامہ کی تعظیم کے لئے سر جھکا لیا اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا اور کہا کاش کہ اگر دیکھا ہوتا اس کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو البتہ درست رکھتے اس کو اور یہ حدیث شفا شریف میں قاضی عیاض سے بایں الفاظ مسطور ہے:

" وروی ابن عمر محمد بن اسامة بن زید فقبل له هو محمد بن اسامة فطاطاء ابن عمر ونقر بیدیه الارض وقال لوراه رسول الله ﷺ الاحبه ...... الخ "

اور صاحب فتاویٰ جواہر نے لکھا ہے:

" انه لو قبل وجهه السلطان العادل او عالمٍ او زاهدٍ اعزاً للدین فلا بأس به "

پس ان تمام دلائل قاطع سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ بغرض ثواب و محبت پیدا کرنے کے تواضع و فروتنی اس قدر تک کرنی بھی مسنون ٹھہری نہ شرک و نہ بدعت اور اگر شرک فروشوں کے پاس ان دلائل قاطع کے کرنے کے لئے ہتھیار ہے تو دکھائیں اور فقیر ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے ہتھیاروں کو بے دھار کر دے گا۔

جھک جانا تواضع سے چومئے دست و پا ۔۔۔ خدمتیں بزرگوں کی یوں جائے تو جاتا جا

سوال: غلام نبی و عبدالنبی و غلام محی الدین و پیر بخش و پیراندتا یہ نام رکھنے جائز ہیں یا نہیں فرقہ غیر مقلدین ان اسماء کو شرک و کفر سمجھتا ہے جواب دو اجر ملے گا؟

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جواب: بے شک ان اسماء کے رکھنے میں کوئی شرک و کفر نہیں کیونکہ دارو مدار عملوں کی نیت پر ہوتی ہے اور نیت والدین کی متبرکا ہوتی ہے نہ نیت کفر و شرک یہ نیت نہیں ہوتی کہ لڑکا مجھ سے محمد و پیر نے بخشا ہے خدا نے نہیں بخشا، معاذ اللہ، ایسا تو کوئی نادان آدمی بھی نہیں کہہ سکتا اور علاوہ اس کے یہ نام اکثر ملکوں کے رواج پر رکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ عبدالمطلب، عبدالشمس، عبدالحارث، عبدالمناف، عبدالدینار، حنظل، عمر، عثمان وغیرہ حدیثوں میں مذکور ہیں اور آپ کی ذات یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اسماء کو اپنی حیات میں بالکل تبدیل نہیں کیا دیکھو مشکوۃ، بخاری اور بلحاظ قاعدہ نحو کے بھی یہ نام رکھنے میں کسی قسم کا شرک نہیں آتا کیونکہ جب امرد اسم مل جائیں تو معنی اسم فاعل و مفعول و اسم ظرف اسم آلہ و مصدر وہاں کئے جاتے ہیں چنانچہ جلد ساز جلد بنانے والا خطا بخش گناہ بخشنے والا پیر کے بخشنے والا پس پیر کے بخشنے والا اور نبی کے بخشنے والا خدا تعالیٰ ہوا اور علاوہ ازیں مجازاً ابن مریم کو بزبان مہندی جبریل بخش بھی کہا گیا ہے۔

قرآن شاہد ہے یعنی جبرائیل نے کہا میں تجھے لڑکا بخشا ہوں اور ایسا ہی نام جیونا چنانچہ اسمہٗ یحییٰ، یعنی نام اس کا جیونا ہوگا اور علاوہ اس کے ناموں کا اثر مولود پر ہرگز نہیں ہوسکتا، کہ مولود نبی بخش یا عبدالنبی یا پیر بخش کہنے سے کافر ہو جائے چنانچہ کسی شخص کا نام عبدالجبار یا عبداللہ یا عبدلمنان یا عبدالجلیل ہو اور اس کے افعال شرک و کفر و بدعت کے ہوں تو اس کے وجود پر ان ناموں کا کیا اثر پڑے گا ہاں مواہب و نسیم الریاض میں لکھا ہے کہ جن ناموں میں محمد رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک ہوگا۔ ان ناموں کی خاطر اللہ تعالیٰ ان اسماء والوں کو بخش دے گا۔

اور کتاب سیوف البارقہ علیٰ رؤس فاسقہ مؤلفہ علامہ محمد عبداللہ خراسانی صاحب نے لکھا ہے کہ عبدالمصطفیٰ غلام محمد، غلام محی الدین، غلام حسین وغیرہ نام رکھنے تبرکاً و تیمناً ثواب ہے اور ایسے ناموں کی تعظیم کی جائے۔ ہٰکذا فی فتاویٰ ذوالفقار حیدریہ سندیہ صفحہ ۱۷۲، غرضیکہ ایسے نام رکھنے جائز ہیں اور ایسے نام والے مسلمانوں کو اس وجہ سے کافر و مشرک کہنے والا خود کافر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ظاہر ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے اور اس میں وہ کفر کی بات نہ ہو تو کہنے والا خود کافر ہوتا ہے۔ فقط، واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: فجر کی سنتیں اگر کسی وجہ سے فوت ہو جائیں تو ان کو پہلے سورج نکلنے کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اقامت ہوتے سنتیں پڑھنے کا کیا حکم ہے جواب دو اجر ملے گا؟

السائل محمد وارث و محمد شریف از چنیوٹ ضلع جھنگ / مورخہ ۲۰، اگست ۱۹۱۹ء

الجواب: پہلے سورج نکلنے سے سنتیں فوت شدہ کا پڑھنا کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی صحابی کو حکم صراحتاً دیا ہے کہ تم طلوع آفتاب سے پہلے سنتیں فوت شدہ پڑھ لیا کرو، بلکہ آپ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

نے سورج نکلنے سے پہلے سنتیں فوت شدہ کے ادا کرنے کو سخت منع کیا ہے چنانچہ اس پر حدیثیں صحیح اور آثار صحابہ شاہد ہیں۔ وہو ہذا:

حدیث نمبر ۱: بخاری و مسلم و ابن ماجہ و ابوداؤد و ترمذی شریف و دارقطنی میں بایں طور مذکور ہے:

"عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لا صلوٰة بعد الصبح حتیٰ تطلع الشمس ولا صلوٰة بعد العصر حتی تغرب الشمس" رواہ ابوداؤد رحمہ اللہ۔

فرمایا آپ نے نہیں سورج نکلنے سے پہلے کوئی نماز درست اور نماز بعد عصر کے جہاں تک کہ غروب ہو شمس کوئی نماز نہیں بعد صبح کے۔

حدیث نمبر ۲: صحیح ترمذی و دارقطنی باسناد صحیح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بایں طور حدیث مسطور ہے۔

"عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلھما بعد ما تلع الشمس"

فرمایا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جس شخص نے نہ پڑھی ہوں سنتیں فجر کی پس چاہئے کہ ادا کرے ان کو بعد نکلنے سورج کے اور کہا حاکم نے اپنے شخص نے نہ پڑھی ہوں سنتیں فجر کی پس چاہئے کہ ادا کرے ان کو بعد نکلنے سورج کے اور کہا حاکم نے اپنے متدرک میں یہ حدیث باسناد صحیح مرفوع ہے۔

حدیث نمبر ۳: "ان بلغہ' ان عبداللہ بن عمر فاتتہ رکعتا الفجر فقضا ھما بعد ان تطلع الشمس رواہ موطا امام مالک"

امام مالک کو اس بات کی خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے دو رکعت سنتیں فجر کی فوت ہوئیں تو ان کو انہوں نے ادا کیا بعد سورج نکلنے کے۔

حدیث نمبر ۴: "عن ابی مجلزم قال دخلت المسجد مع ابن عمر بن عباس الامام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام فلد بن عمر مکانہ حتی طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین"

ھذا نقل از معانی الآثار

کہا مجلزم نے کہ داخل ہوا میں ساتھ عبداللہ بن عباس کے مسجد میں درحالیکہ امام نماز پڑھا رہا تھا۔ پس عبداللہ بن عمر صف اول میں امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے لیکن عبداللہ بن عباس دو رکعت پڑھ کر شریک نماز جماعت میں ہوئے پس جب کہ امام نے سلام پھیرا تو عبداللہ بن عمر اسی مقام پر بیٹھے رہے اور سورج نکلنے کے بعد دو رکعت سنتیں فوت شدہ کو ادا کیا پس اس حدیث سے دو تین باتیں ثابت ہوئیں ایک تو جماعت قائم ہونے پر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سنتوں کا پڑھنا دوسرا سنتیں فوت شدہ کو بعد از طلوع آفتاب پڑھنے کا حکم ظاہر نہ ہوتا تیسری یہ بات کہ ہر دو فعل جماعت صحابہ کے سامنے ہوئے تو کسی نے ان ہر دو صحابہ رضی اللہ عنہما کو نہ روکا۔

حدیث نمبر ۵: "اخرج ابن ابی شیبۃ عن ابن عمر انہ صلی رکعتی الفجر بعد ما الضحیٰ"

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دو رکعت فجر پڑھی بعد سورج نکلنے کے ...... الخ۔

اور فرقہ غیر مقلدین جو حدیث قیس و ابن عروانی پیش کرتے ہیں ان کو صاحب ترمذی و ابوداؤد و امام نووی ضعیف و منقطع وغیرہ الفاظ سے بیان کرتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ قیس ایک واقعہ اپنا ایک دکا بیان کرتا ہے جس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اور آپ کا چپ کرنا ایک مصلحت کے لئے تھا اور وہ یہ تھی کہ جب پھر جماعت کثیر جمع ہوگی تو اس کا فیصلہ دیا جائے گا سو آپ نے موقعہ پا کر آواز بلند کہ دیا کہ سنتیں فجر کی جس کی فوت ہو جائیں تو وہ سورج نکلنے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے، چنانچہ بخاری، مسلم و ترمذی کی حدیث سے ظاہر ہو چکا ہے۔

اور عند المحدثین یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ جب حدیث قولی اور فعلی جمع ہو جائیں تو قولی کو ترجیح ہوتی ہے اور اسی پر عمل کیا جاتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی اتباع اور صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے پہلے پڑھنے کی یہاں تک کیوں کوشش کرتے کہ اقامت ہونے پر بھی ان کو ادا کر لیتے اگر سورج نکلنے سے پہلے ان کا پڑھنا جائز تھا جواب دو اور وہ حدیثیں یہ ہیں:

"عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی قال کان رسول اللہ ﷺ یصلی رکعتی الفجر عند الاقامۃ"

(نقل از مسند امام احمد)

یعنی کہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ وقت اقامت کے دو رکعت پڑھتے تھے اور ایسا ہی سنن ابن ماجہ میں ہے:

"کان النبی ﷺ یصلی رکعتین عند الاقامۃ"

اگر کسی صاحب کو اس سے زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی کرنی منظور ہو تو معانی الاثار و ستہ ضرور یہ محدث فیض پور کو مطالعہ کرے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: مرتد شخص ورثہ مسلمان بھائی کا یا والدین کا ورثہ پاسکتا ہے یا نہیں، اگر وہ توبہ کرے تو پھر کیا حکم ہے۔

(السائل مبارک شاہ سلاتوالی ڈاکخانہ بکھر)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

الجواب : مرتد شخص کو ہرگز ورثہ مسلمان بھائی ووالدین کا نہیں مل سکتا، چنانچہ کتب ذیل میں درج ہے :

"المرتد لا یرث من مسلم ولا من مرتد مثله کذا فی المحیط" وفتاویٰ عالمگیر جلد ۲ صفحہ ۴۵۸ اور خزانۃ المفتین میں ہے :"المرتد لا یرث من احد لا من المسلم ولا من الذمی ولا من مرتد مثله"

اور درمختار صفحہ ۲۸۳ میں ہے :

"موانعة الرق والقتل واختلاف الدین اسلاماً وکفراً"

یعنی وارث کے مانع غلام ہونا اور مورث کو قتل کرنا اور دونوں میں کفر و اسلام کا اختلاف ہونا۔

اور فتاویٰ جامع الفوائد میں ہے :

"ومن انکر شرائع الاسلام فقد ابطل فقد ابطل قوله لا اله الا الله هکذا فی فتاویٰ غرائب"

اگر مرتد ان کی زندگانی میں توبہ کر لے تو توبہ اس کی صحیح مذہب اہل سنت و جماعت میں قبول ہوگی پھر اس کو ورثہ مل سکتا ہے چنانچہ تنویر الابصار مطبع ہاشمی صفحہ ۳۱۹ میں مذکور ہے :

"کل مسلم مرتد فتوبة مقبولة الا الکافر یسب بنی اولشیخین اواحدهما"

اور ایسا ہی فتاویٰ خیریہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۹۴، ۹۵ اور البصائر صفحہ ۱۸۶ میں لکھا ہے :

"کل کافر تاب فتوبته مقبولة فی الدنیا والاخرة ...... الخ"

یعنی ہر ایک مرتد کی توبہ قبول ہو جاتی ہے لیکن جو سب شیخین یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی اور ایسا ہی درمختار صفحہ ۳۲۰ میں ہے اور فتاویٰ غرائب میں ہے :

"یومر بالتوبة والرجوع عن ذلک وتجدید النکاح مع امرأته"

پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مرتد شخص اپنے مسلمان بھائی کا ورثہ نہیں پا سکتا ہاں اگر توبہ تجدید اسلام و تجدید نکاح ان کی زندگانی میں کرے تو پھر اس کو ورثہ پہنچ سکتا ہے، فقط۔

واللہ اعلم بالصواب۔

المجیب خادم شریعت نظام الدین ۱۵ / جون ۱۹۲۰ء

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سوال : وہابی و نیچری و مرزائی وغیرہ مذہب باطلہ اپنے بھائی اہل سنت و جماعت یا والدین کے مال متروکہ سے وارث ہو سکتے ہیں یا نہیں جواب دو اجر ملے گا ؟

جواب : اگر ان کی نوبت کفر تک پہنچ چکی ہو تو پھر یہ لوگ بے شک اپنے بھائی والدین مسلمان اہل سنت وجماعت کے مال متروکہ کے وارث نہیں ہو سکتے چنانچہ در مختار صفحہ ٦٦٨ و فتاویٰ عالمگیری جلد ٦ صفحہ ١٣٢ سے حضرت مولانا العلامہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی مجدد مائۃ حاضرہ نے اپنے رسالہ روافض میں لکھا ہے "صاحب الھویٰ ان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد" یعنی اگر بد مذہب عقیدہ کفر رکھتا ہے تو وہ بمنزل مرتد کے ہے اور ایسا ہی ملتقی البحر و فتاویٰ ہندیہ و فتاویٰ ظہیریہ وغیرہ میں لکھا ہے ۔

واللہ اعلم بالصواب .

خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفی عنہ .

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

استفتاء

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں اگر کسی عورت بیوہ ذات چندڑ زمیندار نے بلا اجازت ولیوں کے اپنا نکاح کسی دھوبی سے کر لیا ہو اور وہ دھوبی خوف کی وجہ سے کہیں چلا گیا ہو اور وہ زمیندارنی زمین داروں کے ہاتھ آ گئی ہو اور وہ زمیندار اس کے نکاح کو فسخ کرانا چاہتے ہیں کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں ؟

فقط السائل حکیم نذر محمد از چکیرہ کلاں ڈاکخانہ ساہیوال مورخہ ۱۳ / اگست ۱۹۱۹ء

الجواب : یہ نکاح ہرگز جائز نہیں، کیونکہ زمیندار قوم اعلیٰ ہے اور دھوبی قوم حقیف خسیس اور دھوبی زمیندار عورت کی کفو نہیں اور شریعت نے کفو کا بہت لحاظ رکھا ہے کیونکہ زمینداری کی عزت میں اس میں نہایت بٹہ لگتا ہے لہذا یہ نکاح بوجہ ناراض ہونے ولیوں کے فسخ ہو سکتا ہے ہاں اگر ولی اقرب اس نکاح کو جائز رکھے تو نکاح مذکور صحیح رہے گا چنانچہ کتب فقہ معتبرہ میں مذکور ہے :

" نفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولی عند ابی حنیفة و ابی یوسف فی ظاهرة الروایة و قال محمد ینعقد موقوفاً سواء کان الزوج کفواً اولا "

(نقل از چلپی)

اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے :

" روی عن ابی حنیفة و ابی یوسف حنیفة لا یجوز فی غیر الکفو "

اور فتاوی حمادیہ و خزانۃ المفتی وفتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے :

" وروی الحسن عن ابی حنیفة عدم جوازه وعلیه الفتویٰ "

اور برجندی جلد دوم صفحہ ۹ میں لکھا ہے :

" الاعتراض ههنا ای اذا زوجت المرأة نفسها عن غیر کفو فللولی اعتراض ای یفسخ النکاح و ذلک بان یرفع الامر الی القاضی لیفسخ النکاح بینهما ...... الخ "

اور ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۴۵ میں لکھا ہے :

" واذا تزوجت المرأة نفسها من غیر کفر وللاولیاء ان یفرقوا بینهما دفعا تضرر العار عن انفسهم ...... الخ "

اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے :

" الکفاءة فی النکاح معتبرة "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور درمختار میں ہے:

" تعتبر الکفاءۃ لزوم النکاح خلاف المالک "

اور فتاویٰ حمادیہ میں ہے:

" انہ تعتبر الکفاءۃ فی الحرۃ وھو المختار "

اور نور الہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے " عورت فراش ہے مرد کی اور عمدہ فراش مرد خسیس کو لائق نہیں الخ " پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ اس نکاح کو بحکم قاضیٔ وقت فسخ کرادینا چاہیے، فقط۔

واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر کسی عورت باکرہ یا ثیبہ اعلیٰ خاندان کی نے کسی عالم نیک بخت کے ساتھ بلا اجازت ولی نکاح کرلیا اور عالم کا بدون شغل علم دین کے اور کوئی کام نہیں کیا اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں اور فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا ؟

جواب: بے شک یہ نکاح صحیح اور درست ہے اور یہ نکاح فسخ نہیں ہوسکتا کیونکہ علم کو فضیلت ہر ایک نسب پر اظہر من الشمس ہے چنانچہ قرآن مجید و احادیث شریف و کتب فقہ میں ہے:

" لان شرف العلم فوق شرف النسب "

(کذا فی درمختار)

وبرجندی و خزانۃ المفتین ونادر الجواہر و مختار الفتاویٰ و محیط و خزانہ میں:

" الکفاءۃ انما ھی فی حق النساءِ خاصۃ حتی ان الزوج الشریف اذا تزوج بالارزل من النساء لیس للاولیاء اعتراضٌ فان لم یکن کفوٌ "

اور اس کی شرافت پر آیت شاہد ہے:

﴿ اُوْتُوْا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ﴾

المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی قادری عفی عنہ

سوال: سیدہ صحیح النسب کے ساتھ عالم یا بے علم شخص زمیندار نے نکاح کرلیا تو یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں اور ان سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں مولوی کولوتارڑاں والہ اور ثناء اللہ امرتسری اس کو جائز قرار دیتے ہیں ؟

السائل امام شاہ از کولو تارڑاں

الجواب: نکاح سیدہ سے عامی شخص صاحب خاندان یا عالم فاضل ہو، نزدیک محققین اہل سنت و جماعت کے صحیح مذہب میں ہرگز جائز نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کے برابر کوئی خاندان نہیں چنانچہ ترمذی میں ہے کہ فرمایا آپ ﷺ نے:

" انا خیرھم نفسا و خیرھم بیتاً "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

میں تمام آدمیوں سے بہتر ہوں اور میرا خاندان تمام خاندانوں سے اعلیٰ ہے اور میرے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے تمام خاندانوں سے چن لیا ہے اور غایۃ الاوطار میں لکھا ہے کہ عجمی مرد کفو عربیہ کا نہیں ہو سکتا، وہو ہذا:

" یکون کفوا للعربیۃ ولو کان العجمی عالماً او سلطاناً وھو الاصح "

اور در مختار میں ہے:

" تعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح "

یعنی معتبر ہے کفایت واسطے لزوم نکاح کے۔

اور ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں ہے :

" الکفاءۃ فی النکاح معتبرۃ قال علیہ السلام الا لا یزوج النساء الا الاولیاء ولا یزوجن الا من الکفاءۃ "

یعنی کفاءت معتبرہ ہے نکاح میں جیسا کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ نکاح کریں عورتوں کا مگر ولی اور نہ نکاح کی جائیں مگر ان مردوں سے جو کفو ہیں۔ یہ حدیث دار قطنی و بیہقی کی ہے، اور یہی ہدایہ میں ہے :

" الکفاءۃ تعتبر فی النسب لانہ یقربہ التفاخر فقریش بعضھم اکفاء لبعض والعرب اکفاء بعض لبعضٍ والاصل فیہ قولہ علیہ السلام فقریش اکفاء بعض لبعض فبطن ببطن والعرب بعضھم اکفاء لبعض قبیلۃ بقبیلۃ الخ "

اور در مختار میں ہے:

" المراد بالعجم من لم ینسب باحدیٰ قبائل العرب ویسمون الوالی "

(ھکذا فی فتاویٰ عبد الحی جلد ۲ صفحہ ۱۵۸)

اور برجندی میں ہے:

" ان فی العجم لا یعتبر النسب لانھم ضیعوا انسابھم ھکذا فی چلپی "

اور صاحب برجندی نے جلد ۲ صفحہ ۱۲ میں خود بایں طور بعض مجوزین کا قول نقل کر کے یہ فیصلہ کر دیا ہے وہو ہذا :

" ان الفقیہ کفو للعلوی ان شرف الحسب فوق شرف النسب و ھکذا ذکر فی المحیط وقال فی المضمرات الاصح انہ لا یکون زوجاہ کالسلطان والعالم "

اور فتاویٰ ابراہیم شاہی وفتاویٰ نادر الجواہر قلمی صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے :

" مجھول النسب لا یکون کفوا لمعروف النسب الصحیح عند ابی حنیفۃ "

یعنی مجہول نسب والا معروف نسب والے کے واسطے کفو نہیں ہوتا امام صاحب کے نزدیک یہی صحیح ہے الخ۔

پس اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ سیدہ علویہ کے ساتھ نکاح کسی عالم و سلطان وغیرہ کا ہرگز جائز نہیں ہو

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سکتا کیونکہ نہ تو ہم ان کے کفو ہیں اور نہ ہم لوگ اہل عرب ہیں اور نہ ہی ہمارے انساب صحیح اور درست ہیں اور نہ ہی ہمارا شجرہ نسب ان سے کہیں مل سکتا ہے پس جب کہ ہماری نسبتیں بھی ضائع ہو چکی ہیں تو پھر نکاح ان سے کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے اور جو بعض لوگ بے دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ سیدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضور علیہ السلام نے آپس میں رشتہ داری کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام قریشی قبیلہ واحد اور اہل عرب اور صحیح النسب اور دور و نزدیک میں برادری اور اہل تقویٰ اور ایک دوسرے کے تمام قریشی قبیلہ واحد اور اہل عرب اور صحیح النسب اور دور و نزدیک میں برادری اور اہل تقویٰ اور ایک دوسرے کے جانثار تھے لہذا ان کے نکاح آپس میں جائز ہوئے اور ہم لوگوں میں یہ امور کہاں اور مولوی ثناء اللہ وغیرہ کس کھیت کی مولی ہیں۔

چه نسبت خاك را بعالم پاك

فقط واللہ اعلم بالصواب المجیب فقیر نظام الدین ملتانی حنفی عفی عنہ

سوال: اگر لڑکی عاقلہ بالغہ باکرہ یا ثیبہ اپنی کفو میں بلا اجازت ولی کے نکاح پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بے شک یہ نکاح صحیح اور درست ہے کیونکہ عاقلہ بالغہ بنسبت ولی کے بہت حقدار ہے اپنے نفس کی نکاح کرنے اپنی کفو میں چنانچہ حدیث مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و موطأ امام مالک میں بایں طور مسطور ہے:

"الائم احق بنفسها من وليها"

یعنی بیوہ بہت حقدار ہے اپنے ولی سے اپنے نفس پر نکاح کرنے میں۔

اور قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے:

﴿ لَاتَعْضِلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ ﴾ ان کو منع نہ کرو نکاح کرنے ازواج اپنے سے۔

اور ایسے ہی کتب فقہ مثل ہدایہ میں ہے اور جو غیر مقلدین حدیثیں عدم جواز کی اس امر میں پیش کرتے ہیں وہ سب کی سب ضعیف و منسوخ ہیں: دیکھو نور الہدایہ شرح غواشی اصول الشاشی فقط بحواشی۔

سوال: عدت میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر کسی نے عدت میں نکاح کر دیا تو اس نکاح خواں اور دیگر گواہوں پر کیا تعزیر ہونی چاہیے، جواب دو اجر ملے گا؟

الجواب: عدت میں نکاح کرنا حرام ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَه ﴾

یعنی عدت میں نکاح کرنے کا قصد مت کرو یہاں تک کہ اس کی میعاد پوری نہ ہو جائے اور کتب فقہ میں ہے:

"لا یجوز نکاح منکوحة الغیر معتدة الغیر عند الکل"

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور فتاویٰ حمادیہ میں ہے:

" لا یجوز النکاح علی النکاح ولا فی عدۃ الغیر ومن نکح منکوحۃ الغیر او فی عدۃ الغیر یجب علی الشھود والنکاح التشھیر ای تعزیر الخ "

یعنی نہیں جائز ہے نکاح پر نکاح کرنا اور عدت میں نکاح کرنا اگر ایسا کریں گے تو ان پر تعزیر واجب ہوگی اور اس مسئلہ پر ہر ایک کا اتفاق ہے پس نکاح خواں وحاضرین مجلس وگواہاں کو توبہ کرنی چاہیے اور حسب الطاقت مسکینوں کو کھانا کھلانا چاہیے:

" لان الصدقۃ تطفی غضب الرب "

واللہ اعلم بالصواب

سوال : عدت حاملہ اور بیوہ اور مطلقہ کی کتنی ہے قرآن مجید سے جواب دو ؟

الجواب : عدت عورت حاملہ کی وضع حمل ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾

یعنی جو عورتیں حاملہ ہیں تو ان کی عدت یہ ہے کہ وضع حمل کریں اور عدت بیوہ کی چار مہینے دس یوم ہے چنانچہ اس آیت شریفہ سے ثابت ہے:

﴿ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ﴾

یعنی خاوند جن کے تم سے مر جاتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں روک رکھیں وہ بیویاں اپنے نفسوں کو چار مہینے اور دس دن تک اور عورت مطلقہ جس کو حیض آتا ہو اس کی عدت تین حیض ہیں لقولہ تعالیٰ:

﴿ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ ﴾

یعنی مطلقہ روک رکھیں اپنے نفسوں کو تین حیضوں تک اور حدیث میں ہے:

" الرجل احق بامرأتہ حتی تغتسل من محیضۃ الثالثۃ "

(نقل از موطا امام محمد)

اور جن عورتوں کو حیض نہیں آتا بوجہ کم سن یا بڑی عمر ہونے کے اور بشرطیکہ مطلقہ ہوں تو ان کی عدت تین ماہ تک ہے۔

سوال : حاملہ بالزنا کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا ؟

(بقلم خود نادر شاہ از سٹیشن جھمرہ)

الجواب : یہ نکاح صحیح اور درست ہوگا چاہے جس کا اس کو حمل ہوا اس سے نکاح کرے چاہیے اس کے غیر سے ہر دو صورت نکاح صحیح ہوگا چنانچہ ردالمختار وبرجندی وشرح وقایہ ودرمختار میں مذکور ہے:

" وصح نکاح حبلی من الزنا عندھما وقال ابویوسف لا یصح والفتویٰ علی قولھما "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یعنی نکاح حاملہ زنا سے امام صاحب وامام محمد کے نزدیک صحیح اور درست ہے اور انہیں کے قول پر فتویٰ ہے اور امام ابی یوسف کے نزدیک صحیح نہیں لیکن ان کا قول قابل عمل نہیں۔

" لونکحھا الزانی حل وطیھا اتفاقاً "

(نقل از درالمختار و فتاوی عبدالحی جلد اول صفحہ ۲۰۴)

اور برجندی جلد ۲ صفحہ ۷ میں لکھا ہے یہ نکاح اجماعاً صحیح ہے لیکن وطی کرنی اس سے غیر زانی کو جائز نہیں تاوقتیکہ وضع حمل نہ ہو جائے:

" لاتوطأ الحبلیٰ من الزنا بعد نکاحھا حتی تضع حملھا لو کان ھو الزانی یجوز له الوطی "

پس اس عبارت سے ثابت ہوا کہ نکاح زانی اور غیر زانی کو حبلیٰ بالزنا سے صحیح ہے اور وطی غیر زانی کو جائز نہیں تاوقتیکہ اس کا وضع حمل نہ ہولے فقط۔

سوال: ایک شخص موضع بہرمٹ علاقہ میر پور میں ہے اس نے ایک عورت کے ساتھ ناجائز طریق نشست و برخاست رکھی۔ چند عرصہ کے بعد اس شخص کے باپ نے ہمراہ عورت مذکورہ بالا کے نکاح کر لیا اب عورت کے ہمراہ دونوں باپ بیٹا مجامعت کرتے ہیں اور عورت کا بھی یہی بیان ہے۔ اب وہ عورت ان دونوں میں کس پر حلال ہوگی جواب دو؟

الراقم حافظ عبدالکریم از پیر ڈاک خانہ ہیڈ بنگلہ علاقہ میر پور مورخہ ۱۹ / اگست ۱۹۲۰ء

الجواب: عورت مذکورہ باپ بیٹے دونوں پر حرام ہوئی اب اس کو کوئی نہیں رکھ سکتا چنانچہ بحر الرائق سے مولوی عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے:

" اراد بحرمة المصاھرة الحرمات الاربع حرمة المراة علی اصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعاً وحرمة اصولھا وفروعھا علی الزانی نسباً ورضاعاً کما فی وطی الحلال الخ "

(صفحہ ۲۲۷ جلد ۱)

مطلب یہ ہے کہ جس عورت سے اس نے زنا کیا ہے وہ عورت زانی کے اصل وفرع پر حرام ہے اور مرد زانی پر اس عورت کی اصل وفرع حرام ہے یعنی اس عورت کے ساتھ زانی کا باپ ودادا وغیرہ نکاح نہیں کر سکتا ہے اس مسئلہ کی صورت ایسی ہے جیسے رضاعی ونسبی وحلت وطی سے فروع واصول کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور آثار امام محمد صفحہ ۸۷ میں لکھا ہے کہ مطلق نظر سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی مگر شہوت کے دیکھنے سے:

" الا ان ینظر الی الفرج بشھوة حرمت علی ابیه و ابنه وحرمت علیه امھا وابنتھا وھو قول ابی حنیفة "

سوال: ایک شخص نے اپنی سوتیلی والدہ سے زنا کیا ہے اب وہ عورت اس کے باپ پر کسی صورت حلال ہو سکتی ہے؟

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

یا نہیں جواب دو اجر ملے گا ؟

السائل لہانہ پنڈی بھٹیاں

الجواب : یہ عورت کسی صورت میں اس کے باپ پر حلال نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس کو کوئی اور شخص نکاح میں لاسکتا ہے تاوقتیکہ خاوند اس کو طلاق نہ دے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری وامینیہ وخزانۃ المفتین سے صاحب فتاوی جامع الفوائد نے لکھا ہے :

" بتحريم المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بزوج اٰخر وان مضى عليها سنون الا بعد المتاركة ولو وطى الا ان يكون زنا فلا يجب عليه الحد .

(هكذا فى فصول عمادى وفتاوئ جامع الفوائد صفحه ۸۸ و ۸۹)

پس ایسی عورت سے جدا رہنا چاہئے، باقی ذکر مفصل اس کا سلطان الفقہ جلد نہم ودہم میں مطالعہ کرو۔

سوال : اگر کسی شخص نے اپنی ساس سے زنا کیا یا وسہ لیا تو اس صورت میں وہ زوجہ کو اپنے خانہ میں آباد کرسکتا ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا ؟

جواب : ساس سے زنا کرنے پر عورت اس کی اس پر حرام ہوگی اب ہرگز وہ اس کو اپنے پاس نہیں ہوسکتا چنانچہ آثار امام محمد صفحہ ۸۷ میں مسطور ہے :

" محمد قال اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم قال اذا قبل الرجل ام امرأته او لمسها من شهوة حرمت عليه امرأته' قال محمد و به نأخذ وهو قول ابى حنيفة "

جب کہ کسی شص نے زوجہ کی والدہ کا بوسہ لیا یا ہاتھ شہوت سے لگایا تو اس کی زوجہ اس پر حرام ہو جائے گی کہا امام محمد نے ہم نے اس کو لیا ہے اور یہی قول امام صاحب کا اور در المختار میں ہے :

" قبل ام امرأته حرمت عليه امرأته ما لم يظهر عدم الشهوة و فى المس لا تحرم مالم تعلم الشهوة "

اور اسی میں ہے :

" لا فوق بين المس والنظر بشهوة بين عمد و نسيان وخطأ اكراه انتهى .

از فتاوئ عبد الحي جلد اول صفحه ۲۲۸

فقط والله اعلم بالصواب

سوال : عورت بیوہ یا کنواری عاقلہ بالغہ کا جبراً نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں ، بینوا توجروا ؟

جواب : کنواری اور بیوہ کا نکاح جبراً نہیں ہوسکتا چنانچہ کتب فقہ معتبرہ میں مسطور ہے :

نوٹ : مسئلہ حرمت مصاہرت فرقہ نجدیہ وہابیہ کے نزدیک اس کی کچھ اصل نہیں ، مدخولہ باپ کی بیٹے پر حلال ہوتی ہے اور ایسے ہی مدخولہ بیٹے کی باپ پر وغیرہ نقل از کتاب کنز الحقائق تصنیف وحید الزمان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" ولا یجوز للمولی اجبار البکر علی النکاح خلافاً للشافعی "
(نقل از ھدایہ جلد ۲ و برجندی جلد ۲ صفحہ ۸ چلپی)

یعنی ولی کو جائز نہیں کہ لڑکی عاقلہ بالغہ باکرہ پر دربارہ نکاح کے اجبار کرنا۔

" جبر و اکراہ تزویج کند عقد جائز نباشد "

واللہ اعلم بالصواب

سوال : اگر لڑکی نابالغہ کا نکاح باپ یا دادا نے کر دیا اور جب کہ وہ بالغہ ہوگئی اور اس نے اس نکاح کو ناپسند کیا اور ایک شخص کے ساتھ مل کر مقدمہ کر دیا اور کہہ دیا کہ میرا کوئی نکاح نہیں ہوا اور اگر ہوا ہے تو پھر بھی میں اسے پسند نہیں اور گواہان اور نکاح خوان نے بھی گواہی دے دی ہے لیکن لڑکی کو سرکاری عدالت کی جانب سے اجازت مل گئی تو جہاں چاہے نکاح کر لے اب یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا نہیں جواب دو اجر ملے گا ؟

(السائل حافظ بدر الدین از جھو کر خورد)

الجواب : نکاح ثانی جائز نہیں کیونکہ باپ اور دادا کا نکاح نابالغہ کا کیا ہوا فسخ نہیں ہو سکتا چنانچہ ہدایہ میں ہے:

" فان زوجھا الاب اوالجد یعنی الصغیر والصغیرۃ فلا خیار لھما بعد بلوغھما وان زوجھما غیر الاب والجد فلکل واحد منھما خیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ "

یعنی اگر لڑکا اور لڑکی نابالغہ کا باپ دادا نے نکاح کیا تو بعد بلوغ کے ان کو اختیار فسخ کا نہیں اور اگر ان کے ماسواء کسی اور ولی نے پڑھا دیا تو ان کو اختیار فسخ وقت بلوغت کے ہے۔

فقط واللہ اعلم

سوال : جو شخص کبھی نماز پڑھتا ہے اور کبھی نہیں پڑھتا کیا ایسے شخص کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا ؟

الجواب : بے شک ایسے شخص کی نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے کیونکہ نماز کے ترک کرنے سے انسان گناہ گار ہوتا ہے نہ کافر اور حدیث شریف میں ہے:

" الصلوٰۃ واجبۃ علی کل مسلمٍ برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر رواہ ابو داؤد "

یعنی ہر مسلمان نیک و بد پر نماز پڑھنا واجب ہے اگرچہ اس کے گناہ بڑے ہوں اور حدیث مشکوٰۃ میں ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ مومن گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا اور نہ ہی دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے وھو ہذا:

" من قال لا الہ الا اللہ لا تکفرہ بذنبٍ ولا تخرجہ من الاسلام "

اور ہدایہ شریف میں ہے :

" المؤمن لا یخرج عن الایمان بارتکاب کبیرۃٍ "

اور اگر کوئی شخص پرہیزگار سیاستہ نہ پڑھے تو اس پر کوئی جرم نہیں بلکہ بہتر ہے کہ ایسے شخص کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سوال : اگر کوئی شخص وتروں میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے اور تراویح کی کچھ رکعتیں رہ جائیں تو وہ شخص پھر وتروں کے بعد ادا کرے یا نہ ؟

الجواب : بے شک باقی ماندہ نماز تراویح کو ادا کرنا چاہئے چنانچہ کتاب ما ثبت بالسنہ صفحہ ۲۳۰ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

" اذا فاتته ترويحة او ترويحتان وقام الامام فى الوتر اختلف فيه فقيل يوتر مع الامام ثم يقضى فاته وقيل يقدم القضاء "

یعنی جس کو فوت ہو جائے تراویح کا ایک شفعہ یا دو شفعہ اور امام وتروں میں کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں کہا بعض نے فوتہ کو مقدم ادا کرے۔

" حتى لو صلى بعد الوتر جلا انتهىٰ "

واللہ اعلم بالصواب

استفتاء

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس گاؤں جمعہ اور عیدین نماز با جماعت اور اذان ہوتی ہو وہاں عید سے پہلے قربانی کرنی جائز ہے یا نہیں اگر کسی شخص نے عید پڑھنے سے پہلے قربانی کر دی تو اس کی قربانی ہوگی یا نہ جواب دو اجر ملے گا ؟

السائل غلام نبی و محمد یسین از میتر انوالی

الجواب : نماز عید کے ادا کرنے سے پہلے جہاں کہیں عید و جمعہ پڑھا جاتا ہو وہاں قربانی کرنی ہرگز جائز نہیں کیونکہ ایسی بستی کو حکم قصبہ کا لگایا گیا ہے اور قصبہ حکم شہر کا رکھتا ہے جیسا کہ جلد اول بحث جمعہ میں گزرا ہے اور مصر کی شرائط سے یہ بھی شرطیں ہیں کہ ہر پیشہ ور آدمی کا اس میں ہونا اور حوائج ضروریہ کا وہاں حاصل ہونا اور مسجد اکبر جامع کا ہونا پس بہر حال ایسے گاؤں میں جہاں یہ شرائط پائے جاتے ہوں وہاں پہلے عید نماز کے قربانی کرنی جائز نہ ہوگی چنانچہ حدیث شریف میں ہے :

" فقال ﷺ من ذبح قبل الصلوٰة فليعد وفى بعض الاخبار من ذبح قبل ان يصلى فليعداخرىٰ "

یعنی ابن قیس نے روایت کی میں نے دیکھا نبی علیہ السلام کو قربانی کے دن ایک قوم کی طرف گزرے جنہوں نے قبل نماز قربانی کی تھی پس آپ نے ارشاد فرمایا جس نے پہلے نماز پڑھنے کے قربانی کی ہے وہ پھر قربانی کرے ۔

(از غنیة الطالبین صفحہ ۴٦١ مطبوعہ نولکشور تقطیع کلاں)

اور اسی میں ہے کہ کہا حضرت ابن عازب نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس شخص نے ہماری طرح نماز پڑھی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اور ہماری طرح قربانی کی پس وہ گویا ہمارے اصحاب قربانی کرنے والوں میں شریک ہوا اور جس شخص نے پہلے نماز پڑھنے کے قربانی کی وہ بکری کا گوشت ہے۔

" ومن ذبح قبل الصلوٰة فتلک شاة اللحم "

اور حدیث بخاری و مسلم و مشکوٰۃ صلوٰۃ العیدین حضرت براء سے روایت ہے :

" قال قال رسول الله ﷺ نسکه واصاب سنة المسلمین "

جس شخص نے ذبح کیا پہلے نماز کے پس گویا کہ اس نے اپنے نفس کے لئے کیا اور جس شخص نے پیچھے نماز کے ذبح کیا پس اس کی قربانی پوری ہوگئی اور پہنچا سنت مسلمانوں کی۔

سوال : عید کی نماز کے پہلے یا پیچھے نماز نفلوں کی پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب : قبل از نماز عید اور بعد اس کے ہرگز نفل پڑھنے جائز نہیں چنانچہ کتب فقہ و احادیث میں مذکور ہے :

" عن ابن عباس ان النبی ﷺ کان یصلی یوم الفطر رکعتین لم یصل قبلها ولا بعدها متفق علیه "

ابن عباس سے مروی ہے کہ تحقیق تھے نبی علیہ السلام دو رکعت عید فطر میں پڑھتے پہلے اور پیچھے اس کے کچھ نہ پڑھتے ، یہ حدیث مسلم و بخاری کی ہے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب عورت بچہ جننے لگے اور اس وقت نماز ادا کرنا چاہے تو کس طرح پر ادا کرے اور جو کتاب نجات المومنین میں اس کی ترکیب لکھی ہے وہ ٹھیک ہے یا نہیں اور کہیں اس کا ثبوت ہے جواب دو اجر ملے گا ؟

السائل محمد وارث سیٹھ از شہر چنیوٹ ۲۷ / جون ۱۹۲۰ء

الجواب : اہل شریعت نے اس حالت میں ایسی عورت کے لئے نماز پڑھنے کی ترکیب یہ لکھی ہے :

" وفی ذخیرة امرأة خرج رأس ولدها و خافت فوت الوقت توضأت ان قدرت والا تیممت جعلت رأس ولدها فی قدر او حفرة و صلت قاعدة برکوعٍ وسجودٍ فان لم تستطعهما تؤمی ایماءً "

(نقل از مینه الفغانی صفحه ۱۶۲)

اور کتاب نفع المفتی والسائل صفحہ ۹۷ مؤلفہ مولوی عبدالحی میں لکھا ہے :

" علیٰ ذلک وجعلت راس ولدها فی خرقة او حفاة فان لم تستطع تؤمی ایماء "

ایک عورت ہے اسکے بچے کا سر کا کچھ حصہ باہر نکلا ہوا اور نماز کے فوت ہو جانے کا بھی ڈر ہو اگر اس کو طاقت وضو کی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہے تو وضو کرے ورنہ تیمم کرے اور سر بچہ کا پارچہ میں لپیٹ لے یا انگیٹھی یا خندق میں دے دے۔ نماز کو بیٹھ کر رکوع و سجود سے ادا کرے۔ اگر اس کو یہ طاقت نہیں تو اشارہ سے نماز کو ادا کرے اور کتاب کبیری و صغیری شرح منیہ صفحہ ۲۰،۴۱ میں لکھا ہے کہ عورت کو جو خون قبل از ولادت سے ظاہر ہوتا ہے وہ نماز کو مانع نہیں کیونکہ وہ خون استحاضہ کا کہلاتا ہے:

"قبل الولادة خروج الدم استحاضة لا تمنع الصلوٰة"

اور اس پر دلائل ہیں کہ نماز ہر حال مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ صرف عورت کو حیض و نفاس نماز سے مانع ہے ورنہ کسی حالت میں نماز ساقط نہیں ہو سکتی، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَعَلٰی جُنُوْبِھِمْ ﴾

یعنی وہ لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور لیٹ کر اور کہا حضرت عبداللہ بن عمرو عبداللہ بن عباس و حضرت جابر رضی اللہ عنہم نے کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی اور علاوہ اس کے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم نے جنگ و جدال دشمنان دین کے مقابلہ میں بھی جہاں کہ جانوں کا سخت خوف تھا نمازیں بحکم خداوند کریم ادا کیں۔

اور ترمذی شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے ابن حصین کو کہا:

"وصل قائماً فان لم لیستطع فقاعداً فان لم تستطع فعلی الجنب تؤمی ایماء الخ"

کہ نماز پڑھو کھڑے ہو کر پس اگر تجھے طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پس اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو کروٹوں پر لیٹ کر اشارہ سے ادا کر لیں ان اس مختصر دلائل سے صاف صاف ثابت ہوا کہ نماز کو کسی طرح قضاء کرنا درست نہیں اور اگر کسی صاحب کے پاس اس کے عدمِ جواز کی دلیل ہے تو پیش کرے اور جہال کی باتوں پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔

﴿ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ ﴾

سوال: اگر چہ بچہ ماں کے شکم سے خارج ہوتے ہی مر جائے تو اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں اگر بچہ نے آواز اور سانس لیا ہے تو جنازہ اس کا جائز اگر اس نے کوئی سانس اور آواز نہیں لیا تو جنازہ اس کا ناجائز ہے چنانچہ آثار محمد و معانی الآثار و ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۶۳ میں مذکور ہے:

"ومن استھل بعد الولادة سمی وغسل وصلی علیہ لقولہ علیہ السلام اذا استھل المولود صلی علیہ وان لم یستھل لو یصل علیہ الخ ومن لم یستھل ادرج فی خرقة الخ"

واللہ اعلم بالصواب

سوال: کیا وجہ ہے کہ امام بخاری نے امام صاحب کی توہین اپنی کتاب تاریخ و کتاب بخاری میں کی ہے اور فرقہ وہابیہ نجدیہ شب و روز امام صاحب اور ان کے متبعین کی توہین کرتے رہتے ہیں اور کتب فقہ متداولہ کے پڑھنے والے کو کافر

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

جانتے ہیں چنانچہ بوئے غسلین صفحہ ۷و۸ میں لکھا ہے کہ ان کتابوں کو جلادینا چاہیے کیونکہ ان کے پڑھنے سے ایمان خارج ہو جاتا ہے، جواب دو اجر ملے گا ؟

الجواب : امام بخاری کی عداوت اس لئے امام صاحب کے ساتھ ہوئی اور ۲۴ جگہ بخاری میں حقارت سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بعض الناس سے یاد کیا کہ امام ابوحفص کبیر بخاری شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے تھے انہوں نے امام بخاری کو فتویٰ دینے سے منع کیا اور کہا کہ تم فتویٰ دینے کے قابل نہیں چنانچہ ایک دفعہ کا ذِکر ہے کہ امام بخاری نے لوگوں سے مسئلہ دریات کیا کہ اگر لڑکی اور لڑکا مل کر ایک بکری یا گائے کا دودھ پی لیں تو ان میں حرمت رضاع ثابت ہو جائے گی یا نہ اسی وقت لوگوں نے اس کو ملک بخارا سے نکال دیا اور اسی بناء پر بخاری کے دل میں ایک ذاتی قسم کی عداوت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اور ان کے متبعین کے ساتھ ہوگئی چنانچہ نمونہ خروارے وہ کلمات درج کئے جاتے ہیں جو کہ امام صاحب اور ان کے شاگردوں کے حق میں انہوں نے لکھے ہیں۔ زندیق، مرجیہ، رائی المذہب، بعض الناس، فسادی، شرارتی، باغی۔

(نقل از تاریخ صغیر للبخاری و بنارسی واعتاف)

اور اس لئے اس مقام پر علامہ عینی عمدۃ القاری جزو رابع صفحہ ۲۵۴ میں لکھا ہے :

"ان ابن التین لما وقف علی ما قالہ البخاری فی تاریخہ فی حق ابی حنیفة مما لاینبغی ان یذکر فی حق من اطراف الناس فضلا ان یقال فی حق امام ھو احد ارکان الدین"

یعنی بخاری نے اپنی تاریخ میں امام ابوحنیفہ کے حق میں جو کلمات لکھے ہیں وہ ایسے ہیں جو کسی ادنیٰ آدمی کے حق میں بھی لکھے جانے کے لائق نہیں چہ جائیکہ ایک ایسے امام کی نسبت لکھے جائیں جو ایک رکن ہو ارکان دین میں سیاور مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے علیٰ جرح البخاری صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے کہ یہ کوئی بڑی تعجب کی بات نہیں ہے بلکہ امام بخاری نے تو صحابہ کرام رسول علیہ السلام کی سخت توہین کی ہے وھو ہذا:

"باب قول الرجل للرجل اخساء"

(بخاری مطبوعہ احمدی صفحہ ۹۱۱)

یعنی یہ باب ہے قول رجل کا واسطے رجل کے اخساء پس یہاں پر رجل اول سے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور رجل دوم سے مراد ابن صیاد ہے:

"باب قول الرجل مرحبا"

یعنی یہ باب قول الرجل مرحبا یعنی یہ باب ہے قول رجل کا مرحبا۔

(بخاری مطبوعہ ایضاً صفحہ ۹۱۲)

اس جگہ بھی رجل سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ سوم باب " ما جاء فی قول الرجل ویلک " یعنی یہ باب

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہے قول میں رجل کے وملک بخاری مطبوعہ صفحہ ۹۱۰ یہاں بھی رجل سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

" باب قول الرجل لشی لیس بشیئ " بخاری مطبوعہ صفحہ ۹۱۷ اس مقام پر بھی رجل سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں پس اب دیکھئے کہ بخاری کی متعدد جگہوں میں رسول مقبول ﷺ کی شان میں لفظ رسول اللہ ﷺ نہ کہا بلکہ بجائے اس کے لفظ رجل کا جو کہ عوام الناس کے حق میں بولا جاتا ہے کس کشادہ پیشانی سے بے دھڑک استعمال کیا گیا ہے کہ جو ہر حال میں سخت افسوس کے قابل ہے بخاری پرست سب جو رسول اللہ ﷺ کو مثل اپنے ایک آدمی جانتے ہیں اس کا ماخذ بھی کتاب بخاری ہو تو تعجب نہیں ہے الخ اور یہ جو عبدالجلیل نے لکھا ہے کہ تمام کتب فقہ کہ جلا دینا چاہیے کیونکہ ان کے پڑھنے سے ایمان خارج ہو جاتا ہے و کتب فقہ میں تغایر اسمی ہے مسمیٰ ایک ہی ہے پس جو شخص کتب فقہ کا منکر ہے وہ فی الحقیقت قرآن مجید و حدیث شریف کا منکر ہے اور جو قرآن و حدیث شریف و فقہ کا منکر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور حدیث مشکوٰۃ میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفریضہ عادلہ یعنی فقہ شریف اور علم فقہ کی خود حضور علیہ السلام نے بایں طور تعریف فرمائی ہے :

" من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین وانما انا قاسمٌ واللہ یعطی "

(نقل از بخاری و مسلم)

کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ خیر دینے کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں تفقہ دے دیتا ہے اور قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے:

﴿ یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ﴾

اور خود امام بخاری نے فقہ حضرت حمید کے آگے دوزانو ہو کر سیکھی اگر فقہ پڑھنی حرام ہوتی تو پھر امام بخاری وغیرہ محدثین کیوں پڑھتے اور کتابیں فقہ کی کیوں تصنیف فرماتے اور اگر کتب فقہ میں بقول فرقہ نجدیہ وہابیہ نعوذ باللہ گندگی بھری ہوئی ہے تو ذرا مہربانی فرما کر بیان کریں کہ بدون کتاب اللہ کے کونسی کتاب علم حدیث میں ہے جس میں حدیثیں بناوٹی اور نامعقول باتیں درج نہیں اگر کہو کہ صحاح ستہ میں سے بخاری شریف اعلیٰ کتاب بعد کتاب اللہ قابل عمل ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل لغو اور بناوٹی ہے کیونکہ اس مجموعہ بخاری کی حدیثوں کی صحت پر کسی زمانہ میں کسی محدث کا اتفاق نہیں ہوا اور نہ ہی تمام حدیثیں نقل کی ہیں جن کی باتوں پر اعتماد کرنا منع ہے اور اس کا مجملاً ذکر جلد گزر چکا ہے اور بوئے غسلین کے رد میں جرعہ غسلین در حلقِ غیر مقلدین مع (۱) اغلاط البخاری بھی تیار کر دی گئی ہے اور یہاں صرف چند حدیثیں برائے تسکین خاطر ناظرین کے درج کر دیتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ یہ بخاری مقبول فرقہ نجدیہ کے قابل ہیں وھو ہذا:

" حدثنا نعیم بن حمادٍ حدثنا حشیمٍ عن حصین عن عمرو بن میمون قال رأیت فی الجاھلیۃ قردۃً اجتمع علیھا قردۃ قد زنت فرجموھا فرجمت ھنا معھم "

(پارہ ۱۵ باب قسامۃ فی الجاھلیۃ)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

میں نے ایک بندر کو دیکھا اس نے زنا کیا اور بندر سب جمع ہوئے اور سبھوں نے مل کر اس بندر کو رجم کیا یعنی زمین میں ایک گڑھا کھود کر سینہ تک بندر کو گاڑا اور پتھروں سے اس قدر مارا کہ وہ مرگئی اور ہم نے بھی سب بندروں کے ساتھ مل کر اس کو رجم کیا......الخ۔

ناظرین ذرا انصاف فرمائیں کہ یہ حدیث عقل ونقل کے مطابق ہے ہر گز نہیں کیونکہ درندے پرندے اور بہائم تو شریعت کے مکلف ہی نہیں اور نہ ہی ان میں کوئی نبی ہے پس جب یہ بات نہیں تو پھر وہ کس طرح پورے طور پر حدود شرعیہ کو ادا کر سکتے تھے اور اگر فرقہ وہابیہ کے پاس ان کے مکلف ہونے کی کوئی دلیل ہے تو بتلائیے۔

حدیث نمبر ۲: " ان عبداللہ ابن عمر قال صلی لنا النبی ﷺ العشآء اٰخر حیاتہٖ فلما سلم قام فقال ارایتکم لیلتکم ھذہٖ فان رأس مائۃ سنۃٍ منھا لا یبقی ممن ھو علی ظھر الارض احد "

(پارہ اول صفحہ ۵۴ باب ھمہ بالعلم)

یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے آخر حیات میں اپنے کے سو برس میں روئے زمین پر کوئی باقی نہ رہے گا پس یہ حدیث بالکل موضوع یعنی بناوٹی معلوم ہوتی ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ زمین پر سو برس گزر چکے ہیں اور آپ کی پیشگوئی بھی غلط نہیں ہو سکتی اور بدون اس حدیث کے موضوع کہنے کے کوئی چارہ نہیں۔

(فواتح الرحمت شرح مسلم الثبوت صفحہ ۲۱۴ و اخبار اھل فقہ)

حدیث نمبر ۳: " عن عبداللہ بن عمر ارتقیت عن ظھر بلیت حفصۃ لبعض حاجتی فرأیت رسول اللہ ﷺ یقضی حاجتہ مستدبر القبلۃ مستقبل الشام "

یعنی عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ ہم پشت مکان حضرت حفصہ سے بعض کام کو اوپر چڑھے، پس دیکھا میں نے آنحضرت کو قضائے حاجت کرتے ہوئے درانحالیکہ پشت آپ کی جانب قبلہ کے تھی اور منہ آپ کا جانب شام کے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے پشت جانب قبلہ کے فرما کر حاجت کی حالانکہ آپ کی شان سے یہ بات بعید ہے کیونکہ آپ نے خود اس سے منع کیا ہے۔

حدیث نمبر ۴: " حدثنی ایوب عن نافع عن ابن عمر فاتوا حرثکم انی شئتم قال یأتیھما فی رنی بحذف المجرور وھو الظرف ای فی الدبر یجازی "

(مطبوعہ احمدی باب قولہ تعالیٰ نسآء کم حرث لکم و قسطلانی)

اس جگہ یہ مطلب ہے کہ قبل و دبر میں وطی جائز ہے اور اس حدیث کو خواہ مخواہ حضرت عبداللہ بن عمر کی طرف منسوب کیا

ا: الجراح البخاری مل سکتی ہے۔ اب اغلاط البخاری کی ضرورت نہیں رہی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہے اور یہ غلطی کیسی بخاری سے فاش ظاہر ہوئی دیکھو ترمذی وابوداؤد ونسائی میں کہ اس کے برعکس حدیثیں مذکور ہیں جو کہ وطی فی الدبر کی حرمت پر شاہد ہیں۔

حدیث نمبر ۵ : انہ قال یارسول اللہ اذا جامع الرجل امرأتہ فلم ینزل قال یغسل ما مس المرأۃ ثم یتوضأ ویصلی قال ابوعبداللہ الغسل احوط "

یعنی ابی ابن کعب سے مروی ہے کہ کہا اس نے یارسول اللہ ﷺ جب مرد اپنی عورت سے جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو تو کیا حکم ہے۔ فرمایا اپنے سر کو دھوئے وضو کرلے پھر نماز پڑھ لے...... الخ۔

(باب غسل "ما یصیب من فرج المرأۃ" صفحہ ۱۴ پ ۲)

ناظرین فرمایئے کہ یہ حدیث قابل عمل ہے اور اس پر اجماع صحابہ کا ہے ہرگز نہیں ہاں شاید غیر مقلد اس پر عمل کرتے ہوں گے اگر کرتے ہیں تو بتلائیں۔

حدیث نمبر ۶ : عن النبی ﷺ قال انا خیر من یونس بن متی فقد کذب "

ابوہریرہ سے ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اس نے جھوٹ بولا۔

(بخاری باب ایضاً)

﴿ وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴾

اور اسی باب میں ہے فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

"لا تفضلوا بین انبیآءِ اللہ"

پس ان ہر دو حدیث کا یہ مطلب ہے کہ کسی نبی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دی جائے اگر کوئی شخص کسی نبی کو یونس بن متی پر فضیلت دے گا وہ کاذب ہے کیا غیر مقلدین صاحب ایمان سے بیان کریں کہ رسول اللہ ﷺ یونس بن متی سے بہتر اور افضل ہیں یا نہیں۔

حدیث نمبر ۷ : بخاری "باب البول قائماً او قاعداً" میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مذکور ہے:

" ان النبی صلی امام علیہ وسلم سباط قومٍ فبال قائما ثم دعا بماءٍ جئت بماءٍ فتوضأ "

یعنی آئے نبی کریم ﷺ قوم کے خاکروب پر پس پیشاب کیا آپ نے وہاں کھڑے ہوکر پھر پانی طلب فرمایا میں حضرت کی خدمت میں پانی لایا تو آپ نے وضو کیا۔ پس یہ حدیث کئی وجہ سے خلاف عقل کے ہے کیونکہ یہ شان وامامات و اخلاق بلویٰ کے بالکل خلاف ہے کہ ایک ایسے شان والا نبی لوگوں کے سامنے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے اور بعد کے باتیں کرے اور اس بات کا خیال بھی نہ کرے کہ پاؤں پر قطرات پڑیں گے اور لوگ کیا کہیں گے اور ایک حدیث میں ہے کہ زمانہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

رسول اللہ ﷺ کے مسجد نبوی میں ہمیشہ کتے آتے جاتے تھے تو اصحاب رسول اللہ ﷺ وہاں پانی نہیں چھڑکتے تھے اور اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی نے لکھا ہے :

" احتج به البخاری علی طهارة بول الکلاب "

یعنی حجت پکڑی ہے اس حدیث سے بخاری نے اوپر پاک ہونے پیشاب کتے کے۔

(بخاری جلد اول مطبوعہ احمدی ص ۲۹)

اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے پیالہ پانی منگوایا پس اسی پیالہ میں ہاتھ منہ دھویا اور کلی ڈالی۔

(بخاری سپارہ اول صفحہ ۸۳)

اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

" دعا لقدحٍ فیه ماءٌ فغسل یدیه و وجهه' فیه و مج فیهِ...... الخ "

کیا ناظرین انصاف فرمائیے کہ اسی پیالہ میں منہ دھونا اور اسی میں کلی ڈالنا یہ امر عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ ایسا کریں اور لوگوں کو تعلیم دیں ہرگز نہیں اور علاوہ ان باتوں کے ایک اور عجیب قصہ ہے جو کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری سے مؤلفہ جرح البخاری و اخبار اہل فقہ نے بندر کی کہانی کی تائید پر نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ ایک گھوڑے کو ایک گھوڑی سے جو اس کی ماں تھی ملانے کے لئے لے گئے تو گھوڑے نے توجہ نہ کی کیونکہ وہ گھوڑی اس کی ماں تھی پھر یہ تجویز کی گئی کہ گھوڑی پر پردہ ڈالا گیا تا کہ گھوڑا اس کو پہچان نہ سکے مگر جب گھوڑے نے اس پر جست کی تو سونگھنے سے اس کو معلوم ہو گیا کہ ماں ہے پس اس گھوڑے نے اپنے منہ سے اپنے عضو مخصوص کو کاٹ ڈالا، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جب گھوڑے میں اتنی تمیز ہے کہ اپنی ماں پر جست نہیں کرتا تو بندر تو بہ نسبت گھوڑے کے زیادہ سمجھدار ہے اگر بندروں نے کسی بندر یا کو زنا کی سزا میں رجم کر دیا تو کوئی تعجب نہیں...... الخ۔

ناظرین یہاں بھی غور فرمائیں اور وہابیوں سے دریافت کریں کہ کیا بندروں میں بھی کوئی قاضی ہے اور ان میں نکاح وطلاق کا قاعدہ مقرر ہے اور گھوڑے میں یہ تمیز ہے اور گھوڑے کا منہ عضو مخصوص تک بھی پہنچ سکتا ہے ہرگز نہیں۔

(حل مشکلات بخاری صفحہ ۴۹ جلد اول)

پس اب غیر مقلد مؤلف بوئے غسلین فرمائیں کیا یہ باتیں بخاری کی قابل تسلیم و لائق تعمیل و مطابق قرآن مجید و اقوال جمہور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ہیں ہرگز نہیں اگر ہیں تو جواب دیں ورنہ تم بخاری وغیرہ کتب حدیث صحاح ستہ کو ضائع کر دو تا کہ غیر مذاہب ان کو دیکھ کر حملہ نہ کریں اور فرقہ شیعہ و چکڑالوی و نیچری و میرزائی وغیرہ اسلام پر ہنسی نہ اڑائیں، فقط۔

فافهم و لا تعجل

سوال : مولوی عبدالجبار صاحب امرتسری کے کیسے خیال تھے کیونکہ اکثر لوگ ان کو اچھا سمجھتے ہیں انصاف سے جواب دو ؟

السائل مولوی جلال الدین موحی والا ضلع فیروز پور

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

الجواب : مولوی عبدالجبار کے اکثر خیالات دیگر غیر مقلدین کی طرح تھے لیکن اس کی تحریر وتصنیف سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ مادہ انصاف وخدا ترسی کا بھی تھا اس لئے اکثر غیر مقلد نام کے حنفی اس کو اچھا مانتے ہیں اور اس جگہ بطور مشتے نمونہ از خروارے اس کی علمیت وعقیدہ کا نقشہ تحریر کردیتا ہوں دیکھو مولوی عبدالاحد خانپوری کی کتاب اقامۃ البرہان پر تصحیح وتصویب اس کے دستخط ہیں جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ خدا کی ذات حادث ہے۔

" نعوذ باللہ من ذٰلک "۔

اور اصل عبارت یہ ہے ورنہ لازم ئے گا کہ حدوث افلاک و ما فیہا اور ارضین و ما فیہا اور حدوث ملائکہ وجن وآدم وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ ومحمد ﷺ اور حدوث جمیع انبیاء وصحابہ واولیاء وغیرہم اور حدوث بارش رحمت اور جملہ صفات فعلیہ اللہ عزوجل کے مثل خلق واحسان ورزق وامات واحیاء ورحم وعطا ومغفرت وعذاب وغصہ ورضا وفرح وبغض وغیرہ تمام افعال لازمی ومتعدی اللہ عزوجل کی صفات ناقصہ سے ہونگے اور اللہ کے ساتھ قائم نہ ہوں گے......الخ۔

(نقل از اقامۃ البرہان صفحہ ۸۳)

پس اس عبارت کا نتیجہ مختصر یہ نکلا ہے جب حدوث ہر شے کا قائم بذاتہ باری اسمہ ہوا تو اللہ تعالیٰ معاذ اللہ حادث ٹھہرا کیونکہ حادث اسی کو کہا جاتا ہے کہ جس کے ساتھ حدوث قائم ہو چنانچہ "**ضرب لمن قام به الضرب**" پس ناظرین اس آیت سے مفہوم سمجھ لیں:

﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ﴾

اور علاوہ اس کے ستہ ضروریہ کے صفحہ ۱۷ تا ۳۰ سوم چہلم ومیلاد مبارک ونذر ونیاز بزرگان دین وآپ کی ذات کے علم غیب سے صاف انکار کردیا ہے بلکہ یہ لکھ دیا ہے جو ان کے قائل ہیں وہ جاہل مشرک ہیں پس ان کلمات پر مولوی عبدالجبار امرتسری کے دستخط ہیں فقط۔

☆☆☆☆☆

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اعتقاد

منقول از صفحہ ۲۷ کالم ۲ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۱۱ء مورخہ ۹ و ۱۶ ستمبر

سوال نمبر ۲۵۱: ایک شخص نے اپنے جد کی زوجہ سے نکاح کیا اور عورت منکوحہ سے ہمبستر ہو کر مجامعت کی اور بعد چند روز کے اس منکوحہ کو حمل رہا اسی حمل سے لڑکا پیدا ہوا اور علماء شریعت اس بارہ میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں نکاح ہوا یا نہ، لڑکا کس کی جانب قرار دیا جائے گا اس کے شوہر پر نان و نفقہ واجب ہوگا یا نہ فقط؟

جواب نمبر ۲۵۱: بحکم ﴿لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآءُكُمْ﴾ حقیقی والد کی منکوحہ سوتیلی والدہ سے نکاح کرنا تو منع ہے مگر جد (دادا) کی منکوحہ کی حرمت منصوص نہیں اس لئے نکاح مذکور صحیح ہوگا بچہ بھی صحیح النسب فقط۔

صاحبان یہ اعتقاد مولوی ثناء اللہ امرتسری کا اور دیگر اعتقادات غیر مقلدوں کے ہر چہار جلد سلطان الفقہ میں تحریر کئے گئے ہیں اور اس جگہ ان کے پیشوا ابن عبد الوہاب کا اعتقاد تحریر کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں:

"لو اقدرت علی حجرة رسول اللہ ﷺ لهدمتها"

یعنی اگر میں طاقت پاؤں تو روضہ رسول اللہ کو توڑ ڈالوں۔

اور اپنے رسالہ کتاب التوحید میں لکھا ہے کہ جناب محمد الرسول اللہ ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ کا روضہ مثل لات و منات و عزیٰ کے ہے اور ان کا دیکھنا ایسا ہے جیسے ان بتوں کا دیکھنا ہے اور تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے کہ بزرگوں کے مکانوں کی تعظیم کرنا شرک ہے اور کتاب اعتصام السنہ صفحہ ۷ و ۸ میں لکھا ہے کہ چار اماموں کے پیرو اور چار خاندان مشرک اور کافر ہیں اور مظہر البدعت میں لکھا ہے کہ خاندان چشتیہ کنجروں سے بدتر ہیں الخ۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

سوال: چاند دو ٹکڑے ہونے کا بھی کہیں ثبوت ہے اس کا جواب قرآن مجید و حدیث سے دو کیونکہ بعض لوگ اس معجزہ کے سخت منکر ہیں؟

السائل غلام رسول مینجر کتب فروش بہاولپور

الجواب: اس معجزہ میں کسی قسم کا شک نہیں اور اس کا ثبوت قرآن مجید و احادیث شریف سے ظاہر ہے، قال اللہ تعالیٰ:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ☆ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ☆ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ﴾

نزدیک آئی قیامت اور پھٹ گیا چاند اور اگر دیکھیں کوئی نشانی منہ پھیر لیویں اور کہتے ہیں جادو ہے ہمیشہ کا قوی اور جھٹلایا انہوں نے اور پیروی کی خواہشوں اپنے کی اور ہر بات قرار پکڑنے والی ہے اور کتب حدیث و تواریخ بھی اس پر شاہد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہیں کہ حج کے دنوں میں آدھی رات کو کافر جمع ہوئے تھے حضرت ان کو سمجھاتے تھے اور انہوں نے ایسی نشانی طلب کی آپ نے فرمایا دیکھو آسمان کی طرف جب انہوں نے نظر کی تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور ان میں سے ایک مشرق کو چلا دیا اور ایک مغرب کو اور جب انہوں نے خوب طرح دیکھ لیا تو پھر وہ آپس میں مل گیا اور کتاب بخاری سیپارہ ۱۴ باب سوال المشرکین میں حدیث صحیح نیز مسطور ہے:

"عن عبداللہ ابن مسعودٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال انشق القمر علی عھد رسول اللہ ﷺ فقال النبی ﷺ اشھدوا"

یعنی کہا ابن مسعود نے کہ حضور کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو کر پھٹ گیا پس فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو دیکھو اور گواہ رہو اور ایسا ہی ابن عباس وانس بن مالک وعلی وحذیفہ وابن عمر وجبیر بن مطعم وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم سے حدیثیں مذکور ہیں اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے کہ شق القمر آپ کا ایک بڑا معجزہ تھا جو کہ کسی نبی کو نہیں ملا اور اگرچہ اس کا واقعہ ہونا بروز قیامت کے تھا لیکن اس معجزہ عظیم سے اپنے حبیب ﷺ کو بھی سرفراز کرنا اپنے علم میں رکھا ہوا تھا اس لئے یہ معجزہ آپ کی ذات کو ہی ملا اور اس پر اجماع امت کا ہے اور اس سے انکار کرنا صریح کفر ہے۔

سوال: شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق کو جب آپ نے چند آیتیں سورہ برأت کی دے کر مدینہ سے مکہ کو روانہ کیا تو بعد ازیں وحی نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ یہ کام ابوبکر صدیق کا نہیں، یہ علی کے سپرد کرو تو آپ نے ناقہ پر علی کو سوار کیا اور حکم دیا کہ اس سے چھین لیں پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو ابوبکر صدیق پر اعتبار نہ تھا ورنہ کیوں چھینتے؟

السائل حیات علی خاں نقشبندی ساکن موضع کھٹار تحصیل میر پور

الجواب: یہ محض بعض متعصب شیعہ کی ناسمجھی ہے دیکھو کتاب روضۃ الصفاء جلد ۲ صفحہ ۲۶ میں صاف صاف واضح ہے کہ حضرت ابوبکر کو حضور علیہ السلام نے پہلے ہی سے امیر حج مقرر فرما کر بھیجا تھا بعد ازاں سورہ برأت کا نزول ہوا تو آپ نے اس کی تبلیغ کے لئے حضرت علی المرتضیٰ کو روانہ فرمایا۔ اس صورت میں معترض کا اعتراض سرے سے ہی غلط ٹھہرتا ہے کہ جس کام کے لئے وہ کام اخیر تک انہوں نے ہی انجام دیا اور حضرت علی کو جس ڈیوٹی پر بعد میں روانہ کیا گیا آپ نے ادا کی اس میں اعتراض ہی کیا ہو سکتا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر امیر حج مقرر کر کے روانہ کئے گئے تو یہ کام بھی آپ کے سپرد کیا گیا کہ سوہ برأت کے احکام کی تبلیغ کر دی جائے لیکن بعد میں حضرت علی کو دوسرے کام کی انجام دہی کے لئے حضرت ابوبکر کا ہاتھ بٹانے کے لئے روانہ کیا گیا جو انہوں نے بماتحتی حضرت ابوبکر انجام دیا۔ عادت عرب یہ تھی کہ جب کوئی معاہدہ کرنا یا اس کو توڑنا ہوتا اور صلح یا جنگ کا معاملہ درپیش ہوتا خواہ ایسے شخص کے ہاتھ سے انجام پذیر ہو سکتا تھا جو بادشاہ کی قوم میں سے اس کا فرزند یا داماد ہو دوسرا کوئی شخص خواہ کتنی بڑی شخصیت رکھتا ہو اس کام کے لئے منتخب نہیں ہو سکتا تھا یہی وجہ ہے کہ سورہ

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

برأت میں اس امر کا اعلان مقصود تھا کہ سابقہ معاہدات ختم ہو چکے، اب مشرکین کو مسجد نبوی اور حرم محترم میں داخلہ کی اجازت نہیں ہے اس لئے یہ فرض بغیر حضرت علی کے جو آپ کے عمزاد بھائی اور داماد تھے، دوسرے سے ہوتا تو کفار کا حسب دستور اعتراض ہوتا کہ اگر ایسا اعلان مقصود تھا تو کسی شاہی خاندان کے خاص آدمی کے ذریعہ اس کا اعلان کیوں نہیں کیا گیا کفار کے اس عذر کے وضع کرنے کے لئے حضرت علی کی اس ڈیوٹی کو انجام دہی کے لئے بھیجا گیا اس میں قابلیت یا عدم قابلیت کا کوئی سوال نہیں ہے۔

اگر حضور علیہ السلام جناب ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں قابلیت نہ پاتے تو ابتداء میں آپ ان کو اس کام کے لئے کیوں انتخاب فرماتے۔ بے شک ان سے بھی بڑے بڑے ذمہ داری کے کاموں کے لئے آپ صدیق اکبر ہی کا انتخاب پسند فرمایا کرتے تھے اور یہاں بھی جو کام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا وہ بہت بڑا اہم اور ذمہ داری کا کام تھا کیونکہ حضرت ابوبکر لاکھوں نفوس کے سردار قرار دیئے جانے کے بعد احکام حج کی تبلیغ اور انتظام کے لئے بھیجے گئے تھے اور جس قدر واقعات وحوادث وہاں رونما ہونے والے تھے ان سب کا تصفیہ وفصل خصوصیات کا کام صدیق اکبر کے سپرد تھا جس قدر شرعی مسائل پیش آنے والے تھے سب کا فتویٰ آپ نے صادر کرنا تھا ایسے کام کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو بڑا مجتہد بڑا منتظم اور بڑا ہی مدبر اور سلیم العقل ہو بخلاف اس کے سورہ برأت کی چند آیات بآواز بلند پڑھ کر سنا دینا ایک معمولی کام تھا جو ہر ایک حافظ قرآن جہر الصوت اس کو پورا کر سکتا تھا اس لئے قیاس نہیں ہو سکتا امامت حج کا عظیم الشان امام انجام دینے کی قابلیت جس شخص میں تھی وہ ایک سورۃ قرآن کے جا بجا سنا دینے کے قابل نہیں۔ غرض اس سے نہ تو حضرت صدیق اکبر پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ اس سے حضرت علی المرتضیٰ کو آپ پر کوئی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے کتب حدیث وسیرے ثابت ہے کہ اس موقعہ پر جناب امیر ایک امر میں حضرت ابوبکر کی اقتداء کرتے تھے، نماز ان کے پیچھے ادا کرتے تھے اور مناسک حج میں بھی ان کی متابعت فرماتے تھے۔ کتب حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ جناب امیر بسواری ناقہ قطع مسافت کر کے بعجلت تمام حضرت ابوبکر کے پاس جا پہنچے تو آپ نے پوچھا:

"امیراً جئت ام ماموراً" کیا آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر آپ نے جواب میں فرمایا "جئت ماموراً" میں آپ کے ماتحت مامور ہو کر آیا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ امیر الحج کے ذمہ جو چند لاکھوں نفوس کے سردار تھے اتنا بڑا کام تھا کہ ان سے اصالتاً سورہ برأت کا جا بجا ہر خیمہ میں جا کر سنانا مقصد تھا اس لئے اس کام کے لئے علیحدہ شخص مقرر ہونا ضروری تھا چنانچہ جناب امیر نے یہ کام بوجہ احسن پورا کیا اور حضرت ابوبکر نے اپنا کام خوش اسلوبی سے انجام دیا اور یوں حضور علیہ السلام کی نیابت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ پھر کتنی بڑی بے انصافی ہے کہ ان ہر دو اصحاب میں سے کسی ایک کی بے قدری کی جائے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کو مسلمان

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

سمجھنا چاہیئے یا اس کے برعکس کیونکہ ایک مولوی نظام آباد میں مسمی فضل احمد کہتا ہے کہ وہ مسلمان نہ تھے اور نہ ہی ناجی ہیں کیا اس کا یہ کہنا سچ ہے اور ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا؟

السائل خاکسار فضل الٰہی نقشبندی. قوم آهنگر. یکم اکتوبر ۱۹۲۰ء

جواب: بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین ناجی اور مسلمان تھے اور ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تھے جیسا کہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وعلمائے متاخرین رحمہم اللہ کے اقوال سے ثابت ہے وھو ہذا

﴿ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ ﴾

تفسیر درمنثور میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بایں طور حدیث شریف نقل فرماتے ہیں:

" مازال النبی ﷺ یتقلب فی اصلاب الانبیآءِ حتی ولدت امه "

یعنی نبی علیہ اصلاب انبیاء میں پھرتے چلے آئے حتی کہ آپ کو ان کی ماں نے جنا اور نسیم الریاض قاضی عیاض صفحہ ۱۶ سطری میں بایں طور حدیث مذکور ہے فرمایا نبی علیہ: " من نبی الی نبی حتی اخرجتک نبیاً "

یعنی میں تم کو ایک نبی سے دوسرے نبی کی جانب منتقل کرتا رہا اور بخاری شریف میں فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

" بعثت رسولاً من خیر قرونِ بنی اٰدم قرناً فقرناً حتیٰ کنت من القرن الذی کنت منه "

یعنی میں بنی آدم کے بہترین طبقات سے مبعوث ہوا ہوں قرن بعد دوسرے قرن کے یہاں تک کہ میں اس قرن سے ہوا جس سے کہ ہوا اور مسلم شریف میں ہے کہ فرمایا آپ نے کہ خداوند کریم نے اولاد اسماعیل علیہ السلام سے کنانہ کو چن لیا اور اس سے قوم قریش کو اور ان سے بنی ہاشم کو اور ان سے مجھ کو اور ترمذی میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام قبیلوں سے اچھے قبیلہ سے پیدا کیا پھر گھروں کو چنا تو مجھے سب سے اچھے گھر میں ظاہر فرمایا۔

اور تفسیر ﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ کے ذیل میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

" نسباً و مهراً و حسباً لیس فی اٰباء ی من لدن اٰدم سفاح کلنا نکاح "

یعنی میں نسب اور مہر اور حسب سب باتوں تم ہی میں کا ہوں اور حضرت آدم سے لے کر اس وقت تک مرے باپ داداؤں میں زنا نہیں ہے سب کے سب نکاحی ہیں اور کہا ابن کلبی نے کہ میں نے پانسو داداؤں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کو قلم بند کیا ان میں سے کسی پر عیب جاہلیت وزنا کا نہیں پایا۔

(نقل از نسیم الریاض صفحہ ۱۶)

اور حافظ ابو نعیم دلائل النبوۃ میں بسند متصل بایں طور حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرماتے ہیں:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

" لم یلتق ابوی فی سفاح لم یزل اللہ عزوجل ینقلنی من اصلابِ طیبۃٍ الی ارحامٍ طاھرۃٍ صافیاً مھدیاً الخ "

یعنی میرے والدین زنا میں نہیں ہوئے اللہ عزوجل مجھے پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف صاف و مہذب نقل کرتا رہا اور اس حدیث کی تائید میں خود قرآن مجید شاہد ہے وھو ھذا:

﴿ اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثَاتِ وَالطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ ﴾

یعنی گندی عورتیں گندے مردوں کے واسطے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے واسطے ہیں، الخ۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے:

" اما آبائے کرم آنحضرت ﷺ پس ہمہ البستان آدم عبداللہ طاہر و مطہر انداز دنس کفر ور جس و شرك الخ "

اور کتاب ما ثبت بالسنۃ صفحہ ۸۰۶ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صاحب طبرانی نے بایں طور حدیث تحریر فرمائی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مدینہ سے مکہ کی طرف دوبارہ تشریف لائے تو راستہ میں مقام ابوئی میں بحالت حزن و ملال اتر کر والدہ کی تربت پر بیٹھ گئے، بعد ازاں بڑی خوشی سے تشریف لائے اور میں نے بڑے ادب سے دریافت کیا تو فرمایا آپ ﷺ نے:

" سالت ربی عزوجل فاحیا لی امی وامنت لی ثم ردھا "

اور دوسری حدیث میں: " احیا ابویہ ﷺ حتی اٰمنا بہٖ "

یعنی حضرت کے والدین زندہ ہوئے یہاں تک کہ ایمان لائے تھے ساتھ آپ کے اس لئے آپ کو نہایت خوشی پر خوشی ہوئی اور بعض محدثین نے اس حدیث پر کلام کی ہے لیکن علمائے محققین نے فیصلہ دیا ہے:

" ان ابویہ ﷺ ناجیانِ ولدینا فی النار والکلام فی آبائہ الشریفۃ طویل والسکوت فی ھذا الباب احوط "

یعنی بے شک آپ کے والدین ناجی ہیں دوزخی نہیں اور اس میں بہت گفتگو ہے لیکن اس مسئلہ میں سکوت کرنا بہتر ہے اور درمختار میں ہے: " لایفتیٰ بتکفیر مسلمٍ کان فی کفرہٖ خلاف ولو رأیتہ ضعیفۃً "

یعنی فتویٰ نہ دیا جائے تکفیر پر اس مسلمان کے حق میں کہ جس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ دلیل اس کی اسلام کی ضعیف ہو، الخ۔

(نقل از سرور المخرون ترجمہ قرۃ العیون صفحہ ۲۳ جلد اول از تصنیف شاہ ولی اللہ)

اور کتاب ما ثبت بالسنۃ وقرۃ العیون صفحہ ۲۷ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وصاحب عیون علامہ حافظ شمس الدین دمشقی بن ناصر الدین کا فیصلہ اس بارہ میں یوں ہے:

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

حی اللہ النبی مزید فضل | علی فضلٍ وکان بہٖ رؤفاً
فاحییٰ امہ وکذا اباہٗ | لایمانٍ بہٖ فضلاً لطیفاً
فسلم فالقدیم بذا قدیر | وان کان الحدیث بہٖ ضعیفاً

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بڑی بزرگی پر بزرگی بخشی اور اللہ ان پر بڑا مہربان ہے۔ پس ان کی ماں اور ایسے ہی ان کے باپ کو زندہ کیا اپنے فضل لطیف سے ان پر ایمان لانے کے واسطے پس مان اس بات کو کہ خدائے قدیم کی ذات قادر ہے اگرچہ اس حدیث میں کلام ہے۔

اور کتاب قرۃ العیون صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی قاضی ابو بکر مالکی سے سوال کرتا کہ اگر کوئی شخص کہہ دے کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین دوزخ میں ہیں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے تو فرماتے وہ شخص ملعون ہے بحکم آیت شریف:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ ...... الخ ﴾

یعنی جو ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو، لعنت کی ان پر اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں اور حدیث شریف میں ہے:

"لاتؤذوا الاحیاء بسبب الاموات" یعنی ایذاء نہ دو تم زندوں کو ساتھ بدگوئی مردوں کے۔

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباؤ امہات آدم علیہ السلام سے لے کر سب کے سب مسلمان موحد اور آلودگی شرک وکفر وبدکاری سے پاک صاف رہے کیونکہ مشرک کے حق میں الفاظ طاہر ومختار وغیرہ کبھی استعمال نہیں کئے جاتے۔ بلکہ اس کے حق میں نجس کا کلمہ استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ قرآن شریف اس پر شاہد ہے:

﴿ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ ﴾

اور یہ بھی ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مطلق ایذا سبب لعنت کا ہوتا ہے۔ پس ناظرین انصاف فرمائیں کہ اس اذیت سے اور کون سی اذیت زیادہ ہوگی جو آپ کے والدین کو بے دھڑک کافر اور مشرک اور دوزخی کہہ دے اور جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ فقہ اکبر میں امام صاحب نے فرمایا ہے کہ: "ماتا علی الکفر"

تو اس کا جواب صاحب عیون نے صفحہ ۳۱ میں یوں لکھا ہے:

"فمد سوسٌ علی الامام ویدل علیہ ان النسخ المعتمدۃ منہ لیس فیھا شیٔ من ذٰلک"

یعنی جو کہ فقہ اکبر میں ہے کہ والدین آپ کے فوت ہوئے کفر پر، بہتان داخل کیا ہے امام پر اور دلالت کرتا ہے اس پر یہ کہ معتبر نسخوں میں فقہ اکبر کے اس کا کچھ نشان نہیں ہے بلکہ یہ مقولہ ہے ابوحنیفہ بن یوسف بخاری کا نہ نعمان بن ثابت کوفی

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

کا۔ ایسا ہی کہا ہے ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ میں اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ مرے وہ کفر کے زمانہ میں نہ کہ کفر پر اور بعض علمائے دین نے کہا کہ ماتا کے قبل مانافیہ تھا۔ کسی طرح سے ساقط ہو گیا ہے اصلی عبارت یہ تھی:

"ما ماتا علی الکفر"

چنانچہ ارشاد الغبی صفحہ ۱۵ میں ہے اور بعض علمائے دین کہتے ہیں کہ فقہ اکبر امام تا صاحب کی تصنیف نہیں ہے اور قائل ہیں اس کا جواب شاہ عبدالعزیز نے اپنے فتاویٰ میں دے دیا ہے اور درمختار کا استدلال بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ اس میں سوادبی پائی جاتی ہے اور جن حدیثوں سے کچھ عدم اسلام ظاہر ہوتا ہے، وہ سب کی سب ضعیف اور متروک ہیں قابل اعتقاد کے نہیں۔ غرضیکہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کو کافر و مشرک و ناری کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے اسلام و موحد ہونے پر بڑے بڑے علمائے دین کے فتویٰ موجود ہیں جن کے اسمائے مبارک یہاں پر مختصراً درج کئے جاتے ہیں۔ وھو ہذا:

امام ربانی ابن حجر عسقلانی، امام ہادی کبیر، امام قرطبی، خطیب بغدادی، امام ابن عساکر، علامہ اصلاح الدین صفدی، حضرت شمس الدین دمشقی، حضرت محب الدین طبری، حضرت ابن حجر مکی اور شیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ وغیرہ۔

جو شخص آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کو مشرک اور ناری کہے اس کے پیچھے نماز ہرگز درست نہیں تاوقتیکہ وہ توبہ اور تعزیر ادا نہ کرے۔

فقط . واللہ اعلم بالصواب

المجیب

خادم شریعت فقیر نظام الدین ملتانی حنفی قادری عفی اللہ عنہ

سوال: عبدالمطلب وہاشم وعبدالمناف کا اصلی نام کیا تھا اور ان کی وجہ تسمیہ کیا تھی، جواب دو اجر ملے گا؟

الجواب: عبدالمطلب کا نام شیبۃ الحمد اور شیبہ کہتے ہیں سر کے بالوں کی سفیدی کو۔ جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے بال سفید تھے اور سب سے پہلے کوہ حرا میں سال بسال ماہ رمضان میں جا کر گوشہ میں ذکر الٰہی کیا کرتے تھے۔ اس لئے ان کو شیبۃ

نوٹ: حضرت شیخ کمال الدین شمسی علیہ الرحمۃ سے کسی شخص نے پوچھا کہ جو شخص نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے بارے میں کہے کہ وہ دوزخ میں ہیں اس کے لئے آپ کا کیا فیصلہ ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ملعون ہے بحکم آیت:

﴿ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ﴾

اور کتاب اشعۃ اللمعات صفحہ ۴۶۵ جلد ۴ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو علامہ جلال الدین سیوطی پر کہ جس نے کئی رسالے اس بارے میں لکھے کہ حضور کے والدین مسلمان تھے اور خوب رد کیا ملا علی قاری کے فتویٰ کا جس میں تکفیر والدین کا ذکر تھا اور ملا علی قاری کی اس حرکات پر سخت افسوس ہے ۱۲۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

الحمد سے پکارا جاتا تھا اور بڑے سخی و پرہیزگار تھے۔

(سیرت نبویہ احمد زینی)

اور ہاشم کا اصلی اسم مبارک عمرو ہے اور ہشیم بمعنی خشک روٹی کے ریزہ ریزہ کرنے کے عربی زبان میں آتے ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہوئی کہ ملک عرب میں ایک سال نہایت درجہ کا قحط پڑا تو انہوں نے ملک شام میں جا کر میدہ وخشک روٹیاں خریدیں اور موسم حج میں گوشت کے شوربہ میں روٹیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ثرید بنا کر لوگوں کو پیٹ بھر کر کھلاتے اور حاجیوں کی مہمانی کرتے۔ان کی پیشانی میں نور محمدی اس قدر جھلک دیتا تھا کہ ان کو لوگ قمر البطحا بھی کہتے تھے۔

(سیرت ابن ہشام)

اور عبد مناف کا نام مغیرہ چنانچہ سیدہ جعفر بن حسن برزنجی مدنی اپنی کتاب مولود صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں:

" فاقول هو سيدنا محمدٌ بن عبدالله بن عبدالمطلب اسمه' شيبةُ الحمد بن هاشمٍ واسمه' عمرو ابن عبد منافٍ واسمه' المغيرة ابن قصيٍ واسمه' مجمعٌ الخ "

یعنی میں کہتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد بیٹے عبداللہ کے وہ بیٹے عبدالمطلب کہ نام ان کا شیبۃ الحمد ہے اور عبدالمطلب بیٹے ہاشم کے کہ اسم ان کا عمرہ ہے اور ہاشم بیٹے عبدالمناف کے ان کا اسم مغیرہ ہے وہ بیٹے قصی نام مبارک ان کا مجمع ہے یہ سب قریشی ہیں اور کعب کی وفات سے لے کر آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان فاصلہ پانچسو ساٹھ سال کا ہوا ہے اور کعب بیٹے لوی بیٹے غالب بن فہر اور قریشی ان کو اس لئے کہتے ہیں کہ سمندر میں ایک حیوان ہوتا ہے جو کہ تمام بحری جانورں پر غالب رہتا ہے اور کشتیوں کو الٹ دیتا ہے۔فہر کی ہیبت اور قوت کی مشابہت سے ان کو قریش کہا گیا ہے اور فہر ہے مالک سے ہیں ان کے درمیان اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان فاصلہ بارہ (۱۲) پشتوں کا ہے، فقط۔

المجیب

فقیر محمد نظام الدین ملتانی عفا اللہ عنہ'

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قریشیان ہاشمی اولاد حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ودیگر قریشیان اولاد آباؤیار کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک کفو اور ایک ہی قبیلہ وکنبہ سے ہیں یا نہیں اور باہم اولاد دامامین ودیگر قریشیان مذکورۃ الصدر وغیرہ کا ایک دوسرے فریق سے ناطہ داری ونکاح دختران جائز ہے یا نہیں اور اصحاب اور ان کی اولاد امیوں میں داخل ہیں یا اہل قبیلہ اور سید شیعہ کا اہل سنت جماعت قریشی وسید کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور پیشتر اس کے بزمان حضرت رسول اکرم ﷺ عرب میں درمیان اس قوم قریش کے ناطہ داری ونکاح باہم ایک دوسرے کے کیا دستور تھا اور اب کیا ہے اگر سب ایک کفو ہیں اور باہم ایک دوسرے کی دختر سے نکاح جائز ہے تو پھر پنجاب وہندوستان میں کیا وجہ ہے کہ قریشیان ہاشمی ودیگر قریشیان کا باہم ناطہ نکاح بند ہے اور برا سمجھا جاتا ہے۔آیا اس کے

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بند ہونے کی کوئی حدیث مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی یا کوئی آیت فرقان حمید کی ہے۔ مفصل جواب اس مسئلہ کا آیات واحادیث صحیح کے ساتھ بحوالہ کتب تحریر فرمادیں؟ بینوا توجروا۔

سب کا خادم پیرزادہ نصرت حسین قریشی سائل از وزیر آباد ۱/۲/۲۰

جواب: بے شک علویہ عورت کا اگر باپ قریشی شخص صحیح النسب سے نکاح کردے تو باتفاق ائمہ دین شرع متین کے جائز ہے کیونکہ جو علوی ہوتا ہے وہ قریش بھی ہوتا ہے۔ لہذا یہ سب ایک ہی قبیلہ گنا گیا ہے چنانچہ ہدایہ جلد (۲) صفحہ ۲۵ میں مذکور ہے:

"فقریش بعضهم اکفاء لبعضٍ والعرب بعضهم اکفآءٌ لبعضٍ والاصل فیه قوله علیه السلام فقریشٌ بعضهم اکفاءٌ لبعضٍ بطن ببطنٍ والعرب بعضهم اکفآءٌ لبعضٍ قبیلة بقبیلةٍ"

اور اس کے تحت میں یوں لکھا ہے:

"یعنی فضیلت نیست میان آنہا از ہاشمی و نوفلی و علوی وغیر آں"

اور شرح وقایہ صفحہ ۹۵ میں لکھا ہے:

"ویعتبر الکفاءة فی النکاح نسباً فقریش بعضهم لبعضٍ ای العرب الذی لم یکونوا من قریشٍ بعضهم اکفاءٌ لبعضٍ اعلم ان کلاً من اولادِ نضربن کنانة قریش واما اولاد من هو فوق النضر فلا...... الخ"

اور برجندی جلد ۲ صفحہ ۱۴ میں بایں طور مذکور ہے:

"فقریشٌ کقول بعضهم لبعضٍ ای القریشیِ من مکان ولد نضربن کنانة ومن لم من ولده فلیس بقریشیٍ الخ"

اور فتاویٰ جامع الرموز و جامع الفوائد صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق سے کردیا وہو ہذا:

"وتزوج علی رضی الله تعالیٰ عنه وهو هاشمیٌ بنت فاطمةٍ ام کلثوم بعمر رضی الله عنه وهو علویٌ"

اور کتاب غایۃ الاوطار شرح درمختار جلد دوم صفحہ ۳۷ میں نیز بایں طور مسطور ہے:

"فقریشٌ بعضهم اکفاءٌ لبعضٍ" سو قریش آپس میں ایک دوسرے کے ہم سر اور برابر ہیں۔ قریشی ان کو کہتے

ا: تفسیر مظہری صفحہ ۸۸ سورۃ توبہ زیر آیت کریمہ "وما کان للنبی" کے لکھا ہے کہ نبی علیہ السلام کے والدین اور چچا ابو طالب و عبدالمطلب پکے سچے مومن و موحد تھے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ مشرک تھے وہ غلطی پر ہیں: "قلنا لا نسلم ذلک لان مؤمنا موحداً وقد ذکرابن سعدٍ فی الطبقات باسانید" اور تفسیر صاحب مظہری لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تارخ بھی مسلمان تھا اور آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔ فقط والعلم عند اللہ ۱۲۔ (خادم شریعت)

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہیں جو اولاد نضر بن کنانہ رسول خدا ﷺ کی بارہویں پشت میں اور چاروں خلفائے راشدین قریشی ہیں باعتبار نسب کے ایک دوسرے سے افضل نہیں۔ خواہ ہاشمی اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہیں اور اس واسطے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق سے نکاح کر دیا حالانکہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہاشمی ہیں الخ اور ایسا ہی کتاب صحیح بخاری مطبوعہ مطبع احمدی کی جلد اول کتاب الجہاد صفحہ ۴۳۰ بر حاشیہ بحوالہ کرمانی کے لکھا ہے:

"ام كلثوم بضم الكاف وضم المثلثة بنت فاطمة بنت رسول الله ﷺ ولدت فی حیات رسول الله ﷺ وخطبها عمر الی علی رضی الله عنهما فقال انا بعثنا الیک فان رضیتها فقد تزوجکها فبعثهما الیه ببردٍ الخ"

اور فتاویٰ قاضی خاں جلد اول صفحہ ۱۶۰ و فتاویٰ برہنہ جلد دوئم صفحہ ۵۴ معیار شرح کنز جلد اول صفحہ ۱۸۸ و خزانۃ المفتیین و فتاویٰ نادر الجواہر و نور الہدایہ جلد دوئم صفحہ ۱۷ وغیرہ کتب فقہ معتبر میں لکھا ہے کہ قریشی ایک دوسرے کی کفو ہیں اور ان میں پھر اعتبار نقصان و فضل کا نہیں پس اگر سید اور قریشی صحیح النسب ایک دوسرے کو نکاح کر دیں تو جائز ہے کیونکہ یہ تو سب ایک ہی قبیلہ اور کفو ہیں اور علاوہ ان دلائل کتب اہل سنت و جماعت کے کتب شیعہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا تھا چنانچہ کتب شیعہ فروع کافی و تحیۃ الاخبار صفحہ ۳۶ اور کتاب حد تحقیق صفحہ ۸ میں لکھا ہے کہ شرف دامادی میں حضرت عثمان علی کے شریک ہیں کیونکہ ان کو پیغمبر رسول خدا ﷺ نے یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں دیں کہ وہ دونوں خدیجۃ الکبریٰ کے پیٹ سے تھیں اور ایسا ہی کتب شیعہ ایجاد الانوار کے ترجمہ قرآن السعدین محنات الخلو د صفحہ ۱۴ میں ہے اور اس سے انکار کرنا اور اس بات کو برا جاننا محض جہالت اور نا سمجھی کی بات ہے اور یہ بلت اور ہے کہ وہ نکاح ایک دوسرے کو دیں یا نہ دیں ان کی مرضی باقی نکاح علویہ کا قریشی صحیح النسب سے درست ہے۔

سوال نمبر ۱ کا جواب: اہل سنت و جماعت کی لڑکی کا نکاح سید شیعہ وغیرہ سے ہرگز جائز نہیں کیونکہ اکثر اس زمانہ میں شیعہ لوگ اصحاب ثلاثہ کی خلافت سے انکار کرتے ہیں اور ان کو گالی دیتے ہیں اور مائی عائشہ صدیقہ کے بارے میں برے الفاظ بولتے ہیں اور کتب فقہ کو پوتھی کی مانند سمجھتے ہیں اور قرآن مجید کو محرف سمجھتے ہیں اور مونچھیں بڑھانے کو حلال سمجھتے

نوٹ ۱: اگر کوئی عالم سید امی کسی کتاب فقہ معتبرہ سے یہ ثابت کر دے کہ علوی اور قریشی ایک نہیں تو خادم شریعت بڑی خوشی سے اپنی غلطی کو تسلیم کر کے اس کی تصحیح کرے گا اور اطلاع کنندہ کا ممنون ہوگا۔ ہاں اگر لڑکی علویہ نے خود نکاح بلا اجازت ولی کسی سے کر لیا تو وہ ناجائز ہوگا، فقط۔

نوٹ ۲: قریشی علوی کا نکاح غیر قریشی علوی سے خادم شریعت کی تحقیق میں درست نہیں چنانچہ اس کی بحث اسی جلد میں گزر چکی ہے۔

خادم شریعت محمد منظام الدین عفا اللہ عنہ، ملتانی۔

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

ہیں حالانکہ یہ سب امور کفر ہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیری و درمختار و تبیین الحقائق و حاشیہ طحاوی جلد اول صفحہ ۲۲۴ و خزانۃ المفتین قلمی، کتاب الصلوٰۃ و ذخیرہ امام کروزی مطبوعہ مصر جلد ۳ و واقعات المفتین مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳ و برجندی شرح وقایہ جلد ۲۱ و فتاویٰ ظہیریہ و بحر الرائق مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۳۱ و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد اول صفحہ ۱۰۵ اعقود الدرایہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۹۲ و ۹۳ وغیرہ کتب فقہ میں بایں طور مذکور ہے:

" الرافضی اذا کان یسب الشیخین والعیاذ باللہ فھو کافر انتھیٰ ولو قذف عائشۃ بالزنا فقد کفر انتھیٰ ومن انکر خلافۃ ابی بکرٍ فھو کافرٌ انتھیٰ وکذٰلک من انکر خلافۃ عمر فی اصح الاقوال ھٰؤلآءِ القوم خارجون عن ملۃ الاسلام احکامھم احکام المرتدین الخ "

پس اہل سنت و جماعت کو چاہئے کہ ان کے ساتھ مواکلت و مشاربت و موانست ہرگز نہ کریں اور نہ ہی ان کو رشتہ دین کیونکہ ایسے لوگ شرعاً دائرہ اسلام سے خارج ہیں چنانچہ حدیث میں ہے:

" عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم "

(رواہ الترمذی)

اور غنیۃ الطالبین مترجم صفحہ ۱۷۹ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور میں بایں طور حدیث مذکور ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

" لاتسبوا اصحابی فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ " اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں:

" وسیأتی قوم یسبونھم و ینقصونھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ...... الخ "

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ ایسے رافضیوں تبرائیوں کو ہرگز نکاح دینا اہل سنت و جماعت کو جائز نہیں کیونکہ ان کا کفر یقیناً اجماع سے ثابت ہو چکا ہے اور ان کے ہاتھ ۔کاذبیحہ مردار رہے اور ان کے ساتھ نکاح کر دینا حرام بلکہ خالص زنا ہے۔

" معاذ اللہ وان اللہ یھدی من یشآء الیٰ صراطٍ مستقیم "

المجیب

فقیر محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری

تصدیقات

" الجواب صحیح "

خاکسار قمر الدین عفی عنہ امام مسجد جامع وزیر آباد

" الجواب صحیح ثابت بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ "

حررہ فقیر جان محمد سکنہ قادر پوراں ضلع ملتان

" لاشک فیہ "

خورشید احمد سکنہ کمال پور چک نمبر ۲۲۳ اصصام خوشنویس ضلع لائلپور

" الجواب صحیح "

خادم العلماء سید محمد نور شاہ سکنہ چک بانگا حال سانگلہ ہل

" ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ "

احقر العباد امیر الدین ازکلاسکے وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

" الجواب حق "

فقیر تاج الدین کالوی علاقہ قادر آباد گجرات پنجاب خلف عبد الکریم ولد فیض اللہ مرحوم

غلام محی الدین سکنہ کوٹ ہست خاں خلف مولوی غلام محمد

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

بموجب کتب فقہ نکاح قریشی کا آپس سے ظاہر ہے اور نکاح سنی اور شیعہ کا بوجہ کفر شیعہ جائز نہیں اور شیعہ کا کفران کے سب سے ظاہر ہے۔

سید احمد علی پروفیسر اسلامیہ کالج وخطیب مسجد شاہی لاہور

" هذا هو الحق الذی لا محیص عنه "

فقیر عبد الرحمٰن امام مسجد ایبٹ آباد

" فی صحة هذا الجواب اتفاق فلیس لاحد فیه شقاق"

محمد یار خطیب ومفتی مسجد طلائی لاہور

" ذلک کذلک " عبد الحافظ خدا بخش فرخپور بقلمہ

" الجواب صحیح "

فقیر محمد عبد السلام عفی عنہ سکندر پوری

"الجواب صحیح کما فی الشافی فی اسباب الکفو ولو تزوجت هاشمی قریشان غیرهاشمی لم یرد عقده وان تزوجت عربیا غیر قریشی لهم رده کتزوج فی العربیه عجباً "

محمد عالم امام گنجی بازار لاہور

" المجیب مصیب لا شک فیه".

فقیر میر عالم ساکن میر ضلع ہزارہ

" هذا الجواب عین الصواب مطابق السنة والکتاب "

قاضی محمد عبد القیوم عفی عنہ مقیم ڈبلینڈہ۔

خاکسار محمد اسمٰعیل موضع ڈھیری۔ میر عالم ضلع ہزارہ

" المجیب مصیب " فضل حق از قاضیاں

سوال : تقلید(۱) کے کیا معنی؟ کیونکہ مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری ہمیشہ ہر ایک میدان مناظرہ میں جہاں کہیں تقلید کی بابت بحث ہوتی ہے پہلے یہی سوال مناظر غیر مقلد کر دیتا ہے لہذا عرض ہے کہ اسکے ضرور معنی بیان کریں؟

السائل قطب الدین

جواب : تقلید بمعنی اتباع یعنی ایسے شخص کا پیرو ہونا کہ جسے قوت اجتہاد واستنباط کی ہو اور اس کے اتقاء و پرہیز گاری پر پورا پورا اعتماد ہو۔ پس ایسے شخص کے قول کو بلا دلیل مان لینے کا نام تقلید ہے چنانچہ کتاب عقد الضرید واستبصار الحق صفحہ ۱۰۰ میں بایں طور مذکور ہے:

" التقلید قبول قول الغیر بان یعتقد من غیر معرفة دلیله فاما مع معرفة دلیله فلا یکون الاالمجتهد لتوقف معرفة الدلیل علی معرفة سلامته من المتعارض بناءً علی وجوب البحث ویجب التقلید علی من لم یبلغ رتبة الاجتهاد المطلق عامیا محضاً او غیره' بقدر الحاجة "

یعنی تقلید تسلیم کر لینا غیر کے قول کو اس طور پر کہ اس کے سچا ہونے کا اعتماد کرنا بلا دلیل پہچانے کے لیکن ساتھ دلیل کے

ا: شرح مختصر منار حسامی مع نامی حاشیہ باب متابعہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں نیز بایں طور لکھا ہے کہ تقلید بمعنی اتباع ہے ہیں و ہو ہذا: " التقلید اتباع الرجل غیره فیما سمعه' یقول اوفی فعله علی زعم انه محقق بلا نظر فی الدلیل " اور ایسی تقلید سے انکار کرنے والا قابل قتل ہے چنانچہ حدیث صحیح میں سے صاف ظاہر ہوتا ہے "من قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من اتاکم وامر لم جمیع علی رجل واحد یرید ان یتقی عصاکم او یفرق جمعتکم فاقتلوه (رواہ مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۸) اور کتاب صراط مستقیم تالیف اسمٰعیل پیشوا غیر مقلدین صفحہ ۸۔ میں لکھا ہے کہ " در اعمال اتباع مذہب اربعہ کے رانج اور تمام اہل السلام امت بہتر و خوب است ۱۲ "

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.in

اس مسئلہ کو پہچاننا سوائے مجتہد کے کسی اور کو حاصل نہیں کیونکہ دلیل کا معلوم کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ دلیل کسی متعارض سے سالم ہو اور بنا اس کی وجوب بحث متعارض پر ہے اور جو شخص درجہ اجتہاد کو مطلق نہیں پہنچا اس پر تقلید واجب ہے۔ (محض جاہل ہو یا مولوی وغیرہ) اور شرح مسلم الثبوت صفحہ ۶۲۴ میں بایں طور تقلید کے معنی لکھتے ہیں:

" التقليد العمل بقول الغير حجة متعلق بالعمل و المراد بالحجة حجة من الحجج الاربع والا فقول المجتهد دليله وحجته كاخذ العامى من المجتهد واخذ المجتهد عن مثله فالرجوع الى النبى عليه واله واصحابه والصلوٰة والسلام او الى الاجماع ليس منهٗ "

اور اس کے معنی علمائے دین نے اس طرح پر کئے ہیں یعنی تقلید کہتے ہیں عمل کرنا غیر کے قول پر بے معرفت دلیل ہو بغیر دلیل کے (یعنی بغیر وقوف کے دلیل پر) اور من غیر حجۃ متعلق عمل سے ہے یعنی عمل اس قول پر بے معرفت دلیل: اور حجت سے مقصود کوئی ادلہ اربعہ سے ہے ورنہ مجتہد کا قول مقلد کے لئے دلیل وحجت ہے جیسے پوچھ لینا عامی کا (یعنی غیر مجتہد کا) مجتہد سے اور مجتہد کا اپنے جیسے سے۔ رجوع آنحضرت ﷺ کی طرف یا اجماع کی طرف تقلید نہیں ہے کیونکہ وہ تو رجوع کی طرف دلیل کے الخ پس ان ہر دو عبارات سے صاف معلوم ہوا کہ اتباع مجتہد کرنے کے تقلید کہتے اور مجتہد سے دلیل طلب کرنی کچھ ضروری نہیں اور مجتہد سے غیر مجتہد کو سوال کرنے کا حکم بنص قطعی ثابت ہوا ہے وہو ہذا:

﴿ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

اہل ذکر سے مراد مجتہد ہیں اور مجتہد کو ضروری ہے کہ اپنے مقلد پر اس مسئلہ کی دلیل ظاہر کرے اور مقلد کو یقین ہے کہ یہ مجتہد جس کی میں پیروی کر رہا ہوں اس کا ماخذ ادلہ اربعہ سے ہی ہے اور جو کچھ اس نے نکالا ہے شرع سے نکالا ہے۔ اس لئے مقلد کا عمل بھی بلا دلیل نہ ہوا اور اس کے علاوہ شرح مسلم الثبوت مطبع نولکشور صفحہ ۶۳۶ میں لکھا ہے کہ غیر مجتہد کو اگرچہ عالم ہو ضروری تقلید کرنی چاہئے، وہو ہذا:

" غير المجتهد المطلق ولو كان عالما يلزمهٗ تقليد المجتهد "

یعنی غیر مجتہد مطلق اگرچہ عالم ہو اس کو بھی کسی مجتہد کی تقلید ضروری ہے اور شرح عین العلم صفحہ ۲۳۷ مین مقلد کو بایں طور حکم فرماتے ہیں:

" فلو الزم احد مذهباً كابى حنيفة او الشافعى رحمهما الله يقلد غيرهٗ فى مسئلةٍ من المسائل ...... الخ "

یعنی اگر لازم کرلیا کسی آدمی نے ایک مذہب کو امام ابوحنیفہ کا ہو یا شافعی کا ہو پس لازم ہے اس کو ہمیشہ اسی مذہب پر جمے رہنا نہ تقلید کرنے کی اور مجتہد کی الخ اور باقی ذکر ان ثناء اللہ تعالیٰ ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کے رسالے میں جو رد تقلید ہے اس کے جواب میں مفصل بحث کی جائے گی فقط۔

المجیب فقیر محمد نظام الدین ملتانی عفا اللہ عنہ وزیر آبادی

ہذا آخر الجزء الاول من جامع الفتاویٰ المعروف بہ انوار شریعت

for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari